از

نصیر الدین ہاشمی

یورپ میں دکھنی مخطوطات

جس میں

ان دکھنی مخطوطات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان۔ اسکاٹ لینڈ۔ اور پیرس کے
کتب خانوں میں موجود ہیں۔ دکھنی مصنفین کے حالات اور نمونہ کلام کے ساتھ متفرق اردو اور
فارسی نسخوں کے اختلافات بھی پیش کئے گئے ہیں

مولفہ

نصیر الدین ہاشمی

(مصنف دکن میں اردو۔ رہبر سفر یورپ وغیرہ)

سنہ ۱۳۵۱ھ
۱۹۳۲ء

باہتمام محمد شمس الدین خاں

شمس المطابع عثمان گنج حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

۹ خورداد سنہ ۱۳۴۱ فصلی

بار اول

میں اپنی اِس ناچیز تالیف کو

قدردانِ علم و فن شمعِ بزمِ شعر و سخن

ہزاِکسلنسی راجہ راجان مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنہ بہادر

جی۔سی۔آئی۔ای صدر اعظم دولتِ آصفیہ

کے اسم گرامی کے ساتھ

معنون

کرنے کی عزّت حاصل کرتا ہون

ہاشمی

فہرست مضامین

نوشتہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری

ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی (لنڈن)

مصنف

اردو شہ پارے۔ اردو کے اسالیب بیان۔ غزنوی بزم ادب۔ روح تنقید

تنقیدی مقالات ہندوستانی صوتیات

پروفیسر

زبان اردو۔ کلیہ جامعہ عثمانیہ

حیدرآباد دکن

الف

وہ زمانہ گذر گیا جب کہ اُردو ادب کی تہی مائگی کا خیال اُردو کے اکثر بہی خواہوں کے لئے باعث صد تاسف تھا۔ اور اس کے بد خواہ اس کے محدود موضوعات شاعری کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے۔ گذشتہ دس پندرہ برسوں نے ادبیات اُردو کی تاریخ کو اس قدر وسیع بلکہ غیر محدود بنا دیا ہے کہ اگر آج اُردو شعر و شاعری کے تذکرہ نویس زندہ ہو جائیں تو اپنے تذکروں کو خرافات سمجھیں۔ خاصکر مولوی محمد حسین آزاد کو اس کا بڑا افسوس ہوگا کہ انہوں نے جانکاہ کدو کاوش کے بعد جو آبِ حیات تیار کیا تھا وہ محض سراب ثابت ہوا، اور ان کے مرتبہ ادوارِ شاعری کسی پادر ہوا عمارت کے درجوں کی طرح برباد ہو گئے۔ اب اگر اُن کی "آبِ حیات" زندہ رہ سکتی ہے تو محض اپنے لاثانی اسلوب کے بل بوتے پر۔ ورنہ اُردو زبان اور ادب کے آغاز و ارتقا پر انہوں نے اپنی اور اپنے عہد کی بساط معلومات کے موافق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ جدید تحقیقات و معلومات کے لحاظ سے آج ایک افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اُردو ادب کا سنگ بنیاد ولی سے تین چار سو سال پہلے ہی رکھا جا چکا تھا اور اس عرصہ میں اس پر جو جو رفیع الشان تعمیر ہوئی اس کے متعلقہ تذکروں سے ہندوستان کا کوئی جدید ادبی رسالہ شاید ہی بچا ہو۔ کسی میں کوئی قدیم نامعلوم شاعر روشناس کرایا گیا ہے تو

کہیں کسی قدیم کتاب کا ذکر ہے۔ اور پھر ایک دو نہیں متعدد فاضل اہل قلم قدیم اُردو ادب کی تحقیق و تلاش اور بحث و مباحثہ میں مصروف ہیں۔ کوئی اپنے گھر بیٹھے کتابیں جمع کرنے اور ان پر مقالے لکھنے میں مشغول ہے تو کوئی اس مقصد کی خاطر دور دراز کا سفر اختیار کرتا ہے۔ کہیں ان کو مرتب و مدون کرکے شائع کرنے کی فکر کی جارہی ہے تو کوئی ان کے متعلق مقالہ لکھ کر جامعوں سے ڈگری حاصل کر رہا ہے۔ غرض ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے سونے کی کانوں کی طرح کوئی معدن مل گیا ہے جس کی طرف ہر نئے پرانے کی نظر لگی ہوئی ہے۔

ان باہمت نظر بازوں میں مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب ایک مخصوص حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی پہلی کتاب "دکن میں اُردو" ہماری زبان کی ابتدائی کتابوں اور مصنفوں پر غالباً پہلی کتاب ہے۔ دکنی ادب پر غور و خوض اور اُن کو عام اُردو دانوں میں روشناس کرنے کا ہاشمی صاحب کو اس درجہ شغف ہے کہ اگر وہ دفتر دیوانی فینانس میں ملازم نہ ہوتے تو میں سمجھتا کہ ان کا پیشہ یہی ہے۔

یہی غیر معمولی انہماک تھا کہ انہوں نے یورپ جانے اور دکنی مخطوطوں پر کام کرنے کا موقعہ پیدا کرہی لیا، ورنہ ان کی ملازمت کی نوعیت اور اس قسم کے کام کرنے کے امیدواروں کی کثرت کے مقابلہ میں بہت کم توقع تھی کہ حکومت انہیں یورپ روانہ کرتی۔

ہاشمی صاحب سرزمین دکن کے اُن نوجوانوں میں سے ہیں جو خاموشی کے ساتھ ہمیشہ سرگرم کار رہتے ہیں۔ جب یہ حیدرآباد کے مائیہ ناز دارالعلوم کالج کے طالب علم تھے۔ اُسی وقت سے ان کا علمی و ادبی ذوق انہیں اپنے ہم جشموں میں ممتاز بنا رہا تھا۔ اپنے کالج کی انجمن "ثمرۃ الادب" کے معتمد تھے۔ اور اسی زمانہ سے اپنے خاندان کے قابل تقلید بزرگوں کی طرح تاریخ دکن سے خاص انہماک رکھتے تھے۔ اس موضوع پر بھی ان کے مضامین شائع ہوچکے ہیں۔ ان کی کتاب "دکن میں اُردو" اپنی قسم کی پہلی اور خاص کتاب ہے۔ اس کی کماحقہٗ قدر دانی کی گئی۔ اور دکن

کے مشہور علم دوست اور فاضل نواب سر امین جنگ بہادر نے اس کے متعلق جو رائے[1] ظاہر فرمائی وہ نوجوان مصنف کی خاص ہمت افزائی کا باعث ہوئی، اور کوئی تعجب نہیں اگر اسی حوصلہ افزائی نے ہاشمی صاحب کو سعی پیہم کی طرف مائل کیا ہو۔

ان کی اس کتاب "یورپ میں دکھنی مخطوطات" کا موضوع کئی وجوہ سے اہم ہے۔ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں جن کتابوں اور مصنفوں کی نسبت معلومات پیش کئے گئے ہیں وہ اردو زبان کے قدیم ترین کارنامے اور اساتذہ ہیں۔ اور یہ کارنامے اور اساتذہ اس لئے قابل وقعت ہیں کہ ان کے سوا آج سے دو سو برس پہلے کے اردو لکھنے والوں یا اردو کتابوں کا بہت کم پتہ چلتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دکن کے علاوہ گجرات کا بھی قدیم کلام دستیاب ہوا ہے۔ مگر ایک تو وہ قلیل ہے اور دوسرے اس میں ادبی اور شعری عنصر کا ناقابل فروگذاشت فقدان ہے۔

دکن اور گجرات کے ابتدائی شہ کاروں کو نکال ڈالئے تو پھر تاریخ ادب اردو میں اورنگ زیب سے پہلے کے زمانہ کے لئے صفحات کے صفحات خالی چھوڑ دینے پڑیں گے شمالی ہند اور خاصکر دوآبہ گنگ و جمن جو ہمیشہ تہذیب و تمدن اور علم و فن کا سرچشمہ رہا ہے اردو کے لئے صدیوں تک بنجر ثابت ہوتا رہا۔ اس کے اسباب نہایت دلچسپ اور اہم ہیں۔ ہم نے اپنی مطبوعہ انگریزی کتاب "ہندوستانی صوتیات" میں اس پر کچھ بحث کی ہے اور اس کے علاوہ ہندوستانی اکیڈیمی کی تیسری سالانہ کانفرنس میں اس موضوع پر ایک تفصیلی پرچہ پڑھا ہے۔ جو اکیڈیمی ہی کی جانب سے شائع ہو رہا ہے۔

یہاں صرف اس امر کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے کہ شمال مغربی سرحد سے جو مسلمان ہندوستان میں داخل ہوئے وہ پہلے پہل پنجاب میں آکر ٹھیرے۔ وہاں کے باشندوں کے میل جول سے جو نئی مشترکہ ہندو مسلم زبان پیدا ہوتی رہی اسی کو لیکر وہ دوآبہ گنگ و جمن

---

[1] دکن میں اردو طبع ثانی کے ساتھ یہ رائے شائع ہو چکی ہے۔

میں اُترے اور اس کو بولتے ہوئے دکن میں بھی داخل ہوئے۔

دوآبہ میں مسلمان فاتحوں کی لائی ہوئی زبان ابھی پختہ نہیں ہونے پائی تھی اور اُس پر دوآبہ کی خاص زبان برج بھاشا کا زیادہ اثر نہیں پڑ سکا تھا کہ مسلمانوں نے جنوب کی طرف رخ کیا اور ان کا ایک بڑا سیلاب محمد تغلق کے ساتھ دہلی سے اُٹھا اور دکن میں جا کر رُک گیا۔ یہ فاتحین اپنے ساتھ جو زبان دکن میں لیتے آئے تھے وہ یہاں آزاد نشوونما حاصل کرنے لگی اور چونکہ برج بھاشا کے علاقہ سے دور جا پڑی تھی اس لئے اُس میں برج کا صرف وہی اثر باقی رہا جو برج کے علاقہ سے نکلنے سے پہلے اس پر مستولی ہو چکا تھا۔

جو مسلمان دوآبہ ہی میں رہ گئے ان کی خام ہندوی (جو مشرقی پنجابی اور ہند ایرانی عناصر سے مرکب تھی) رفتہ رفتہ برج سے متاثر ہوتی گئی اور آخر کار اس رنگ میں اتنی رنگی گئی کہ دو تین صدیوں ہی میں بول چال کے لئے برج بھاشا کی جانشین بن گئی۔

دکن کی زبان کی شمالی اُردو سے علیحدگی کے اسباب لسانی اور سیاسی دونوں قسم کے ہیں اور یہ سب کتاب "ہندوستانی صوتیات" میں مندرج ہیں۔ یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ رہا یہ سوال کہ ہندوستانی کی اس آزاد شاخ میں آج سے دو سو برس پہلے ادب کیوں لکھا گیا اور شمالی اُردو میں کیوں نہیں لکھا گیا اس کا جواب ہمارے اس پرچہ میں ملے گا جو ہندوستانی اکیڈمی میں پڑھا گیا تھا۔ دکن کی اُردو سرپرستی اور اُردو ادب کی تاریخ ہم نے "اُردو شہ پارے" میں منضبط کر دی ہے۔ اور جا بجا ان مخطوطوں کا حوالہ دیا ہے جن سے ہم نے اس کتاب کے لئے مواد جمع کیا تھا۔ مگر "اُردو شہ پارے" میں خود ان مخطوطوں کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات درج نہیں۔ یہ کام ہمارے موضوع سے باہر تھا۔ مگر اس پر کام کرنے کی سخت ضرورت تھی تا کہ اُردو زبان پر تحقیق و تفتیش کرنے والے اپنے قدیم ادیبوں کے مسودوں اور مخطوطوں سے واقف ہو سکیں۔ اس کام کی اہمیت پر زیادہ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ اُردو ہمیشہ شکر گذار رہے گی کہ نصیر الدین ہاشمی صاحب کے صحیح ذوق ادب نے اس

کی تکمیل کردی۔ چونکہ اس کام کی ضرورت اور خوبی سے میں پہلے ہی واقف ہو چکا تھا اور
اس کی ترتیب و تشکیل میں آغاز کار ہی سے دلچسپی لیتا رہا ہوں اس لئے اس کی
مدح سرائی مناسب نہیں سمجھتا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے پڑھنے والے ایک سرسری
نظر ہی میں اس کی اہمیت سے واقف ہو جائیں گے اور ہاشمی صاحب کی یہ کوشش
اردو زبان کے جدید تحقیقی و تنقیدی کارناموں میں ایک بے نظیر جگہ حاصل کرلے گی۔

اس ضخیم کتاب میں صرف یورپ کے مخطوطوں کا ذکر ہے۔ سرزمین دکن کی وہ لاتعداد
کتابیں اس میں درج نہیں جو ہندوستان میں موجود ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر انجمن ترقی اردو،
نواب سالار جنگ، آغا حیدر حسن اور حیدر آباد کے دوسرے امیروں اور عالموں کے کتب خانوں
میں جو نایاب ذخیرے محفوظ ہیں۔ ان کے تذکرے بھی اسی تفصیل اور تحقیق کے ساتھ شائع
ہو جائیں۔

ہاشمی صاحب نے یورپ کے کتب خانوں میں جس دیدہ ریزی کے ساتھ مطالعہ کیا اور وہاں کے
مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کیٹلاگوں کی غلطیوں کی اصلاح کی ان کا تفصیلی ذکر ان خطوط[۱] سے معلوم ہوگا
جو وہاں کے ارباب اقتدار نے ان کے نام لکھے ہیں۔ میں اسی قدر کہوں گا کہ جو کچھ مطالعہ کیا
اس کو نہایت خوش سلیقگی کے ساتھ قلمبند کرلیا ہے۔ اور بعض ناواقف حضرات کے اس
خیال کو غلط ثابت کر دکھایا ہے کہ اردو زبان و تاریخ ادب کی تحقیق و تفتیش کے لئے یورپ جانا
لاحاصل ہے۔ یہ تو صرف دکن کے کارناموں کا تذکرہ ہے۔ شمالی ہند کے اردو ادب کے
متعلق بھی یورپ کے کتب خانوں میں اہم اور کمیاب مواد موجود ہے۔ اور مجھے یقین ہے
کہ جب تک اس سے مدد نہ لی جائے گی اردو زبان و ادب کی کوئی تاریخ مکمل نہ ہوسکے گی۔

۱؎ متعدد خطوط کے منجملہ صرف چند اس کتاب میں پیش کیے گئے ہیں۔

ا

INDIA OFFICE.

WHITEHALL,

LONDON, S. W. 1.

14th June, 1929.

AR MR. HASHMI,

I am greatly obliged to you for r valuable corrections of mis- es in Professor Blumhardt's *talogue of Hindustani Manuscripts the Library of India Office* and your other notes concerning se manuscripts.

It gives me much pleasure to ık that, so soon after the publi- ion of the Catalogue, our collec- ı of manuscripts should have n studied with such diligence l enthusiasm. I am very glad t the Government of His Exalted ghness the Nizam, sent you to gland, and I feel sure that your it will have fruitful results in thering the study of Urdu Lite- ure.

Your sincerely,

(Sd.)

Librarian.

انڈیا آفس

وہائٹ ہال - لندن - ایس - ڈبلیو - ۱

۱۴ جون سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

میں آپ کا خاص طور پر شکر گذار ہوں کہ آپ نے پروفیسر بلوم ہارٹ کے انڈیا آفس لیبریری کے اردو مخطوطوں کے کتلاگ کی غلطیوں کی تصحیح کی - اور ان مخطوطوں پر چند اور نوٹ لکھے -

مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے جب یہ سونچتا ہوں کہ کتلاگ کی اشاعت کے بعد ہی اسقدر جلد ہمارے مخطوطوں کے مجموع کی اس خوبی اور جوش کے ساتھ تحقیق کی جائے - میں بہت خوش ہوں کہ ہز اگز الٹڈ ہائی نس سرکار نظام نے آپ کو انگلستان روانہ کیا مجھے یقین ہے کہ آپ کے ورود سے اردو ادب کی تحقیق و تنتیش میں وسعت پیدا ہوگی -

آپکا مخلص

سی - اسٹوری

کتب خانہ دار

Department of Oriental Printed Books & Mss.,

BRITISH MUSEUM,

LONDON W. C. 1

8th April 1929.

DEAR MR. HASHMI,

I am greatly indebted to you for the corrections to our Catalogue of Hindustani Mss. which you have kindly given to us. I am glad to have them, and owe many thanks to you for them, and through you to the Government of His Exalted Highness the Nizam. It has given us much pleasure to assist you in your studies which you have carried on in our student's Room during the last six months, and I am glad to see that they have been fruitful and pleasant.

Wishing you a comfortable journey and a prosperous future at home, I am

Yours very faithfully,

(Sd)

Keeper.

عبہ کتب مشرقی - مطبوع و مخطوطات

بوتش میوزیم

لندن - ڈبلیو - سی - ا

٨ اپرل سنہ ١٩٢٩ ع

ہمی جناب ہاشمی صاحب

میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے
ارے ہندوستانی مخطوطوں کے کتلاگ
غلطیوں کی اطلاع ہمیں بہم پہنچائی -
ں ان کو حاصل کرکے خوش ہوا اور آپ کا
ر آپ کے ذریعہ سے ہز اگزالٹڈ ہائی نس
ام کی حکومت کا بے حد شکر گذار ہوں -
ارے کمرہ مطالعہ میں آپ گذشتہ
ہ مہینوں سے جو تحقیق و تفتیش کا کام
تے رہے اس میں آپ کی مدد کرنے سے
ہیں مسرت حاصل ہے - اور میں یہ دیکھکر
سرور ہوں کہ آپ کی تحقیقات کارآمد اور
شگوار ثابت ہوئیں -

ایک آرام دہ سفر اور وطن میں ایک
وش آیند مستقبل کی توقعات کے ساتھ

آپ کا مخلص

یف بارنٹ

محافظ

ROYAL ASIATIC SOCIETY,

74 Grosvenor Street,
London W. I.

13th April 29.

DEAR MR. HASHMI,

Thank you so much for your note on the discovery of a ms of Phool-bun found bound up with the Gulshan-e-Ishq among our Hindustani Mss., and for your account of it which will be useful when we Catalogue it. I am glad our Library has found useful to you during your research work here and that you will have a good journey home.

Yours sincerely,
(Sd.) C. FRAZER.

رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

۱۳ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

ہمارے ہندوستانی مخطوطات میں 'پھول بن' کے نسخہ کے انکشاف کے متعلق جو" گلشن عشق" کے ساتھ منضم ہے میں آپ کی مرتب کردہ یادداشت کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں ترتیب فہرست کے موقع پر یہ یادداشت ہمارے لئے کارآمد ہوگی مجھے اس امر سے مسرت حاصل ہوی کہ یہاں آپکے تحقیقاتی کام کے دوران میں ہمارے کتب خانہ کو آپ سے فائدہ پہنچا دعا ہے کہ آپ خوش و خرم وطن پہنچیں۔ شرحد ستخط

سی فریزر
سکریٹری

FITZWILLIAM MUSEUM, CAMBRIDGE.

13th May 1929.

Mr. N. Hashmi visited this Museum this morning and examined a manuscript of the fourth of Amir Khusrow's Diwans, in which he was able to read the name of the scribe, which, being partly obliterated, had been overlooked by our Catalogues.

(Sd.)

Director.

فٹز ولیم میوزیم کیمبرج

۱۳ مئی ۱۹۲۹ ع

مسٹر نصیرالدین ہاشمی نے آج صبح اس میوزیم کا معاینہ کیااور دواوین امیرخسرد کے چوتھے نسخے کے مطالعہ پر اسکے کاتب کا نام شناخت کیا جو کسی قدر محو ہو جانے کے باعث ہمارے یہاں کے مرتب فہرست سے نظر انداز ہو گیا تھا۔

شرحد ستخط ڈائرکٹر

BODLEIAN LIBRARY,

OXFORD.

28th May, 1929.

Mr. M. Hashmi has examined all the Urdu MSS. in the library. He has been able to confirm the accuracy of the description of such as are fully catalogued.

(Sd.) Stephen Wright,

Assistant.

UNIVERSITY LIBRARY,

CAMBRDIGE.

15th May 1929.

I have pleasure in stating that MR. M. N. Hashmi has visited this library, and has examined our urdu MSS. During his stay here he also visited the Lidraries of the King's College, Christ's, and Corpus Christi, where he examined the urdu MSS., and was able to point-out certain facts that are of importance for the completion of the Catalouge.

(Sd) Edward J. Thomas,

Under Librarian.

بوڈلین لائبریری اکسفورڈ

۲ مئی ۱۹۲۹ ع

مسٹر نصیرالدین ہاشمی نے کتب خانہ کے تمام اردو مخطوطات کا معاینہ کیا - اور مندرجہ فہرست مخطوطات کے متعلق جو وضاحت کی گئی ہیں انکی صحت کی تصدیق کی

شرحد ستخط

اسٹفن رائٹ

مددگار

یونیورسٹی لائبریری کیمبرج

۱۵ مئی ۱۹۲۹ ع

میں مسرت کے ساتھ تحریرا کرتا ہوں مسٹر محمد نصیرالدین ہاشمی صاحب نے ہمارے کتب خانہ اور اسکے اردو مخطوطات کا معاینہ کیا

یہاں اپنے دوران قیام میں انہوں نے کنگ کالج - کارپو کالج - اور کریسٹ کالج کا بھی معاینہ کیا اور وہاں کے اردو مخطوطات کو دیکھا - انہوں نے بعض ایسے امور کی وضاحت کی ہے جو فہرستوں کی تکمیل کے لئے نہایت اہم حیثیت رکھتے ہیں -

شرحد ستخط مددگار کتب خانہ دار

University of Edinburgh,

29th April, 1929.

Mr. N. Hashmi has been working in our Library for the past week and has examined a number of our Hindustani and other manuscripts. I should like to convey to His Exalted Highness the Nizam's Government of Hyderabad, the hanks of our Library committee or the valuable information which Ir. Hashmi has supplied us with egarding certain of these manusripts.

(Sd.) F. C. NICHOLSON,

Librarian.

Paris, le 28 aout 1929.

)ous etranger

MONSIEUR,

La Bibliotheque Nationale ient de recevoir votre envoi de vos.

Corrections an Catlogue does ıanuscrits indians de la Biblioheque nationale.

J'ai Lo honneur de vous exprimer nos remerciements pour ce don.

Agreez, je vous prie, Monsieur, assurance de ma consideration la ıeilleure et de mes sentiments ıconnaissants.

L' Administrateur general.

(Sd.)

. N. Hashmi, 13, ru du Sommerard

Paris V

ایڈنبرا یونیورسٹی

۲۹ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

جناب نصیرالدین ہاشمی صاحب ہمارے کتب خانہ میں گذشتہ ہفتہ سے ہندوستانی اور دیگر مخطوطوں کی تحقیق و تفتیش میں مصروف رہے - میں ہزاگزالٹڈ ہائنس نظام حیدرآباد کی حکومت کی خدمت میں ہماری لائبریری کمیٹی کی جانب سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ ہاشمی صاحب نے بعض مخطوطوں کے متعلق قیمتی معلومات بہم پہنچائے ہیں

ایف - سی - نکلسن

کتب خانہ دار

پیرس ۲۸ اگسٹ ۱۹۲۹ ع

جناب عالی

کتب‌خانہ قومی میں آپ کا وہ خط وصول ہوا جس میں آپ نے قومی کتب خانہ کے ہندوستانی مخطوطوں کے کیٹلاگ کی غلطیاں روانہ کی ہیں -

مجھے یہ عزت حاصل ہے کہ اس عنایت کے لئے ہماری جانب سے آپ کا شکریہ ادا کروں -

آپ یقین مانلئے کہ ہم ان پر کافی توجہ کریں گے اور میرے نیازمندانہ سلام کو قبول کیجئے -

جنرل اڈمنسٹریٹر (ناظم عمومی)

موسیو نصیرالدین ہاشمی

۱۳ رودی سمرارد
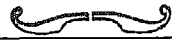
پیرس - ۵
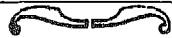
بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش نامہ

میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ زبان اُردو کی تاریخ قلمبند کروں یا اس کی ابتدا اور ارتقا پر بحث کروں۔ اور نہ میرا یہ مدعا ہے کہ اُردو کے مولد پر تبصرہ کروں اور خواہ مخواہ اس کو دکن سے مختص کر دوں۔ اس خیال سے مجھے اتفاق ہے کہ اُردو کی ابتدا شمالی ہند سے ہوئی البتہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسکو ادبی عزت و مرتبہ دکن اور صرف دکن نے بخشا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ وہاں ایک زمانہ دراز تک اُردو کا کوئی خاص نام نہیں تھا۔ اور ایک طویل مدت تک شرفا اس میں گفتگو کرنے کو باعث ننگ اور عار خیال کرتے تھے اس کے برخلاف دکن میں یہ بات نہیں تھی وہ شاہی محلوں میں پلی۔ اولیا اللہ کے گود میں کھیلی۔ شرفا اور معززین کے مکانوں میں پھولی پھلی

اُردو کا تعلق دکن سے

سب سے پہلے یہ بحث پیش ہوتی ہے کہ دکن کے ساتھ اُردو کا تعلق کب سے ہوا؟ اور وہ یہاں کن کن ناموں سے موسوم تھی؟

اس امر سے غالباً کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ اُردو کی ابتدا مسلمانوں سے ہوئی اور اس کا بیج انھیں کے ہاتھوں سے بویا گیا مگر دیکھنا یہ ہے کہ ہندوستان کے ساتھ مسلمانوں کا تعلق کب سے شروع ہوا اور وہ کب سے ہندوستان میں بود و باش کرنے لگے؟

ہندوستان پر مسلمانوں کے حملوں کی ابتدا حضرت عمر فاروق (سنہ ۱۳ھ – ۲۳ھ) سے
ہوئی مگر سندھ میں مستقل حکومت محمد بن قاسم کے فتوحات کے بعد ہوئی ۹۳ھ/۷۱۲ء میں
محمد بن قاسم کا سندھ پر حملہ ہوا اور بہت ہی جلد سندھ سے ملتان تک اس کا قبضہ ہو گیا۔

عربی تاریخوں سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ عباسی خلیفہ واثق باللہ (۲۲۷ھ – ۲۳۲ھ)
کے زمانہ تک دربار خلافت سے سندھ میں گورنر مقرر ہوتا رہا اور منصورہ اس کا مستقر حکومت
تھا۔ خلافت بغداد کے انحطاط کے بعد عربوں کے جو قبائل یہاں آباد تھے انہوں نے
چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کر لیں۔ یہ حکومتیں کشمیر کی سرحد سے بحر فارس سیستان اور مکران
تک پھیلی ہوئی تھیں ان کے حکمران ایک مدت دراز تک یہاں قابض رہے۔

دوسری طرف ساحل کرناٹک اور ملیبار پر مسلمان بحیثیت تجار اور مبلغ آتے رہے اور
ساحل سمندر سے دور تک اندرون ملک جاتے اور تجارت کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب
کی تبلیغی خدمات انجام دیتے تھے۔ سینکڑوں شیوخ تبلیغ دین کے ضمن میں پُرخطر سمندر
کے راستے اور پُرامن تجارتی طریقے سے حواریان حضرت مسیح کی طرح بلکہ ان سے بدرجہا
زیادہ زبردست کامیابی حاصل کی تھی۔ ہندو راجاؤں کی حمایت میں وہ مسجدیں بناتے
اور تبلیغی کام انجام دیتے تھے[۵۱]۔ پروفیسر آرنلڈ نے بالکل صحیح لکھا ہے "کہ اس میں ہرگز
شبہ نہیں کہ ہندوستان میں اسلام کو اپنی اشاعت میں بڑی اور مستقل کامیابی ایسے اوقات
اور مقامات میں ہوئی جہاں مسلمانوں کی سیاسی طاقت بہت ہی ضعیف تھی[۵۲]"

تیسری طرف شمال کی جانب سبکتگین اور سلطان محمود نے حملے شروع کئے ۴۱۵ھ/۱۰۲۴ء
تک کوہستان ہندو ہماچل تک اس کی فتوحات کو وسعت ہو چکی تھی محمود کے فتوحات کی
انتہائی مقام مشرق میں کالنجر گنگا کے نیچے (بندیل کھنڈ) اور مغرب میں سومنات گجرات)

---

[۵۱] عہد سلف مولفہ مولوی محمد مرتضیٰ   [۵۲] دعوت اسلام

تک تھی پھر جب آل شنسب کو عروج حاصل ہوا تو آل سبکتگین کے ہاتھ میں سوائے پنجاب کے کچھ نہ رہا سنہ ۵۸۱ھ میں محمد سام شہاب الدین محمد غوری نے پنجاب پر حملہ کیا اور لاہور کی فتح کے بعد ہندوستان کی جانب متوجہ ہوا سنہ ۵۸۹ھ میں رائے پتھورا پر فتح حاصل کی جس کے باعث اجمیر اور دہلی پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اس کے بعد قنوج مفتوح ہوا اور پھر بنگال تک اس کی وسعت ہوگئی۔

محمد سام کا جانشین قطب الدین ایبک ہوا اور اس کے بعد التمش اور اس کے جانشینوں کے بعد دہلی کے تخت پر خاندان خلجی قابض ہوگیا۔ علاء الدین خلجی (سنہ ۶۹۵ھ – سنہ ۷۱۵ھ) نے دکن کی جانب پیش قدمی کی اور سنہ ۷۰۶ھ میں ملک کافور نے دیوگڈھ فتح کیا سنہ ۷۰۹ھ کے دوسرے حملہ میں ورنگل فتح ہوا اور سنہ ۷۱۰ھ میں تیسرا حملہ ہوا اس مرتبہ سینٹ بندر المشہور م (راس کماری) کے پاس پہونچکر مسجد علائی کی تعمیر کی۔[1]

مگر یہ خیال رہے کہ اس کے صدیوں پیشتر مالک بن دینار وغیرہ کی مسجدیں تیار ہو چکی تھیں اس طرح غازیان اسلام کے براہ پنجاب فوجی تزک اور احتشام کے ساتھ آخری نقطہ ہند پر پہنچنے کے صدیوں پہلے وہ جہازوں کے راستے سے پُرامن طریقہ پر ساحل ہند پر بطور مستقل اپنا گھر بنا چکے تھے۔

خاندان خلجی کے تباہی کے بعد سنہ ۷۲۰ھ میں غیاث الدین تغلق ہندوستان کے تاج تخت کا مالک بنا اور سنہ ۷۲۵ھ میں اپنے ولی عہد کے نو تعمیر محل کے نیچے دبکر مرگیا اور اب الغ خان محمد تغلق کے لقب کے ساتھ تخت دہلی پر جلوس فرمایا۔ اسوقت دہلی کا فرمان پشاور سے لیکر راس کماری تک نافذ تھا۔

اس وسعت ملک کے باعث محمد تغلق نے بجائے دہلی کے دولت آباد کو اپنا پایہ تخت قرار دیا محمد تغلق کی یہ خبط یا اہانہ رائے نہیں تھی بلکہ عالمگیر نے بھی اپنی عمر اور نگ آباد میں

---

[1] عہد سلف مؤلفہ مولوی مرتضیٰ مرحوم

بسر کر دی تھی۔

محمد تغلق ہی کے عہد میں دولت آباد کے بجائے پھر دہلی مرکز حکومت قرار دیا گیا مگر اس دوبارہ واپسی کے کچھ ہی عرصہ بعد دکن خود مختار ہو گیا اور ۷۴۸ھ میں بہمنی سلطنت قائم ہو گئی اور دو سو سال سے زیادہ زمانہ تک اٹھارہ بادشاہ گلبرگہ اور بیدر میں حکمراں ہوئے ۹۳۴ھ میں اس کا خاتمہ ہوا۔

جب نویں صدی ہجری سے اس سلطنت کا انحطاط شروع ہوا تو پچاس سال کے اندر ملک کو مختلف صوبہ داروں نے آپس میں تقسیم کر لیا اس طرح ایک سلطنت کے بجائے پانچ حکومتیں یعنی قطب شاہی۔ عادل شاہی۔ نظام شاہی۔ عماد شاہی۔ اور برید شاہی قائم ہو گئیں۔

کہا جاتا ہے کہ اردو کی ابتدا پنجاب سے ہوئی اور مسعود سعد فارسی کے ساتھ اردو میں بھی شعر کہا کرتا تھا مگر یہ دعوی صرف دعوی ہی ہے کوئی ثبوت اس کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ دکن پر مسلمانوں کے حملے ۶۹۳ھ سے شروع ہوئے اور ۷۲۷ھ کے بعد دولت آباد ہندوستان کا دار السلطنت قرار دیا گیا۔ اسی زمانے سے یہاں اردو کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کوئی مستقل تصنیف اوائل ۸۰۰ھ کی نہیں پیش کی جا سکتی مگر بعض تاریخی شواہد ایسے ملتے ہیں جن سے یہ پایا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں یہاں اردو کا رواج تھا مثلاً زین الدین خلد آبادی متوفی ۷۷۱ھ کا آخری کلام "منجہ مست بلاوہ"[۵۱]۔

شیخ عین الدین گنج العلم متوفی ۷۹۵ھ کے اردو رسالے اور خواجہ بندہ نواز متوفی ۸۲۵ھ کی معراج العاشقین اور ہدایت نامہ[۵۲] وغیرہ اس زمانہ کے بعد تو ہمیں بیسیوں نظم و نثر کی کتابیں دستیاب ہوتی ہیں جو اپنے وجود سے اردو کے ارتقا کو ظاہر کرتی ہیں۔

اردو کے نام

اس کے بعد اب یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ یہاں (دکن) اس کو کس نام سے موسوم کیا گیا تھا اور وہ کس نام سے پکاری جاتی تھی۔

یہاں اس امر سے بحث نہیں کہ شمال میں وہ کس نام سے موسوم تھی اور اس کو اردو اور

---

۵۱ صراحت کے لئے دیکھو دکن میں اردو ۵۲ اگرچہ محققین کے ساتھ مجھے ان کے وجود پر یقین نہیں ہے۔

ریختہ سے کب موسوم کیا گیا؟

دکن میں ابتدا سے وہ ہندی اور دکھنی سے موسوم تھی یہاں اس کا نام ریختہ نہیں تھا۔ قدیم دکھنی شعرا اور نثر نویس اس کو ہندی اور دکھنی سے موسوم کرتے تھے اور ان ہی ناموں کا ۱۲۸۰ھ تک بھی پتہ چلتا ہے۔ مثلاً کمال خاں رستمی کہتا ہے ؎

کیا ترجمہ دکھنی ہور دل پذیر | بولیا معجزہ یو کمال خاں دبیر
(خاور نامہ)

نصرتی کہتا ہے ؎

آ دیکھا ہو حد سوں کباب | رکھی بول اتنا جو دکھنی کتاب
(گلشن عشق)

غواصی کہتا ہے ؎

سلطان عبد اللہ کی کرنجم قصہ تام سوں | عارف وجو انکے نظر یو نظم دکھنی شاہ سوں
(سیف الملوک بدیع الجمال)

ابن نشاطی کہتا ہے ؎

اسے ہرکس کے تئیں بجھا کون توں بول | دکھنی کے باتاں ساریاں کون کھول
(پھول بن)

میراں یعقوب کہتے ہیں ؎

"اپنی حیات کے وقت منجے ارشاد کئے تھے جوں شمائل الاتقیا کتاب کون ہندی زبان میں لیا دے تا کہ ہر کسی کے تئیں سمجھا دے" (شمائل الاتقیا)

ان عادل شاہی اور قطب شاہی شہادتوں سے واضح ہو سکتا ہے کہ عام طور سے دکن میں اردو کو دکھنی یا ہندی کہا جاتا تھا اس کے بعد ڈیڑھ سو سال بلکہ اس سے زیادہ بھی جنوبی ہند میں اردو کو ان ہی ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ چنانچہ مولانا باقر آگاہ متوفی ۱۲۲۰ھ فرماتے ہیں۔

"دوسرے بعض یاروں کا ایما ہوا | سو ہندی زبان پر رسالہ ہوا
ہے دکھنی میں مجکو مہارت بہت | دیگر کا النصر منظم کیے تصیبلی"
(رسالہ ذرقیہ ہائے اسلام)

"بعضے علما ران مناقب اشرف کو فارسی کتابوں میں سر کے درج کیے ہیں لیکن کوئی کتاب

مستقل اس باب میں اب تک دیکھنے میں نہیں آئی پس تصنیف ہونا اسکا ہندی زبان میں معلوم - مگر یہ ولی ویلوری شیدا نے حیدرآبادی دکھنی زبان میں نسخے منظوم لکھے ہیں" (ریاض الجنان)

اس کے ایک زمانہ دراز بعد قاضی بدرالدولہ متوفی ۱۲۸۰ھ لکھتے ہیں -

"لیکن دیکھا کہ بازار علم کا بہت کاسد ہو گیا اور علم کے جاننے والے دنیا سے گذر گئے .... اور کسی کو خواہشمند بھی نہیں پایا تب زبان ہندی میں یہ کتاب لکھنا شروع کیا" (فوائد بدریہ)

اس تفصیل سے واضح ہو سکتا ہے کہ دکن میں اردو زبان کا نام دکھنی اور ہندی تھا -

یہاں اردو کے ایک اور نام ریختہ کا بھی استعمال ہوا ہے مگر اس کو سب سے پہلے ولی نے استعمال کیا ہے ؎

یہ ریختہ ولی کا جا کر اسے سنا دے | رکھتا ہے فکر روشن جو انوری کے مانند

میرا خیال ہے جس طرح جنوبی ہند میں اردو کا نام دکھنی رکھا گیا تھا اسی طرح شمالی ہند میں وہ پہلے پہل ریختہ سے موسوم ہوئی ہوگی - ولی نے بھی اسکا استعمال اپنے سفر دہلی کے بعد کیا ہوگا - یہی وجہ ہے کہ دکھنی شعرا کے قطع نظر شمالی ہند کے شعراء نے اس لفظ کا استعمال عام طور سے کیا ہے - چنانچہ میر کہتا ہے -

خوگر نہیں کچھ یوں ہی ہم ریختہ گوئی کے | معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا

قائم کہتا ہے ؎

قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ | اک بات لچر سی بزبان دکھنی تھی

اثر کہتا ہے ؎

ریختہ نے یہ تب شرف پایا | جب کہ حضرت نے اسکو فرمایا

شاہ حاتم نے اپنے دیوان زادہ کے دیباچہ میں لکھا ہے -

"در شعر فارسی پیروی مرزا صائب است و در ریختہ ولی را استاد میداند"

میرے اس خیال کی تائید مولانا باقر آگاہ کی رائے سے بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ اپنی مثنوی گلزار عشق کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"ہندوستان (شمالی ہند) میں مدت تک زبان ہندی کہ اسے برج بھاکا کہتے ہیں رواج رکھتی تھی۔ اگرچہ لغت سنسکرت ان کی اصل اصول اور مخرج فنون فروع واصول ہے پیچھے محاورہ برج میں الفاظ عربی وفارسی بتدریج داخل ہونے لگے اور اسلوب خاص اس کے کھونے لگے سبب سے اس آمیزش کے یہ زبان ریختہ سے مسمی ہوئی .... مخفی نرہے تمام ریختہ گویوں میں سودا اعتبار نمایاں پایا .... بعضے اسقدر اس کے باب میں دفتر اغراق کا کھولتے ہیں کہ اس بیچارے کو سب شعرائے ریختہ گو بلکہ تمام ادبائے فارسی سے افضل و بہتر بولتے ہیں۔"

دکن میں اردو

دکھنی یا اردو کا تعلق جسقدر دکن سے رہا ہے اور یہاں اس کی جس قدر ترقی ہوئی اسکا ذکر ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں کسی قدر صراحت سے کیا ہے ہماری تالیف اس نوعیت کی پہلی تالیف تھی۔ اسکے بعد اردو سے قدیم پنجاب میں اردو۔ تاریخ ادب اردو۔ وغیرہ کتابیں عالم وجود میں آئیں۔ میں اپنے ملک و قوم کا بیحد شکر گذار ہوں کہ اس نے میری تالیف کو ہاتوں ہاتھ لیا اور وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جس کے باعث چند ماہ کے اندر اس کے طبع ثانی کی نوبت آئی۔ اور اسکا دوسرا اڈیشن بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کے ساتھ اہل ملک کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

تالیف ہذا کے اسباب

میں نے اپنی اس تالیف میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر طرح مکمل نہیں ہے اور اس امر کا وعدہ کیا گیا ہے کہ کبھی آیندہ مکمل اور مستقل تالیف اس خصوص میں کیجائے گی۔

ظاہر ہے اس کام کے لئے بہت بڑے معلومات اور بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے۔
اردو کا مواد نہ صرف ہندوستان کے کتب خانوں میں ہے بلکہ بلاد مغرب میں بھی اس کا
مواد دستیاب ہوتا ہے ان کتب خانوں سے استفادہ کرنا اور مواد جمع کرنا کوئی آسان کام نہیں
اور پھر یہ اس شخص کے لئے اور بھی دشوار اور اہم ہے جو ملازمت کے چکر میں قید و بند ہو۔

ان تمام دشواریوں کے باوجود میں اپنی اس دوسری تالیف کو جو اس سلسلہ کی ایک دوسری
کڑی ہے اور گویا مکمل کتاب کا پیش خیمہ ہے اور ایک بڑی حد تک قائم مقام ہو سکتی ہے
پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔

اس میں میں نے اُن تمام دکھنی مخطوطات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو ممالک مغرب
میں موجود ہیں اور ان میں سے اکثر و بیشتر ایسے ہیں جن کا صرف ایک ہی نسخہ پایا جاتا ہے۔
خوش قسمتی سے اس میں قدیم دکھنی ادب کا بڑا حصہ آگیا ہے۔

مگر قبل اسکے کہ میں اپنی اس جدید تالیف کے متعلق تفصیل سے ذکر کروں اولاً مجھے یورپ جانے
کے اسباب مختصر طور پر بیان کر دینے چاہئیں۔

مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ یورپ کے اردو ذخیرہ کا حال اولاً رسالہ معارف (اعظم گڈھ) کے
ذریعہ معلوم ہوا جبکہ انڈیا آفس کے کیٹلاگ پر رسالہ مذکور میں ریویو ہوا تھا۔ اس آگاہی سے معلوم ہوا کہ
بلاد مغرب میں اردو کا کیا کچھ مواد نہیں مل سکتا میں نے اس امر کی کوشش کی کہ یورپ جاؤں اور
ان سے استفادہ کروں۔

سرکار عالی کی علمی قدردانی ضرب المثل ہے اس کے چشمۂ فیض سے صدہا علمی گلشن سیراب
ہوتے ہیں خصوصاً اردو کی آبیاری ہی میں جو حصہ لیا جا رہا ہے وہ چشم بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ اسی
آبیاری کی ایک نہر نے مجھے بھی سیراب کیا۔ نواب سر ڈاکٹر امین جنگ بہادر کی تحریک پر نواب
مسعود جنگ بہادر کی کوشش اور نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر کی تائید سے جامعہ عثمانیہ نے میرا یورپ
روانہ کرنا منظور فرمایا اور ایک سال کے لئے اخراجات سفر و قیام منظور فرمائے گئے۔ اس تحریک کو

باب حکومت کے ارکان نے صادکیا اور پیشگاہ اقدس میں معروضہ گزرانا گیا جسکو اعلیحضرت اقدس اعلیٰ نے شرف قبولیت سے منظور فرماکر مجھے جانے کی اجازت عطا فرمائی۔

میں ستمبر ۱۹۲۸ء میں انگلستان روانہ ہوا اور انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور پیارس کے کتب خانوں سے مواد جمع کرکے ایک سال میں واپس ہوا اور اپنے حاصل کردہ مواد کو اب اس کتاب کے ذریعہ پیش کرتا ہوں

مغربی ممالک میں کہاں کہاں مواد دستیاب ہوا

یورپ جانے کے پہلے مجھے صرف انڈیا آفس اور برٹش میوزیم میں اُردو مخطوطات کے موجود ہونے کا علم تھا مگر وہاں جانے کے بعد جو معلومات ہوئے اور جن جن کتب خانوں میں اُردو کا مواد پایا گیا ان کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے۔

(۱) کتب خانہ انڈیا آفس (۲) کتب خانہ برٹش میوزیم (۳) رائل ایشیاٹک سوسائٹی (۴) اسکول آف اورنٹیل اسٹینڈیز (۵) بوڈلین لائبریری اکسفرڈ (۶) کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی (۷) کتب خانہ کنگ کالج کیمبرج (۸) کتب خانہ کاپر کالج کیمبرج (۹) کتب خانہ کریسیٹ کالج کیمبرج (۱۰) اٹین کالج اٹین (۱۱) کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی (۱۲) ببلیاتاک دی نیشنل (قومی کتب خانہ پیارس)۔

ان بارہ کتب خانہ کے منجملہ ۹ اور ۱۰ میں کوئی دکھنی مخطوطہ دستیاب نہیں ہوا۔ کتب خانہ مندرجہ صدر کے علاوہ میں نے حسب ذیل کتب خانے دیکھے ہیں مگر ان میں اُردو یا دکھنی کوئی مخطوطہ نہیں ہے۔

(۱) کتب خانہ کیمبرج میوزیم۔ (۲) کتب خانہ اڈنبرا میوزیم۔ (۳) قومی کتب خانہ اڈنبرا۔ مارسلز کے کتب خانہ میں بھی بعض اُردو کے مخطوطات محفوظ ہیں مگر چونکہ میرے واپسی کے زمانہ میں اس کتب خانہ کو تعطیل تھی اسلئے مجھے اس کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔

مجھے اس امر کا افسوس ہے کہ جرمنی کے کتب خانوں سے استفادہ کا موقع نہیں دیا گیا کیونکہ

میرے زمانۂ قیام کو توسیع نہیں ہوئی۔ سرکار عالی کے وظیفہ یابون کے نگراں مسٹر سٹین نے میرے کام کی نوعیت سے واقف ہو کر تین ماہ کے توسیع کی تحریک فرمائی تھی اور مجھے امید دلائی تھی کہ وہ منظور ہو جائے گی میں نے اسی مناسبت سے اپنا پروگرام مقرر کیا تھا پیارس کے کتب خانہ کے استفادہ کے بعد جرمنی جانے کا تعین ہوا تھا مگر پیارس ہی میں ایک سالہ مدت ختم ہو گئی اور وظیفہ کی توسیع نہ ہونے کے باعث جرمنی کا سفر موقوف کر کے پیارس سے واپسی عمل میں آئی۔

یورپ میں اُردو کا کس قسم کا مواد دستیاب ہو سکتا ہے۔

ہمارے ایک عنایت فرما نے انڈیا آفس کے کیٹیلاگ پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے (جو اُردو کے ایک بلند پایہ رسالہ میں شائع ہوا ہے)

"وہ غرض کہ انڈیا آفس میں اور بیاضات اُردو کا جو ذخیرہ جمع ہے وہ ہمارے لئے نادر و نایاب نہیں ہے۔ حیدرآباد اور انجمن ترقی اُردو کے عظیم الشان کتب خانوں میں یہ سب بلکہ اس سے کہیں زیادہ ایسی کتابیں موجود ہیں جنکا پتہ انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں نہیں ہے۔ ایسی حالت میں جو لوگ اُردو زبان کی ریسرچ کے لئے ولایت کو قدم رنجہ فرماتے ہیں وہ اپنے نفس اور اپنے ملک دونوں کو دھوکہ دیتے ہیں"

یورپ میں اُردو کے متعلق تین قسم کا مواد موجود ہے جسکی صراحت حسب ذیل ہے۔

(الف) بیسیوں ایسے مخطوطات ہیں جن کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے کم از کم حیدرآباد کے کتب خانے اور انجمن ترقی اُردو کا کتب خانہ ان سے خالی ہے۔ مثلاً مثنوی خاورنامہ مثنوی قطب مشتری۔ مثنوی مصیبت اہل بیت۔ مثنوی پدماوت وغیرہم۔ جو عادل شاہی اور قطب شاہی عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔

(ب) ایک ہی کتاب کے متعدد نسخے جن سے مقابلہ کر کے اختلاف معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

مثلاً دیوان ولی کے پندرہ نسخے ہیں، گلشن عشق کے چھ نسخے۔ پھول بن کے تین نسخے اسی طرح دیگر کتابوں کی حالت ہے۔

(پنج) اکثر دکھنی مثنویاں فارسی سے ترجمہ کی گئیں ہیں یورپ میں ان فارسی کتابوں کا بھی وجود ہے جس کے باعث دکھنی ترجمہ کو فارسی سے مقابلہ کرکے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ شاعر نے کس حد تک ترجمہ کیا ہے اور کہاں تک اپنی تخیل کو کام میں لایا ہے۔ مثلاً خاورنامہ ابن حسام۔ طوطی نامہ نخشبی۔ پدماوت بزمی درازی۔ سیف الملوک و بدیع الجمال وغیرہم۔

غرضکہ بلا کسی تعصب اور طرفداری کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یورپ کے دیگر کتب خانوں سے قطع نظر صرف انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں اردو کا اسقدر مواد موجود ہے کہ جس پہ کام کرنے کے لئے برسوں صرف ہوں گے اور ایک نہیں بلکہ متعدد شخص ریسرچ کر سکتے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب قیام یورپ کے زمانہ میں میں نے اپنی کتاب کو ترتیب نہیں دی بلکہ صرف فراہمی مواد میں مصروف رہا۔ واپسی کے بعد ترتیب کا سلسلہ شروع ہوا مجھے افسوس ہے کہ میری سخت علالت کے باعث تقریباً سات آٹھ ماہ اسکا کام بالکل بند رہا۔ ورنہ اس کے بہت پہلے اسکی اشاعت ہو چکی ہوتی۔

میری یہ کتاب گویا ایک کٹیلاگ (فہرست) کی حیثیت رکھتی ہے مگر یہ ایک ایسی فہرست ہے جو ایک بڑی حد تک اصل مخطوطوں سے مستغنی کر سکتی ہے۔

سب سے پہلے میں نے قطب شاہی مخطوطات کا ذکر کیا ہے اس کے بعد عادل شاہی پھر دورِ مغلیہ اس کے بعد سدہوٹ پھر میسور۔ اور ارکاٹ کے بعد دورِ آصفیہ کے مخطوطات کا ذکر ہے اس کے بعد نامعلوم مخطوطے بیان کئے گئے ہیں۔

ان میں بھی قدامت کا لحاظ رکھا گیا ہے اور تصنیف کے سنہ کے لحاظ سے ان کا ذکر ہوا ہے۔ سب سے پہلے یورپ کے نسخوں کی صراحت معہ نشانات تعداد ورق وغیرہ لکھی گئی ہے اس کے بعد کٹیلاگوں کی وضاحت کا خلاصہ دیا گیا ہے اس کے بعد تصنیف کی تاریخ کا ذکر

پھر مولف کے حالات کی (جہاں تک ہماری معلومات تھیں) صراحت کی گئی ہے اس کے بعد نفس مضمون کی وضاحت۔ پھر کلام کا نمونہ دیا گیا ہے۔

نمونہ میں میں نے خاص طور پر اس امر کو پیش نظر رکھا ہے کہ جس صورت سے وہ نفس مخطوطے میں درج ہے بجنسہ درج کر دیا جائے۔ اس کے باعث بعض جگہ املے کی غلطی اور مفہوم کی غلطیاں وغیرہ پائی جائیں گی۔ ان کو قصداً رکھا گیا ہے تاکہ اصل مخطوطہ میں وہ جس طرح لکھا گیا ہے وہ کلیتہً پیش نظر ہو جائے۔

نمونہ کے بعد دیگر نسخوں سے (اگر موجود ہوں) اختلاف بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ کسی فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے تو اصل سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بعض شعرائے کلام پر ریویو بھی ہے۔ آخر پر اس مخطوطے کے بعض دیگر نسخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

مجھے اپنی عدم قابلیت کا اعتراف ہے جہاں تک میری معلومات اور میری علمیت نے دوران ریسرچ میں میرا ساتھ دیا ان کا مجموعہ اس کتاب کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

شکر گذاری

میری کتاب نامکمل ہو گی اگر میں ان بزرگ ہستیوں اور دوستوں کا شکریہ ادا نہ کروں اور ان کے اسمائے گرامی بطور اعتراف پیش نہ کروں جنہوں نے مجھے یہاں اور یورپ میں گراں قدر مدد اور مشورہ دیا جس کے بغیر میرا جانا اور وہاں کام کرنا دشوار تھا۔

(۱) عالیجناب ڈاکٹر سر نواب حیدر نواز جنگ بہادر۔

(۲) عالیجناب ڈاکٹر سر نواب امین جنگ بہادر۔

(۳) عالیجناب نواب مسعود جنگ بہادر۔

(۴) عالیجناب مولوی سید محمد مہدی صاحب۔

یورپ میں جن اصحاب نے مجھے مدد دی اور مشورہ دیا ان میں سب سے پہلے دو نام قابلِ اظہار ہیں یعنی مسٹر محمد رفیق مرحوم ممبر انڈیا کونسل جنہوں نے کتب خانہ انڈیا آفس سے استفادہ

کی اجازت دلائی۔ مجھے اسکا افسوس ہے کہ میرے قیام لندن کے زمانہ ہی میں انکا ہندوستان میں انتقال ہوگیا۔

دوسری ہستی مسٹر سی۔ اے اسٹوری معتمد کتب خانہ انڈیا آفس کی ہے جنہوں نے بڑی راہ نمائی فرمائی اور گراں قدر مدد و مشورہ سے ممنون فرمایا اور میرے مطالعہ کے لئے خاص طور پر سہولتیں اور رعایتیں فرمائیں۔

اس کے بعد جن محترم ہستیوں اور عنایت فرماؤں نے خاصکر میرے ریسرچ میں مدد دی اور راہ نمائی فرمائی ان کے اسمار گرامی شکریہ کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ڈاکٹر یف بارنٹ مہتمم کتب خانہ برٹش میوزیم حصہ مشرقی

(۲) یف۔ سی نکلسن مہتمم کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی

(۳) ٹی۔ جے کٹس مہتمم کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی

(۴) .... مہتمم کتب خانہ بوڈلین لائبریری اکسفرڈ

(۵) مسٹر ڈریز سکریٹری رائل ایشیاٹک سوسائیٹی (لندن)

(۶) مہتمم کتب خانہ ایٹن کالج۔

(۷) مہتمم قومی کتب خانہ اسکاٹ لینڈ (اڈنبرا)

(۸) ناظم کیمبرج میوزیم

(۹) مہتمم کتب خانہ اسکول آف ورنٹیل اسٹڈیز۔

(۱۰) مہتمم کتب خانہ قومی پیاریس

(۱۱) مس نور جہاں یوسف علی

(۱۲) ڈاکٹر سید محی الدین قادری

(۱۳) ڈاکٹر سید سیادت علی

(۱۴) ڈاکٹر قاری سید کلیم اللہ

(۱۵) ڈاکٹر یوسف حسن خاں

(۱۶) مسٹر شوکت اللہ شاہ

(۱۷) مس الفانسو

تالیف ہذا کے ماخذ | اس کتاب کی ترتیب میں ان اصل مخطوطات کے علاوہ جن تاریخوں اور کیٹلاگوں وغیرہ سے مدد لی گئی ہے انکی فہرست ضمیمہ میں درج کی گئی ہے۔

مگر ناشکر گذاری ہوگی اگر میں اپنے عزیز دوست ڈاکٹر سید غلام محی الدین صاحب قادری زور پروفیسر عثمانیہ کالج کی مولفہ کتاب "اُردو شہ پارے" کا ذکر نہ کروں جس سے بھی میں نے مواد اخذ کیا ہے۔

فہرست میں ان فارسی کتابوں کا بھی ذکر کردیا گیا ہے جس سے دکھنی کتابونکا مقابلہ کیا گیا ہے۔

خاکسار

نصیر الدین ہاشمی ابن مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم

رجسٹرار بلدہ سرکار عالی

ترپ بازار حیدرآباد دکن
ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ

قطب شاہی مخطوطات

مختصر تاریخ سلطنت بہمنیہ کی شکست کے بعد دکن میں جو اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں ان میں گولکنڈہ کی قطب شاہی اور بیجاپور کی عادل شاہی سلطنتیں علوم و فنون کی سرپرستی کے باعث خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انکا دربار اہل علم و فن کا مرجع و ماویٰ تھا شہر گولکنڈہ اور بیجاپور باکمالوں کے مرکز تھے۔

قطب شاہی سلطنت کا بانی سلطان قلی قطب شاہ ہے جس نے بہمنیہ سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ۹۱۸ھ میں خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اسکے خاندان سے یکے بعد دیگرے آٹھ بادشاہوں نے گولکنڈہ پر حکمرانی کی۔ آخری بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ پر فتح حاصل کر کے اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۰۹۸ھ میں گولکنڈہ پر قبضہ کر لیا۔[1]

اس خاندان کے سلاطین کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) سلطان قلی (۹۱۶ھ تا ۹۵۰ھ)

(۲) جمشید قلی قطب شاہ (از ۹۵۰ھ تا ۹۵۷ھ)

(۳) سبحان قلی قطب شاہ (از ۹۵۷ھ تا ۹۵۷ھ)

(۴) ابراہیم قلی قطب شاہ (از ۹۵۷ھ تا ۹۸۸ھ)

(۵) محمد قلی قطب شاہ (از ۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ)

---

[1] تاریخ قطب شاہی۔ اسکا ایک نسخہ برٹش میوزیم لندن کے نمبر ۶۵۴۲ (اڈیشنل) پر موجود ہے۔

(۶) محمد قطب شاہ (از ۱۰۲۰ھ تا ۱۰۳۵ھ)

(۷) عبداللہ قطب شاہ (از ۱۰۳۵ھ تا ۱۰۸۳ھ)

(۸) ابوالحسن تانا شاہ (از ۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۸ھ)

یہ قطب شاہی سلاطین علم و ہنر کے شائق تھے ان کے دربار کے علما و فضلا اپنے وقت کے مشہور باکمال تھے۔ سلطان قلی کا زمانہ حکومت زیادہ تر فوت پڑھنے اور اپنی سلطنت کو مستحکم کرنے کیلئے میدان جنگ میں گذرا تاہم اسکا دارالسلطنت شعرا اور ادیبوں سے خالی نہیں تھا۔ "آتش خانہ" کے نام سے ایک مقام تھا جہاں شاعر اور ادیب جمع ہوتے تھے[۵]۔ جمشید قلی کو شعر و سخن سے غایت دلچسپی تھی ملا محمد شریف وقوعی اسکے دربار کا ملک الشعرا تھا۔ اس خاندان کا چوتھا حکمراں ابراہیم قلی جو ۹۵۷ھ میں مسند آرا حکومت ہوا اور اکتیس سال کی طویل حکمرانی کے بعد ۹۸۸ھ میں رحلت کیا۔ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

ابراہیم قلی جہاں حکومت اور جہانبانی میں اپنا آپ نظیر تھا وہاں علم و فن کے لحاظ سے بھی کافی شہرت رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے علما وقت جمع تھے۔ گولکنڈہ علم و فن کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سلطان شعر و سخن کا دلدادہ سخن فہمی کا ذوق رکھتا تھا۔ مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے:-

"دراں مجلس شعرائے فصیح زبان و ندماں ملیح بیان از ابر طبع درر آب دار نظم و نثر نثار کردہ از خوان نوال و احسان آں پادشاہ نوجوان بہرہ مند میگردیدند"

(صفحہ ۱۹۳)

یہی مؤرخ آگے چلکر لکھتا ہے۔

"در سفر و حضر ہموارہ اہل فضل و ہنر در خدمتش مے بودند۔ و در مجلس ہمایوں بمباحثہ علوم دینی پرداختہ و تحقیق مسائل یقینی شرائط اہتمام بجاے می آوردند" (ص ۱۳۸)

---

[۵] اردو شہ پارے۔

سلطان کے دربار میں حمید خاں۔ مصطفیٰ خاں۔ مجاہد خاں۔ عین الملک۔ امیر شاہ محمد انجو۔ امیر عماد الدین محمود شیرازی حیدر الملک۔ شاہ تقی جیسے باکمال امرا موجود تھے۔

جالینوس الزماں قاسم بیگ شیرازی اور حسین قلی مرزا جو علم منطق و حکمت میں سرآمد روزگار تھا اس کے دربار میں تھے۔

مدارس اور مساجد اسکے زمانہ میں تعمیر ہوئے۔ بڑی بڑی عمارتیں بنیں۔ علما و وقت نے بہترین تصنیفیں کیں جو آجتک مشہور ہیں۔

"مساجد و مدارس وابنیہ و عمارات رفیعہ کہ بمین اہتمام آں حضرت اتمام یافتہ" (صفحہ ۱۳۸ ب) تاریخ قطب شاہ

اس کے زمانہ میں اردو کو بھی خاصی ترقی ہوئی کئی ایک نامور شعرا موجود تھے جن میں سے فیروز اور محمود کا پتہ چلتا ہے۔ وجہی بھی اسی دور کا شاعر تھا۔

سلطان ابراہیم کے ۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء میں انتقال کرنے پر اسکا قابل فرزند محمد قلی قطب شاہ اس کا جانشین ہوا جس کا دور حکومت ترقی علم و فن کے لحاظ سے خاص طور پر مشہور ہے۔ یہ شہنشاہ اکبر اور شاہ عباس صفوی کا ہمعصر تھا۔ شہر حیدرآباد کی اسی نے بنیاد ڈالی اسکو فنون لطیفہ کا بہت شوق تھا۔ شعر و شاعری کے ذوق اور کئی ایک مشہور عمارتوں کی تعمیر سے اس کی توثیق ہوسکتی ہے۔

سلطان کی داد و دہش اور قدردانی علم و فن کا شہرہ سنکر عرب و عجم سے علما و فضلا و شعرا اس کے دربار میں آتے اور اس کی فیاضی سے مستفید ہوتے تھے۔

چنانچہ مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے۔

"ہر جا جمندے کہ از دیار بعیدہ بامید سخاو مرحمت جنت مکاں روے بدرگاہ جلالش آوردے بوسیلہ امرا و مقربان منظور نظر عنایت شدہ بتشریف و انعام سرفراز شدہ مقضی المرام بوطن خود مراجعت نمودے"۔ (صفحہ ۱۷۵ ل)

اس کے دربار ہی امرائے ذی عظمت و شوکت صاحب علم و فن تھے جن میں سے امین الملک۔ ناظر الملک۔ مرتضیٰ خاں۔ رستم خاں۔ چنگیز خاں۔ رضا خاں۔ سید حسین۔ سید تاج وغیرہ مشہور ہیں۔

اس کے دربار میں علماء فضلاء شعراء کی تعداد بھی کافی تھی۔ علامہ میر محمد مومن استرآبادی جو علامہ فخر الدین سماکی کے بھتیجے تھے جنکا تعلق طہماسپ شاہ صفوی کے دربار سے تھا گولکنڈہ آئے اور یہاں سکونت کرلی۔ ان کی کئی ایک تصانیف مشہور ہیں شاعر بھی تھے فارسی دیوان مرتب کیا تھا جسکا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔[۵۱]

قاضی محمد سمنانی۔ میرک معین الدین سبزواری۔ مرزا محمد امین سیستانی وغیرہ اسی کے درباری علما تھے۔ مرزا محمد امین نے خمسہ نظامی کے جواب پر چار مثنویاں لکھی ہیں۔ شیریں خسرو۔ لیلیٰ مجنوں۔ فلک البروج۔ مطلع الاشطار۔ یہ مثنویاں انڈیا آفس میں موجود ہیں۔ ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا۔ جس میں غزلیات کے علاوہ قصائد بھی ہیں۔[۵۲]

شاہ عباس صفوی کی جانب سے میر ضیاء الدین محمد نشاری جیسے صاحب علم بطور سفیر آئے تھے

ہر سال ماہ ربیع الاول میں مجالس میلاد اور محرم میں مجالس عزا منعقد کرتا اور نہایت خلوص سے خود اسمیں شریک ہوتا علماء اور شعرا کو داد و دہش سے سرفراز کرتا تھا۔

> "ہر سال در ہفدہم ماہ مبارک ربیع الاول کہ ماہ مولود آں شمع شبستان وجود است جشن عظمیٰ ترتیب دادہ .... خاقان زمانہ مجلس بزم را از پرتو جمال رشک آفتاب جہانتاب نمودہ مجلسیان و امراء و شعراء و ندماء و مغنیان نغمہ پرداز و پری پیکر را دراں روضہ جنت نشاں راہ دادہ"

(تاریخ قطب شاہی ص ۱۷۶)

"علماء و فضلاء ارکان دولت و مجلسیان و مقربان ایام عاشورہ در الادہ

---

[۵۱] (۲۸۹۲) ایتھے [۵۲] تاریخ قطب شاہی

حضور بیگم یہ و تعزیہ گذرانید و رسوم ماتم شاہ شہدا سے بتقدیم میرسانیدند۔"

(صفحہ ۱۶۸ ا)

اس کے زمانہ میں مدارس۔ خانقاہ۔ دارالشفا۔ حمام کثرت سے تعمیر ہوئے مسجد جامع کی تعمیر ہوئی۔

"مسجد جامع و مدرسہ و خانقاہ و دارالشفاء و حمامات متعدد و دیگر مساجد و

مدارس کہ بحسن اہتمام شہریار مغفور باتمام رسید۔" (صفحہ ۱۷۱ ب)

زبان اردو کو اس کے عہد میں بڑا عروج ہوا باکمال شاعروں نے بیسیوں مثنویاں لکھیں۔ وجہی

غواصی۔ احمد وغیرہ اسکے درباری شعراء ہیں جن کی تصانیف یورپ میں بھی موجود ہیں۔

سلطان خود بھی اردو کا زبردست شاعر تھا اسکا کلیات ۱۰۲۵ھ میں مرتب ہوا ہے جس

کا ایک نسخہ کتب خانہ اعلیحضرت حضور نظام میں موجود ہے۔

فارسی میں قطب شاہ اور دکھنی میں معانی تخلص تھا۔ کلیات میں اصناف سخن سے مثنویاں

قصیدے۔ ترجیع بند۔ مراثی۔ غزل۔ رباعی سب کچھ موجود ہیں۔ یورپ میں اسکا کوئی نسخہ نہیں ہے۔

قلی قطب شاہ نے ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی زبان اردو کے محسنوں کی فہرست میں اسکا نام

جلی حروف میں لکھنا چاہیئے۔

سلطان محمد قلی کا جانشین محمد قطب شاہ ہوا پندرہ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۰۳۵ھ میں

انتقال کیا۔

اپنے پیش رو کی طرح یہ بھی ذی علم اور علم پرور تھا شعر و سخن کا نہ صرف دلدادہ بلکہ خود بھی شاعر تھا

ظل اللہ تخلص تھا۔ اسکا دربار بھی اہل علم و کمال کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سید کمال الدین مازندرانی فضیلت

دستگاہ میر قطب الدین نعمت اللہ سیادت پناہ مرتضیٰ وغیرہم درباری علماء[۱] تھے۔

محمد قطب شاہ کے علم و فضل شعر و شاعر کے متعلق مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے :-

"بحمد اللہ بروجہ مستوفی دادند و در فضائل کتبیہ متعارف نیز سر آمد روزگارند و

---

[۱] تاریخ قطب شاہی۔

از اقسام علوم عقلی و نقلی آگاہی تمام ایشاں را حاصل است در تواریخ
استحضار آں حضرت بمرتبہ ایست کہ مورخان زماں ہرگونہ حکایتے را کہ ابتدا
نمایند آنحضرت باختلاف روایات با تمام رسانند و ہموارہ با ارباب فضل و
حکومت محبت داشتہ با فادات دانشمندانہ اہل مجلس را مستفیض میگردانند
و نیز آں حضرت را در نظم و نثر پایۂ عالی است خلد اللہ تخلص اشرف میفرمائید
و از انجا کہ طبع موزوں از خصائص فطرت سلیم است چوں در خلال اوقات
واردات قدسی را در سلک نظم میکشند" (ص ۱۸۹ ا)

اس صراحت سے واضح ہوسکتا ہے کہ یہ تاریخ اسی کے عہد میں مرتب[۵] ہوتی ہے۔ سلطان کو تاریخ سے خاص دلچسپی تھی۔ اس فن میں ید طولی رکھتا تھا۔ اسی طرح شعروشاعری میں مہارت تھی۔ علوم عقلی و نقلی سے آگاہی تھی۔ اپنے دانشمندانہ مباحث سے ارکان دربار کو مستفید کرتا تھا۔ اسکا دربار گویا علم و فن کی مجلس تھی جہاں نامور علما اور شعرا جمع ہوتے تھے۔

---

۵ تاریخ قطب شاہی جس کا ذکر کیا گیا ہے قطب شاہی عہد کے پانچ بادشاہوں کے احوال پر مشتمل ہے پہلے باب میں سلطان قلی۔ دوسرے میں جمشید قلی تیسرے میں ابراہیم قلی اور چوتھے باب میں محمد قلی کا ذکر ہے خاتمہ میں سلطان محمد کا بیان ہوا ہے۔

برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ جو ۱۰۶۹ھ میں لکھا گیا ہے (۶۵۴۲) پر موجود ہے کتاب کے سرورق سے معلوم ہوتا ہے اس کا مصنف نظام الدین احمد بن عبداللہ شیرازی ہے مگر مصنف کیٹلاگ "ریو" کا خیال ہے یہ نظام الدین احمد کی تصنیف نہیں کسی اور کی ہے مصنف نامعلوم ہے۔ ریو نے اپنی تائید میں کوئی وجہ نہیں بیان کی ہے۔ نمبر ۲۹۷۸۔

برٹش میوزیم کی اسی جلد میں ایک دوسری تاریخ حدیقۃ السلاطین بھی ہے جس کا ذکر (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱)

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے سلطان کو اُردو شاعری سے عشق تھا اس لحاظ سے چاہیئے تھا کہ اسکے عہد کے بیسیوں شعراء کا پتہ چلتا مگر افسوس بہت کم کے کارنامے موجود ہیں اور دو چار ہی شعراء کا نام معلوم ہوا ہے۔ جن میں وجہی۔ قطبی۔ غواصی مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ ابن نشاطی۔ جنیدی وغیرہ ہیں (جنکا کلام اس کے بعد مرتب ہوا ہے) اسی دور کے شعراء ہیں۔

سلطان محمد قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا فرزند عبداللہ قطب شاہ ۱۰۳۵ھ میں حکمراں ہوا۔ اس کا دور حکومت اردو کی ترقی کے لئے ایک زرین عہد ہے اس کے زمانہ میں کئی ایک دکھنی مثنویاں لکھی گئیں جس کی صراحت آگے درج ہوگی۔

عبداللہ قطب شاہ اپنے باپ دادا کی طرح علم دوست اور علم پرور ارباب فضل و کمال کا قدردان تھا۔ نظام الدین احمد نے اسکے زمانہ میں "حدیقۃ السلاطین[۵۱] کے نام سے ایک تاریخ لکھی جو ۱۰۵۰ھ کے حالات تک مشتمل ہے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ بڑے بڑے نامی گرامی اہل کمال سلطان کے دامن دولت سے وابستہ تھے جن کے منجملہ علامہ فہامی۔ میر محمد الدین جو علامہ میر محمد مومن کے فرزند اور فارسی کے زبردست شاعر تھے۔ سیادت پناہ میر سید محمد اسفرائی۔ مولانا ونقی۔ یہ بھی شاعر تھے۔ عمدۃ الفضلا قاضی احمن میر میرال

(بسلسلہ صفحہ ۲۰) آگے آئیگا۔ اس کے خاتمہ پہ حسب ذیل عبارت درج ہے :-

"تمام شد کتاب مستطاب تاریخ قطب شاہی فی ظل دولت اعلیحضرت والبہا مصونہ عن کل شر و فساد برسم خزانہ کتب اعلیحضرت سکندر حشمت سلیمان مرتبت السلطان المعظم والخاقان المکرم ابو المظفر سلطان عبداللہ قطب شاہ خلد اللہ ملکہ و حشمتہ الی یوم القیامہ ابن کعبۃ العبد السمعیل ابن ملا عرب شیرازی فی ۱۰۶۹ھ"

یہ کتاب کافی ضخیم ہے بڑی تقطیع کے (۱۹۴) ورق ہیں مضامین کی فہرست (۱۵) ورق پر آئی ہے۔

---

[۵۱] میوزیم ۲۲۔۵۔۷ اڈیشنل انڈیا آفس ۲۹۰۲ء

فرزند سیادت پناہ قاضی القضات قاضی ظہیر الدین محمد الحسنی۔ حکیم عبد الجبار گیلانی۔ شیخ عبد اللطیف ملا خلقی جو زبردست شاعر تھا۔ نور اللہ صدر مدرسہ دار الشفا یہ بھی شاعر تھا۔ مرزا محمد جوہر تبریزی۔ مرزا حمزہ استرآبادی۔ مرزا افضل اللہ شیرازی۔ شیخ ہارون جواہری۔ ملا التفاتی شیرازی۔ ملا عرب خوشنویس مرزا محمد مشہدی۔ قاضی عطار اللہ گیلانی۔ قیصر وغیرہم مشہور ہیں۔

میر فصیح الدین محمد تفرشی سر حنبلی کی خدمت پر میر محمد رضا استرآبادی پیشوائی پر نواب علامی خدمت میر جملگی سے سرفراز تھے۔ سید عبد اللہ مازندرانی۔ میر معز الدین محمد شرف الملک شیخ محمد دیلان خواجہ افضل خاں۔ سید محمد نصیر الملک منصور خاں۔ ملا محمد تقی وغیرہ امرا دربار تھے جو سب کے سب علم و فضل کے لحاظ سے مشہور اور معروف تھے۔ انکے وجود سے گولکنڈہ علم و فن کا آفتاب بنا ہوا تھا۔

سلطان کی سرپرستی میں متعدد تصنیفات ہوئے۔ نظام الدین احمد نے حدیقۃ السلاطین شمس الدین محمد المعروف علامہ ابن خاتون نے کتاب الارشاد اور جامع عباسی پر حواشے لکھے۔ اربعین کا ترجمہ کیا۔ ملا جمال الدین نے کفعمی کی کتاب المصباح کا اور ملا علی ابن طیفور نے عیون اخبار رضا کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ مولانا حسین آملی نے نہج البلاغۃ کی شرح لکھی۔ ملا فتح اللہ سمنانی نے امام یافعی کی کتاب روض الریاحین کا ترجمہ کیا۔

سلطان کی فیاضی اور اہل کمال کی سرپرستی کی خبر دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسکی فیاضی کے متعلق مصنف حدیقۃ السلاطین لکھتا ہے۔

"ہر کس از ارباب استعداد از عراق و خراسان بہ پایۂ سریر سلطنت مصیر رسید فراخور حال و قابلیت مشمول عواطف و مراحم خسروی گردیدہ کامیاب شد.......... ازین جملہ ملا خلیل قصہ خوان بلا نغمہ کہ از جانب بنگال و لاہور بہ دار السلطنت ہمایوں اعلیٰ وارد شدہ بود.......... جمعی کثیر از تجار بال دار چہ در دار السلطنت و چہ بنادر معمورہ و لایات محروسہ

اقامت نمودہ غایت تجمل و ثروت موفورہ بہم رسانیدہ اند"

(ص ۲۸۸ ب)

رات رات بھر محفل مشاعرہ گرم رہتی شعرائے نامدار اپنی اپنی نظمیں سناتے۔
ایک جشن کے حالات میں نظام الدین احمد بیان کرتا ہے۔

"بشکرانہ ایں موہبت خاقان سکندر منزلت مبلغی کلی بعلماء و فضلاء و صلحاء
اکرام و احسان فرمودند و بفقراء و مساکین نقود و اجناس بسیار تصدق
نمودند جمعی از شعراء تاریخہائے یافتہ بودند بمسامع جاہ و جلال خسرو
یوسف جمال رسانیدند۔ ملا غواصی کہ در شعر دکہنی از امثال خود ممتاز ست
ایں کلمہ را مادۂ تاریخی ساخت محفوظ باد" (۱۰۴۱ھ)

سہ شنبہ کے دن اگرچہ عام تعطیل ہوتی مگر شعرائے نامدار دربار میں جمع ہو کر قدیم شعراء کے کلام پر
مباحثہ کرتے اور اپنا کلام گوش گزار کرتے۔

"روزہائے سہ شنبہ کہ روز تعطیل است با شعرائے صاحب شعار و
موزونان بلاغت و شعار از عرب و عجم دیوان متنبی۔ دیوان خاقانی و انوری و
مثنوی ملا روم با کتب شرح و دواوین دیگر از شعرائے نامدار در میان آوردہ
صحبت مستوفی میگردند" (ص ۲۷۲ ب)

جس طرح سلطان کو اہل علم کی قدر تھی اسی طرح امراء دربار باکمالوں کے گرویدہ تھے انکی
مجالس میں ہر وقت صاحب علم اصحاب جمع رہا کرتے تھے۔ نواب علامی جو میر جملہ گی کی خدمت سے سرفراز
تھا اسکے متعلق نظام الدین احمد لکھتا ہے۔

"نواب مشار الیہ باوجود کثرت مشاغل مہام سلطنت و وفور امور مملکت و
ملازمت دو وقتہ خاقان یوسف جمال ہر صبح مدرسۂ فیض محیط ایشان از
وجود ارباب دانش چہ از فضلاء علماء و فضلاء و صلحاء و شعراء و اہل استعداد

وکمالات وانداکابر واعیان وامرا و وزرا وغیرہم کہ مشمول میکرد دیافادہ
وافاضہ علوم منقول از کتب تفاسیر واحادیث وفقہ از حکمت وریاضی
ومنطق وغیرہ مشغول میباشند" (۴ ۲۶ ء)

غرضکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ نہ صرف ذی علم اور علم دوست تہا بلکہ اسکے دربار کے امرا
بھی یہی خصوصیت رکھتے تھے۔

میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ سلطان کے عہد حکومت میں اردو کو بڑا فروغ ہوا نظم و نثر میں متعدد
کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اسکے عہد کے کئی ایک شعرا مشہور و معروف ہیں جن میں سے چند یہ ہیں
وجہی۔ غواصی۔ ابن نشاطی۔ جنیدی۔ طبعی۔ امین۔

سلطان خود بھی زبردست شاعر تھا۔ فارسی اور دکہنی میں طبع آزمائی کی ہے۔ اس کا دیوان
نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

اسی کے عہد میں شاہجہاں نے گولکنڈہ پر پیش قدمی کی مگر باہم صلح ہوگئی سلطان عبداللہ نے
سالانہ پیشکش دینا قبول کرلیا تینتیس (۳۳) سال کی حکمرانی کے بعد ۱۰۸۳ھ میں اسنے وفات پائی اسکا
داماد سلطان ابوالحسن تانا شاہ سربرآرا سلطنت ہوا۔

ابوالحسن بھی سخن فہم و سخن سنج حکمراں تہا اردو میں بھی طبع آزمائی کی ہے جس کا ایک شعر
مشہور ہے۔

کس در کہوں جاؤں کہاں مجھ دل پہ کہل بہچڑ اٹ ہے
ایک بات کے ہونگے سجن یاں جی ہی بارہ باٹ ہے[51]

اسکی پندرہ سالانہ حکومت میں بھی متعدد اردو نظمیں لکھی گئیں۔ اس عہد کے حسب ذیل شعرا
کا پتہ لگتا ہے۔

فائز۔ لطیف۔ نوری۔ شاہی۔ مرزا۔ غلام علی۔ سیوک۔ شعور۔ بیچارہ۔ ان میں سے کئی

---

[51] گلشن ہند۔

ایک کے کارنامہ یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

۱۰۹۸ھ میں اورنگ زیب عالمگیر نے گولکنڈہ پر فتح پائی۔ اسطرح سلطنت قطب شاہی کا خاتمہ ہوگیا۔

اس تفصیل کے بعد اب ان دکھنی مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس عہد سے متعلق اور یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

نشان سلسلہ	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ تصنیف
۱	مثنوی قطب مشتری	وجہی	۱۰۱۸ھ
۲	سیف الملوک و بدیع الجمال	غواصی	۱۰۳۵ھ
۳	طوطی نامہ	غواصی	۱۰۴۹ھ
۴	(مصیبت اہل بیت)؟	احمد	؟
۵	پھول بن	ابن نشاطی	۱۰۶۶ھ
۶	قصہ بہرام وگلندام	طبعی	۱۰۸۱ھ
۷	قصہ ابو شحمہ	امین	۱۰۹۰ھ
۸	قصہ حسینی	خواص	۱۰۹۰ھ
۹	پدماوت	غلام علی	۱۰۹۱ھ
۱۰	جنگ نامہ	سیوک	۱۰۹۲ھ
۱۱	قصہ رضوان شاہ و روح افزا	فائز	۱۰۹۴ھ
۱۲	ظفر نامہ	لطیف	۱۰۹۵ھ
۱۳	محی الدین نامہ	افضل	؟
۱۴	مرثیہ	غواصی	؟
۱۵	مرثیہ	لطیف	؟

۱۶	مرثیہ	کاظم	؟
۱۷	مرثیہ	افضل	؟
۱۸	مرثیہ	شاہی	؟
۱۹	مرثیہ	مرزا	؟
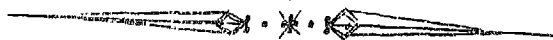
مثنوی قطب مشتری

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے

نمبر (۲۲/۴) ورق (۵۸) سائز (۹ ۳/۴ × ۵) سطر (۱۷) خط نسخ تاریخ کتابت سنہ ۱۱۳۴ھ

بلوم ہارٹ نے مثنوی کے نام اور مصنف کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے مگر خود مثنوی سے اس کے نام اور مصنف پر روشنی پڑتی ہے۔

قطب مشتری ہیں جو بولیا کتاب ⠀⠀⠀ سو ہوئی جگ میں روشن جیوں آفتاب

(ص ۱۴۰ ب)

وجہی ترا ذہن جیوں برق ہے ⠀⠀⠀ تجے ہور بعضیاں میں کئی فرق ہے

توں وجہی کہیا شعر کئی دھات کا ⠀⠀⠀ ہوا زیاست تجہ تے نزاکت کا

وجہی کے متعلق مشرقی اور مغربی تذکرے ساکت ہیں۔ ڈی ٹاسی۔ بلوم ہارٹ۔ اسپرنگر، اسٹوارٹ نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ مگر مثنوی سے بعض حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں صراحت کی گئی ہے وجہی ابراہیم قلی قطب شاہ کے عہد کا شاعر ہے مثنوی میں جس طرح سے سلطان کی مدح کی گئی ہے اس سے اسکی توضیح ہو سکتی ہے۔

ابراہیم قطب شاہ ما جا دہراج ⠀⠀⠀ شہنشاہ ہے شاہ شاہان میں آج

عدل بخشش ہور داد اس تے اچھے ⠀⠀⠀ سدا خلق سب شاد اس تے اچھے

جتے پادشاہان ہیں سنسار کے ⠀⠀⠀ بھکاری ہیں سب اسکے دربار کے

اسی سلسلہ میں وہ سلطان محمد قلی کی تعریف بحیثیت ولی عہد سلطنت کے کرتا ہے۔

کہیا علم میں ایک نہ دو آپ تے ⠀⠀⠀ کہ فرزند ہے بخت ور باپ تے

رکھے نا نو نو کرنا رکن منک پناہ   سلکمن محمد قلی قطب شاہ

مگر معلوم ہوتا ہے ابراہیم کے زمانہ میں اس مثنوی کی تکمیل نہیں ہوئی کیونکہ ۱۰۱۸ھ میں اسکے مکمل ہونے کا شعر موجود ہے۔

تمام اس کیا دیس بارہ منے   سنہ یک ہزار ہور اٹھارہ منے

وجہی کے زمانہ میں گولکنڈہ میں علمی فضا تھی ہر طرف شعر و شاعری کا چرچا تھا۔ مگر اسکو اپنی شاعری پر ناز ہے دوسروں سے مقابلہ کرکے اپنی خوبیاں بیان کرتا ہے۔ خاصکر غواصی پر چوٹ کیا ہے۔ اس طرح فیروز اور محمود کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

قطب مشتری کی تصنیف کے وقت وہ شاہی دربار میں بارسوخ تھا اس کی عزت اور وقعت اس سے معلوم ہو سکتی ہے کہ علانیہ دل عہد سلطنت (اور پھر اسکی تکمیل کے وقت بادشاہ تھا) کو بطور ہیرو اور عاشق پیش کیا ہے۔

وجہی کی دوسری تصنیف نثر اردو کی بہترین کتاب "سب رس" ہے جس کی تصنیف ۱۰۴۵ھ میں ہوئی ہے جبکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ گولکنڈہ کے تخت پر حکمراں تھا۔ اگرچہ یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اسقدر زمانہ دراز تک ایک شخص کس طرح زندہ رہا؟ اگر ۱۰۱۸ھ میں اس کی عمر پچیس سال قرار دیجائے تو ۱۰۴۵ھ میں (۸۲) سال ہوتے ہیں یہ کوئی ایسی عمر نہیں جو غیر ممکن ہو اسکے متعلق میرے دوست ڈاکٹر سید غلام محی الدین قادری نے اپنی تالیف "اردو شہ پارے" میں کافی صراحت سے بحث کی ہے۔

قطب مشتری کئی لحاظ سے قابل ستائش ہے۔ اسکا مضمون خود شاعر کی دماغی پیداوار ہے۔ اس کے قریب اور بعد جو تصنیفیں گولکنڈہ اور بیجاپور میں ہوئیں وہ زیادہ تر فارسی سے ماخوذ ہیں۔ دوسری زبان سے ترجمہ کرنا وہ بہ منزلہ چوری کے قرار دیتا ہے۔ اسکا اسلوب بیان نہایت پاکیزہ ہے اسکی زبان صاف ہے اسوقت کے طرز معاشرت تمدن پر روشنی پڑتی ہے۔

وجہی بڑا خوش نصیب ہے کیونکہ اسکے کلام سے نظم اور نثر دونوں کے نمونے اس وقت

موجود ہیں جہاں وہ شاعری کی حیثیت سے اعلیٰ درجہ کا شاعر خیال کیا جا سکتا ہے وہیں وہ بہترین نثار کی حیثیت سے بھی پیش ہو سکتا ہے۔ اسلئے وہ دکھن کا واحد ادیب ہے۔ جو دونوں حیثیت سے ممتاز ہے

وجہی کے متعلق مزید معلومات "اردو شہ پارے" سے ہو سکتے ہیں۔

مثنوی میں حسب رواج قدیمہ اول حمد ہے اسی کے ساتھ وہ اسماء اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اسکے بعد مناجات پھر نعت اور معراج کے حالات، حضرت علی کی مدح کرنے کے بعد عشق کی تعریف کرتا ہے۔ اسکے ختم ہونے پر شعر کی حقیقت اور شعر کی تعریف کرتا ہے جسمیں اس امر کی صراحت کی ہے کہ شعر کیسے ہونے چاہئے۔ پھر وہ بادشاہ کی تعریف اسکے عدل کا ذکر ولیعہد کی مدح کرتے ہوئے بتایا ہے۔ بادشاہ کی قدردانی سے ملک ترقی کر رہا ہے۔ اس بیان کے بعد وہ شاہزادہ کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے جوانی کا حال بیان کرتا ہے بلکہ یوں سمجھو قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔

قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

محمد قلی نہایت خوبصورت حسین و جمیل تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں ایک خوبصورت لڑکی دیکھی اور اسکے حسن و جمال پر والہ و شیدا ہو گیا عشق کا تیر جگر کے پار ہو گیا۔ خواب والی صورت کی تلاش میں ایک جہاندیدہ مصور روانہ کیا گیا جو شہر بہ شہر اس خواب والی حسینہ کو تلاش کرنے لگا۔ آخر ایک مدت دراز کے بعد بنگال پہونچا یہاں کی شہزادی کو مصوری کا بڑا شوق تھا جب اسکو ایک مصور کے بنگال میں آنے کی اطلاع ہوئی تو اسکو اپنے پاس طلب کیا اور کوئی عمدہ تصویر پیش کرنے کی ہدایت کی اس نے محمد قلی کی تصویر پیش کی مشتری تصویر دیکھ کر شہزادہ پر عاشق ہو گئی مصور نے اسکی خبر گولکنڈہ میں کی محمد قلی بنگال آیا اور مشتری کو بیاہ کر لے گیا۔ واپسی کے بعد ابراہیم قطب شاہ نے اپنے بیٹے کو بادشاہت دی اور یہ بادشاہ ہوا۔

اس قصہ کے ختم کے ساتھ ہی چند دعائیہ شعر ہیں اور تاریخ تصنیف کے شعر کے بعد مثنوی ختم

ہوئی ہے۔ اس مثنوی کے تقریباً (۲۰۰۰) دو ہزار شعر ہیں۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

توں اول توں آخر توں قادر اہے — توں مالک توں باطن توں ظاہر اہے

توں محصی توں مبدی توں واحد سچا — توں تواب توں رب توں ماجد سچا

توں باقی توں مقسم توں ہادی توں نور — توں وارث توں منعم توں بر توں صبور

تو ستار ہور توں سو جبار اہے — تو وہاب ہور توں سو قہار اہے

تو رزاق ہی ہور توں ہیں عظیم — تو فتاح ہی ہور تو ہیں علیم

اسی طرح خدا کے اسمار کا ذکر کیا گیا ہے آخری شعر حسب ذیل ہے۔

اپی پھول اپی پھل اپی بن اہی — اپی چاند اپی سور اپی کرن اہی

غرض ایک آپیچ سب بھار ہی — اسی نور کا سبہیں چمکار ہی

اسکے بعد حمد ذات لکھکر مناجات شروع کی گئی ہے۔

[پہلا شعر] خدایا بڑا توں براتی ہی تج — ہمیں سب بندے ہیں خدائی ہی تج

اس کے چھ صفحے ہیں آخری شعر یہ ہے۔

جو جگ میں سدا کال جیتا اچھوں — محبت کبیری ہی کون پیتا اچھوں

اسکے بعد نعت ہے۔

محمد نبی نا تو تیرا اہے — عرش کی اپر جیا تو تیرا اہے

کہ چودہ ملک کا توں سلطان ہے — علی سا تیری گھر ہیں پردھان ہی

[ابتدا] اسی ہور یک لاک پیغمبر آئی — ولی مرتضیا کوئی تیرا نپائی

[آخری] شفاعت کر نھار سبکا تمہیں — اپی لار لا ایک رب کا تمہیں

اسکے بعد کی حکایت معراج کے متعلق ہے۔

[پہلا] صفت کون توں معراج کی رات کا — کہا کیا اہی تیت نہیا بات کا

آخری — محمد کون جب رات معراج ھوئی | تھا دوسرا دان علی باج کوی
انوتینو کون بات یو فام ھی | سمجتا دوجو تھی کانیں کام ھی

اسکے بعد کی حکایت میں حضرت علی کی مدح ہے۔

نمونہ — تون جگکا پیارا تون جگکا ادھار | خدا کا تون ھمدم نبی کا تون یار
آخری — علی کا محب نین جکوی سچ تون جان | حرامی ہنی کا دھی ھی نشان

اسکے بعد عشق کی تعریف ہوئی ہے۔

نمونہ — برا عشق کا سب تی درجا اھی | کہ یکجا نہیں عشق ھرجا اھی
آخری — اسی عشق تی عاشق ھی سرفراز | پچھیں یا حقیقت اچھو یا مجاز

اسکے بعد وہ شعر کی حقیقت اور تعریف کرتا ہے جسمیں یہ بتایا گیا ہے کہ شعر کیسے ہونے چاہیئے درپردہ غواصی پر چوٹ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے چوری کا مضمون لانا درست نہیں اور اپنے اشعار کی تعریف کرتا ہے چند شعر یہ ہیں۔

نمونہ — کتا ھون تجی پند کی ایکبات | کہ ھی فایدا اسمنی بھاندھات
جولی ربط بولی تو بیتاں پچیس | بھلا ھی جو یک بیت بولی سلیس
ثلاثت نہیں جسکری بات میں | پڑیا جای کیون جز نیکر ھات میں
جسی بانکی ربط کا فام نین | اسی شعر کھنی سوں کچ کام نین

دیبی برکت ھو عزت اس باتکا | کہ درین تجھای کتکون ھاتکا
دکھن میں جو دکھنی مٹھی باتکا | ادا میں کیا کوی اسد ھاتکا

یو بولیا ھوں سنگیج تاریخ ھی | انجھون میری دلمیں بھوت کچ ھی
جو لک بس کوی سرلیوی رنجکون | نباوی کدھن اس تھی گنج کون

اگر غوطی لک برس غواص کھائے | تو یک گوھر اسدھات اموالک نباھی
یو موتی نہیں دو جو غواص پائیں | یو موتی نہیں دو جو کس ہات آئیں

غواصان کتی غوتی کھا کھا یکر   موتی میں سوا سس ملتیں آ یکر
نکو بول مضمون توں چور کا   کہ کالا ہی دو جگ میں موں چور کا
جتا چوری کر چوراپی ساد ھوے   دغا بازہ اچھی کوت ما فی نکو ہی
چرا کر چراتا نہ کی چور کو ہی   یو باتاں سمجھتی سو ہیں چور کو ہی
نہ منج پیچ برائی نہ منج لاف ہی   ولی عارفاں پاس انصاف ہے

آخری   شعر بولنا کرچہ اپر دسب ہی   ولی فاسنا کھنی تی خوب ہی

اسکے بعد شعر کہنے کی وجہ بیان کرتا ہے۔

کتا موں سنو کاں دھر لوک ہیہ   کھا دتمنی بات جو آئی سنو
آخری   اتا قطب کی مدح کر اختیار   جو رہی یو قیامت تلک یادگار

اسکے بعد ابراہیم قطب شاہ کی مدح کی گئی ہے۔

ابتدا   براہیم قطب شاہ راجا دھراج   شہنشاہ ہی شاہ شاہاں تہیں آج
عدل بخشش ہور داد استی اچھے   سدا خلق سب شاد استی اچھے
جتی پادشاہاں ہیں سنسار کی   بھکاری ہیں سب اسکی دربار کی

اسی سلسلہ میں ولی عہد محمد قلی قطب شاہ کی مدح کی ہے۔

کھیا علم میں دیکھنہ دو آپ تی   کہ فرزند ہی یو بخت ور باپ تی
رکھی نانو کرتار کن منک پناہ   سلکھن محمد قلی قطب شاہ
آخری   کر ہیم دعا جیو سوں جگ اسے   حیات ہوتی ہی زیاست تاثل اسے

اسکے بعد بادشاہ کی قدردانی سے ملک کی ترقی کا ذکر ہے۔

ابتدا   خوشیاں سوں جو شہ منبر پانی کتا ہی   شو تر لوک کی لوک مہمان آئی
عجب تحقی قدرت تی ائی لکی   کہ دیکھ اس ملک شک کہانی۔ لکی

محل شہ سنگاری یوں اس کا جکوں   سنواری تھی جیوں عرش معراج کوں
ہر یک محل کا جو تھی عرش ہی   بدل بازوا آسمان سو فرش ہی
کہ ہمانی اسد ہانگی آج کوئی   نکر سکسی دنیاں میں شہ باج کوئی

اسکے بعد شاہزادہ کی تعلیم کا ذکر ہے اور اسکے بعد کی حکایت میں جوانی کا یعنی یوں سمجھو کہ قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ چند مقامات سے نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

جوانی کی دریا کوں آیا ادھان   محمد قطب شاہ ہوا سب جوان
تیا زور تھا اسکی یکدست سوں   اچا کی بچھاری متی دست کوں
شہنشہ مجالس کیا ایک رات   وزیراں کی فرزندتی سب سنگات
ہر یک خوب صورت ہر یک خوش لقا   سو ہر ایک دلکش ہر یک دلربا
شجاعت کی سارا انہیں جیم ہی جیوں   شجاعت کیے کا انہیں رستم ہی جیوں
ہر یک خوش طبع ہور عاقل اچھے   ہر یک خوش فہم ہور فاضل اچھے
جو ہوئی رات آدھی بجی دو پہر   خبردار یاراں ہوئی بی خبر
بسر کی نہ یاں طرز بات کا   گنوائی خبر مطربان ذات کا
جو عاقل اتھی وو سو سب جیج ہوئی   نہ ملتی نہ خوبی جھکرتی کہیں
دکھی خوانیں شہ کہ یک بن اہی   وو بن نین زمیں کی ابر کھن اہی
پھریں چاندنیاں سدہراں اس میں   ستارے نین کیاں پریاں آسمنی
رنگارنگ چنیا متی پھول کتی   نول شہ تماشے میں مشغول تھے
پڑیا اوچتی دست اس تار پر   اشغل کم ہوئی شہ ہوا بیخبر
سو اس پیس دی گیا لی آئی دوجہ دھن   کہ لیدا تی تھی کچھوست نور انسول من
جو دیکھیا اتھا خواب میں ما نکوں   ہوا خوانیں خواب اس شاہ کوں
پچھا اس شب میں نی دیکھنہ ہشیار   نہ تھی اس صبوری نہ تھا اس قرار

بہا ہیم قطب شاہ مجلس سنگار کتی مستعد ہو پچ عشرت اپار

جتیاں خوب خوش شکل تھیاں سندریاں سو کرتیاں تک مصور کو پچھر اٹکیاں

جو چین مصور ماچین کی تھی بتاں سو خوش طبع خوش فہم خوش صورتاں

ہر یک خوب محبوب بت فارسی بدن جیوں جلتی اچھی آرسی

عجب ایک اسوقت پیر مرد تھا ہنرمند عاقل جہاں گرد تھا

دنیا کی اپن بند تی آزاد ہو پھری شرق تی غرب لگ باد ہو

کدھن روم میں تھا کدھن شام میں کہ استاد تھا وہ ہر یک کام میں

عطارد سو نقاش کا نام تھا کھلا مصور ہا سب اسی نام تھا

جو بنگالی کا سحر جیوں کہات ہے سو اس مشتری نار کی بات ہے

بنگالی شکر کوں جو بات لیاتی ہیں سو اسکی ادھر اسکوں بچاتی ہیں

بنگالی شکر کوں جو میٹھا کہی ہے سو میٹھائی دھن لب تی دیائی ہے

اپس پنج دکھلا دو شوخ نار سورج چاند تارے ملا ایکبار

عطارد کوں شہ حال سب بوجھ کر کہی خواب دیکھی تھی سو کھول کر

کہ اس دھن سوں منج عشق اسدہا لگی کہیا ہوں تجی میں جکچ بات ہی

کہ عاشق اہی توں اپی دردمند تجی نام اسکا ہے سب دیسے چھند

اتال اسکی ملتی کہ تدبیر کر توں بیباک ہو تیکو کام تاخیر کر

کہیا شہ کو راہی اس شہر پر نہیں وان کہیں آدمی کا گذر

خندق سات ہیں سات سد رسان ہر یک برج اسکا ہی جیوں آسمان

کنگوری بلند جو دسی دیس کوں کنگوری کہرتی تھی سورج کی کیس کوں

سو تیں اوسکی دو چاہ غدار ہیں کہ سر تیں پیر ہا ست سو چار ہیں

جو یکبارگی نہیں چنچل کھڑی · نظر شاہ کی صورت اپر و پڑی
صورت شہ کی دیکھت بھلی نار وو · پڑی بیسدھ ہو کر اسی ٹھار وو
کتک وقت لگ وو بیہوش تھی · سو شہ کی محبت کری جوش تھی

کہاں جاوں کس کون کہوں کیا کروں · اتال اسکوں استھار سیں کیوں دھریات
مبادا اپر کا اچھے اس نظر · کہ یو ہووے یکایک یوں بیخبر
منجھی آج دستا نہیں کچ کہیں · منترکاری بہی کوئی حاضر نہیں

وہی نقش تن تھا وہی نقش من · وہی نقش پانی وہی نقش ان
قطب جیوں قطب تھا یہ ٹھیر ہی · وہاں مشتری پھرتی چو پھیر ہی

بخت بختور آج غالب ہوا · کہ مطلوب جو تھا سو طالب ہوا
کہیا شاہ اس نار تھا سب کوں · کہ جانیکوں دیو اب رضا منجکوں
رہیا تجسوں لی دیس یکبار دل · سو جیوں بار سیتی اچھے یار مل

دکھن تی جو استھار اینپر ایا ہوں میں · اسی کام کوں یاں لگ آیا ہوں میں
کہی شہ نکو بول یو بات توں · بچا نیا ہی آخر منج اس ہات توں
پتی پی ادب کر نکو جان منج · کہ ہیں داس تیری ہوں توں بان منج

نگر میں جو آیا قطب شاہ نول · لگی بجنے چوندھر خوشیاں لگی طبل
شہر میں سو عید آج لوکاں کئی · کھڑی گھر انند کاج کا کاں کئی
لگی حال احوال سب پوچھنی · جو شہ دیکھی تھی سو کہی ان کنی
سو ما باپ شہ وہیں ہو کر ایکدل · پیا یہ دھی سکہ سوں یکبار دل
براہیم قطب شاہ پر کر کہن · کہ بیاپا جتی صبطلیں سب دکھن
کیا شاہ دو پادشاہی عجب · مسلماں ہوا یو تلنگانہ سب

دیا پادشاہی اپنی قطب شاہ کوں · کہ دوسا ہوا میں کر اب راج توں

قطب شاہ کوں شاہی مقرر ہوئی | کہ باپ ہور پچا ہیں نہیں کچھ دونی
کبھی بادشاہی کیا نہیں ہی یوں | کہ کرتا اہی اب قطب شاہ جیوں
بسا شہ کی انصاف تی یو دکھن | کہ شاہی پانی تی جیوں پھول بن

الہی مددگار توں ہی منجی | مددگار ہر ٹھار توں ہی منجی

الہی قطب شاہ تیرا داس ہے
قطب شاہ بنا کیوں تج آس ہے

کہ پڑکے اسے منج کریں یاد سب | سدا کال منجی اچھیں شاد سب
جتنے شعر بولیا اسے کیا ہے غم | کہ جیتیا اسے ناؤں اس جگ میں ہم

تمام اس کیا دیس بارہ منی
سنہ یک ہزار ہور اٹھارا منی

اس کتاب میں چار غزلیں بھی ہیں جو یقینی وجہی کی ہیں ان میں سے ایک پوری غزل اور دوسری کا مطلع لکھا جاتا ہے۔

پیو اپنی کون تک آج ہیں تس سیتی دیکھی سو بکر | جب پیو چلیا مست سیج منج نیند سوتی اوبھی دوپہر

پانچ شعر ہیں مقطع نہیں ہے۔

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگ آ ملو ہی پیا | تجھ بن منجی جیونا بہوت ہوتا ہی مشکل ری پیا
کھانا برہ کیتی ہوں میں پانی انجھو پیتی ہوں نہیں | تجھ بچ جیتی ہوں نہیں کیا سخت ہی دل ری پیا
ہر دم توں یاد آتا منجی اب عیش نہیں بھاتا منجے | برہا یو سنتا تا منجی تجھ لاج تلتل رہی پیا
منجیوں تپش جاتی نہیں منج تھا جیو لاتی نہیں | منج دل سمندر پیاتی تھاپ کیتا ہی منزل ری پیا
توں جیوں میرا ہیں سو دل نجات رہتا کیوں بدل | دن رات میں ہیں ایکتل ہیں تجھی غافل رہی پیا

پیارا سجن آیا پیارا جیو تی پیارا ہو | بوج منج دل ہیں سے نکلیا سو جیوں او سانس میں پایا

یہ غزل سات شعر کی ہے۔ دوسری غزل کے پانچ شعر ہیں جس کا مطلع ملاحظہ ہو۔

تج مکہ کی درس کا سوچ سو درسی اٹھے — تج نور جھلکنتی تی سب جگ میں روشنی اٹھے[5]

چونکہ قطب مشتری کا ایک ہی نسخہ دستیاب ہوا ہے اسلئے اس کے اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں اور پھر یہ مثنوی مصنف کی دماغی پیداوار ہے اسلئے کسی فارسی مثنوی کے ساتھ مقابلہ کر کے ترجمہ کی خوبی بھی ظاہر نہیں کی جا سکتی ہے۔

وجہی کی قابلیت اسکے کلام سے بخوبی واضح ہوتی ہے وہ ہر حیثیت سے دکن کا ممتاز شاعر ہے اسکا اسلوب بیان فطری ہے اس میں تکلف نہیں۔ اسکی مثنوی اسکی اعلیٰ خیالات کی ترجمان ہے۔ اس کی غزلیں شروع سے آخر تک ایک ہی مضمون پر کہی گئی ہیں جس کے باعث ان کی دلچسپی اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس کی شاعری سے اس امر کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ دکھنی شاعری کی بنیاد ہندی شاعری کی تقلید میں ہوئی ہے۔ بہرحال یہ مثنوی قطب شاہی دور میں ایک اعلیٰ حیثیت رکھتی ہے اور اسکا مصنف سب سے بڑا شاعر تصور کیا جا سکتا ہے۔

قطب مشتری کا نسخہ جہاں تک میرے معلومات ہے کسی کتب خانہ میں نہیں ہے اسلئے انڈیا آفس کا یہ نسخہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

---

[5] مخفی نہ رہے کہ حسب صراحت پیش نامہ اشعار کا نہ نقل کئے گئے ہیں جس کے باعث اغلاط زیادہ ہیں۔

مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال

یورپ کے کتب خانوں میں اس کے متعدد نسخے ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) انڈیا آفس نمبر (۹۹ بلوم ہارٹ) ورق ۲۴ سطر ۱۱ تا ۱۵۔ خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲ جمادی الثانی ۱۲۳۲ھ کاتب عزیز اللہ۔

(۲) برٹش میوزیم نمبر (۸۶ اورینٹیل) ورق ۱۴۰ سطر ۱۳۔ خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت ۱۱ محرم ۱۱۵۹ھ

(۳) برٹش میوزیم نمبر (۲۶۵۳۰ اڈیشنل) ورق (۵) ناقص صرف چند ابتدائی اوراق ہیں۔

(۴) کیمبرج یونیورسٹی نمبر (۲۲۱ اڈیشنل) ورق (۱۴۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۵) کیمبرج یونیورسٹی نسخہ ثانی نمبر (۲۲۴ اڈیشنل) ورق (۱۳۷) سطر ۱۴۔ خط نستعلیق۔

غواصی کے متعلق بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"غواصی عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا ایک شیعہ شاعر ہے۔ محمد قادری کے طوطی نامہ کو بہ زبان دکھنی ۱۰۴۹ھ میں نظم کیا ہے۔ یہ نظم (سیف الملوک) ایک فارسی نظم سے ماخوذ ہے جو الف لیلہ کی ایک داستان ہے۔ دو پنجابی ترجمے بھی شائع ہوئے ہیں ایک کا مولف لطف علی اور دوسرے کا امام بخش ہے۔ ایک سندھی نظم بھی ہے جس کا مولف عبدالرحمن ہے۔ ایک پشتو ترجمہ[۵] احمد نے کیا ہے۔ ڈ ٹاسی نے ایک نثر اردو مصنفہ منصور علی کا ذکر کیا ہے۔"

اسپرنگر، صفحۂ منتخبہ کے حوالے سے غواصی کے متعلق صرف ایک دکھنی شاعر ہونے کی صراحت کی ہے۔ [۲۲۹] اسٹوارٹ ( ) نے غواصی کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے۔

---

[۵] پشتو ترجمہ میں نے پیرس کے قومی کتب خانہ میں دیکھا ہے۔

پروفیسر ولسن نے غواصی کو قطب شاہی عہد کا شاعر بتایا ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے
غواصی کے متعلق کسی یورپین مصنف نے کوئی تشفی بخش مواد فراہم نہیں کیا ہے۔

اسکے تصانیف اور دیگر ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ غواصی سلطان ابراہیم قطب شاہ کے
زمانہ میں پیدا ہوا۔ شہریں وجہی سے چھوٹا تھا۔ سلطان محمد کے زمانہ میں اس کی شاعری چمکی مگر
سلطان کے دربار تک رسائی نہیں ہوئی تھی حتیٰ کہ اس کی تصنیف "سیف الملوک" کے
مرتب ہونے تک بھی اسکو یہ عزت نہیں ملی ہے۔ کیونکہ مثنوی کے خاتمہ پر وہ بڑی بڑی امید دل
کا آرزومند ہے سلطان کے تقرب سے اپنی مصیبت زدہ حالت کے بدل جانے کی تمنا کرتا
ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ وہ سلطانی ملازم ہے لیکن کوئی عزت و مرتبہ حاصل نہیں۔ وہ اس امر
کا اظہار کرتا ہے اگرچہ وہ ایک معمولی ملازم ہے لیکن سب سے بڑا شاعر ہے۔

مثنوی سیف الملوک کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اگرچہ غربت میں بسر کرتا
ہے مگر اپنی قابلیت کے لحاظ سے مغرور ہے اپنا مدمقابل کسی کو نہیں خیال کرتا۔

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس کی خواہش اور آرزوؤں کے موافق جلد سلطان کا تقرب
حاصل ہوگیا اور دربار میں رسوخ ہوکر عزت و مرتبہ ملا۔ سلطان عبداللہ کی اس پر خاص عنایت
تھی گویا ملک الشعرا کی صورت تھی۔ سلطنت بیجاپور کو شاہی سفیر کی حیثیت سے روانہ کیا گیا جہاں
اسکی خوب آؤ بھگت ہوئی واپسی کے وقت بیش قیمت تحفے ملے۔

بلوم ہارٹ نے غواصی کو شیعہ تصور کیا ہے نہیں معلوم اس نے کس بنا پر شیعہ ہونے کی صراحت
کی حالانکہ خود اسکے تصنیفات سے اسکا سنی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ مثنوی سیف الملوک میں نہایت
خلوص کے ساتھ خلفائے راشدین کی مدح کرتا ہے اور پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعریف
میں لکھی ایک شعر لکھے ہیں۔ اسکے سوا برٹش میوزیم کے ناقص نسخے سے اسکا سنی ہونا بخوبی ثابت
ہوتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے۔

فدا ہوں انکے ولیوں کے اوپر — سستورا فقمی خارجی کا ست کر

یورپ کے دیگر نسخوں میں یہ شعر نہیں ہے۔ اسکی دوسری تصنیف طوطی نامہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ دنیا ترک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اپنے دنیا دار ہونے پر لعنت ملامت کرتا ہے اور آئندہ سے نظم نہ کہنے کا تصفیہ کرتا ہے۔

غواصی کا انتقال کس سن میں ہوا یقین کے ساتھ بیان نہیں کیا جا سکتا البتہ یہ یقینی ہے کہ سلطان عبداللہ کے زمانہ ہی میں اسکا انتقال ہوا ہے۔

اب اس مثنوی کے تاریخ تصنیف پر روشنی ڈالی جاتی ہے انڈیا آفس والے نسخہ میں تاریخ تصنیف کا شعر موجود نہیں ہے۔ برٹش میوزیم والے نسخہ سے ۱۰۲۵ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

ا برس یک ہزار ہور پنج بیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں

مطبوعہ نسخہ سے ۱۰۲۰ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

برس ایک ہزار ہور ستا دیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں

یہ دونوں سنہ اس لئے غلط ہیں کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کی تخت نشینی اس سنہ میں نہیں ہوئی تھی اور مثنوی سے صاف طور پر اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اسکی تصنیف سلطان کے تخت نشینی کے بعد اسکے حکمرانی کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ کیمبرج کے مخطوطہ سے اسکی توضیح ہو جاتی ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

ا برس ایک ہزار ہور پنج تیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں

چونکہ ۱۰۳۵ھ میں عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہو گیا تھا اس لئے یہ سنہ بالکل صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اب نفس مثنوی کی صراحت کی جاتی ہے مثنوی کے عنوانات بھی نظم میں ہیں اول حمد ہے اسکے بعد مناجات پھر نعت۔ نعت کے بعد منقبت۔ اسکے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح۔ بادشاہ کی تعریف۔ سخن کی تعریف۔ اپنے حالات اور تمام کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

چونکہ یہ الف لیلیٰ کی مشہور داستان ہے اسلئے اسکی وضاحت نہیں کی گئی۔
کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حمد و نعت

الٰہی جگت کا الٰہی سو توں ‎ ‎ ‎ کرن ہار جم بادشاہی سو توں

تیری حکم تل فوک آسمان سکے ‎ ‎ ‎ رعیت ملک تیری فرمان سکے

بھر پانس گران بیچ تاری چشم ‎ ‎ ‎ کریں تونیات سوں الٹک دم بدم

فرنگیاں سو بجلیاں کی بیچ سار سوں ‎ ‎ ‎ زحل کوں رکھیا فرنگ دار توں

رہیا سچا توں غنی ہو تی رہی ‎ ‎ ‎ غنی تجھ بغیر از نہیں کوئی رہی

توں مقبول اپن مقبلاں کا سبھی ‎ ‎ ‎ توں ہی نور روشن دلانکا سبھی

جو کوئی زندہ دل ہی توں انکا حیات ‎ ‎ ‎ جو کوئی ہے جو تجھ سات توں انکا نکات

سچا توں محمد سچا مصطفیٰ ‎ ‎ ‎ سچا توں ہی احمد سچا مرتضیٰ

ہی یو نو ہی مضمون بہی لاکی ابلنے دیسے تی ‎ ‎ ‎ ہوتیع بیج طوطی نمن رولن لگی دو یقین

کہ سیف الملک و بدیع الجمال ‎ ‎ ‎ یو دونو ہیں عالم منے بی مثال

انن دونوں کا داستان بول توں ‎ ‎ ‎ سو دفتر انن عشق کا کھول توں

کہ لئی داستان جگ میں ہی کئی اچھیں ‎ ‎ ‎ ولی کوئی ایسا نہیں کئی اچھیں

تیری نانیں آیا ہی یو استھان ‎ ‎ ‎ ظفر تجکوں کیا ہے یو داستان

کہ حضرت سلیمان کی وقت پر ‎ ‎ ‎ اتھا مصر میں راج پایک بخت ور

نول عاصم اس راج کا نیک ناؤں ‎ ‎ ‎ شہنشا نہیں اتھا اس شرف ٹھاؤں ٹھاؤں

از بس کہ عادل جوان مرد تھا ‎ ‎ ‎ سلیمان خدا ترس پا درد تھا

بندا اسکی گھر کا سو اقبال تھا ‎ ‎ ‎ بسا سو اسی کو شہپر بال تھا

! ننھے عمر کی پا کا نیں تولاک لیے ‎ ‎ ‎ تیر ندا ز تفنگی تہی سولاک اسے

قصہ کے خاتمہ کے بعد کہتا ہے :-

کہ سلطان عبداللہ انصاف کر — میری جو ھران پرتی وصاف کر

دیوی داد میرا بھوت مان پاؤن — اپس دورتی تا گریبان پاؤن

کہ یو شاہ میرا خریدار ھوی — تو تازہ میرا طبع گلزار ھوئی

کہ غمگین ھون ہیں سخت بیشیار تی — دھرول دغدغی لاکہ اس آزار سنے

اگرچہ ھون شہ کی بند یا نہیں حقیر — دلی شعر کی فن ہیں ھوں بی نظیر

کہ موں کھول یو نیں کھوں کیا اپین — گواھی دی یون شعرا ہین تا جبین

بھرحال یو نظم الھام سون — کیا ہیں تول شاہ کی نام سون

برس ایک ہزار اور پنج تیس ہیں — کیا نظم یو ختم دن تیس ہیں

جو عارف وجودان نزاکت شناس — صفا اس بی حاصل کریں بیقیاس

پری کان کون سب دی یو کام کون — دیوی زدوش اوک خاص ھوا عاکون

لکھن ھار یو لاسب پر لاسب پاتی — سدا خسروای کبرا آپ پائی

ھزار ھو ھزار بیت یو لیا تمام — ویکبار یک سانت کیا والسلام

مبارک اچھو شاہ کون یو مدام — بحق محمد علیہ السلام

یورپ کے موجودہ نسخوں میں اشعار کی کمی بیشی کے علاوہ تغیر و تبدل بھی ہے مختصر طور پر اسکی وضاحت کی جاتی ہے۔

عنوان	انڈیا آفس	برٹش میوزیم مکمل	برٹش میوزیم ناکمل	کیمبرج یونیورسٹی	نسخۂ دیگر کیمبرج ناقص
حمد	ورق ندارد	۱۹ شعر	۱۴ شعر	۱۹	×
مناجات	ابتدائی ورق ندارد آخر ہی (۸) شعر ہیں	۱۷ شعر	۱۷ شعر	۱۷	×
نعت	۲۱ شعر	۲۱	۲۴ شعر	۲۱	×
منقبت	۳۴	۳۳	۲۰	۳۴	×

مدح جیلانی	۱۵ شعر	۱۶	۱۶	۱۶	x
مدح بادشاہ	۳۱	۳۳	۲۹	۳۳	۳۱
سخن کی تعریف	۲۸	۲۳	۰	۲۳	۲۳
اپنے متعلق	۱۷	۱۷	۰	۱۷	۱۷

اِس تختہ سے واضح ہوسکتا ہے کہ اشعار کی کمی و بیشی ہوئی ہے جو کاتبوں کی مہربانی معلوم ہوتی ہے۔ برٹش میوزیم کے ناقص نسخہ میں جو اشعار ہیں وہ دیگر نسخوں میں نہیں ہیں مختصر طور پر بعض اشعار کی توضیح کیجاتی ہے۔

مثلاً برٹش میوزیم کے مکمل نسخے میں حمد کے (۱۹) شعر کے منجملہ (۷) آخری شعر دونو نسخوں میں موجود ہیں مگر باقی (۱۲) شعر ناقص میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ناقص کے نو شعر مکمل نسخہ میں نہیں ہیں۔ گویا (۷ + ۱۲ + ۹ = ۲۸) شعر حمد کے ہوتے ہیں۔

ناقص نسخے کے ابتدائی اشعار حسب ذیل ہیں۔

اول حمد واجب ہے کرتار کا — دو عالم کا وارث خریدار کا

قضا ہور قدر اسکے ہے ہاتھ میں — نہیں شک و شبہ کچھ ہے اس بات میں

حکم ہات اسکی ہے حاکم وہی — سکل خیر و شر کا ہے عالم وہی

میوزیم کے مکمل نسخہ اور کیمبرج کے نسخے میں ابتدائی شعر ان کے بجائے یہ ہیں۔

الٰہی حکمت کا الٰہی سو توں — کرنہار جم بادشاہی سو توں

ترے حکم تل نو کرا آسمان کے — رعیت ملک ترے فرمان کے

پھریا تس کیراں پیچ تار و شم — کریں نوبتاں سوں النگ و دم بدم

چونکہ انڈیا آفس برٹش میوزیم کے اور کیمبرج کے جملہ مکمل نسخوں کے اشعار تقریباً ایک ہیں اسلئے انکا جزوی تغیر ظاہر کرنے کے پیشتر برٹش میوزیم کے نامکمل نسخہ سے بعض اشعار جو ان نسخوں میں نہیں ہیں وہ یہاں لکھے جاتے ہیں میرا خیال ہے کہ غالباً یہ فاضل اشعار کسی

دوسرے نسخے میں نہیں ہیں۔

مناجات

جو کوئی زندہ دل ہیں تو انکی حیات — جو کوئی ہیں تجہ سات تو انکی سات

نعت

فدا ہوں انکی دیوں کے اوپر — سو رافضی خارجی کا سٹ کر

منقبت

کہوں اب نبی کے جو ہیں چار یار — اوتن چار یاراں گیرا سب شمار

ایکس ایک سوں ہی دو دھرمن سرف — نکم بیش کر یہاں زیادہ حرف

ابا بکر صدیق اول نامدار — سو دوسرے عمر ہیں بڑے نام دار

جنو کا عدل جگ میں مشہور ہے — عدالت فاصل دہی دور ہے

سو تیجا ہے عثمان جامع قران — فضیلت بزرگی بسمہ عیاں

بادشاہ کی مدح پر برٹش میوزیم کا ناقص نسخہ ختم ہو جاتا ہے۔
قبل ازیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انڈیا آفس میں بعض اشعار ایسے ہیں جو برٹش میوزیم کے مکمل نسخہ میں بھی نہیں ہیں۔ مثلاً سخن کی تعریف میں جو پانچ شعر انڈیا آفس کے نسخہ میں زیادہ ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

بچن تیچ ہور سے خدا کا صفت — بچن تھی ہور سے نعت ہور منقبت

بچن تھی شہا کوں سرا لے اہیں — بچن تھے بہوت مال پا لیتے اہیں

بچن تھے ہوے نام نیکی بدی — بچن تھی جو ہوگی ہستی سبا بندی

بچن تھی دلاں حات لیتے اہیں — بچن تھی کیتی چھو دیتی اہیں

بچن تھی بری ہور بھلی کام سب — ہر یک سوں ہوتی سکل کام سب

اصل قصہ کے اشعار کا مقابلہ نہیں کیا گیا کیونکہ طوالت کل کا موجب ہوتا۔ قصہ کے ختم ہونے پر

اختتامی اشعار میں برٹش میوزیم اور انڈیا آفس کے نسخوں میں پھر تغیر و تبدل ہے چنانچہ سیف الملک کی شادی کے بیان میں خاتمہ پر جو اشعار میوزیم والے نسخہ میں ہیں وہ انڈیا آفس والے نسخہ میں نہیں ہیں۔

چلے منزلاں منزلاں تاک تاک　　　یکا یک مصر میں سو پچھ کئی یو ہاک
جو صاعد و سیف الملک نونہال　　　سات لے ملیگا بدیع الجمال
تاکا تاک آتی ہیں جیو نو بہار　　　سلامت سوں لیایا تا ہی پروردگار

خاتمہ کے اشعار کے منجملہ ذیل کا شعر دونوں نسخوں میں موجود ہے۔

کیا سامنی جا ملیا پوت سوں　　　نگلے لالیا دور لک سوت سوں

اسکے بعد انڈیا آفس میں پانچ شعر ہیں جو برٹش میوزیم میں نہیں ہیں۔

خوشیاں سوں بلا شہر میں لا ئیا　　　دی بہوماں ایمان کر پائی یا
دیا اپنی بادشاہی اُسے　　　سلامان کئی سب سپاہی اُسے
سر افراز صاعد کی جو حق کیا　　　وزیری حکومت کی اس سر دیا
لگے کرنے سیف الملک راج خوش　　　ہوئی عیش کرسی و معراج خوش
خدا اسکے منگا دیا جیو مراد　　　دیوی ہر مسلمان کون دو دل مراد

ان کے بعد چند اور اشعار ہیں اور "سبب نظم کتاب" کے عنوان سے کل (۴۳) شعر لکھے گئے ہیں جن پر کتاب ختم ہوجاتی ہے بادشاہ کی تعریف تاریخ تصنیف وغیرہ کے اشعار مذکور نہیں ہیں اسکے برخلاف برٹش میوزیم کے نسخے میں "سبب نظم کتاب" کا عنوان ہی نہیں ہے بلا عنوان (۵۱) شعر ہیں جن میں سلطان کی مدح اور تاریخ تصنیف وغیرہ کے اشعار مرقوم ہیں کہ یورپ کے دونوں نسخے برٹش میوزیم کے نسخہ کے مطابق ہیں۔

میرا خیال ہے کہ انڈیا آفس والے آخری اشعار کسی اور نسخہ میں نہیں ہیں اسلئے ان کی صراحت مناسب ہے۔

کہ سلطان عبداللہ انصاف کر
میری گوہرات پرتی دل صداقت کر

دیوی داد میرا بہوت مان پاؤں
الپس دورتی تا کر سیالب پاؤں

کہ یو شاہ میرا خریدار ہوئی
تو تازہ میرا طبع گلزار ہوئی

کہ غمگین ہوں میں سخت سنیار تی
دھروں و غمدغی لاک اس آزار تے

پریشانی کی ہیں جما خیال میں
لی آیا ہوں ایسی رتن دہال میں

جو کبھو کی نول شعر فی کچھ امن پاؤ
تو اس تھی رتن خاص ہو ندہ دھوندیا پاؤ

اگرچہ ہوں شعر کی بندیاں میں حقیر
ولی شعر کی فن میں ہوں بی نظیر

کہوں کھول یوں میں کہوں کیا ایں
گواہی دی یوں شعر ایں تا پھلیں

بہرحال یو نظم الہام سوں
کیا ہیں قول شاہ کی نام سوں

برس ایک ہزار او پنچ بیس میں
کیا نظم یو ختم دن تیس میں

(تیس)

جو عارف وجودان نزاکت شناس
صفا اس فی حاصل کریا بیقیاس

پرہی کان کوں سب آدمی یو کام کوں
دیوہی زر دت اوک خاص ہور عام کوں

لکھن ہار یو لاب یہ لاب پائی
سدا خسروا ہی کر آپ پائی

ہزار ہور ہزار بیت یو لیا تمام
دیکھیا ہر یک سات کیا والسلام

مبارک اچھو شاہ کوں یو مدام
بحق محمد علیہ السلام

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ غواصی کی یہ مثنوی فارسی نثر سے دکھنی نظم میں ترجمہ کی گئی ہے۔ لہذا اب اسکے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے اس سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ غواصی نے اصل مضمون سے کہاں تک استفادہ کیا ہے، اور کہاں تک اپنے ذاتی خیالات داخل کئے ہیں۔

انڈیا آفس[۱] اور برٹش میوزیم[۲] میں فارسی قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال کے متعدد نسخے ہیں۔

---

[۱] انڈیا آفس میں پانچ نسخے ہیں نمبر (۷۸۸) و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ اور ۷۹۲) ان میں بعض خلاصے ہیں۔

[۲] برٹش میوزیم میں اس کے دو نسخے ہیں نمبر (۱۰۱۸) و (۵۰۲) ریو

ریو مصنف کیٹلاگ برٹش میوزیم اور ایتھے مصنف کیٹلاگ انڈیا آفس نے ان کے متعلق جو صراحت کی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے :-

"سیف الملوک اور بدیع الجمال ایک فارسی عشقیہ داستان ہے جو عربی الف لیلیٰ سے ماخوذ ہے۔ مولف کا نام نامعلوم"

اصل قصہ شروع ہونے کے پیشتر ایک تمہیدی دیباچہ بھی اس میں موجود ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ قصہ کیوں لکھا گیا۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے اسکا انتخاب نامناسب نہ ہوگا۔

بیان کیا گیا ہے کہ سلطان محمود کو قصوں کا بڑا شوق تھا ایک شخص نے ایک قصہ پیش کیا اور ہزار دینار انعام میں پائے حکیم عنصری نے بھی اس حال سے آگاہ ہو کر ایک قصہ پیش کیا اور ہزار دینار حاصل کئے حسن میمندی جو سلطان کا وزیر تھا اسکو اس بے جا خرچ پر افسوس ہوا۔ بادشاہ سے عرض کیا کہ وہ خود ایسا قصہ عرض کرے گا جو عدیم المثال ہوگا۔ محمود نے کہا اگر واقعی تیرا قصہ اسی طرح ہوگا تو تجھے ایک شہر انعام میں دیا جائیگا اگر قصہ ایسا نہ ہو تو ملک سے باہر کر دیا جائیگا حسن نے ایک سال کی مہلت لی اور سوداگروں کے بھیس میں سفر اختیار کیا دمشق پہونچ کر منادی کرائی کہ جو شخص دلچسپ قصہ سنائے گا اس کو انعام دیا جائے گا۔ اسکو پتہ چلا کہ سلطان دمشق کے پاس ایک کتاب ہے جس میں اچھے اچھے قصے مرقوم ہیں حسن سلطان کے دربار میں باریاب ہوا تحائف پیش کئے اور کتاب حاصل کر کے غزنی واپس آیا۔ محمود کے ملاحظہ میں کتاب پیش کی۔ اس کتاب میں تین قصے درج تھے۔ یعنی بوستان ایرم۔ قصہ سیف الملوک اور قصہ شاہ پال بن شاہ رخ۔ محمود بہت خوش ہوا۔ اور حسن کو سرفراز کیا"

تاریخی حیثیت سے غالباً اس کو کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی مگر ایک داستان کی حیثیت سے یہ واقعہ بھی دلچسپ ہے۔

اصل فارسی عبارت اور دکھنی نظم کا نمونہ ساتھ ساتھ پیش ہے۔ دکھنی سیف الملوک فارسی کا لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ نفس مضمون کو اخذ کر لیا گیا ہے اور نام وغیرہ بھی تبدیل کر دئے گئے

ہیں۔ ذیل میں دونو کا ساتھہ ساتھہ نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

فارسی

"در زمان قدیم در شہر مصر پادشاہ بود
عظیم عزیم و کریم و در عدالت چون عمر ابن خطاب
بود او را صفوان شاہ مصر گفتندے او از تمام
ممالک خسروی خود تا قریب چہار صد محل در خدمت
داشت خداے تعالیٰ او را فرزندے روزی نکردہ بود
این سبب در الم میسوزد۔ قضا را شب
بخاطر شریف او رسید کہ مبادا در باطن من
کسافتے باشد کہ باعث بے فرزندی از
سبب او باشد برخاست و غسل بجا آورد و
جامہ پاک پوشید در خلوت درآمد و از جمیع
مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات بازگشت
توبہ و استغفار بجا آورد"

دکھنی

کہ حضرت سلیمان کے وقت پر
اتھا مصر میں راج یک بخت ور
نول عاصم اس راج کا نیک ناؤں
شہاں میں اتھا اس شرف تھا و ٹھاؤں
ازلدار عادل جواں مرد تھا
سلامت خدا ترس با درد تھا
بندا اس کے گھر کا سو اقبال تھا
بہا سو اسی کو ٹھریاں مال تھا
اتھے کھوپڑی پاکاں میں نولاک ابسے
تیز بند از تفکلی ننی سو لاک است
اتھا لشکر اسکی کنی بی شمار
سخاوت میں ہور عدل میں نامدار
سدا راج کرتا اتھا اپ ستا
ولے اس نہ بیٹی نہ بیٹا اتھا
سو یک دل میں اسمیں اندیشا کیا
فکر زاد ہور سن میں یوں لیا لیا
کہ اپنے نمک حال پروردگار
نیا کچھ دیا ہی جو نیں اس شمار
ولی کوئی جنت اس رکھنہار نیں
میری کیا ہوا از اس کوئی اس شمار نیں

اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ صبح کو اٹھ کر بہت کچھ خیرات کیا مگر ایک مدت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اسی فکر میں رہا کرتا تھا۔ آخر وزیروں نے سبب دریافت کیا۔ اور ان کے حسب مشورہ نجومیوں سے دریافت کیا ان لوگوں نے خبر دی کہ یمن کے بادشاہ کی دختر سے شادی کیجائے۔ تو اولاد ہوگی۔ بادشاہ نے تحفہ دیکر قاصد کو روانہ کیا اور شادی ہوئی اور بعد گزرنے ایک مدت کے ایک لڑکا ہوا جسکا نام سیف الملوک رکھا گیا۔

مگر اسکے برخلاف فارسی میں یہ مضمون ہے کہ وہ توبہ استغفار کرکے سو یا رات خواب میں خواجہ خضر نے اسکو بشارت دی کہ تجھ کو روم کے بادشاہ فرخ زاد کی لڑکی روح افزا سے لڑکا ہوگا۔ بادشاہ مصر نے تحائف وہاں روانہ کئے۔ خواجہ خضر نے روح افزا کے خواب میں بیان کیا تھا کہ تو صفوان شاہ مصر کو شادی کر تجھ سے جو لڑکا ہوگا وہ بڑا نامور ہوگا۔

اس صراحت سے ظاہر ہے کہ دونو قصوں میں کچھ اختلاف بھی ہے۔

مزید نمونہ ملاحظہ ہو۔

نثر فارسی

پیشکش ہائے مصری طیار ساخت باسول عاقل دانا روانہ شہر روم نمود۔ راوی این حکایت راچنین روایت می کند کہ سلطان صفوان شاہ فرود آمدن گذارید از احوالات گلستان خوبی و گل و غنچہ شاہی رو بیر اسامع کردید کہ ملکہ روح افزا در خواب قبیلولا بود کہ دوشنائی جمال جہاں آرای حضرت خواجہ خضر علیہ السلام عالم ظلماتی را بنور جمال جہاں آرا حضرت خواجہ خضر علیہ السلام ظلماتی بنور جمال خویشتن نورانی مزین کردانیدہ۔

دکھنی نظم

دیا حکم آنند پا بی حساب
لکھن نامہ شاھی یمن کوں شتاب
جو لکھنی کون نامہ جیون آیا دبیر
اشارت سو شاہ ملکہ پایا دو پیر
سہج شاہ کی اودلکی سورات کون
لکھیا نامہ ہیکی کر اس دہات سوں

. . . .

انکی مصتران سون خزانا کئی
یمن کی طرف خسروانا کئی
یکیک ملک یکیک شہر یکیک ولات

یکیک کریکیک کوٹ لک وہاں وہاں
الٹکتی الٹکتی چسلی تا یمن
خبر کئی یمن کی شہنشاہ کن
کہ شاہ ملک کی مصر کا بی نظیر
محابیت کون بہجیا ہے اپنا وزیر

نثر فارسی

روزی کہ بادشاہ را آرزو شکار بخاطر رسید
و در شکارگاہ بشکار مشغول بود کہ قضارا روزی
در شکار سواری با صد ہزار شوق و ذوق رسید
و سر در زمین نہاد و زمین خدمت بوسی بجا آورد
و گفت کہ عمر بادشاہ را زیاد باد کہ اللہ تعالیٰ
شاہ زادہ عطا فرمود کہ در ملاحت و صباحت
گوی از یوسف بردہ۔ بشنیدن این نوید
بادشاہ را خوشحال تمام روی داد و یا آرندہ
این مژدہ انعام خاص داد و صد ہزار بدرہ زر
نثار کرد۔

(اسکے بعد ایک طویل عبارت ہے جسمیں
نجومیوں کو طلب کرنا ان سے دریافت کر کے
نام تجویز ہوا ہے۔)

دکھنی نظم

الہی جو صاحب تہی سینسار کا
جو دیتا ہے منگیا منگن ہار کا
سو بیٹا دیا شاہ کون بی بدل
سورج چاند تہی خوب نرمل پہل
خزینے دفینے سون کھولن لگیا
رتن راس دھر یکی رولن لگیا
کتا یا تره جگ بینی کاج بولن
کتا تا سکی جگ بیں کوئی راج ودون
دعا سون اچپاہت بکھو صدق سات
منگیا اپنی فرزند کون بجہ حیات
خوشیاں ستا امرت کھر سا فال دیک
سو سیف الملک کر رکھیا ناؤں نیک

جنگ کا سما

نثر فارسی

شاہ قلزم واقف گشتہ آمادہ جنگ شد
و برابر صف بصف آراست غلغلہ دیو و جن و
عفریت و پری در ملکوت افتاد جہان برہم و
تاریک گشت تا سہ روز و سہ شب درمیان
تلوار بیان - (؟) و عفریتان جنگ داشتند
آوازہا پایہای در کنیز (؟) بآسمان رسیدہ و از
آسمان سہ روز و سہ شب خون میبارید گویا
سقایان آب پاشی میکردند بعد از سہ روز
طاقت لشکر قلزم نماند و ہزیمت ہنہادہ
لشکر شاہبال تمام لشکر شاہ قلزم بقتل رسانند
و تمام سپاہ او را غارت کردند با چہار تن
شاہ قلزم را اسیر کردند۔

دکھنی نظم

کھنڈار یو قصہ حرب کھول
کہے اس وضا سوں زبان حرب کھول
کہ شہبال بن شاہ رخ بے نظیر
جو صاحب تھی کو وہی سونیا بول پھیر

. . . .

ہوئی جمع جنگی وعفریتاں تمام
فوجے صور ہون خا امیران تمام
ہریک جان یک کوہ با برج جیون
لی ہاتاں میں فتنی بھری کوز جیون
لی رخ وندی پر جو ہلکتارے تھے
زمین ہیبتی کھائی تھی سہار تھی
غضب ناک ہو جیون انکی دل ہوئی
کلیجی پھار انکی پھوٹت جل ہوئی
ترائی شراراں سوں جیون برغمان
ہوا کھا پرا جیوں تکہ پر آسمان
سلح پس پولاد کی کوٹ جیون
پر آشوب سمہ ورکی لوٹ جیون
او تالی ہر آفت بھری عزم سوں
کھرا کہ میدا نمیں رزم سوں

بھیا یاؤ جیون قہر کا شور سات
سلطنت کی اگن سلگا وتہی زور سات
کئی قصد پرتی کون دودھیر ستھے
زباناہوا تل اوپر سیر سٹھے
اوٹھیا شاہ شمبال وئیں زہر ہو
پڑیا اسکی لشکر پو جیا قہر ہو -
او دو راج دو دھرتی پو ہم ہوی ،
پچھری فوجکون فوج درہم ہوی ،
اوٹھیا غل جدھر کا ادھر مار مار
قیامت زمین پر ہوا آشکار
جھلک دیکھ بجلیان سی تروار کی
اوری قاضی سخت سنسار کی
دلیران جو شمبال کی پائی بل
سو فوجانکون یکدھرتی اسکی کھوندل
جو دو پڑا اسکی صفیر پڑی دلیران
سو بکھری پڑی ہور پڑیاں اختران
ستی دھرت پر لوں ہوندیاں کاٹ تھا
سو کسکون سمجھتا نہ تھا بات گھاٹ
جو دریا لہو کا ابلنی لگیا
لکن اسپو کشتی ہو چلنی لگیا

سپاہیاں تیراں لہو کی سندوری
جو دستی تھی جیوں پر پھپری روزتی

دھراں سب نپٹ موج کی لوٹ مار
تھی وہتی نکلتی ندھنکاں کی سار

بلا بانکی بانات کوں جیوں اک لائی
زمیں ہور زمانیکوں ونتاک لائی

غضب پر غضب کا جو مارا ہوا
سو ایسا پپرا کچھ دھولارا ہوا

دنیا غیب ہوئی اس دھولاری تلیں
کنواں تا کیا دیس اندھاری تلیں

لیا گرد جا ڈھانپ اسمان کوں
دھنواں سانپ ہو نکلیا پھانکوں

سو دریای قلزم کوں صحبت جھوتی
زمیں کی تلیں کا ہی اپڑا او تھی

پہاڑاں پپیا سخت زنکرا ہوا
کھیں نیر سونا درو جھنکرا ہوا

چھپری بیٹ اسکی کھدبری وتھیں
سو حالتا ہو چوندھر بیری وتھیں

دیکھا یک فتح آسمانی جو پائی
یکہ پیشاہ دریای قلزم کوں لیائی

نظر اس پو شہ بال کی جیوں پڑی
سوار آج اس راجکی وین اوپڑی
کھایوں کہ تجکوں تجھو وہ دل آتال
کروں کا سیلاد ھو سیں پای مال
کہ سینہ پانسی توں آج مجہ ہا تناہیں
توں سچ بول مجکوں تا کہو بات ہیں

داستان کا خاتمہ ملاحظہ ہو

نثر فارسی

چیزہا بسیار از مروارید و گوہر شب چراغ و غیرہ
جواہرات و زربفت و نیلک الوان دیگر و
عطریات و زر و نقرہ با حشم تمام آنکہ خاتون
را نکاح بستہ پیش شاہزادہ دادند وہزار فیل
لشکر آں ملک را وداع کردند پیش شہر
منزل بمنزل میرفتند تا نزدیک شہر مصر
رسید کہ اینک سیف الملوک آمد با مردم
تمام و کام دل حاصل کردہ رسید شاہ خبر
رسیدن فرزند شنید از پس از فراق پیر
شدہ بود جوان گشت وہی این بیت
خواند ....

دکھنی نظم

سعادت کی ساعت میں خوشحال سوں
پڑیا پھول کا عقد اسپال سوں
ملی جیوں او شہزادی ہور او جوان
ہوا شاد سیف الملک کا پران

....

دیا خاقان ہور نوازش کیا
روانا ہی کرنیکا سازش کیا
دیا گوہراں لال ہور گنج تیا
وہاں تے وہیں ان روانا کیا
او سب مال دھن .... حساب
.... پھر شتاب
چلی منزلاں الخ

پھر ہوا تمام الخ

از صومعہ برآمد و بای دولت در رکاب سعادت
نہاد با جملہ وزیراں و ندیمان و خاصگان
با تمامی عام از شہر بیرون آمدند ....
شاہزادہ از اسپ فرود آمد شاہزادہ
دیدہ با پوشش شاہ فی الحال سر نہاد
شاہزادہ برداشت و در کنار گرفت و
بسیار گریست "

"تا کا شاک الخ
جو عاصم نول شاہ دیکھے جھوک جھوک
ھوا تھا جو کاری تمن سوک سوک
یکایک خوشی آئی آنند کی
نجھل نور دیدہ خرد مند کی
پچھو کیا صور آیا رکی اک پران
بودھا پنپک تھا سو ھوا پھر جوان
وھیں غم کی جھری سوں نکلیا بھار
لی ارکان دولت کون سب یکبار
میلیا سامنی جا کہ وتیں پوت کون
گلے لا لیا بہوت گللوت سون

فارسی کتاب اس پر ختم نہیں ہوتی مزید دو صفحے مضمون ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ بادشاہ نے سیف الملک کو اپنی جگہ بادشاہ بنایا اور خود گوشہ نشین ہوا سیف الملک نے عدل و انصاف سے سلطنت کی - گوشہ نشین بادشاہ تین سال تک زندہ رہکر انتقال کیا سیف الملک نے سوگ کیا - بدیع الجمال کی ماں اس خبر کو سنکر بہت سارے تحفوں کے ساتھ مصر آئی - بدیع الجمال کو حمل کے دن گزرنے پر لڑکا تولد ہوا لڑکے کا نام تاج الملک رکھا گیا ۔ (۱۵۰) سال سیف الملک نے بادشاہی کی اور اسکے بعد بیمار ہوکر مرگیا - بدیع الجمال کو اسکا بہت رنج ہوا چنانچہ ختم کتاب فارسی کی آخری عبارت حسب ذیل ہے -

"تمام مرد و زن سیاہ پوش شدند و خرد شش از مردم شہر برآمد
بدیع الجمال این بیت میخواند و میگریست "

ای برگ ہزار شمارہ ویران کردی	در ملک وجود غارت جان کردی
ہر گوہر قیمتی کہ آمد بجہان	بردی بزیر خاک یکسان کردی

مندرجہ بالا مقابلہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ دکھنی ترجمہ کس قدر کامیاب کوشش ہے بلکہ یوں خیال کرنا چاہئیے نفس مضمون کو پیش نظر رکھکر ایک قصہ لکھہ دیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ ترجمہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا۔ غواصی کے بہترین شاعر اور صاحب کمال ہونے کی یہ ایک بدیہی دلیل ہو۔ غواصی کی شاعری پر طوطی نامہ میں بحث کیجائے گی۔

برٹش میوزیم کا مکمل نسخہ با تصویر ہے۔ متعدد رنگین تصاویر ہیں۔ ان سے قطب شاہی تمدن پر روشنی پڑتی ہے۔ مجرا اور سلام کا طریقہ اہل دربار کا لباس۔ رزم و بزم کے حالات باغ جنگل۔ دریا کے منظر۔ شاہی محل۔ دربار عمال۔ گھوڑوں۔ ہاتھیوں اور اونٹ کے ساز و سامان۔ غرض مختلف امور واضح ہوتے ہیں۔ آرٹ کے لحاظ سے ان کو بڑی وقعت دی جا سکتی ہے۔ اور اپنے فن کے لحاظ سے بہترین نمونے کہے جا سکتے ہیں۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں چنانچہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو اور آغا حیدر حسین صاحب کے پاس اسکے کئی ایک نسخے ہیں۔

طوطی نامہ

برٹش میوزیم میں اسکے دو نسخے ہیں۔ یورپ کے دوسرے کتب خانوں میں کوئی نسخہ نہیں ہے۔

(۱) برٹش میوزیم نمبر (۲۶۲۹ اڈیشنل) ورق (۱۶۲) سطر ۱۳۔ نستعلیق کاتب شیخ ابو محمد قادری سنہ کتابت ۱۱۷۲ھ

(۲) نسخہ ثانی نمبر (۹۰۰ اڈیشنل) ورق (۱۷۷) سطر ۱۲ نستعلیق۔ کاتب موہن لال تاریخ کتابت ۲۹ شوال ۱۱۹۸ھ

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ضیاء نخشبی کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں ہوا۔ غواصی نے اپنے تخلص کی بھی وضاحت ہر قصہ کے آخر میں کی ہے۔ اسکی تصنیف یکم رجب ۱۰۴۹ھ (۱۶۳۹ء) میں ہوئی پوری مثنوی ایک ہی خط سے لکھی گئی ہے۔ اسکا کاتب شیخ ابو محمد قادری ہے اور سنہ کتابت ۱۱۷۲ھ" اسپرنگر کی تشریح اسطرح ہے:-

"طوطی نامہ ۱۰۴۹ھ۔ طوطے کی کہانی جس کو مولانا غواصی نے دکھنی نظم میں لکھکر عبداللہ قطب شاہ کے نام پر معنون کیا"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں طوطی نامہ موجود ہے مگر اس نے مصنف وغیرہ کی صراحت نہیں کی ہے۔ ڈی ٹاسی نے بھی اس مثنوی کا ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا غواصی نے نخشبی کے طوطی نامہ کو دکھنی نظم کا جامہ پہنایا ہے۔ اسکی تصنیف کے وقت غواصی کی وہ حالت نہیں تھی جو پہلی تصنیف سیف الملوک کے وقت تھی۔ اب وہ سلطان کے دربار میں بارسوخ، صاحب عزت و مرتبہ تھا۔ صرف دربار شاہی میں بلکہ

قلمرو قطب شاہی میں اسکا مد مقابل کوئی اور شاعر نہیں تھا۔

یہ تصنیف سلطان کے انتہائی عروج کے زمانہ میں ہوئی ہے اس لحاظ سے اسوقت کے طرز معاشرت تمدن اور تہذیب کا آئینہ ہے۔

طوطی نامہ کی تصنیف کی تاریخ یکم رجب ۱۰۵۹ھ ہے جسکا ذکر خود غواصی نے کیا ہے۔

ہوئی بخشش حضرت تے جب مجھ مدد | دیا میں اسے تو رواج اس سند
برس یک ہزار ھور چالیس پہ نو | ہوے تھے یو موتیاں پرویا ھوں نو
لطافت بھری مثنوی یو عجب | مرتب کیا خوش ہیں پہلی رجب

مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت پھر بادشاہ کی مدح اسکے بعد "سبب تالیف" کا ذکر کرتا ہے اور اسکے بعد قصہ شروع ہوا ہے۔ اشعار کی تعداد (۴۰۰۰) ہونے کے متعلق خود غواصی نے صراحت کی ہے لکھتا ہے۔

جو ابیات ہیں اسمیں الف چار | برابر ہیں لک بیت کے ہر چار

قصہ کا خلاصہ اسطرح ہے۔

ہندوستان کا ایک سوداگر صاحب مال و دولت تھا اس کی عالیشان کوٹھی سمندر کے کنارے تھی ساتوں سمندروں میں اسکے جہاز جاتے تھے۔ اس زمانہ کے تمام تاجروں میں اسکو فوقیت تھی۔ ایسے ایسے نایاب جواہرات تھے جن کی نظیر بادشاہوں کے پاس بھی نہ تھی یہ سب کچھ تھا مگر کوئی اولاد نہ تھی آخر ایک مدت دراز کے بعد ایک خوبصورت لڑکا تولد ہوا جوان ہونے پر باپ نے ایک حسین و جمیل خاتون سے اسکی شادی کردی۔ سوداگر بچہ ایک دن سیر کے لئے نکلا بازار میں طوطا نظر آیا جو فصیح باتیں کیا کرتا۔ قرآن شریف کا حافظ تھا ایک ہزار ھن قیمت دیکر اس نے یہ طوطا خرید لیا۔ مکان آکر طوطے نے بیان کیا مجھ میں ایک عیب ہے یعنی میں آنے والے امور کی خبر دیا کرتا ہوں چنانچہ عنقریب ایک قافلہ عنبر کی خریداری کے لئے آنیوالا ہے اسلئے میں قدر عنبر بازار میں موجود ہے تو خرید کر لے تاکہ آئندہ

نفع ہو۔ نوجوان نے اسکے کہنے پر عمل کیا چند روز بعد ایک قافلہ آیا اور عنبر کی خواہش کی سوداگر نے اسکی تجارت سے خوب فائدہ حاصل کیا۔ اس طرح وہ طوطے پر نہایت مہربان ہو گیا۔ چند روز بعد ایک مینا بھی خریدی وہ بھی باتیں کرتی تھی۔ اسکے بعد وہ تجارت کے لیے وطن سے روانہ ہوا۔ طوطے اور مینا کی حفاظت اپنی بی بی کے تفویض کی۔

سوداگر بچہ کی واپسی میں عرصہ ہوا نوجوان بی بی پر بدست گراں گذری ایک دن اپنے بالاخانہ پر سے مصروف نظارہ تھی ایک سجیلے جوان پر نظر پڑی۔ اس جوان کے دلپر تیر نظر نے کام کیا۔ ایک ضعیفہ کے ذریعہ پیغام بھیجا۔ چونکہ اسکا دل بھی اس پر آ گیا تھا یہ راضی ہو گئی مینا سے مشورہ کی اس نے نصیحت کی۔ کارگر نہ ہوئی بلکہ غریب کی جان گئی۔ اسکے بعد طوطے سے گفتگو کی نوبت آئی چونکہ اسکو مینا کی موت پیش نظر تھی لہذا نصیحت مناسب نہ خیال کر کے بیان کیا یہ بات بڑے راز کی ہے تم کسی سے اسکا اظہار نہ کرو ورنہ تمہارا اور میرا حال وہی ہوگا جو ایک رانی کا ہوا تھا (اسکا بیان شروع ہوتا ہے جو پہلی حکایت ہے) اس عرصہ میں صبح ہو جاتی ہے۔ اور سوداگرنی کا ارادہ کل پر ملتوی ہو جاتا ہے۔ دوسرے دن پھر وہ طوطے کے پاس آتی ہے اس روز وہ بیان کرتا ہے کہ زیور وغیرہ ساتھ نہ رکھو ورنہ وہ لے لیگا جیسا کہ ایک قصہ میں ہوا ہے۔ غرض اسطرح (۳۵) کہانیاں کہی جاتی ہیں آخری دن سوداگر بچہ سفر سے آ جاتا ہے۔ طوطے سے گھر کا حال دریافت کرتا ہے۔ یہ اپنے آزاد کرنے کا وعدہ لیکر پورا حال بیان کرتا ہے جس کے بعد سوداگر بچہ نے بی بی کو قتل کیا اور مال و دولت خیرات کر کے فقیر ہو گیا۔

اس تفصیل کے بعد کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حمد و نعت کے چند اشعار:۔

خدایا جو دانا ہے تون غیب کا — وہے ستار بندیاں کیرے عیب کا

نہ انکار تجہ ہے نہ انکار تون — نہ چون و چرا سون دہرے کار تون

سدا جی اپین کہاتا سو تو تجہ — جیویں مارتا ہور جیلاتا سو تو تجہ

رتن خاص دریاے لولاک کا — جھلک لامکاں نور افلاک کا
محمد نبی سید المرسلین — سدا روشن او سے دنیا ہور دین
عدم میں تے عالم کوں پروردگار — اسی کے کیا نور سوں آشکار

سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مدح میں کہتا ہے۔

مہاراج سلطان عبداللہ ناؤں — ثریا کے تارک پہ اسکا ہے چھاؤں
کہیں قدسیاں صاحب صدر اُسے — کہ ہر شب سو جیوں کئے شب قدر اُسے
شرافت ہیں گرد اسکے نعلین کا — ہے سرپا چندر سور کے نین کا
دکھت زور طالع اس راج کی — صفادار روشن دلال آج کی
کئیں یوں بحق علی ولی — کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی

قصہ کی ابتدا۔

جن اس جوہراں کے سمندر کا کنیر — ہے غواص اس دور میں بے نظیر
سو یو جوہراں کار لیاتا ہے بہار — جو ملک ہندوستان میں ایک ٹھار
کہتے ہیں جو تھا کوئی سوداگر ایک — وجاہت منے پاک صورت میں نیک
اتھا مالکا بہوتیچ بخت دار — کھر اُس کا سو تھا چین بندر کے سات
جتے اس زمانہ میں سوداگراں — وتے اُسکے انکی تھے جیوں چاکراں
کیا تھا خدا یوں اُسے سرفراز — جو تھے سات ان سمندر پا اسکے جہاز
مثال اس نہیں کچ سو اُس پاس تھے — یکیک نو رتن کچ نورا اس تھے
سدا تازہ تھا ذوق کا باغ اس — ولے فرزنداں نہیں سو تھا داغ اس
کیک بس نچھیں کوں او باغ جیوں — خدا کے کرم تے ہوا باغ جیوں
ہوا گھر منے ایک فرزند اُسے — سو ویسا ہوا آج تک نہیں کسے
نشانیاں سعادت کے تے تھا ٹھار — ہوا جکہیں اظہار یوسف کے سار

گھر اس کا جھلک سے لگیا نور تے / ستارا چل آیا نکہ دور تے

کیکہ بیش کون عجوبہ ہوا ان جوان / سو وین پاپ ہنگام اُسکا پچھال

نپجنے ایک محجوب مہتاب سے / لطافت میں نرمل پچھل آب سے

دھندا اثرت پیدا کیا کر نہ دیر / کیا لاکہ خوشیان سے کار خیر

سو ایسے بینے یک چھبیلا جوان / پری اسکوں دیکھ تو دیوی پران

پھرے و یدیسے سات آتا دیکھے / سو اپنے طرف خوش نچھا تا دیکھے

جو تھا مرد کا عشق من میں اول / جو دیکھا اُسے سو کیا او نکل

بچھا تیا رخ اس کا ادچھل جوان / سو رہا یا دو تہن عشق کا تیز بان

جوں اس بانکے کہا دو کارہی لگی / انترتیچ دو نو میں یاری لگی

بہتر تھا سو ان جیورا وار سے / امنگ سات اُن تو نکتا بہار نے

یکایک نہ اس دھنگوں بہار آئی جا بگے / نہ اُس جوان کوں پیس کر جاہی جاہی

بہر حال اُسے عشق بہاند میں میل / چلیا اپنے منہ پھیر تیزی کوں ٹھل

ملا یک بدھی مکر زن کو شتاب / دیا حسن نگی خوش کیا بے حساب

خاتمہ پر کہتا ہے۔

سخن پرور ان یکتے یک ہیں زیاد / ولے آدرسے ہے مجہ زبان کوں سواد

پو الاف نہ عیب تے دور ہے / سلامت کی آسمان کا سور ہے

جہان میں جھلکتا اچھو جم مدام / بحق محمد علیہ السلام

غواصی اگر توں ہے سچا غواص / لکا عشق اپنا خدا سات خاص

صبح کے متعلق مختلف اشعار قابل ملاحظہ ہیں۔

گگن بن تے جہر جبہوں کا آفتاب / لیا آپ میں پہول میں مغرب کے داب

کنول چاند کا نہ ملا سے بدل / چمن تے جو مشرق کے آیا نکل

سورج روپ وتنا جو یوسف کے سار — لیا جاہ مغرب میں اپس ہیں اُتار
سو مشرق کے مچلے کری کریب تے — جو یونس کے پیچھے چیندرنس سپیتے

جنوں اپنا کیا دیس پھر انتام — ہوا جمع یکبار اندہارا تمام
کیا سور مشرق تے مغرب کون چل — سیتاریاں بنے چاند آیا نکل

سورج جو تھی آسمان کا دیدبان — کیا دیدوا نیکوں مغرب میان
نکل چاند جا سوس مشرق نے بہار — جنوں آیا سو پھر غمزدی ہوا و نار

جو ذعون خورشید کا چور مشرق — ہوا غرب نیل آب ہیں جا کہ غرق
سو مہتاب موسے منن دور تے — جوں آیا نکل مشرق کے طور تے

جہانگرد خورشید جنوں وقت شام — کیا غرب کے گھر بیتے جا مقام
نکل چاند مشرق کے باری نے بہار — جنوں آیا سوا دلبر با بیقرار

سینے کا بیٹکی سور جنوں سیر کر — چلیا غرب کے آشیا سنے بہتر
بکولار پے سار کا صاف چاند — کیا دیکہ پروازانچل سر کوں باند

سورج دیس کے روم کا بادشاہ — کیا جاکہ مغرب ہیں جنوں تخت گاہ
ربن شام کے ملک کا راج چاند — نکل آیا دیکہ او دہن سے ساند

زمشتے جو شمشیر کون بہان سے — دنی دال پنجہ غر کی میان سے
فلک شرق کا کھول رنگیں غلاف — لیا ہات میں چاند کا سیف صاف

اجنت دیس کے رین کا دیندار — ہوا غرب قبلی کمہن جو سوار
ہندو چاند کا رین سے ہندستے — جو آیا نکل اودن کے سینے

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ برٹش میوزیم میں اس کے دو نسخے ہیں ان دونوں میں لفظی اختلاف کے علاوہ اشعار کی کمی و بیشی بھی ہے قصہ کے ختم تک تو اشعار میں کمی و بیشی نہیں ہے بلکہ لفظی

اختلافات ہیں مگر ختم قصہ کے بعد جب دیگر حالات (مصنف اپنے متعلق اور بادشاہ کی مدح وغیرہ کرتا ہے) شروع ہوتے ہیں تو ان دونوں نسخوں میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ ختم قصہ کے بعد دیگر حالات کا بیان ذیل کے شعر سے شروع ہوتا ہے۔

نہ ہے بخت و دولت نہی اقتدار　　　نہ ہے وقت و ساعت نہ ہے روزگار

دونوں نسخوں میں یہ شعر موجود ہے اس کے بعد موہن لال والے نسخہ میں اس عنوان میں (۴۷) شعر ہیں۔ اور ابو محمد والے نسخہ میں (۵۲) شعر۔ ان کے منجملہ (۴۳) شعر تو دونوں میں تقدیم و تاخیر کے ساتھ مشترک ہیں مابقی شعر علیحدہ علیحدہ ہیں یعنی موہن لال والے نسخہ کے (۳۳) شعر ابو محمد والے نسخہ میں نہیں ہیں اور ابو محمد والے نسخہ کے (۹) شعر موہن لعل والے میں نہیں ہیں۔ ابو محمد والے نسخہ کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

جو سلطان عبداللہ اس دور کا　　　ہے راجا سلیماں کے طور کا
شگفتا کیا دیکھ اس کا کرم　　　سو جھلکیا میری طبع کا جام جم
کروں کیوں نہ میں شکر ہر دم ہزار　　　جو سن خوش ہوا یوں شہ روزگار
جیوں اس شہ کی خاطر پر یو قبول　　　گلن تے ہوا مجھ پہ رحمت نزول
جب یوں نظم میرا عروسی کیا　　　سو یو مجھ سوں آ دست بوسی کیا
کیا اے سخن صاحب تمیز　　　بچنگی سو پایا ہے مصر کا توں عزیز
تیری طبع اپر ال صد مرحبا　　　سچا توں پایا ہے منظور آل عبا

موہن لعل والے نسخہ کے بعض زاید شعر حسب ذیل ہیں۔

عجب دلکوں عیسی کی پوراج تھی　　　لگیا سو کہی اہی خدا کی نہی
توں اہی بات چنداں عجب کر نجان　　　کہ کرتی دھوں میں تجکوں خاطر نشان

طالب کا رسول ھو مولی ھی توں   کہ مولی کہ خلقت میں اُولی ھی توں

توں عارف ھی گر نکتہ دانی منی   نجھا دیک اپنی معانی منی

جو ھی کون آیا ھی کس کام کون   شرف کس بدل ھی تیری نام کون

کہیں جسکون مجموعہ اسرار کا   سو توں ھی نہیں کو ھی تیری سار کا

تیری ذات میں پور اللہ ھی سب   تیری تیہہ میں ما سوا اللہ ھی سب

توں جانی کسنی لیس فی جبتی   اچھا توں سکی دم انا الحق ستی

گہی عبد ھور گاہ معبود توں   گہی ھم ایاز ھور محمود توں

اچھا دم جم اللہ کی نام سوں   متا ردسدا عشق کی جام سوں

خبر تجکوں دی نفی و ثبات کا   کیا یا نکوں سو فہم اس بات کا

لفظی اختلاف بھی ہے مگر چنداں اہمیت نہیں رکھتا مثلاً :-

موھن لعل والا نسخہ	ابو محمد والا نسخہ
کتک کہانی اما ستائیں ھو ہی	کتک کہانی اما ستائیں ہوا
منج اس دھات لوگاں میں رسوا کہی	مجھ اس دھات لوکاں میں رسوا کیا
سن او خواجہ یو قصہ دل سب تہی توڑ	سن ای قصہ او خواجہ سب لگے توڑ
دیا اس قفس میں تہی راؤ تنکو چھوڑ	دیا اس قفس میں تہی راؤ تنکو چھوڑ

طوطی نامہ نخشبی کے مقابلہ کرنے سے پہلے مختصر طور پر دیگر فارسی وغیرہ طوطی ناموں کی مختصر وضاحت مناسب ہے۔

اولاً یہ کہانی سنسکرت میں لکھی گئی تھی جسکا نام "شکا سپتتی" تھا سنسکرت سے

فارسی۔ دکھنی۔ اردو۔ انگریزی۔ جرمنی اور ترکی زبانوں میں اسکے ترجمے ہوئے۔

فارسی میں اسکے تین ترجمے ہوئے۔

(الف) طوطی نامہ نثر مصنفہ ضیاء الدین نخشبی۔

(ب) طوطی نامہ نثر ابوالفضل۔

(ج) طوطی نامہ (نثر) محمد قادری۔

نخشبی کے طوطے نامہ کے (۹) نسخے انڈیا آفس اور تین نسخے برٹش میوزیم میں ہیں۔ اور چند نسخے اکسفرڈ میں بھی ہیں۔

نخشبی اپنے زمانہ کا نامور باکمال مصنف ہے۔ عشرہ مبشرہ۔ کلیات وجزئیات سلک السلوک وغیرہ اسکے مشہور تصانیف ہیں ۷۵۱ھ میں اس نے وفات پائی ۷۳۰ھ میں طوطی نامہ کو تصنیف کیا جس میں طوطے کی زبانی (۵۲) کہانیاں ہیں۔ اسکا انگریزی زبان میں جے رابنس نے ۱۷۹۲ء میں ترجمہ کیا۔ ۱۸۵۸ء میں جارج راسین نے جرمنی کا لباس پہنایا۔ غواصی نے دکھنی میں منتقل کیا جسکی صراحت ہوچکی۔

نخشبی کے طوطے نامہ کو اولاً ابوالفضل نے اکبر کے حکم سے اختصار کیا اسمیں بھی طوطے کی زبان سے (۵۲) کہانیاں ہیں مگر ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسکا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں ہے (۵۸۹-۱۰ اڈیشنل) اسکا ایک دکھنی ترجمہ ہوا ہے جسکا ذکر آیندہ کسی موقع پر آئیگا۔

نخشبی کا دوسرا خلاصہ محمد قادری نے کیا ہے اس میں نہ صرف ہر کہانی میں اختصار کیا گیا ہے بلکہ کہانیوں کی تعداد بھی (۵۲) کے بجائے (۳۵) کردی گئی ہے۔ برٹش میوزیم میں اسکے دو نسخے (۱۶۸۴۴ و ۲۴۰) اور انڈیا آفس میں بھی دو نسخے (نمبر ۵۷ و ۳۵۷) موجود ہیں۔

قادری کی کتاب ۱۸۰۰ء میں کلکتہ میں اور ۱۸۰۱ء میں لندن میں طبع ہوئی ہے۔ اسکا انگریزی ترجمہ ۱۸۰۱ء میں جالنس ہاڈن نے اور جرمن ترجمہ ۱۸۲۲ء میں ہوا ہے۔

سید حیدر بخش نے طوطا کہانی کے نام سے اسی کا ترجمہ کیا ہے جو ۱۸۲۵ء میں لندن

سے شائع ہوا اس کے بعد ہندوستان سے متعدد مرتبہ شائع ہوا ہے اسکا ایک مخطوطہ میرے پاس موجود ہے۔

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ غواصی کا طوطی نامہ نخشبی کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے۔ غواصی نے جہاں اصل کہانیوں میں کمی کی ہے وہاں نفس مضمون میں بھی اختصار کیا ہے اور کہیں حسب ضرورت بیشی بھی کی ہے۔ ذیل میں اصل فارسی اور غواصی کا ترجمہ ساتھ ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔

نثر فارسی

تاجری بود طوطی داشت گویا کار بار خانہ
بدو مفوض کردہ بود ہر چہ از صلاح و فساد
بدیدی واز دو بیدا و معائنہ کردی یکبیک
بدو باز نمودی وقتی تاجر جائی بہ تجارت
رفت چون مدت غیبت او دور و دراز کشید
زن او را بایکی از جوانا محلت سر ہی
خویش افتاد ہر شب او را در خانہ آوردی
و با او ہم بستر شدی طوطی آن ہمہ معائنہ
کردے امال زبان بغمزی نکشادی
و ہم جان تجاہل نمودی ....
بعد از چند گاہ تاجر در خانہ آمد طوطی ہمہ
احوال ماضی باز نمود مگر نکتہ عشق زن
پنہا داشت۔

نظم دکھنی

ستیا تھا جو سوداگر ایک بی نظیر
انھا اُسکنی ایک را داں گنبھیر
وفادار خوش فام شیریں کلام
ہنر غیب کی تہا سبچ ہیں تمام
کرے گھر کی سب دید باقی رہی
دیوے نیک و بد کی نشانی وہی
جیوں ایک دن او سوداگر نام دار
چلیا کرنی سوداگری ایک ٹھار
لگی دیس لی ایک پایا نہ آن
تہی جان اسکی عورت لگی تلملان
جوان اسکی باڑی میں تھا ایک خوب
لگاتی جو یا عشق اسسے دیکت خوب
لگی جیو لو گھر بلا بھیج اسے دن
کرے ذوق پھولوں سوں پر سیج اسوں
اور اداں جکیج ان کرے سو چھپا ہی
دلی مون نا پہ عورت کی ہرگز نپا ہی

مسندی شہپر انہیں لی گردان کر
نچانچ تیون چپ رہی جان کر
جیون آیا او سوداگر اپنی مقام
خبر گھر کی راوین کون پوچھا تمام
کہنکا جیچ تھا کہیا اسکی سات
ولی تیں کیا فاش کی بات

نثر فارسی

طوطی چون سخن اینجا رسانید با خجسته
آغاز کرد که بانون می ترسم نباید که
شوہر تو از سفر بیاید و تو از روی
شوی چنان شرمنده مانی که آن زن
زاہد از روی شوی شرمنده ماند پیش
از انکه صبح از مشرق ندمیده است
بر خیز و جانب دوست شو و شرم اشکنی
ولیکن خجسته در استعداد رفتن بود که
شوی او در خانه آمد و غوغا از غلام و کنیزک
برخاست که خواجه رسید و میمون از
سفر باز گشت خجسته بحکم ضرورت
چارو ناچار خوشی و ناخوشی در پای
شوی افتاده و میمون بعد از زمانی پیش
قفص طوطی رفت و از حال ماضی تفتیش

نظم دکھنی

کہیا او تکہ ای نار ہر کتھوں تو آج
تیری مشکل مقصود کوں دی رواج
شتابی سون جا یار کون شاد کر
پتی دل کی یاری تہ برباد کر
ژٹ دور کر دلمیں کا دندتا
میا د ایکا یک تجھی ہوی دغا
جیون دو دیھنی بیہتی تکلیدن
ہوی مستعد جاونی یار کن
شفق مشرق دہرتی ہوا پیدا ہوا
سو خوشی سون وتیں مرد پیدا ہوا
ہوی شاد سب گھر کی باندی غلام
چھپا نہیں بنگلا ستی اسکی تمام
پڑا یا مرد کا گھر منی جیسوں قدم
خوشی ناخوشی سون گڑا لیپین

کرد، طوطی گفت الحمد اللہ کہ تو بسلامت و
سعادت و بخانہ آمدی و در غیبت تو
خدمتی کردہ ام کہ ہیچ وقت کسی خدمت نکردہ
باشد، شنیدہ ترا از زحمت بکس مانع
شدہ ام و کل ترا از دست انبوہی
اوباشش نگاہ داشتہ ام اگر برسم
شکرانہ مارا از قفس آزاد کنی کیفیت
گذشتہ بگویم و سرگذشتی عجیب
باز نمایم میمون عہد کرد کہ ہم چنان کنم طوطی
احوال عاشق شدن زن او خجستہ
و بر زلیں زدن مشارک باز نمود کرفت
و کیفیت پنجاہ و دوم شب است کہ او اینکہ و
تدبیر و بدمہ و تزویر و فیلسوفی نگاہ
می داشتم و چشم برآمدن تو نہادہ بودم
الحمد اللہ کہ ہیچ چنین شبہین ضایع
نشد.................. میمون
طوطی را آزاد کرد و خجستہ را گردن زد و
خود سر تراشیدہ جامہ صوف در
پوشیدہ در صومعہ در رفت و بطاعت مشغول
شد۔

رکھی سیس جا مرد کی پاؤں پہ
بچا پلا سیج کی ٹھانوں پہ
ادب سات ہوا سکی آنکی کھڑی
خوشش آمد سون گفت کو یک گھڑی
چو زمیوہ گنج تہا سو لیا اس کہلائی
محبت کی پیالی سون مست پلایا سے
ہوا سو وہ گھر میں گھڑیاں تہیں چار
چلیا بعد از او مرد را دہن کی ٹھار
اٹھا بول ای طیر شیریں زبان
کیا صرف مینج بعد کیوں کہ بیان
تیرا لاڑ کس دہات خاتون چلا سے
تجی وقت بی وقت کیوں کام آئی
نہتی ہور بڑی گھر کی تھی کس طرح
میری دھیر بول ای موافق رفیق
اور روان کر اول ثنا ہور سلام
کیا خوش دل اسکا چلیا خوش کلام
کہی کا جکیج تہا سو کہ کہول کر
اٹھیا سیر وشتا سہ ہا نسو تا بولکر
کہ ای خواجہ میں تیر تھا غیب منی
کیا خدمت ایسی جو ولیا کوئی

کیا نہین تھی اسدور میانی اچھون
سنیا نہین تھی کوئی اسن مانی اچھون
منج آزاد اس پنجری تھی اگر
کریگا تو گونگا تجھی سب
کیا سنٹر اسون آئی دہانت اُن
سو بولن لگیا تب کہی خواجہ سن
جو تھی گہر کی خاتون تیری حلال
تیری بعد اپنین ترک سکے سنبہال
جو تہاڑی یہ چیڑ کہول کہڑکی نجانے
نظر کوئی پڑیا سو اسون عشق لائی
یکایک جو ہوئی عشق تہی بی قرار
چلی بار اول سو شارو کی ٹہار
کتنی مشورہ بہار جاتی بدل
تیرا ننگ ناموس کہاتی بدل
او شارو نمک کہائی تہی کر تیرا
نجانی دہی مانع ہوئی تیرا
سو ماری جوان پنکہ اسکی مروڑ
بزان آئی میری طرف اسکو چہوڑ
کہی دی خدا نکے جو مین بہار جاتون
توہی یار سون ایک گہڑی گم کرآؤن

تب اس باب میں دوراندیش کر
اسی کاج ہو آپسیں پیش کر
حکایات سنی کر گرفتار اسی
دیا گھر تی جانی تہیں بہار اُسی
صبا لگ سنا بیس لی ہر ریشا
توں آئی تلک تو رکھیا اس جتن
بڑی مشکل جو تیچ میرا تمام
نہ نا چیز ہو آئیا آج کام
ہی تو مرد اس کا او تیری حلال
تجیا بہائی تھوں رکھلی اسکوں اتال
خدا نتیں رہا کر جو ہیں یا نتی جاؤں
جو اس غم تہی فارغ ہو کیچ قدم پاؤں
کہ اس چھوڑیاں سوں نہ جیتا ہی کوئی
او جیتی انو تہی جیتی رات و ہوسے
سن او خواجہ یو قصہ ل سب تہی توڑ
دیا اس قفس میں تہی ر او نکیوں چھوڑ
جو غیرت کی آگ اسکی سینی لگی
ستیا توڑ عورت کوں یکبار گی
لٹا گھر فقیران کوں سب اکبار
لگی کہالی خرقہ صوفی کی سار

لگا انس حق سیتی چہت انس تہی
ہوا وانہ عورا تنکی جنس تہی
ستیا نفس کا کاڑ دل تہی شنم
کیا صرف طاعت سون باقی جنم

نثر فارسی

طوطی گفت در غرایب اسمار و عجایب
اخبار چنین دیده ام که در بنی اسرائیل
زاهدی بود زنی داشت و پسران زاهد
روی بطلب نفقه از خانه بیرون آمده با
مردی حال خود باز نمود آن مرد در یکدست
یکدرم حلال داشت و در یکدست ده درم
حرام گفت ای زاهد که کرد حلال ضرورت
کرد او را یا حرام چه کند او همان درم
حلال بستد و روان شد صباوی چند
روز پیش ازان مرغی هفت رنگ گرفته
بود و بدست هر که می فروخت چون
خریده در خانه می برد و از دست رها میکرد
مرغ می جست و بچشم او می کشید

. . . .

زاهد چون دید که کارخانه او ساخته و اسباب
کاشانه او پرداخته گشت گفت از دور اعله

نظم دکہنی

سنیا ہوں جو یک کوئی زاہد گہنیر
اتہا نہ ہیں آپ تھی بی نظیر
یک عورت تہی اس وہو بیٹیاں انک
ولی تہا او تہنوا د طالع ہیں نیک
گذرتا اچہی اس پہ فاقہ مدام
بغیر از حلال ان نکہا دی حرام
سلم بہر یا بیٹوا ای سون گہر
سو یک رات سپنے ہیں وقت سحر
بشارت دیئی کوئی آ اس کو صبا
کہ ای جو گذرتا ہی تج پو جفا
گر آج اٹ جا تون صحرا کی وصیر
انکہیاں کہول کر دیک چو پہیر پہیر
پنکی ہفت رنگی لی کوئی تا گہان
شکاری ملیگا تجی ایک دہاں
لی اس پاس تہی اونکی مول توں
ولی بہی کسی دہر نکو بول توں

بدست آمد اکنون به این نیست که قصد خانه کعبه
کنم و محرم سعادت ابدی شوم زن را
وصیت کرد گفت باید که تو در غیب من
چنان باشی که زنان نیکو سیر باشند
بی مصلحتی از خانه برون نیائی و در بام و
دریچه نظر نکنی و بالاتر وی د غم مرغ و غم
پسر من بواجبی بخوری۔

کہ جب گھر منی او جفا ور اچھی
تو نعمت سو بھر دایم او گھر اچھی
چلیچ ھمین خواص اس پنکی میں تمام
انگی دن یہ دن ہوئیگی تجکوں فام
جیون اسدہات کا خواب اسکوں ھوا
گزاوت اسی وہات او نیبوا
جو صحرا کیدھن سیر کرتا چلیا
سو ناگاہ وان یک شکاری ملیا
نظر جیون پڑی اس پنکی پہ سو وین
لیا مول جاتی ندہی ھور کیئن
خوشی سات پھر وان تھی آیا جو گھر
کی عورت اس مرغ کوں دیکہ کر

....

لگیا پرنی جیون مرغ پنکہ جھاڑ کر
جھڑی دور تن سو لیا کاڑ کر

....

کتیک نو بہار ھور کتیک خزان
خوشی سات گذران کر بعد ازان
مراد اپنی حاصل ھوی دیکہ کر
نیت حج کی او زاہد نیک سر کر

کہیا اپنی عورت کی دہر کہول حال
کہ واجب ہوا منج اپرال اتال
جو کچی کی اسباب کا سج کردن
اپس وانلگ اپنے سون ہو حج کردن
حیات سات رک اپسین گردانکر
نکو خاطر اپنا پریشان کر
اچ اس مرغ کی حفظ میں رات دن
نہ غافل ہو فرزند تھی ایک چھن

کلام پر ریویو | غواصی کی دو مثنویاں پیش کی گئی ہیں۔ ایک تو اس زمانہ کی تصنیف ہے جبکہ شاہی رسوخ حاصل نہیں ہوا تہا اور یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ جوانی کے عالم میں تہا۔ کئی ایک شعرا کہن سال موجود تھے۔ اور دوسری تصنیف اسوقت ہوئی ہے جبکہ وہ شاہی دربار میں رسوخ حاصل کرچکا تہا اور اس کی حیثیت نہایت اعلیٰ اور ارفع تھی۔ جوانی کا عالم گزر چکا تہا پیری کا زمانہ تہا ہمعصر شعرا میں کوئی مدمقابل نہیں تہا۔

دونو مثنویوں میں جو بات مشترک ہے وہ یہ ہے کہ دونو فارسی قصوں سے دکہنی نظم میں ترجمہ کی گئی ہیں۔

پہلی تصنیف کے وقت وہ غریب تہا افلاس میں گزر ہوتی تھی۔ دوسری مثنوی کے وقت وہ مال ارتھا عزت اور شوکت سے بسر ہوتی تھی۔ دُنیا دیکھ چکا تھا دُنیا اور اہل دُنیا سے مستفید ہوچکا تہا گوشہ گیری کی جانب طبیعت مائل تھی۔ پہلے جوانی کا غرور قابلیت کا گھمنڈ تہا تو دوسری میں پیری کی فروتنی اور انکساری آچکی تھی

دونوں مثنویوں کے مطالعہ سے ان تمام امور کا اظہار ہوتا ہے پہلی مثنوی بتاتی ہے کہ

غواصی کس طرح مغرور ہے۔ اظہار خود ستائی کے ساتھ ساتھ دوسروں کو ہم پایہ نہیں خیال کرتا اگرچہ کسی خاص شاعر کا نام نہیں لیتا مگر کہتا ہے کہ شاعری کا تمام انحصار اسی کی ایک ذات واحد سے وابستہ ہے۔

دوسری مثنوی میں اپنے دنیا دار ہونے پر افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اور فیصلہ کرتا ہے آئندہ سے نظم نہ کہے گا۔

غواصی کے کلام میں ہندی الفاظ زیادہ پائے جاتے ہیں۔ کلام سادہ تصنع سے پاک ہے۔ بیان کی دلکشی اور صفائی قادر الکلامی کے شاہد ہیں۔ اسکے مطالعہ سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کا مصنف اپنی شعرائی کے لحاظ سے کتنا بلند مرتبہ رکھتا ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں غالباً انجمن ترقی اردو میں اسکا نسخہ موجود ہے۔

مثنوی مصیبت اہلِ بیت ؟

یہ مثنوی انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے نمبر (۳۲۲ بلوم ہارٹ)۔ ورق (۵۱) سطر (۱۳) تقریباً چھ سو شعر کی یہ مثنوی ہے نسخ میں لکھی گئی ہے۔ بلوم ہارٹ نے اس کے مصنف کا نام حسین احمد بتایا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ غالباً اس نے مثنوی کے آخری شعر سے یہ نام اخذ کیا ہے مگر وہاں حسین سے حضرت امام حسینؑ مراد ہیں اور احمد مصنف ہے۔

احمد قطب شاہی عہد کا شاعر ہے سلطان محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے اسکا تعلق تھا ابن نشاطی نے پھول بن میں احمد کا نام بھی لیا ہے۔ مولف "پنجاب میں اردو" نے اسکی ایک مثنوی لیلیٰ مجنوں کا ذکر کیا ہے۔ جو سلطان کے حکم سے لکھی گئی تھی۔

انڈیا آفس کے اس مخطوطے سے مثنوی کا کوئی نام ظاہر نہیں ہوتا نفس مضمون کے لحاظ سے میں نے مندرجہ بالا نام دیا ہے۔

مثنوی میں نہ تو حمد ہے اور نہ مصنف نے اپنے متعلق کچھ صراحت کی ہے ہر مضمون کے جدا جدا عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔

چند عنوانوں کی صراحت کی جاتی ہے۔

(۱) قصہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم

(۲) قصہ شاہ مرداں مرتضیٰ علی علیہ السلام

(۳) ذکر امام حسن علیہ السلام

(۴) ذکر رسیدن جمیع اہل بیت علیہ الائمہ

(۵) ذکر رسیدن عبداللہ علیہ السلام بکوفہ

(۶) ذکر فرزندان عبداللہ مسلم

(۷) ذکر شہید شدن حُر و برادران حُر

اسکے بعد کربلا کے متعلق عنوانات ہیں شہادت امام حسین اور شامی فوج کی واپسی پہ کتاب ختم ہوتی ہے۔

پہلے عنوان کے تحت صرف تین شعر کہے گئے ہیں یعنی۔

سنو قصہ مصطفے کا جو ہے سرو انبیا — جنکی واسطے پیدا ہوا دونو عالم دین دُنیا

جن کا ناؤں ہے عرش اوپر رحمۃ للعالمین — اول ان کوں پیدا کر کر بعد از کینا دنیا دین

دنیا میانے روشن ہو کرامت خاطر و کرسے — امین اللہ سو وفات پا جا کر جنت میں رہے

ان ابتدائی اشعار سے اس کو زمانہ مابعد کی تالیف قرار دیا جا سکتا ہے مگر دیگر نمونوں سے واضح ہوگا یہ اسی قطب شاہی عہد کی تصنیف ہے۔

دوسرے عنوان کے تحت بیان کیا گیا ہے کہ ابن ملجم ایک عورت پر عاشق ہوا اس نے اپنے مہر میں حضرت علیؑ کا سر طلب کیا۔ چونکہ ابن ملجم بہادری سے جنگ کر کے حضرت علی پر فتحیاب نہ ہو سکتا تھا۔ اسلئے چھپ کر آپ کو شہید کیا۔

تیسرے عنوان میں بتایا گیا ہے کہ امام حسنؑ نے جنگ نہ کر کے معاویہ کو سلطنت دیدی مگر یزید نے آپ کی عورت کو لالچ دیکر آپ کو زہر دیدیا۔

آخر میں سنہ تصنیف وغیرہ کچھ نہیں ہے اور نہ تاریخ کتابت البتہ کاتب کا نام محمد قاسم درج ہے۔

اگرچہ ہمارے پاس کوئی ایسے یقینی شواہد نہیں ہیں جن کی رو سے اسکو قطب شاہی عہد کے احمد کی تصنیف قرار دیجائے مگر طرز عبارت کے لحاظ سے اسمیں شک نہیں کیا جا سکتا کہ یہ قطب شاہی عہد کی تصنیف ہے۔

کلام کا مزید نمونہ حسب ذیل ہے۔

قصہ شاہ مردان مرتضیٰ

اول قصہ لکھوں شہ کا سنو لو کان دیندار   جینی کاتی کافر بیچہ ہوا اسلام تو قرار
ناؤن جگت میں دونو روشن ہی علی کا یر قرار   تھا پیارا مصطفیٰ کا اپی حیدر شہسوار
کئی یا دن موچھکری سار فتح کر اسد اللہ ناؤں پایا   تاج دار ھل اتیٰ کی بدل کی خطاب جسکون ناؤن آیا

اتھا ملجم یک حرامی جتو شہ کی لی کیپیا   دیکھیا عورت یک چھچی پر عاشق ہو کر وان رہیا
دیکھی عاشق ہوا بیچہ سنپیر یا بہچاندی منی آ   کہی نین کام توں کر پتو ہوی موہی جیو کا شا

بولی میری مہر میانی یک سو باندی سب غلام   سوا زر تین ہزار سیم لیاؤن بیکی کر تمام
سر حیدر نیر او دشمن تن کا سیر جب لیا ویگا   تو اسی وقت خوشیاں ستی منجسون ملنی پاویگا

اصحاب ساری لاکی رونی کہی سب مل یا امام   لیو خلافت تمی اپنی ہمی راضی ہیں تمام
کر زیارت مرتضیٰ کی ہوئی منبر پر سوار   شمسیا توحید سارا عالم دئی بیعت کہی ہزار
شہ کا دشمن تو مینہ کا کر ماری گردن اس وقت   تا قیامت جلنا اگین لکھیا تھا یوں اسکی بخت

دیکھو یاران معصومان پر وقت کیسا آپڑیا   پردیس جا فی طفلان او پر کیسا مشکل اکھڑیا
دونو فرزند مسلم کی انہی چھپ کر قاضی پاس   ڈو کر قاضی کا پریا گھر سون بکہرا پنی جیو کی پاس
کوتوالیانی لائی پکڑ کر عبید اللہ کون دی خبر   بھیجیاں ان کون بندی خان کھیا راکھو قید کر

تو حرم کون بلا اپنی شہ وصیت کئے تمام — رونا پیٹنا زاری کرنا مومنان کون ہو حرام
ولی میری سکینہ آج اینتیم ہو یگی اس وقت — میری بعد از یتیمان پر غصہ کرنا نا سخت
ہمیں سکت چوتا تی پائن شہادت پاہیں — ہمنا خاطر دشمناں میں زاری کرنا نا تمن

دکھلا فرزند پیاسا اپنا بھوت پاتان کئی امیر — ولی ملحد لعنتی او بھر کشہ شد سون مایا تیر
بیٹیا تیر آ اس طفلکوں سمت بار و شہ کا ہات — تلملا کر جیو دتیا دھان او طفل نی اہی سات

نزدیک تھا تو ہو دی لشکر کافر الکاتل اوپر — تو عمر نی ابن غالب کون بھیجا لیر نی علی پر
ہزاران سلاح . . ابن غالب آیا کافر پر نی او — ایکچ ہات مار اکبر کیتا اسکون ٹکری دو
محکم طفیل ہو ابت نوفل عمر سعد نی بلا کر — دو ہزار سوار دیکر بھیجا لڑنی خاطر علی پر
جو گرد سون آکر گھیری علی شہ کون کافران — یکجوان پر حملہ کرآ کی دو بدیہ کی و زیران
جو اکبر تیز ہی تحمیل کرا نکی ہو کر جا پری — دی شکست وال دو ہزار کون پری فوج میں جا پری
سمیت او فوج پیچا لیا کر عمر ابن سعد اوپر — ساری فوجاں ہیبت کھا کر ہوی کافر تل اوپر

پھر جوش ہو علی اکبر کا فران پر جا پری — تو گرد کر سب بدیہ ہی تیر تفنگ سون آلہ ہی
پیادی ہور سواراں سارے مار توڑی یکبار تمام — تو زخمی کر علی شہ کون کیتی کافراں کا کام
ماریا نیزہ ابن نمیر نی علی شہکوں اس وقت — پچھیں منقل ابن مرت زخم کیتا آ سخت
اس زخم سون علی اکبر تیری یا سینی کپر ری — یکجوان پر فوجاں جور کر سب ملکی کافر آ لڑی

لیکن سیمون کوئی میانی ملحدا نی جس وقت — پیری چل سب عزیزان ہوا انیکا دایا حسین
بلا کیسی کربلا میں پری شاہان تیغ اوپر — پیچ ہلالان تیری نکیاں ہوانہ ہارا یا حسین

سن خبر یو مصطفی سون جگت تھا را تھا ملول تو سب پلکون ھوا غم یو دھر دو بارہ حسین

اکیلا دیک زنگی میانی دغا دیتی کیتے کیوں ڈوبتی کر تیر تفنگ کا کیتے مارا یا حسین

تس دن رو رو حسین احمد بولے جسکوں شہ کا غم او بھی رو رو آپین غم سون ھو بیچارا یا حسین

اس مثنوی کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

مثنوی پھول بن

اس مثنوی کے تین مخطوطے یورپ میں ہیں۔

(۱) انڈیا آفس (بلوم ھارٹ ۱۰۳) ورق (۱۳۳) سائز ۱۳ × ۸ ½ سطر ۱۱۔ خط نسخ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

(۲) انڈیا آفس (بلوم ھارٹ ۱۳۴) ورق (۵۷) سائز ۹ ¾ × ۵ سطر (۱۷) خط نستعلیق۔ کاتب حاجی محمد رضا ولد مراد بیگ ابن محمد کریم مازندرانی تاریخ کتابت ۱۱۳۲ھ

(۳) رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن نمبر (۲۹۱/۸۱) ورق (۸۳) سطر (۱۱) سایز ۸ × ۵ خط نستعلیق تاریخ کتابت ۷ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ بمقام کرگٹ پالہ۔

بلوم ھارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"دکنی مثنوی مصنف ابن نشاطی، یہ فارسی کتاب بساتین کا ترجمہ ہے اسکی تصنیف ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۵ع) میں بزمانہ عبداللہ قطب شاہ ہوئی ہے کتاب کے نام اور تاریخ تصنیف کو بھی مصنف نے نظم کیا ہے۔"

اسپرنگر اور کرنل میکنزی نے ابن نشاطی کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔ اسٹوارٹ کی فہرست میں اگرچہ پھول بن شریک ہے مگر ابن نشاطی کے متعلق اس نے بھی کچھ صراحت نہیں کی ہے صرف بساتین سے ترجمہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ البتہ ڈی ٹاسی نے کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے۔

"ابن نشاطی دکن کا شیعہ مسلمان ہے پھول بن اسکی تصنیف ہے اس میں پریوں کا افسانہ ہے فارسی کی ایک کتاب بساتین سے اسکا ترجمہ

ہوا ہے بقول اسٹوارٹ اس کی تصنیف ۱۶۴۹ء (۱۰۵۹ھ) میں ہوئی
ہے انڈیا آفس کے نسخے سے ۱۰۶۲ھ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ نسخہ (انڈیا آفس کا)
عمدہ تصویروں سے مزین ہے۔ طوطی نامہ بھی اسی شاعر سے منسوب
کیا جاتا ہے یہ ۱۰۴۹ھ میں لکھا گیا ہے۔"

اس مثنوی کے نام اور مصنف کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ سنہ تصنیف میں
کسی قدر غلط فہمی ہوئی ہے۔

اسٹوارٹ نے پھول بن کی کوئی تاریخ نہیں لکھی ہے بلکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کا عہد
ظاہر کیا ہے اور اس کے حکومت کو (سنہ ۱۶۴۹ء تا سنہ ۱۶۵۳ء) بتاتا ہے۔ ڈی۔ٹاسی کی ذاتی
رائے کچھ نہیں ہے۔ آغا حیدر حسین صاحب اور خود میں نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں
ذیل کے شعر کے مدنظر ۱۰۶۶ھ قرار دیا ہے۔ حکیم شمس اللہ قادری نے بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے

اتھا تاریخ لایا تو یو گلزار　　　اگیارہ سو کون کم تھے بیس پر چار

مگر یورپ کے مخطوطوں کے لحاظ سے اس کی تصنیف ۱۰۶۶ھ میں ہوئی ہے جہاں کے تینوں
نسخوں میں شعر اس طرح ہے۔

اتھا تاریخ لایا تو یو گلزار　　　اگیارہ سو کون کم تھے بیس پر چار

ڈاکٹر محی الدین قادری مولف اردو شہ پارے نے بھی اسی سنہ سے اتفاق کیا ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ مصنفین یورپ نے ابن نشاطی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے
صرف سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا شیعہ شاعر ہونے اور اس کی تصنیفات کے
بیان پر اکتفا ہے۔ مشرقی تذکرے بھی ساکت ہیں۔ پھول بن سے جو حالات واضح ہوتے ہیں
ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا ایک معزز عہدہ دار تھا۔ نثر نویسی
میں مشہور پھول بن کے پہلے شعر گوئی کی کوشش نہیں کی تھی اور نہ وہ غزل گو شاعر تھا صرف
مثنوی سے شہرت کا خواستگار ہے۔ وہ کوئی امیر کبیر یا ملک الشعرا کی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔

وہ اپنے عہد پر خوش اور قسمت پر شاکر ہے۔ وہ اپنے ہمعصر شاعروں سے اپنے کلام کا داد نہیں چاہتا۔ اپنے پیش رو شعرا فیروز، محمود، خلیلی، احمد اور شوقی کا معترف ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس کا ارادہ اپنے یادگار کوئی تصنیف چھوڑنے کا تھا مگر جب ایک فارسی قصہ "بساتین" نظر سے گذرا تو اسی کو دکھنی میں منتقل کرنے کے قابل پایا۔ ۱۰۶۶ھ میں تین ماہ کے عرصہ میں سترہ سو شعر لکھکر پھول بن نام رکھا۔

ابن نشاطی کا نام کیا تھا وہ کس کا فرزند ہے کب تولد ہوا کب انتقال ہوا یہ تمام امور پردۂ اخفا میں ہیں۔

اس کے تصنیف میں ایک تو پھول بن اور دوسری طوطی نامہ مشہور ہیں۔

طوطی نامہ کا وجود بالکل کم بلکہ نہیں ہے۔ اس لئے بعض صاحب اس کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔

یورپین مصنفین میں صرف ڈی تاسی نے طوطی نامہ کا ذکر کیا ہے مگر اس کا جو سنہ بتایا ہے اس کے لحاظ سے وہ غواصی کا ہی طوطی نامہ ہے۔ بہرحال جب تک اس کا کوئی نسخہ پایا نہ جائے اس کے متعلق کسی صحیح رائے کا اظہار نہیں کیا جا سکتا۔

پھول بن میں پہلے حمد ہے۔ پھر مناجات۔ اس کے بعد نعت۔ پھر منقبت خلفا راشدین حضرت امام حسین کی مدح۔ پھر بادشاہ کی تعریف پھر سبب تالیف مثنوی۔ ان تمام کے بعد اصل قصہ کا آغاز ہوتا ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ ایک شہر کنچن پٹن کا بادشاہ ایک درویش کو خواب میں دیکھکر اس کا عقیدت مند ہو جاتا ہے۔ بڑی تلاش کے بعد اس سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ بادشاہ کو قصے سنایا کرتا ہے۔ ایک قصہ میں بیان کرتا ہے کہ کشمیر کے بادشاہ کے باغ میں ایک پھول کا پودا تھا جس پر ایک بلبل شیدا تھا روز آکر چھیڑتا پھول کملا جاتا۔ اس کی وجہ دریافت ہوئی۔ بلبل گرفتار ہوتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ وہ ختن کے سوداگر کا لڑکا ہے ایک زاہد کی دختر پر عاشق ہوا دونوں کی ملاقات ہوتی تھی جب

زاہد اس سے مطلع ہوا تو اس نے بد دعا کی جس کے باعث وہ پھول ہو گئی اور یہ بلبل بن گیا۔ بادشاہ ان پر اسم اعظم کی انگوٹھی کا پانی چھڑکتا ہے وہ اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں اور بادشاہ کے درباریوں میں شامل ہو جاتے ہیں بادشاہ ان سے قصے کی فرمائش کرتا ہے وہ قصے بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح قصے در قصے ہیں۔ آخری قصہ ہمایون شاہزادہ مصر اور سمنبر شاہزادی عجم کا ہے۔ اس کے بیان پر اصل قصہ ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد خاتمہ کا عنوان ہے اس پر مثنوی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں سمنبر کی شادی کے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں جن کی صراحت آگے درج ہوگی۔

بطور نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

حمد و نعت منقبت کے اشعار:۔

اول میں حمد رب العالمین کا ۔۔۔ دل و جان سوں کہوں جان آفرینکا

خداوندا تجے ہے جم خدائی ۔۔۔ ہمیشہ تجکون ساجی کبریائی

محمد پیشوا توں سروراں کا ۔۔۔ اسے سرخیل سب پیغمبراں کا

زباں کو منقبت کے سات کھولوں ۔۔۔ نبی کے جانشین کا مدح بولوں

ولیاں جیکے ستارے ہیں علی یاں ۔۔۔ ولایت کے ولایت کا ہی سلطان

بادشاہ کی تعریف۔

کروں تعریف میں اس تاج ور کا ۔۔۔ سمجھتا ہے جنے قیمت گہر کا

شہاں کا شاہ عبداللہ غازی ۔۔۔ اچھو جم جق سوں اس کے پیش بازی

صلابت آج تیرا اسے سجانی ۔۔۔ کریا ہے دشمناں کی لہو کوں پانی

مثنوی کے فارسی سے ترجمہ کرنے کے متعلق لکھتا ہے۔

بساتیں جو حکایت فارسی ہے   محبت دیکھنے کی آرسی ہے

عبارت سب کسی دو نیں سمجھتا   کہاں مشکل عبارت کس سمجھتا

تیتے ہے فارسی میں دستک آج   نکرسی ترجمہ بھی کوئی تجہ باج

اسے ہر کس کتیں سمجیا کون توں بول   دکھن کے بات سوں سارا یاں کون کھول

پھول بن کے جنگ کا انداز ملاحظہ ہو۔

یکایک دو طرف فتنہ اٹھیا جاگ   اٹھی دو دھرتی جھبکہ یکی سلگ آگ

ملی دھر حال آکر اجبہ ہا دو   ہوی دو دھرتے لٹ پٹ بلا دو

سلح پوشاں کی یوں دستی تھی فوجاں   مگر کیا تھر کے دریا پو موجاں

دلیراں کے دسے یوں تن پو جوشن   غضب کے اگ جیوں کیتی ہیں روشن

ہواں چار آئینہ سوں مل دسے یوں   اگن پانی میں تے نکلی اچھی جیوں

کھڑا ہو قایم اپنی پانوں کوں کر   دسیا صف ہو کے جیوں سد سکندر

نکل آ یک تازاں دو طرف سوں   ہوی آنکے چھین کر اپنی صف کوں

اول تندور پر جھبکہ یکی جیوں آئی   اگن وین تیر کے لک پانسوں سلکائی

دلیر یوں دلیراں ہات میں ہات   ملائی کر زرہ ہور شمشیر کے سات

لگے سٹنے سراوپر دو اسر کاں   کنکوریاں پہ سیں جیوں چور سرکاں

ٹھٹا کھن دیکہ ہور سنکر کھنا کھن   لئی داتاں میں انگلی ادھرت کھن

لگیا تیراں سوں ہور بھالیاں سوں آکام   گئی چھاتیاں کی سب پٹیاں کوں پیغام

بتی تیراں سہی سینے کے سیراں   جھجر ہو کر رہی سینے کے سیراں

ہوا ایسا شتاشف ہور شتافش   زمانہ کھابہ ہو کر کیا غش

تماشا ر دیرو آنکھوں کر آنکہ
یکیک کے پاسنی میں سوں دیکھیں جہانکہ

تنک کی ٹیک چھاتے ہیں خنجر مار
بلوکر کار سٹی تھے دلان بھار

منہیں تیران رھی سو لک دستی یوں
ھتیان کاندھی لتی ھیں موں منی جیوں

دلیران تنکوں لک تیران پیری سو
نظر تل سار سل ھو کر دسی دو

دھنک سوں تل دس آیا یوں ھر یک تیر
کمر کیا قوس میں آیا اھی تیر

تیر بیٹھیا سو ھر یک سیس کوں پھوڑ
دسی یوں مغز کا جیوں طھو کھریا مور

یتی رکری کنٹی جھکری تلین اس
یتی ھو چور کنٹی رکری تلین اس

بھریا تھا سب ھوا رو جانسوں جان تان
وجودان تل زمین دستی نہ تھی کان

دریا ھو کر ابلنی کوں لگیا خون
اجل کچوا کہ جا بیٹھی بھرا موں

ھوا استھار پر عالم تیا ٹھار
چلیا دیکہ ھو کہ عزرائیل بیزار

کیا چھپ کر دھلار یکی تل آسمان
ھوی غائب نظر میں سوں چندربھان

ندیک سک کر یو فتنہ ھور یو جنگ
دنیا جینی سوں اپنی آئے تھی تنگ

بھیا جو مصر پا تیر فتح سکا باو
کنار یکیوں لگیا مقصود کا ناو

دیکا یا مصر کے شہکی دلیران
ڈٹا کر دلمیں جیوں بیٹھی دشیران

پھرایا دین ملک آس شہ کا سر بل
سو پاھی مصریان یکبارگی بل

خدا تی فتح ایسا مصریان پائے
جو وانکی شاہ کوں جیتا پکر لیائے

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے یورپ میں پھول بن کے تین نسخے ہیں ان میں جزوی اختلافات اشعار کی کمی اور زیادتی تقدیم اور تاخیر ہی ہے۔ مثلاً جزوی اختلاف :—

نسخہ ع۱۰۳

ازل سمجھی نہ تیرا کچ ہدایت
ابد بوجھی نہ تیرا کچ نہایت

تیری تعریف کا انچا ہے پایا
خدا اقران میں تجکوں سرایا

نہ تھا ثانی اسی روئے زمیں پر
سب اسکے ضبط میں تھا بحر و بر

نسخہ ۱۲۲ے

ازل کوں نیں سمجھ تیرا ہدایت
ابد کوں فہم نیں تیرا نہایت

تیرا تعریف کرنے کس کو حد ہے
توں ہی ارواح آدم سوں جدے

نہ تھا ثانی اسی روئے زمیں پر
تھی اسکی ضبط میں سب بحر و بر

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا نسخہ انڈیا آفس کے نسخہ ۱۲۲ے کے مطابق ہے۔ اشعار کی کمی بیشی ابتدا میں بہت کم ہے جس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ خاتمہ مثنوی پر نسخہ ۱۲۲ے میں صرف چار شعر ہیں اس کے برخلاف نسخہ ع۱۰۳ میں زیادہ اشعار ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

کیا یو ابتدا دیکہ ماہ رجب
یو پچھلیں تین گھنی لک لکایا
مشقت سوں بہوت ٹل دھوی پہ
کنت میں آئی سو یکبارہ پتیان
اچھو شہ کوں مبارک پچھو لبن یو
انو پر بھی اچھو دایم مبارک
لکھنا ریکوں جم بخشد سعادت

کمالیت کوں پہنچیا عید کوں سب
پنم کا چاند ہو پورا تو آیا
کتک دنکوں دسیا یو شک ہو تم
ہوئی سترا سو لوپوے سب چار پتیاں
نظر میں تم اچھو شہ کی چمن یو
جو کوئی اس باتکا دھرتا ہی پارک
دیوی دایم پڑھنا ریکوں راحت

مسلمانان سوں یوں اسیدھی مج   سخن داناں سوں یوں اسیدھی مج

کریگی تو پیرا یو پھولبن سیر   کھو یکبار اچھو کر عاقبت خیر

کیا ہیں ختم خاتم کی اسم سوں

محمد مصطفےٰ مولی العجم سوں

اسکے برخلاف نسخہ نمبر (۱۲۳) میں حسب ذیل صرف چار شعر ہیں۔

کیا سو ابتدا دیک ماہ رجب   کمالیت کوں انپڑیا عیب کوں سب

یو پھولبن تین تھی لگ لگایا   پنم کا چاند ہو پورا تو آیا

مشقت سوں بہوت دل اہو ہوا پر   کتک دن کوں دسیا یو شک ہو تر

کیا ہیں ختم خاتم کی اسم سوں

محمد مصطفےٰ مولی العجم سوں

انڈیا آفس کے دونوں نسخوں میں جو سب سے بڑا اختلاف ہے اور جس سے دوسرے نسخے خالی ہیں وہ شمیر کے شادی کے حالات کی زیادتی ہے۔

دیگر تمام نسخوں میں ذیل کے عنوان کا:—

جواب نامہ شاہان کا جو اپڑیا ملک آرا کہیں   اسے عنوان تے دونوکوں کرے شہزادیہ ہو رانے

اختتام اس شعر پر ہوتا ہے۔

عدالت کار کہ اپنی سیس پر تاج   فراغت سوں سدا کرتا رہا راج

اس کے بعد مصنف اپنے متعلق بیان شروع کرتا ہے اپنی مثنوی کے خوبیوں کا اظہار کرتا۔ اپنی غزل کا نمونہ پیش کرتا ہے اس بیان کے (۱۶) اشعار کے بعد مثنوی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر نسخہ کلکتا میں عنوان بالا کے بعد اسی سلسلہ میں (۱۴۳) شعر کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ اضافہ "عدالت کار کہ اپنی" الخ کے بعد ہوا ہے۔ اس کا لکھنے والا ابن نشاطی نہیں ہے بلکہ ایک

دوسرا شخص ابن جعفر (محمد حیدر) ہے۔

اس کے متعلق کسی قدر تفصیل مناسب معلوم ہوتی ہے:—

جنوبی ہند میں کڑپہ ایک شہر ہے جو کبھی سدھوٹ سے بھی موسوم تھا۔ یہاں کا قلعہ اور اس کے قلعہ دار جنوبی ہند کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں رحیم خاں یہاں کا جاگیردار مقرر ہوا۔ رحیم خاں کے آباء و اجداد بیجاپور کے امراء تھے۔ ان کا جد اعلیٰ بہلول خاں ایک نامور شخص تھا۔ علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷ھ تا ۱۰۸۳ھ) کے زمانہ میں رحیم خاں قطب شاہی اور اس کے دو بھائی اعظم خاں اور کریم خاں مغلیہ ملازمت میں داخل ہو گئے۔ رحیم خاں کے بعد اس کا فرزند نیکنام خاں اس کی جگہ مقرر ہوا اور اپنے دائرہ حکومت کو وسیع کر لیا۔ اس عرصہ میں عادل شاہی اور قطب شاہی سلطنتیں حکومت مغلیہ میں داخل ہو چکی تھیں۔ نیکنام خاں بھی فوت ہو گیا۔ عالمگیر کے بعد اس کے فرزندوں کی لڑائی میں کریم خاں اور اعظم خاں بھی مارے گئے۔ آخرش مغلیہ حکومت کی جانب سے عبدالنبی خاں ولد کریم خاں سدھوٹ کا جاگیردار بنایا اور اس کے خاندان نے ۱۱۹۱ھ تک تقریباً خود مختارانہ حکومت کی۔ عبدالنبی کے فرزند عبدالحمید خاں (متوفی ۱۱۵۹ھ) کے عہد میں اس کے رشتہ دار کریم خاں کے ایماء سے محمد حیدر جو ابن جعفر سے موسوم ہے منبر اور ہمایوں کی شادی کے متعلق پھول بن میں اضافہ کیا ہے۔

ابن نشاطی کی اصل تصنیف کے تقریباً ایک سو برس بعد اس کا تکملہ ہوا ہے چونکہ قلعہ داران سدھوٹ کے مخطوطات کا علیحدہ ذکر کیا گیا ہے اس لئے یہاں مزید صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

افسوس ہے کہ یورپ کے کتب خانوں سے فارسی کتاب موسومہ "بساتین" دستیاب نہیں ہوئی ورنہ مقابلہ پیش کیا جا سکتا۔

انڈیا آفس کا نسخہ ([illegible]) باتصویر ہے (۲۴۳) بہترین تصاویر ہیں جو آرٹ کے لحاظ

سے قابل تعریف کہے جا سکتے ہیں بعض کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مجلس نشاط گرم ہے اور سلطان ابن نشاطی سے مصروف کلام ہے۔

(۲) ابن نشاطی اپنے مکان میں مصروف کتابت ہے مکان سے ملحق باغ اور تالاب ہے ملازم دست بستہ استادہ ہیں۔

(۳) سلطان خانہ باغ میں رونق افروز ہے بہترین باغ ہے۔ حوض میں فوارے چل رہے ہیں سلطان مصاحبین سے ہم کلام ہے۔

(۴) مسجد میں چند زاہد مصروف عبادت ہیں۔

کسی تصویر میں جنگ کا سماں پیش کیا گیا ہے کسی میں برات کی روانگی کا کسی میں ضیافت کسی میں محفل عقد کسی میں محفل نشاط کسی میں جنگل بیابان کسی میں دریا سمندر غرض کہ یہ تصاویر بھی اپنے زمانہ کا تمدن اور معاشرت کا اچھا خاکہ پیش کرتی ہیں۔

کلام پر ریویو

ابن نشاطی کی ایک مثنوی دستیاب ہوتی ہے دوسری مثنوی طوطی نامہ کہی جاتی ہے ممکن ہے کوئی اور بھی تصنیف ہو مگر اب تک تو یہی دو معلوم ہیں۔ ان میں بھی ایک نایاب ہے۔

پھول بن میں صنائع و بدائع لفظی و معنوی کا استعمال بہت ہوا ہے ساری مثنوی مرصع ہے۔ اس کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس قدر کد و کاوش کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ مصنف نے خود بیان کیا ہے علم معانی کے اصول کے موافق انتالیس قسم کی خوبیاں پیدا کی گئیں ہیں۔ مختلف واقعات کے جو مناظر مثلاً چاندنی رات۔ نیند کی خوبی۔ اور فن شکار کی اصطلاحیں جنگ کے حالات۔ بزم کے واقعات وغیرہ جس خوبی اور عمدگی سے نظم کئے گئے ہیں وہ ابن نشاطی کے قادر الکلامی پر کافی دال ہیں۔

مثنوی کی زبان اور اس کا انداز بیان اس کی سادگی بھی قابل ستائش ہے غرض کہ اپنی

گونہ گوں خوبیوں کے لحاظ سے دکھنی مثنویوں میں اس کا خاص درجہ ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ابن نشاطی غزل گو شاعر نہیں تھا مگر اس نے اپنے قادر الکلامی کے لئے ایک غزل بھی کہی ہے جو پھول بن میں شامل ہے اس کو بھی پیش کر دیا جاتا ہے

اہے تازہ چمن پیوستہ میرا ‏ ‏ ‏ شگفتہ ہے سدا گلدستہ میرا

لطافت میں ہے جیوں خوباں کی ابرو ‏ ‏ ‏ ہر یک مصرع جو ہے برجستہ میرا

دیا ہے جگ کوں رونق یکطرف سے ‏ ‏ ‏ ہے یو بازو جو دو رستہ میرا

بہوت خوں جگر کہا کر ہوا کل ‏ ‏ ‏ کلی نمنی جو تہا دلبستہ میرا

کرم سوں حق کی پایا آج راحت ‏ ‏ ‏ فلک سوں تہا جو خاطر خستہ میرا

"پھول بن کے متعدد نسخے یہاں پائے جاتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر اور آغا حیدر حسین صاحب کے پاس نسخے موجود ہیں۔

"قصہ بہرام وگل اندام"

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں موجود ہے نمبر ۱۰۵۹۲ اڈیشنل - ورق (۳۵) سطر (۱۷) سائز ۸½ × ۴½ خط نستعلیق کاتب سید مظفر۔

بلوم ھارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"قصہ بہرام اور گل اندام ایک دکھنی مثنوی مصنف طبعی مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں صرف سنہ تصنیف واضح ہوتا ہے جو ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء ہے مثنوی سلطان ابوالحسن آخری بادشاہ قطب شاہی کے نام پر معنون ہے"

اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے:-

"۶۴۳ - ایک قصہ (۱۳۴۰) ابیات ہیں جس کے اختتام پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ قصہ چالیس دن میں ۱۰۸۱ھ میں منظوم کیا گیا۔ اور شاہ راجو حسینی کے نام معنون کیا گیا ہے"

اسٹوارٹ کی فہرست میں یہ کتاب شامل ہے اس نے طبعی کے متعلق کوئی تفصیل نہیں کی صرف سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں تصنیف ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اس کو فارسی سے ترجمہ کرنے کا اظہار کیا ہے۔ ڈی ٹاسی نے طبعی کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس مثنوی کی تصنیف جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۱۰۸۱ھ میں ہوئی ہے طبعی نے خود اس کی صراحت کی ہے:-

کیا ہوں میں چالیس دن میں کتاب — بہوت فکر کر رات دن بے حساب

یو نامہ پڑیں گے تو یہر خدا — پڑو فاتحہ نام لیکہ مرا

کتابت بیتاں کو ہیں اک جو دل ہزار اور ہے تین سو پر چہل
انھا سال تاریخ کا خوب نیک سنہ یکہزار اور ہشتاد یک
ہوا ہے کو طبعی کیا ہے تمام
بحق محمد علیہ السلام

طبعی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے آخری دور کا شاعر ہے۔ اپنے خاص دکھنی ہونے کا بھی اظہار کیا ہے۔ یہ نہ صرف شاعر بلکہ بلند پایہ مصنف بھی تھا اس کی مثنوی ہی اس کے سلیقہ مندی اور اعلیٰ قابلیت کی بین شاہد ہے وہ اپنے شاعری کی خوبیوں کا خود معترف ہے اپنے معترضین پر سخت سے سخت چوٹیں کرتا ہے۔ مگر اسی کے ساتھ وہ اپنے پیش رو شعرا کی تعریف بھی کرتا ہے ان کے کمال کا قائل ہے۔

معلوم ہوتا ہے طبعی ابوالحسن تانا شاہ کا درباری شاعر تھا وہ جگہ جگہ اپنے بادشاہ کی تعریف کرتا ہے۔ وہ شاہ راجو حسینی کا بھی معتقد ہے بلکہ ممکن ہے ان کا مرید ہو۔ اس کو اپنے مرشد سے دلی عقیدت ہے۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد منقبت حضرت علی کی مدح پھر حضرت شاہ راجو اس کے بعد سلطان ابوالحسن تانا شاہ کی تعریف۔ پھر اپنے مثنوی کی تعریف اور خود ستائش کرنے کے بعد اصل قصہ شروع کرتا ہے۔

بہرام کی پیدائش سے قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس کا پیدا ہونا۔ بڑا ہونا۔ تعلیم پانا۔ گورخر کے پیچھے نکل پڑنا۔ جوان ہونا بادشاہت۔ حکمرانی۔ فتوحات تمام امور کا اظہار ہے۔ چونکہ بہرام کا قصہ عام طور پر مشہور ہے اس لئے قصہ کی پوری صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

نمونۂ کلام

الٰہی یو طبعی تیرا داس ہے دے ایمان اسکو ترا آس ہے

الہی بخشیا منجی تاب دی   میری حبیب کی تنگلوں اب دی
الہی منجی مینتی باست دی   طبیعت کی راتو بیکوں ثابت دی

محمد نبی تو خدا کا رسول   یو پیغمبران باغ ہے توں سو پھول
خدا نے کیا تجکوں اپنا حبیب   یو منصب نہیں ہر کسے کوں نصیب
سہاتا ہے مہر نبوت تجھی   یو دولت ہوا ہے عنایت تجی
علی یا ولی توں ہے شیر خدا   کہ تج پر تی ہے جیو میرا فدا
غلط نہیں سچا توں علی ولی   تیری شان میں ہے یو ناد علی

ولی توں پرا ہے کہ کر شاہ راجو   چلا آیا ہے شہر تیری گھر شاہ راجو
اچھیں کا قیامت کی دن رو سفید   تیرا موں دیکھیا سو کھر شاہ راجو
فلک پر توں ارتا ہے شہباز تن   کرامت کی لا شاہ اپر شاہ راجو

خدا پاس اچھا مانت کرتا ہے طبعی   دعا تجکوں شام و سحر شاہ راجو

لکھیا ہیں جو یو سنوی بولتی   یو موتیاں تھیل دہال یوں رولتی
یو دیکھی میری خواب میں آنکر   کہ اپنا سو ریج تا دکھلا یکر
سرا سر سنیا جون میری سنوی   کیا بات طبعی سے تیری نوی
ہو خوشحال سن کر یو باتاں میری   اسکی لی ہاتا نہیں ہاتان میری
پڑی پیار سوں اپنا یو مثل   سنیا سو پڑیا خواب تھی میں اچھل

روایت کیا راوی نیک نام   بہوت فکر سوں یو حکایت تمام
اتہا روم کی شہر میں بادشاہ   کہ سردار ایسی بہوت تہی ہور سپاہ
اوشاہ بہوت مقبول عاقل اتہا   سخی ہور فاضل او کامل اتہا

سو لاک تہی اسکوں ترکی غلام   جو الماس تہا رنگ انکا تمام
جو حبشی غلامان سو لاک تہی   او تسلیم کی تیوں حسن میں پاک تہی
اگرچہ اوشاہ جہان گیر تہا   نہیں سے کہ فرزند دلگیر تہا
اسی غم سوں دن رات روتا اچھی   جنم اپنا دکہیں کہوتا اچھی
قضا تی لیکا ایک جبار نی   نظر کہول دیکہیا سو کرتار نی
حرم میں دیا حمل ایک نار کون   کیا شکر اوشاہ کرتار کون

حکایت سو مشتوق نی دوستان   کہ جیسے یو گلستان ہور بوستان
قرانی ہو بہرام جنگل پکہر   لگیا بات چلنی کون شام و سحر
خبر کچ نہ ہور بہوک ہور پیاس کا   خبر کچ نہ ہور سال ہور ماس کا
او پہرات اتکہر پیلانی لگیا   کہ جیو میں سشموی ململانی لگیا
لگیا روئے شاہ نی زار زار   گلاندام یاد کر کر پکار

قول شاہ بہرام خوشحال ہو   کہ جون پہول لالی نمن لال ہو
پہریا مانگی ہور باپ کے پاؤں جا   گل اندام کون لاکو قربان پویا
دیکہی چونکہ ماباپ فرزند کون   سنی سوں لگالی اچھا بہوتیوں
اٹہالی بدا گہور سپارہ باپ   اتہا ٹہنڈ لی ہور اسی بہوت تاب

کیتک دیس بعد اترا او کشور ہوا — ہوا شاہ بہرام تی بادشاہ
کیا ہوں میں چالیس دن میں کتاب — بہوت فکر کر رات دن بے حساب
یو نامہ پر نیکی تو بہر خدا — پڑو فاتحہ نام لیکر میرا
کیتا بیت بیتاں کوں ہیں ٹک جو دل — ہزار اور ستے تین سو پر چہل
اتہا سال تاریخ کا خوب نیک — سنہ یکہزار اور ہشتاد ایک
یو نامہ کیوں طبعی کیا ہے تمام — بحق محمد علیہ السلام

بہرام کے متعلق بیجاپور میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں جو اس سے قدیم ہیں ایک کا مصنف امین اور دولت ہے دوسری کا ملک خوشنود طبعی کی مثنوی ان دونو سے فوقیت رکھتی ہے طبعی کا قصہ شاید فارسی قصوں کی تقلید نہیں معلوم ہوتی ہے بلکہ اس کی اصلی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ اس سے شاعر کی اعلی شخصیت کا خوبی اظہار ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ترجمہ کی خوبی یہی ہے کہ ترجمہ ترجمہ معلوم نہ ہو بلکہ اصل تصنیف معلوم ہو۔ یہ خوبی امین اور ملک خوشنود کی مثنویوں کو حاصل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زبان اور طرز بیان کے لحاظ سے بھی اس کو ان دونوں پر فوقیت دی جاسکتی ہے۔ ذیل میں اس کا مقابلہ ان دونوں سے کیا جاتا ہے۔

طبعی	امین
الہی یو طبعی تیرا داس ہے	کیا حمد اور نعت کوں مختصر
دے ایمان اسکوں ترا آس ہے	نیں میں کیا طول یو سبب
الہی بچن کا مجھے تاب دے	یکایک میرے دل پہ آیا خیال
میرے حبیب کی تیغ کوں تاب دے	قصا ایک کہوں میں مقیمیں مثال
الہی بچن کا پلا مجھے شراب	زبان پر بچن خوب آتا چلا
کہ بولوں ہر ایک بات جوں آفتاب	یو مضمون خوشتر بناتا چلا

گل اندام کی تعریف

اوزلفاں دلاں کو ہنسدے لے اہیں
غلط میں کیا دو سنپو سے لے اہیں
بہواں یا کہ نک ہور انکہیاں ہرن
کہ او سوہنی ہے عجب من ہرن
او گالاں کی سرخی سو لالے ہیں نیں
او بالاں کی خوشبوی یاسے ہیں نیں
دسے پہول دو سنپوتی کے دو کان
چنبے کی کلی ناک ہے درمیان
عجائب او چاہ زنخدان ہے
کہ غرق اس میں دین ایمان ہے
دو جوبن سو چولی کے دو ہاٹ میں
جو امرت پہل چپ رہے ہاٹ میں
انہا پیٹ جو آرسی ناو صاف
کہوں کیا جھلکتا انہا جیوں شفاف

بانو حسن کی تعریف

عجب سیس پر اس لٹے بال تھے
بھجنگ شاخ صندل پر کہوال تھے
جبیں دیکھ اس کی چھپے آفتاب
لیے مکہ پر اپس کے گہن کا نقاب
بہواں پر اسی کے نظر کر ہلال
کیا تن کوں لاغر اپس کے کمال
نین دیکھ آہو پریشان ہو
چمن بیچ نرگس سو حیران ہو
عجب اسکی آنکھوں میں ڈورے تھے لال
کچن میں کارن بتائی جو چال
دو گالاں صفا کی ثنا کی نہ جائے
دیکہت آشنا اس کے ہر شک لیائے
یہ خال نادر تہا اس گال پر
بہور ہو کے بیٹہا ہے گل لال پر
دو لب آب حیواں لبریز تھے
کہ یا شہد شکر ہوں آمیز تھے
اتھے دانت مکہ بیچ ہیرے جڑے
دہن کے صدف بیچ موتی جڑے

امین

جہاں وہ خوشی ساتھ ہنس بولتی

گلال اور موتیاں گئی رولتی

سینہ پر دو پستان انار تھے

یا دو برج مشکیں تاتار تھے

شکم موج دریائے سیماب ہے

اسے ناف تس بیچ گرداب ہے

چرن دیکھ چنپا کھلا باغ باغ

وہ رخ دیکھ لالا ہوا داغ داغ

اس کے بعد طبعی کا مقابلہ ملک خوشنود کی ہشت بہشت سے بھی مناسب ہے مگر چونکہ ملک خوشنود کی مثنوی تمام تر خسرو کا ترجمہ ہے اس لئے صرف ایسا کلام پیش کیا جاتا ہے جو دونو کے ذاتی خیالات ہو سکتے ہیں۔

ابوالحسن تانا شاہ کی مدح از طبعی

شہ بوالحسن سچ تون شاہ دکھن

تجھے شاہ راجو مدد بوالحسن

دیا ہے خدا پادشاہی تجھے

سہاتا ہے ظل الٰہی تجھے

شہنشاہ توں آج دن سور ہے

ترے پر تے شاہاں بلا دور ہے

محمد عادل شاہ کی مدح از ملک خوشنود

توں سلطاں محمد شاہ غازی

جہاں کوں شاہ سوں ہے سرفرازی

سخی عادل بہادر نوجوان سے

قوی طالع ملکہیں (؟) ترکمان ہے

نبی کے لطف کا دل ہے خزینا

انگوٹی تو فلک چندر نگینا

طبعی

ملاحت میں جیوں سور چندر ہے توں
صلابت منے جیوں سکندر ہے توں
ترا نام کا قطب تارا دسے
ترا پردہ مادی چھپرارا دسے
دل و جان تے اپنے اے بادشاہ
یو عالم کتے تجکوں عالم پناہ
رتن ہے سخاوت کی توں کھان کا
بھکاری ہے حاتم تیری دان کا
عدالت میں فاضل ہے توں شہ جوان
برابر نہیں تیرے نوشیروان
توں مردی کے میدان کا باگ ہے
تیرے گھر میں دن رات رنگ راگ ہے
شہنشہ توں راجا ہے چھتر پتی
گگن تیرے دربار کا ہے ہتی

ملک خوشنود

کہوں ثانی سکندر یا کے جم سے
میں شاہاں کی جس کے ڈر سوں خم ہے
دیکھت شمشیر ہور سن شہ کی ہانکان
پہاڑاں پھوٹکر ہوتی ہیں پھانکان
گگن کا توپ تیرے سوں کیا ہے
کرن سورج کا لے پرچم کیا ہے
کرے جب شاہ تیر اندازی ہنر کا
کلنگ تس بھال سوں ہوے چندر کا
فلک چندر ستارے ہے جداں لک
جہان میں بادشاہی کر تداں لک
خضر کا دے الٰہی زندگانی
جتے دشمن ہیں توں کر آج فانی
کھیا یک روز یہ شاہ جہانگیر
جو انگی کیمیا کا پاک اکسیر

دکھا کر قدم اپنے دل شاد کر
یو غم دل تے طبعی سکے برباد کر

ملک خوشنود موتی صاف رولیا
ایس کے تانو کا تاریخ بولیا

بہرام اور گل اندام[۵۱] نام ایک فارسی مثنوی برٹش میوزیم میں ہے جس کا مصنف کوئی امین ہے۔
طبعی کے کلام کا نمونہ گزر چکا مثنوی میں اس کا زور بیان واضح ہو گیا خوش قسمتی سے طبعی

سلہ ۱۴۳۳ اوتیشل۔

کی غزلیں بھی موجود ہیں جو اسی مثنوی میں لکھی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہوں :-

شہنشاہ کون تسلیم کر کر اول کیا شاہ بہرام نی یو غزل

تیری ذات ہیں شاہ جم جام اچھو ہمیشہ بغل میں دلارام اچھو
جگت کی شہاں نیں توں اچھ نیکنام کہ دشمن تیرا سو بدنام اچھو
چندر سور کی جام تی آسمان تجلی غسل کر نیکون حمام اچھو
اچھو سب سلامت عزیزان تیری جہاں تک عدو ہیں سو کم نام اچھو

اچھی لک ککن صور زمین پہ قرار
تیری پک پو قربان بہرام اچھو

میری شہر تی یار خاطر کیا برہمن صور نار خاطر کیا
پیالی تی دل کا لہو بہوت کر ہیں او یار خون خوار خاطر کیا
یو دریا منی غم کی ای دوستان ہیں اس در شہوار خاطر کیا
سکلا ندام بن کوئی غم خوا نہیں ہیں او یار غم خوار خاطر کیا

میری باپ کون بولای یاد توں
کہ بہرام دیدار خاطر کیا

طبعی کے کلام پر جب ہم تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے یہ ایک کہنہ مشق اور بلند پایہ شاعر تھا اس کی تصنیف اس کی قابلیت کی اعلیٰ شاہد ہے۔

قصہ کی ترتیب اور تسلسل طرز بیان کی جدت اور خوبی قابل ستائش ہے۔ اس کی مثنوی نہ صرف ایک قصہ اور داستان کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ ایک علمی اور سائنٹفک کتاب معلوم ہوتی ہے۔ اس کی مثنوی سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ طبیعت کا بڑا باضبط آدمی تھا اور باقاعدگی اس کی طبیعت میں داخل تھی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہی یہاں اسکے نسخے بہت کم پائے جاتے ہیں۔

قصّہ ابو شحمہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (بلوم ھارٹ نمبر ۱۷) ورق ۹۲ سائز ۶½ × ۴½ سطر ۱۱ خط نسخ۔

اس کے متعلق بلوم ھارٹ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"ابو شحمہ ابن عمر بن خطاب کا افسانہ آمیز قصہ دکھنی زبان میں مصنف امین
یہ قصہ فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے جو مصنف نے اپنی سولہ سالہ
عمر میں بزمانہ ابوالحسن (آخری بادشاہ گولکنڈہ) لکھا تھا اس کی تصنیف
رجب سنہ ۱۱۰۱ھ میں ہوئی ہے۔ ابتدا میں حمد و نعت اور شیخ عبدالقادرؒ
جیلانی کی مدح ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں یہ شریک نہیں ہے ڈی ٹاسی نے بھی
کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

بلوم ھارٹ کی اس رائے سے مجھے اتفاق نہیں ہے کہ اس کا ترجمہ امین نے کیا ہے
جس کو اول اس نے فارسی میں نظم کیا تھا۔

فارسی قصہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں مرتب ہوا ہے۔ اس وقت مصنف کی
عمر سولہ سال کی تھی اس فارسی کے کئی برس بعد ایک دوسرے شخص نے اس کو دکھنی نظم
کا جامہ پہنایا ہے۔

جیسا کہ بلوم ھارٹ نے لکھا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۱۰۹ھ میں ہوئی ہے جس کی صراحت
خود مصنف نے کر دی ہے۔

ہزار ایک برس اور نو سال میں ۔۔۔ رجب کی استادیس دین رات میں

کہ توفیق خدا نے مجھے جب دیا   تداں ابو قصا میں مرتب کیا

ابین کے نام والے گولکنڈہ اور بیجاپور میں متعدد شعرا گزرے ہیں۔ اصل قصہ ابو شحمہ کا
مصنف وہ مشہور اور معروف ابین ہے جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں تھا اس کا
ترجمہ ایک دوسرے ابین نے سلطان ابوالحسن کے زمانہ میں کیا ہے۔ اس ابین کے
متعلق ہمیں کچھ معلومات حاصل نہیں ہیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اسکا مصنف
خواجہ بندہ نواز کا بڑا معتقد تھا اور اس کو سلطان کا تقرب بھی حاصل تھا۔

حسب رواج اول حمد و نعت ہے اس کے بعد خلفائے راشدین کی منقبت اس کے
بعد سید محمد حسینی گیسو دراز کی تعریف پھر سلطان عبداللہ کی مدح پھر سخن کی تعریف اسی کے ساتھ
قصہ کا آغاز ہو گیا ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے:۔

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ابو شحمہ نہایت جمیل تھے اور اسی کے ساتھ خوش آواز بھی۔
ان وجوہ سے عمرؓ ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ بیمار ہوئے زندگی سے ناامیدی
ہو گئی حضرت عمرؓ نے دعا کی اور منت مانی اگر ان کو صحت ہو جائے تو مرقد مقدس پاس ان
سے قرآن خوانی کرائیں گے۔ اس منت کے بعد ان کو صحت ہو گئی حسب منت روضہ مبارک
میں قرآن پڑھا۔ گرمی زیادہ تھی ابو شحمہ کو تکلیف ہوئی تبدیل ہوا کے لئے روانہ ہوئے راستہ
میں ایک شہر میں گزر ہوا ان کی حالت خراب اور خستہ دیکھکر ایک شخص نے ان کو جبراً شراب
پلا دی۔ شراب کے نشہ میں یہ ایک باغ میں آئے جہاں سوائے ایک خاتون کے کوئی نہ
تھا۔ یہ جبراً اس سے ہم بستر ہوئے جب نشہ اتری اپنے گناہوں پر سخت نادم ہوئے اور شب و
روز اپنے جرم پر توبہ و استغفار کرنے لگے۔ ایک مدت کے بعد اس عورت کو لڑکا تولد ہوا۔ جب
اس کے قبیلہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو اس کا ذکر نا ضروری خیال کیا
اس عورت کو لڑکے سمیت ان کے پاس لائے اور دادخواہی کی۔ ابو شحمہ کو طلب کیا انہوں نے
جرم کا اقبال کیا پورے حالات بیان کئے۔

اب حضرت عمرؓ نے بموجب شرع حد کا حکم جاری کیا۔ آپ کے مواجہے میں سزا شروع ہوئی آخر اثنائے تعزیر میں وہ رحلت کر گئے دفن کے دوسرے دن حضرت علیؓ نے ان کو خواب میں دیکھا تو جنت میں پایا اس واقعہ کو آپ نے حضرت عمرؓ سے بیان کیا وہ سن کر خوش ہوئے۔

تاریخی حیثیت سے اس کو کچھ سروکار نہیں ہے بلکہ صرف افسانہ ہی ہے حمد میں (۲۲) شعر ہیں تیرہ شعر میں نعت بیان کیا ہے منقبت میں سولہ شعر ہیں حضرت گیسو درازؒ کی شان میں دس شعر اس کے بعد بادشاہ کی مدح ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

الہی میرے دل میں یوں گیان دے — ہمیشا توں منجہ میں تیرا دھیان دے
تج بن منجے کوے ادھار ہے — ہمیشہ تیرا ذکر منجہ یاد ہے
میں توفیق نکلتا ہوں تیر کنی — ذکر ہور عبارت دہی میری منی
تیرا ذکر دایم ہیں کرتا اچھوں — تیری ناؤں کا ورد پڑتا اچھوں
توں نصرت دہی پاچکوں کفار پر — کروں صفت تیرا میں اشمال پر
کہوں یک قصہ میں عجب بے نظیر — توں ہو اس قصے پہنچی دستگیر

اس کے بعد حمد کے مزید (۱۶) شعر ہیں اس کے بعد

محمد دو نو جگیں سلطان ہے — توں ساری نبیاں کا سواکان ہے
کہ جتی نبی ہور ولیا نہیں اول — سو الیا دیا نیں کسہیں فضل
خدائی نور کی دیا ہی اوسی — یہی ایسی نور کی دیا نیں کسی

اس کے بعد مزید (۱۰) شعر ہیں اس کے بعد خلفائے راشدین کی اور فاطمہ زہراؓ و امام حسنؓ و حسینؓ کی مدح ہے جس کے کل (۱۶) شعر ہیں۔ پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

محمد کی بعد از ابو بکر ہی — سو جن میں مشرف کیے جوں شکر ہے

خدا تی اونکوں صحیفا دیا | نبی بعد از نبی کی خلیفا کیا
عمرؓ ابن خطاب عادل اہی | کہ سب عادلاں میں او فاضل اہے

حضرت گیسو درازؒ کی مدح ۔

ہی ساری دنیا منیں توں بندی نواز | محمد حسینی ہی گیسو دراز
کہ ساری دنیا منیں توں ہی دستگیر | تیری سب کو اتی صغیر و کبیر
کہ ساری دنیا منیں جو توں ہے امام | تو جی پیر کر مانتی ہیں تمام

اس کے بعد اور سات شعر ہیں اور اسی کے ساتھ ہی بلا کسی عنوان کے (کیونکہ مندرجہ صدر بیانات عنوانات کے ساتھ ہیں) مدح بادشاہ اس طرح شروع ہوتی ہے ۔

حسن شاہ عبداللہ آفاق گیر | کہ ساری شہا منیں سو توں ہے کبیر
توں ہیں گیان دیتا ہے عالی نول | خدا نی دیا تجہ معانی فضل
تیرا ناؤں شاہا منیں مشہور ہے | تیرا ٹکڑک سارا منیں شہور ہے
تیری چھانوں تل خلق آرام ہے | تیرا ملک تجکوں سرانجام ہے

....

سزاوار اس شاہ کوں یو صفت | تو ہی کفر ہور دین کا لی سدت
اگرچہ یو نامہ سنیگی جو شاہ | تو مقبول ہوی خلق میں یو قصا
امید ہی جو تجکوں کری شہ قبول | ز برکت محمد و آل رسول
ہوا کن فیکون تی یو روشن تمام | دنیا نکا یو میدان گلشن تمام

در بیان سخن لطافت گوید ۔

دنیا منیں بزرگی سخن کوں اہے | سخن تی بزرگی لپشر کوں اہی
سخن تی ہوی او جو غافل بشر | سخن جس میں ہی سو او کامل بشر

مزید اشعار کے بعد کہتا ہے ۔

کیا ہوں جمع سب میں رمضان متی — دیا ہوں یو نامہ عاقلاں کی کنی
اگر کوی عاقل پڑی عیب او سی — تو سر پوشی ہو تم اگر عیب ایچھی

امید ہی میرا اس خدا کی اوپر — کہ جا کا ہوی مجکوں جنت بہتر

اس کے بعد بلا کسی عنوان وغیرہ کے قصہ شروع کر دیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

سنیا ہوں کتابانیں نہایت خبر — نبی احمد کی بعد از روایت دیگر
کہ ہی نام انکا دنیا نکوں پناہ — جو کوی تانوں لیو تیو جاوی گناہ
اگر ہوی نبیکا کرم جس اوپر — خدا کا بی رحمت ہوی اس اپر
ابا بکر بعد از خلافت کیا — او ساری خلق پر عدالت کیا
عمر ابن خطاب عادل ہوی — کہ سب عادلاں میں او فاضل ہوی
ولیکن او نو تھی مدینی بہتر — اتھی چونکہ صاحب نبی کی اوپر
ہوا دین ایسا کمالت منیں — د جو تھی نبیکی عدالت منیں
کہ اس وقت صحاب ایسی اتھی — سد اوسوں اقرار کرتی اتھی
زبانسوں ذکر او سو کرتی اتھی — عبادت میں سب تیوں ورتی اتھی
عمر کوں جو اس وقت فرزند یک — خدا نی دیا تھا او دلبند ایک
اتھا حسن میں چونک او آفتاب — کہ روشن ہوا اس تی یو ماہتاب
عجب خوبصورت او دلدار تھا — عمر کا جو اس پر بہا پیار تھا
ابو شحمہ سر نانوں اسکا رکھی — دنیاں میں نہیں کوی پیار رکھے

صحابی جتی تھی سو دلگیر ہو — عمر کوں کئی عرض تقصیر یو
کہ شحمہ کوں بخشو تہیں پیار کر — وکر میں تو ہمنا سو تو پار کر

کہ شحمہ بدن سب بکوں مارو تمیں | اسس مشکل ستی بھار کا پر وتیں
اصحابیا نکون سمجا کو بولی عمر | شریعت کی با تا نکون کھولی عمر
اصحابی جتنی تھی اپن ٹھار ٹھار | بھی روتی لکی سب وھاں زار زار

خلق سب خدا سون مناجات کر | منگی سب دعا شحمہ کی ذات پر
اتھی خلق عالم اسی شور میں | بیجا کر رکھی شحمہ کوں کور میں
اوسی رات دیکھی جو حیدر نی خواب | بھی بولی او جا کی عمر سون شتاب
دیکھا خواب میں آ جکے رات کون | اتھی شحمہ حضرت کی سنکات یون
او پہنی تھی کپڑے عجب خوبسی | او دستی تھی خوبو نکی محبوب سے

اسی سلسلہ میں شروع کرتا ہے۔

نظم بھوت خوشتر عجب خوبھی | قصیاتمیں یو قصا بھوت اپرو سیکھے
کہ یو بات سنکر جتنی خاص وعام | اوآمین بولی سونی تمام

اس کے بعد دنیا کی بے ثباتی بیان کی ہے اور خدا کے خوف سے ڈراتا ہے اور پھر

کیا موں قصا میں عجب طور میں | کیا یو قصا آجکی دور میں
یو دل دھوتون اپنا خرابات سون | بھی چپ رہ تون بتھی خیالات سون
اتھا وان عمل یو قصا فارسی | نظم خوش دعا دیکا ھی آرسی
سما یا اپس میں جو جینک کے سار | نزاکت لطافت میں ھی خوش نکار
یو تصنیف نصیحت ھی اللہ کا | کھی سومدت پا ہی اللہ کا
تخلص انو کا جو نامی اسے | یوتا میں تخلص کر آمین سے
پروتی اتھی دور یو اسوقت پر | اتھی انکی سولا برس کا عمر

یو دکّی صدق سوں اپی ہو غواص | نیکالی یو موتیاں عجب نیک خاص
دیکہیا ہیں قصا یو لطافت بھریا | لطافت بھریا ہور نزاکت بھریا
شکر جو ہیں کرتا ہوں اس بات تی | قصہ یو پورا ہوی میری ہات تے

خدا ہدت منجہ ہدایت ہوا | تیتہی فکر سوں ہیں مرتب کیا
وزیرکا تھا زور میری ہات میں | رہی فکر دکّی میری ذات میں

اول میں فکر کون میرا یار کر | پرویا جواہر کون میں ہار کر
ہزار ایک برس ہور نود سال میں | جیب کی ستاویس ویں رات میں

کہ توفیق خدائی منجہی جب دیا | تداں یو تھا میں مرتب کیا
یو تیاں جو چہچی سو اوپر ساٹت کر | پڑویا ہوں موتی ثمن واشکر
اگر کوئی پہنیکی اپس پیار کر | رکھینکی گلی میں اپس ہار کر
الٰہی بیا مرزاین حرص مرا | مصنف او قاری نویسندہ را

تمت تمام شد قصہ ابو شحمہ

در مقام سنک پٹیں

اس صراحت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کتاب ابین نے عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں لکھی تھی اور کسی اور نے اس کو ۱۰۰۹ھ میں ترجمہ کیا ہے۔

یورپ میں اس کا کوئی دوسرا نسخہ نہیں ہے اسلئے اختلافات ظاہر کرنے کا موقع نہیں اور نہ اصل فارسی قصہ دستیاب ہوا اسلئے مقابلہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ ہمارے خاندانی کتب خانہ میں ہے۔

قصہ حسینی

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

(بلوم ہارٹ نمبر ۲۲۲/۵) ورق (۷۹) سطر (۱۶) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"امام حسین کے حالات اور جنگ کا بیان ابتدا میں حمد و نعت خلفائے راشدین کی منقبت شیخ عبدالقادر جیلانی اور محمد حسین گیسو دراز کی مدح ہے مصنفہ عزیز تاریخ تصنیف ۱۱۹۰ھ"

اسپرنگر، اسٹوارٹ، ڈی، تاسی کسی نے بھی اس مثنوی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے کیونکہ ان کی فہرست میں یہ شریک نہیں ہے۔ اور پھر بلوم ہارٹ نے بھی صحیح حالات نہیں لکھے۔ مثنوی کا نام نہیں لکھا مصنف اور تاریخ تصنیف کی جو وضاحت کی گئی ہے وہ بھی صحت طلب ہے۔

میری تحقیقات سے اس مثنوی کا نام قصہ حسینی ہے جیسا کہ خود مثنوی کے اشعار سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

دھریاں نام قصہ حسینی کر   یہی کہ کوئی ایسا نکتے لیشہ
(ص ۷۹ ب)

قصیاں میں قصا یو اسے آبدار   حسینی قصہ یو اسے آبدار
(ص ۸۰ ا)

بلوم ہارٹ نے جس شعر سے ۱۱۹۰ھ اخذ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس شعر سے صاف طور پر ۱۰۹۰ھ ظاہر ہوتا ہے۔

تھے ہجرت نو دو پر ہزار ایک سنہ   گندے نبی تا تھا معمور رسنہ
(ص ۱۲۵ ب)

علاوہ ازیں زبان کے لحاظ سے بھی یہ گیارہویں صدی ہجری کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔
مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ نے جن اشعار سے عزیز خیال کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

سنو اے عزیزاں قصہ دلپذیر — قصے میں قصہ بھی کہوں بے نظیر
(ص۶۷ ب)

عزیزاں سنو کہاں سو کان دھر — حسن شہ کا قصہ دھیان دھر
(ص۸۹ ب)

عزیزاں سنو بات دل و جان سو — کہوں بات سانچے ہیں ایمان سوں
(ص۱۲۲ ب)

نہ رہنا کفر میں اتنا اے عزیز — لیا ایمان سکل یو چلیو باتمیز
(ص۱۳۱ ا)

میری رائے میں یہ صحیح نہیں ہے یہاں عزیز سے مصنف اپنی طرف اشارہ نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ مخاطب کر رہا ہے اس کے برخلاف میں اس کو "خواص" کی تصنیف قرار دیتا ہوں بہت ممکن ہے خواص علی نام اور خواص تخلص ہو اس کے ثبوت میں حسب ذیل اشعار دیکھو۔

سینا کان دھر جب بچن خواص یو — سرن کر کھیا یوں نیت داس ہو
(ص۶۹ ب)

ہووین خواص ہور عام کون فام یو — جنیں بعد میرے میرا نام یو
(ص۸۰ ا)

اے یاران سنو بھی علی خواص کے — کیا صفت جب ہیں ایسی ذات کے
(ص۱۳۵ ا)

امید میں دھرون یون خدا پاس یو — دیدار مجکون کرین خواص او
(ص۱۳۶ ا)

دکھیں بھی جرت پاس نہی خواص کے ۔۔۔ گل اندام نازک مشک باس کے
(ورق ۱۴۶ ب)

جگت خواص ہور عام کوں شاد کر ۔۔۔ اودیسے سب کا یہ باد کر
(ورق ۱۴۶ ب)

اسپرنگر نے عیار الشعراء کے حوالہ سے ایک دکھنی شاعر خاص کا ذکر کیا ہے ممکن ہے وہ بھی ہو جس طرح غواصی کو غواص لکھا ہے اسی طرح ممکن ہے خواص کو "خاص" ظاہر کیا ہو۔ اگرچہ دکھنی تذکروں میں بھی ان کا نام نہیں ہے مگر یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں کیونکہ اسی عہد کے اور بیسیوں شعرا جن کا کلام موجود ہے تذکروں میں پتہ نہیں ہے بہرحال میری رائے یہ ہے کہ قصۂ حسینی کا مصنف خواص ہے جو قطب شاہی دربار کا شاعر تھا۔ زبان کے لحاظ سے بھی اس کو قطب شاہی تصنیف قرار دینا ضروری ہے۔

خواص کے کچھ حالات خود اس کی تصنیف سے ظاہر ہوتے ہیں۔

وہ فقیر منش آدمی تھا صوفی شاہ قادری سے بیعت تھی اون سے خلافت بھی ملی تھی۔ اس کو شاہی دربار سے کچھ تعلق نہیں تھا۔ اس کو اپنی شاعری پر دعویٰ نہیں ہے اور نہ اپنے آپ کو شاعر تصور کرتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ اس قصہ کو ایک بشارت کی بنا پر لکھا گیا ہے۔ اس کے متعلق تفصیل کی ہے اور بتایا ہے کہ ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ وہ آنحضرت کی مجلس میں موجود ہے آپ کے آل و اصحاب جمع ہیں آنحضرت نے اس کو ارشاد فرمایا کہ امام حسین کا قصہ لکھے اس حکم کی بنا پر اس نے قصہ لکھا پندرہ ذیحجہ ۱۰۹۰ھ کو عصر کے وقت اس سے فراغت ہوئی۔ قصہ اپنے مرشد کو سنایا وہ بہت خوش ہوئے پان عنایت فرمایا۔ اور خلافت عطا کی۔

مثنوی میں پہلے حمد پھر نعت خلفائے راشدین کی منقبت اس کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح پھر سید محمد گیسو دراز کی تعریف اس کے بعد قصہ شروع ہو جاتا ہے کسی

بادشاہ کی مدح وغیرہ کچھ نہیں ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس میں حضرت امام حسینؑ کا قصہ ہے مگر صرف شہادت کے
حالات نہیں ہیں بلکہ درحقیقت ایک افسانہ اور قصہ ہی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ عبدالمناف
کے دو لڑکے تھے جن میں سے ایک ہاشم تھے جن کے فرزند عبدالمطلب ہیں ان کے
پوتے آنحضرت کے نواسے امام حسن اور حسین ہیں۔ ان کو آنحضرت نہایت عزیز رکھتے تھے۔
ایک دن جبرئیل آئے اور خبر دی کہ ان کو قتل کیا جائے گا آپ نے دریافت کیا کون قتل
کرے گا؟ کہا گیا یزید بن معاویہ۔ آنحضرت کے انتقال کے بعد ابوبکرؓ پھر عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ
رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے حکمراں ہوئے علی علیہ السلام کے بعد معاویہ نے اپنی حکومت
مستحکم کر لی۔ اس زمانہ میں یزید مدینہ آیا مدینہ کی ایک حسین اور جمیل خاتون زینب نام عبداللہ
ابن زبیر کی بیوی تھیں۔ یزید نے ان کو دیکھ پایا عشق کا تیر جگر کے پار ہو گیا اپنا حال زار باپ
سے بیان کیا معاویہ نے ابن زبیر کو مال و زر کا لالچ دلا کر زینب کو طلاق دلا دیا۔ عدت کے ختم
ہونے پر موسیٰ انصاری کے ذریعہ یزید کا پیغام روانہ کیا گیا راستہ میں قاسم بن عباس سے ملاقات
ہوئی قاسم نے موسیٰ سے کہا ان کا بھی خیال رکھا جائے اس کے بعد موسیٰ کی حسن ابن علی سے
ملاقات ہوئی آپ نے بھی اپنے متعلق کہا موسیٰ زینب کے پاس پہونچے اور اس کو تینوں کے
ارادے سے مطلع کیا۔ زینب نے ان ہی سے مشورہ کیا انہوں نے کہا اگر حکومت مال و زر اور
دولت کی خواہش ہے تو یزید کو ترجیح دے اگر حسن کی تمنا ہے تو قاسم کو قبول کر اگر آخرت کی
خواہش ہے تو حسنؑ کو پسند کر۔ اس نے امام حسن کو منظور کیا اور عقد ہو گیا۔

جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان کو زہر کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔ اور امام حسینؑ سے جنگ
کے لئے فوج روانہ کی۔ اس کے بعد کربلا کے حالات صراحت سے لکھے ہیں پھر بیان کرتا ہے
کہ امام کی شہادت کی بعد ایک تاجر ہاشم نام نے محمد ابن حنیفہ کو خط لکھ کر یزید سے مقابلہ پر
آمادہ کیا وہ بھیس بدل کر آئے اور یزید سے ملاقات کی اس کو قتل کیا امام زین العابدینؑ کو طلب کر کے

بادشاہ وہیں پایا گیا اس توضیح کے بعد اب کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

توں سبحان ہے پاک پروردگار ۔۔۔ سدا ایک ہے توں اسے برقرار
توں نرل نہ نکھار نر دھار ہے ۔۔۔ توں اول ہور آخر ہنہار ہے
نہیں نیند غفلت نہ انکھیاں تے توں ۔۔۔ سدا جیوتا ہے توں بن جیو سوں
نہیں باپ مادر نہ عورت اسے ۔۔۔ نہ فرزند بیٹا نہ بیٹی اسے

نعت بلا کسی عنوان کے حمد کے ساتھ ہی شروع کی گئی ہے۔

محمد توں ہے نور و تھا کھنیر ۔۔۔ جگ آدھار ہے ہور جگ دستگیر
شرف ایو جو تجکوں خدا نے دیا ۔۔۔ اپس نور تے تجکوں پیدا کیا
توں صاحب ہے لولاک تعریف کا ۔۔۔ توں سرور نبیاں میں ہے عاریف کا

منقبت توں ہے ای ابابکر صدیق تو ل ۔۔۔ سو ایمان حق پر توں لیا اول

...

ابوبکر بعد از عمر نہ ہے توں ۔۔۔ خلافت کیا توں بہلے طرح سوں

...

نبی کا جنوائے سو عثمان توں ۔۔۔ خلیفا عمر بعد ہے جان توں

...

توں عثمان بعد از خلیفا علی ۔۔۔ ہوا ہے دو جگ میں خدا کا ولی
توں ہے شیر حیدر خدا کا ولی ۔۔۔ شجاعت تیری سن جہان کہلبلے

...

مدح غوث توں ای غوث اعظم سو ثقلین ہے ۔۔۔ توں اکمل مکمل سو کونین ہے
کہیا رب نے تجتے سو جمجم کلام ۔۔۔ توں نوری نبی کا علیہ السلام

...

بھی تج بعداز حضرت ہیں بندی نواز　　محمد حسینی ہیں گیسو دراز
دیکھی تج سے رتبہ اپسنے زیاد　　کیئے نوو نام تجہ پر سے شاد

مصنف کتاب لکھنے کی وجہ اس مدح گیسو دراز کے تحت اسطرح لکھتا ہے۔

سنتا تہا سو یک رات میں تواب میں　　ولیکن دل اندر اتھا یاد میں
کرم لطف کر منج پہ عالم پناہ　　نبی یا محمد شفیع الغناہ
بدر چودویں چاند کے برج کا　　سندر حسن کا در جکے برج کا
آئے دیدی سون چندر سور ہے　　نہ چندر سورج کون اتھا نور یو

حسن ہور حسین ہی اتھی چہار یار　　انو ر ہیں علی شاہ دلدل سوار

کھڑا ایک طرف میں تھا حیران ہو　　کھے تلتل نبی پہ قربان ہو
دیکھی بھر نظر منج بلائے نزدیک　　ہور حمت خدا تج سے بیا پاا ویک
بٹھا سے سو اپ پکڑ ھات منج　　توں ہے دوست میرا کھ سات منج
اسے پیار میرا اپ تج زیاد　　توں تلتل ہیری دلکوں کرتا ہے شاد
اصوں ہیں محمد نبی الختم　　ہوی نور نے منج پو ساری عدم
کہوں بات میں ایک توں کان دھر　　سینے پر توں چلتا رہے کیاں دھر
قصا ایک حسن شاہ حسین کا نچہل　　بنا توں دھرت سب قصے ہیں فضل
دکھن سال موتے نچہل دھال کے　　لیا توں سمندتے ایر تھیال کے
کنندوں ھمارا سکے پون کا نت سوت　　شجاعت حسین شاہ بہوت بہا سون

ابتدا قصہ حسین کا عنوان لکھا گیا ہے۔ در قصہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

تجھے عبدالمناف کون تھیں دو پسر — یکس نام ہاشم امیہ دیگر
ولیکن دونو کے پٹھیان یک لگیان — ہوا ایک تخت اول بیچ تھیان
کیا تھا بیچ میں انکون خدا — کتے چیر شمشیر سون او جدا

ابابکر عثمان عمر ہور علی — اچھیتکے یا نہ فاطمہ ہور ولے
کہے جبرئیل ای حبیب خدا — مریضان کیتیں توں طبیب سدا
سنو بوتنا ہون بیان وار سون — توں اوجھارامت ترا دہار کون
معاویہ ہے یک تج بدذات کا — یزید اسکون بیٹا ہے کذاب کا
کھڑی رہیں عدو ہو کہ جنکے خبیث — ستاویں تیری آل ونڈی سخت
نہ رہے پہر توں ہور فاطمہ یا چار یار — کتے آل کون تج عدو تہار تہار
اپیں بھی عذا بانتے مرجا بکا — نکل تن کے کھرڑی لہو نیا پیکا

اگر چاہے دولت دنیادار کون — سو کرنا یزید کون نکاح آج توں
وگر چاہے صورت حسن دار توں — نکاح کر توں قاسم بن عباس کون
اگر چاہے توں حق نے رحمت کری — بجھے دنیا ہور عقبی اپنے سر پری
سو کرنا نکاح توں حسن جان کون — بولیا بوجھارا سو سچ مان توں

اتھا ناؤں اس کا سو اکبر علی — ولیان میں خدا کے اتھا اکمل ولی
اتھا او چندر شہر کیرا پیار کا — صورت میں اتھا او نبی سار کا
دیکھی شاہ اسے جب نبی یاد آویں — اسے سینے سون لگا کر تھے تلتل آئیں

اٹھا غلغل تب او تکبیر کا
اٹھا شیر بالک حسین شیر کا

پڑیا جا غنیم پر سوا او قہر ہو
چلیا مارتا دھر پہ دھر ہو

لگیا تو رسنے بی ضرب بے شمار
متیدیاں ترت غنیم کیاں بیری ٹھار ٹھار

کیا سب دندیاں کو نیراست تل اپر
ماریا چہار صد سوار جنگی لشکر

ولیکن نہ پانی اُسنے پایا
سو پھر باپ کے پاس دب لیا گیا

چلیا مارتا کچھ بکتر پیت تا
اورن سو رہا تشنہ بیری دھیت تا

لیا مار جا اس شمشیر کے سوتین
کچھے یار سا ہی بیرپیا مار دین

پڑیا بیدھرک یو موئے لک مسکل
یزان تھیس بدلا چلیا او نکل

بھیجے سیجینے پہ سیجینے او کسر نے لکیا
محمد حنیفہ کون نامہ لکھیا

لکھیا ای محمد توں ہے شیر ونر
توں فرزند علی کا توں ہے زور ور

توں اپسے تیری بھائی پہ حسد ہوا
کا تیا سر یزید نے حسین شہ ہوا

یزان شہ محمد حنیفہ تول
گئے پڑ فنا سب دندیاں کون کچل

خلافت دیا شہ کنول پھول کون
او فرزند حسینا کے مقبول کون

کرایا شہ رن سب حکمت خواص سون
ولا خلقتان پان اخلاص سون

بھیجے ہاشم تاجیر کنبھیر کون
دیا تشریفاں بہوت ہکیہ ضمیر سون

تھے تا بیری لک اسیدھات سون
کیا بخشش شہنشے کے نہایت سون

رہے روشنے جگ میں اس نور تے   ہوی عین سکت سور کے سور بجے
دنیاں میں برکت انو نیچ سے   وکرنہ فنا ہو نورا ناچ رہے
ہور رحمت انوال اولیا د پر   جتے تابعین ہور جفا ذات پر

قصہ کی انتہا یہاں ہو جاتی ہے اس کے بعد بلا کسی فصل کے اس کے ساتھ ہی اپنے پیر کی مدح شروع کر دی ہے بعض شعر جس سے نام وغیرہ کی صراحت ہوتی ہے اور خود اپنے متعلق اظہار کیا گیا ہے ذیل میں درج ہیں۔

کرون بے صفت میری پیر کی   او روشن منور ہے سور کی
فرض تج اپر ہے پوشہ کارنے   ثنا کر دل شہ اپر وارنے
پکڑ ہات میرا جنیدا وس رات   او حضرت صوفی شہ قادری قرات
جیکا کر شہ مجکون کرم پیار سون   رکھیا کر الپس مج نرادھار کون
ہوا نور پر نور بہی نور کون   کیا دل منور ادک سور کون
پیرین ایک پر یک سیتے اسی کر   پکڑیا دیک چرن شاہ شرف پائی کر
تہا مکشوف شہکون دنیا دین سب   او پوتا میرا کان ہے معشوق رب
عرش تے سری الک چھپیا کچ نہ تہا   مرافع بینے شاہ رہے دیکہنا

اس کے بعد اپنے پیر کی تعریف کی ہے مریضوں کو ان سے شفا ہوتی تہی راجا پرجا کوئی ان کی نظر میں نہ تہا۔ ان کو کچھ غصہ نہ آتا تہا اس کے بعد لکہا ہے۔

اسے نور تے کچ رہیا پاس منج   جنم جگ جتے لک رہے پاس منج
اسے نور تے منج سدا نور ہے   و لے شہ غم و دل سدا چور ہے

اس کے بعد لکہا ہے۔

نہ برکت جنیدا شہکے ہر حال میں   لے آیا ہون ایسے رتن لال میں

وگرنہ نظم کے سکت کاں منے — یو توفیق ہوی منج چند رجک پتنے
ولیکن بدن پیس پانی کیا — تزان یو قصہ مج نشانی ہوا

کیا ہیں مدح جب نبی کا تمام — بلا بھیجے مج علیہ السلام
دیکھا میں بھتر جا کہ تبکھان سکل — تھے عریان نورانے سکل یے بدل

جیپ وراست یاراں سکل قام وار — بلیٹی تہی کندوری اپر نام دار
بلائے نزدیک مج او کچا یا سوں — ملیا مج کھے آج ای یار توں
اپسکے نزدیک آو نچ سلائے — تزان دھات بھتر شاہ آپ بہائے
ہوی فارغہ کھان کھا شہ نول — منگائے تزان پان کھائے بدل
پنیاں پان سکے دو نچپل لیائے — دے یک مج دوجی شہ اپی کہائے
تزان یک پینڈا سا زرد شال تہا — بیٹھے درپشیاں کا بھتر خیال تھا
دوجی یک سہری شال کا چانچپل — سفید پاک سالو کا فامیاں سکل
منگائے سو و رجال او لیا ہی کر — نپائے مجھے لیا بہوت چاؤ کر
تزان دست پکڑ منجہ کتک راز کیے — رضا دی تزاں نچ اپی دھانچ رہے
ہوا دل منور اسی وقت پہ — پھریا دوک جوں شہ پرا بختور
ای یاران سنو کچی علی خواص کے — کیا صفت جب میں اسے ذات سے
ایا شیر بیکے بھتر کھر منے — لرزنے لگے سب پیری در منے

علی شیر میں ہون خدا جانتا — اتا مج ملاقات سکے واسطا

ہوا ایک غائب استہار پر — امی شاہ محمد نبی بھاۓ کر
ہوا ہیں انکے تے سکاسن چھتر — تہی یاران سکل بھے انکے تہا چھتر
اپیں شہ رسالت پناہ پیار کر — بھتر گھر ھماری دسے تاج سر

ہیں تو کچ نہ شاعر ہوں دعوا کروں — نہ شعرا اپہ میں معلا دہ کروں
فقیر ہو پیرپا ہوں سدا سوچتا — کریں عاقبت کیا نہ مج سوچتا
حکم پر نبی مج کوں لاچار ہو — کیا ہوں بزاں نظم آ شعر او
دعا بھی کرو مج اپر ای عزیز — پڑی پر قصہ یو عزیز با تمیز
مرتب ہوئی ایچ گیری چاند میں — پڑیں تب خلق سب گیری کان میں
بچے تاریخ چندر دیں اٹھر نہم میں — پڑی پر جو کوئی اس دھر دنین میں
سبب یو شرع کے موافق اسے — نہ مانے اسے جو منافق اسے
نہ ہوسے تجاوز ذرہ دین میں — بشارت نبی یوں کئے نین میں
جنے دین ایمان پر قائم اسے — لذت اس قصہ کا اسیچ نام اسے
کیا قدر یو اول کلام — بلطف محمد علیہ السلام
ہزاراں درود و ہزاراں سلام — زباں پر محمد علیہ السلام

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اور نہ یہ کسی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے اس لئے اس کی وضاحت بھی نہیں ہو سکتی۔
جہاں تک میرے معلومات ہیں اس مثنوی کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

قصہ پدماوت

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے نمبر (بلوم ھارٹ ۱۳۳) ورق (۲۱) سطر ۱۷ سائز ۸ ½ × ۵ ½ خط نستعلیق۔

بلوم ھارٹ کی وضاحت :۔

"قصہ پدماوت رتن سین راجہ چتوڑ اور پدم شہزادی سلون کی کہانی مصنفہ غلام علی۔ ان دونوں کی شادی کے بعد جہاز کے ذریعہ چتوڑ کو روانہ ہوتے ہیں۔ کتاب نامکمل ہے۔"

اسپرنگر اور ڈی ٹاسی نے غلام علی کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ یہ مثنوی ان کی فہرست میں شامل ہے۔ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شامل ہے مگر مصنف کے متعلق اس نے کچھ صراحت نہیں کی ہے۔

اس مثنوی کے متعلق صراحت سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پدماوت کے قصے کے متعلق پوری صراحت کر دی جائے۔

سب سے پہلے شیر شاہ سوری کے حکم سے ملک محمد جائسی نے ۹۴۷ھ میں پدماوت کے نام سے اس کو "بھاکا" میں قلمبند کیا تھا جس کا ایک نسخہ کنگ کالج کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے ۵۵ ایک اور نسخہ پیرس کے کتب خانہ میں ہے ۸۲۸ اس کے (۱۶۷) ورق ہیں ہر صفحہ پر بیس سطریں ہیں یعنی تقریباً (۶۶۸۰) شعر ہیں۔ یہ نسخہ ۱۱ رجب ۱۱۳۲ھ کا لکھا ہوا ہے خط نستعلیق پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

سمنوروں ایک کرتا رو	جن جیو دینہ کینہ بہت رو

"بھاکا" کے بعد فارسی نظم و نثر میں مختلف اصحاب نے اس کو مرتب کیا ہے جن میں سے چار منظوم ہیں اور دو نثر میں لکھی گئی ہیں۔

فارسی میں اولاً ۱۰۲۸ھ میں ملا عبد الشکور بزمی نے جہانگیر کے عہد میں اس کو "پدماوت" کے نام سے منظوم کیا۔ اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں (۱۵۸۳ ء) پر موجود ہے۔ اس میں اول حمد و نعت اور منقبت کے بعد جہانگیر کی مدح بھی کی گئی ہے اور وجہ تصنیف کو بھی ظاہر کیا ہے۔ یہ کتاب لکھنؤ سے ۱۸۴۴ء اور ۱۸۶۵ء میں شائع ہوئی ہے اسی کا اردو میں ترجمہ عبرت اور عشرت نے ملل شمع و پروانہ کے نام سے کیا ہے جس کا ایک نسخہ کیمبرج میں موجود ہے۔
بزمی کے بعد عاقل خاں[۵۱] رازی نے اس کو "شمع و پروانہ" کے نام سے منظوم کیا ہے ۱۰۶۹ھ میں یہ مثنوی مرتب ہوئی ہے۔ انڈیا آفس اور برٹش میوزیم میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ رازی نے اپنی تصنیف میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد شاہ برہان الدین کی مدح بھی کی ہے۔ قصہ کے لحاظ سے بزمی اور رازی کے تصانیف میں فرق بھی ہے۔
ان دونوں مثنویوں کے علاوہ دو اور مثنویوں کا پتہ چلتا ہے جو میری نظر سے نہیں گزریں ایک حسن غازانہ کی جو برلن میں ہے (۹۱۱ ص) اور دوسری حسام الدین نے ۱۱۷۰ھ بنام حسن و عشق مرتب کی ہے یہ بھی برلن میں ہے (۹۱۹ - ص)
فارسی نثر سے بھی اس قصہ کو زینت دی گئی ہے ایک لچھمی رام متوطن ابراہیم آباد نے فرخ بخش کے نام سے عاقل خان کے شمع و پروانہ سے اخذ کیا ہے۔ برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ جو ۱۲۱۷ھ میں لکھا گیا ہے نمبر (۱۹۱۸ ۔ اڈیشنل) پر موجود ہے اس کا ایک نسخہ برلن میں بھی ہے (۹۹۸ - p)
دوسرا فارسی نثر میں بطور خلاصہ نواب ضیاء الدین احمد خاں نے اپنے قلم سے کیا ہے جو برٹش

---

[۵۱] عاقل خاں عالمگیر کے عہد کا جلیل القدر امیر ہے جس نے بڑی بڑی ذمہ دار خدمتوں کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ ۱۰۹۱ھ میں گورنر دہلی بنایا گیا اور اپنے انتقال تک۔ جو ۱۱۰۸ھ میں ہوئی اسی خدمت پر سرفراز تھا عمر بھی خاصی پائی کیونکہ (۸۲) سال کے سن میں دنیا سے کوچ کیا۔ عاقل خاں جہاں تدبیر و سیاست میں اپنی آپ نظیر تھا وہاں وہ اپنے وقت کا بڑا شاعر ادیب اور مورخ بھی تھا جس کی تصنیفات سے مہر و ماہ شمع و پروانہ، نغمات عشق، ظفر نامہ عالمگیر، ایک دیوان وغیرہ مشہور ہیں۔

میوزیم میں (۱۴۱ ۱۹۱ اڈیشن) پر موجود ہے۔

ان کے سوا ایک پشتو زبان میں ابراہیم نے اور دوسرا نصف بہا کا اور نصف ہندی میں میر عبدالجلیل بلگرامی نے تصنیف کیا تھا۔

دکھنی زبان میں اولاً غلام علی نے پدماوت کے نام سے سلطان ابوالحسن تاناشاہ کے عہد میں اس کو منظوم کیا ہے اس کی تصنیف ۱۰۹۱ھ میں ہوئی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے غلام علی قطب شاہی دور کے اواخر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بیان سے تذکرے ساکت ہیں۔

مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا اس کا کوئی خاص تخلص نہیں تھا بلکہ اپنے نام ہی کو وہ تخلص کے بجائے لایا کرتا۔ بادشاہ (تاناشاہ) کی قربت حاصل تھی۔ وہ اس عہد کا بہترین شاعر تھا۔ غزل نما نظموں کی کافی مشق تھی۔

یہ مثنوی حسب رواج حمد و نعت و منقبت سے شروع ہوتی ہے مگر صرف ایک ایک شعر ہے۔ اس طرح تین شعروں کے بعد بادشاہ کی مدح میں پانچ شعر اور دعائیہ تین شعر ہیں۔ پھر عشق کی تعریف کرتے ہوئے قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔

قصہ کی صراحت اس طرح ہے سنگلدیپ کا راجہ گندھرپ سین بڑا ذی عزت راجہ تھا اس کا لشکر اور خزانہ اپنا آپ نظیر تھا۔ اس کو ہر طرح کی راحت اور آسائش حاصل تھی مگر کوئی اولاد نہیں تھی جس کی وجہ سے وہ مغموم رہا کرتا۔ اسی غم میں سلطنت سے کنارہ کشی کا ارادہ کیا۔ وزرا نے اس کی وجہ دریافت کی راجہ نے غم کی وجہ بیان کی۔ وزرا نے نجومیوں سے فال کھلوائی۔ انہوں نے کہا چار ماہ کے بعد راجہ کو لڑکی تولد ہوگی مگر جب بارہ سال کی ہوگی تو ایک شہزادہ آکر اس کو لیجائے گا۔ لڑکی کے تولد ہونے کی خبر سے راجہ کو بڑی مسرت حاصل ہوئی نجومیوں کو مالا مال کر دیا۔ پیشین گوئی کے موافق لڑکی تولد ہوئی جو حسن و جمال میں سرآمد روزگار تھی خوبصورتی میں کوئی اس کا ثانی نہیں تھا۔ پدماوت اس کا نام رکھا جب اس کی عمر چار سال کی ہوئی تو اس نے ایک طوطا خرید کیا جس کا نام "ہیرامن" تھا یہ طوطا

ہمیشہ اس کے پاس رہا کرتا اور وہ بھی اس کو جدا نہ کرتی تھی۔ طوطا بھی اس کو محبت کرتا تھا۔ جب شہزادی پدماوت بارہ سال کی ہوئی تو راجہ نے اس کے لئے ایک علیحدہ محل تیار کیا اور وہ اس میں رہنے لگی محل کی حفاظت کے لئے ایک بڑی فوج متعین تھی باری باری سے ایک ایک وزیر بھی پہرہ دیا کرتا۔ محل کے اندر چند دائیوں کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

"ہیرامن" روز قصّے اور کہانیاں شہزادی کو سنایا کرتا جو عشق و محبت سے بھری ہوتیں دائیوں نے دیکھا کہ یہاں سوائے عشق کے کوئی اور بات ہوتی ہی نہیں تو راجہ کو اس کی خبر کی گئی راجہ نے اس طوطے کو مار ڈالنے کا حکم دیا مگر کسی کو اس کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ وہ ہر وقت شہزادی کے پاس رہا کرتا۔ آخر ایک دن عید کے روز راجہ نے شہزادی کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ پدماوت باپ کے پاس جاتے ہوئے طوطے کو ایک لونڈی کے سپرد کیا اور احتیاط کی تاکید فرمائی۔ وہ خبر گیری سے غافل ہوگئی۔ ایک بلی آئی اور طوطا پکڑ لیا۔ اتفاقاً طوطا اس کی گرفت سے بچ نکلا اور اڑ گیا۔ تین روز کے بعد شہزادی محل کو واپس ہوئی طوطا نہ پایا سخت غمگین ہوئی کھانا پینا چھوڑ دیا راجہ کو اس کی اطلاع ہوئی شہزادی کے محل کو آیا تسلی دی۔

طوطا کئی ملکوں کی سیر کرتا ہوا بنگال پہونچا۔ ایک خوبصورت باغ نظر آیا درخت میووں سے بھرے تھے اس نے یہاں چند روز قیام کیا چند روز بعد ایک غریب برہمن شکاری اس کو گرفتار کر کے فروخت کرنے کے لئے لے چلا۔ طوطے نے مشورہ دیا کہ کسی بڑی جگہ لے چل تاکہ زیادہ قیمت ملے۔ برہمن اس کو لیکر چتوڑ آیا یہاں راجہ رتن سین حکمراں تھا راجہ کو طوطے کی خبر ہوئی برہمن کو طلب کیا اس کی قیمت پوچھی اس نے خود طوطے سے دریافت کرنے کے لئے کہا۔ ایک بڑی رقم برہمن کو ملی راجہ طوطے سے خوش ہوا اور ہر وقت اپنے پاس رکھنے لگا۔ اس نے اپنے گزشتہ حالات بیان کئے۔ پدماوت کے حسن و جمال کی تعریف کی رتن سین غائبانہ عاشق ہوگیا۔ ایک دن شکار کو جاتے ہوئے طوطے کو ایک خاص لونڈی کے تفویض کیا اور احتیاط کی تاکید کی راجہ کے غیاب میں لونڈی بن سنور کر طوطے کے پاس آئی اور اپنے حسن کی داد چاہی اس نے

اوپر کی زبان سے تعریف کی مگر جب اصرار سے دریافت کیا تو بیان کیا پدماوت کے پاسنگ کو نہیں پہونچی اس کو غصہ آیا دائی کو حکم دیا کہ طوطے کو قتل کر دے مگر اس نے راجہ کے خوف سے ایسا نہیں کیا چھپا رکھی۔ راجہ واپس ہوکر طوطے کا پنجرہ خالی پایا غصہ سے سب کو سزا دینی چاہی دائی نے طوطا حاضر کیا۔ اس نے کل حالات راجہ سے بیان کئے اب راجہ کو قرار نہ رہا سلطنت کو خیرباد کہہ کر تلاش میں روانہ ہوا۔

راستہ میں ایک خدا رسیدہ فقیر سے ملاقات ہوئی وہ اس کے حال سے واقف ہوا راجہ کو اپنا چیلا بنا کر لے چلا۔ جہاز پر سوار ہوئے چھ دریا پار ہو کر سنگلدیپ پہونچے۔ طوطا راجہ سے اجازت لے کر شہزادی پدماوت کے محل کو گیا۔ شہزادی اس کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئی کل حال دریافت کیا۔ رتن سین کے حسن و جمال کی تعریف کی تلاش میں یہاں آنا بیان کیا کچھ عرصہ عید کا روز آیا طوطے نے راجہ سے کہا آج شہزادی باہر آتی ہے پدماوت اپنے ہمدم سے فارغ ہوکر فقیروں سے ملنے آئی۔ رتن سین سے ملاقات ہوئی جب شہزادی واپس ہوئی تو رتن سین کو غش آگیا۔ ایک عرصہ کے بعد کمند کے ذریعہ شہزادی کے محل میں داخل ہونا چاہا۔ کوتوال شہر کو خبر ہوگئی گرفتار کئے گئے قتل کا حکم ہوا اس کے بعد معلوم ہوا یہ دراصل چتوڑ کا راجہ ہے۔ شادی ہوئی۔ ایک مدت کے بعد چتوڑ کو روانہ ہوئے مگر راستہ میں طوفان آگیا۔ جہاز راستہ سے ہٹ کر ایک دوسری طرف نکل گیا خشکی پر پہونچے جہاں رکاس رہا کرتے تھے جنھوں نے اسکو لقمہ بنانا چاہا۔

....

اس کے بعد مثنوی کے اوراق نہیں ہیں اس لئے پورے قصہ کی صراحت کا موقع نہیں ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

سجا لیا اول میں خدا کا سپاس | کیا اوس کے الطاف کا میں سوآس
تحیت ہو بعد از پیمبر اوپر | بھیجا بعد از اولاد عترت اپر
علی کا جو دم ہے میری دم ہے جسم | جو ہے دو رہا اس دم سوں ہم ہو رغم

بادشاہ کی تعریف :۔

بو بعد از کروں ہیں ثنا چار یار کا	شہی بو الحسن اولیا جاہ کا
کہ تک شاہ اوس کا عدالت دیکھت	ہووے ظلم سٹ دیکھ عادل نپٹ
سخاوت ہیں مشہور جوں آفتاب	مگر حق اوتارا ہے اوس کی باب
ہر ایک علم ہیں ہور بلاغت منے	نہیں کوئی ہم تا شجاعت منے
سزاوار اچھوا سکتیں یو راج	مبارک اچھو سلطنت تخت تاج

شاعر نے جہاں اپنا نام لایا ہے اس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

غلام علی نا سمجھ کئی سو پند	پڑی تا کھائی سینی آؤ بند

غلام علی جس سوں دل لائی	بچھڑنی سوں بہتر جو چھو جائی

غلام علی جس کی تین ہے حیات	جنئی حق کی توفیق سوں کوی دہات

غلام علی پیم کی جھو کنی	کہ جوں شمع کی کس پہ پٹی بو کنی

اب مختلف مقامات سے نمونے کے طور پر اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

ابتدائے قصہ ۔ کہ ہے سب جگت منی سات دیپ	سنگل دیپ اسین کا ہے ایک دیپ
کہ او دیپ میں ہے سنگل پدمنی	پتنیت نہ ہستن نہیں سنگنی
سنگل دیپ کے نار کا بات سے	سنو ہیں کہو نکا اوکس دہات ہے
اتہا ایک راجا سو بہو گن گنبھیر	سنگل دیپ کے ملک میں بے نظیر

نکالا وں کنارہ وپاسین اتھا | حکمت میں بپا راج اسس بن نتھا
نہ تھا کوچ لشکر کون اسکی حساب | کہ جون کہن پہ تاریاں منی ماہ تاب
خزینہ بہری کوٹھریاں کئی ہزار | جواہر کی صندوق تہی سو ہزار

چلیا اور کہ ساتہ دریا گذر | تماشے جو دیکہتا ہر ایک ٹہار تہار
بنگالی ہیں یک خوش باغ تھا | جو جنت کی دل رشک سون داغ تھا
اتروان لگیا سیر کرنی کی تیں | جو میوی کی بہار اپنے پہرنی کی تیں
وہاں کی قدیمی جو رانوی اتہی | بہرامن کون دیک آہی ملنی وتی
دیکہی جون یوہی بہوت شیرین کلام | ہوی بہوت خوشحال رانوی تمام

وزیران جو تہی جوان توچی نول | سولا سولیا سات اپنی سکل
فقیری کیا بہیس راجا کہنپر | کہی کیروی کسوتاں سب وزیر
چلی کوچہ پر کوچہ دن رات او | تماشے دیکہت خوب ہر دہات او
ستیا کار دل سیتی آرام سب | دیا چہوڑ پیریت سیتی قام سب
کبہی آئی بستی منی پائی کیچ | کبہی اور ہی ہوکی ہور کہای پیچ

منگا کر بہرامن کون پوچہیا یو بات | کہیا یوں سب بہاراج سات
کہیا ہیں یو مطلب سکے تیں پائیا | تجہ بیان کہی سو بچا آئیا
ہوا دل کون تحقیق یو بات سب | جو پویا اتہا جیس وہاں تب
اپکی کیا چہو کون تب قرار | تن سین کون دیک لیا یا پیار

غلام علی اپنے ہر بیان کے خاتمہ پر ایک اخلاقی نتیجہ نکالتا ہے مثلاً

غلام علی جس سوں دل لائے | بچھڑنے سوں بہتر جو جیو جائے
کتے خون دل سوں سو دل لاؤ نا | تو یک تل منے توڑ کر جاؤ نا
جناور کنے جا منے سے دکھ پائے | تو انسان خاطر نہ غم کھائے

غلام علی نیں دنیان میں وفا | کہ ہیں ہے خوشی ہور کہیں ہے جفا
کہ جون کا تد کا ہے چونا زندگی | تو ہرگز نہیں کس کوں پا بندگی
دنیا کا لیوے کام کوئی سرا وپہ | پھرے او کتے کے تن در بدر
دو دن کا سو جینا نکہ پائمال | تون ہرٹ حرص کوں جو رہے خوش حال

مثنوی نامکمل ہے جہاں تک موجود ہے اس کا خاتمہ :-

جو ایسی بلا میں جو کوئی آ گیا | ہمن کوں یہاں تا سمجھ بہا گیا
کہیا سن اور اکس نیچ گیان ہے | غرض وند دردوند سو نادان ہے
میں اکس تون انسان میرا خوراک | لے آیا ہوں یہاں تج کون کرنے ہلاک
دیوانا ہے تون جو منج لیا گیا | میری بات سن سات تون آ گیا

یورپ میں اس کا کوئی اور نسخہ نہیں اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے -

اب اس امر کی صراحت کی ضرورت معلوم ہوئی ہے کہ یہ "دکھنی" پدماوت" کس زبان کی کتاب سے ترجمہ ہوئی ہے ۔ غلام علی نے تو کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا وہ صرف اس قدر صراحت کرتا ہے یہ قصہ کسی اور زبان سے دکھنی میں منتقل کیا گیا ہے -

یو قصہ انتھا بہوت شیریں سخن | ہوس کر کہ لایا ہوں دکھنی بچن

میرا خیال ہے غلام علی نے فارسی سے دکھنی میں نظم کیا ہوگا مگر غور طلب یہ امر ہے کس فارسی سے اس کا ترجمہ ہوا ہے اس کی صراحت کے لئے نفس مضمون پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

بزمی کی پدماوت کے قصے کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

سنگلدیپ کے راجہ کو ایک حسین لڑکی تولد ہوئی جو طوطا پالتی تھی۔ راجہ کو معلوم ہوا طوطا اس کو بداخلاقی کی تعلیم کرتا ہے۔ راجہ نے ایک بلی روانہ کی ایک دن پدم غسل کر رہی تھی بلی نے طوطے پر حملہ کیا مگر اتفاقاً بچ نکلا۔ بنگال پہونچا پھر برہمن کے ذریعہ چتوڑ کے راجہ کے پاس پہونچا راجہ کی لونڈی نے طوطے سے ناراض ہو کر اس کو قتل کرنا چاہا مگر دائی نے اس کو پوشیدہ کر دیا۔ رائے چتوڑ جس کا نام "رتن برن" تھا پدماوت کا دیوانہ ہو کر جوگی کا بھیس لیا اور سولہ ہزار فقیروں کے ساتھ روانہ ہوا سنگلدیپ پہونچے طوطا پدم کو رتن برن کے حال سے آگاہ کرتا ہے وہ پوجے کے لئے بت خانہ آتی ہے یہاں دونو کی آنکھیں چار ہوتی ہیں تیر نظر جگر کے پار ہوتی ہے۔ پدم کا باپ نامہ و پیغام سے واقف ہو کر ایک بڑی فوج کے ساتھ فقیروں کو آگھیرتا اور گرفتار کر لیتا ہے ایک بوڑھا فقیر پدم کے باپ کو کل حال بیان کرتا ہے اب پدم کا باپ معافی طلب کر کے شادی کر دیتا ہے اور دونو چتوڑ روانہ ہوتے ہیں۔ راستے میں طوفان آتا اور جہاز ڈوب جاتا ہے ایک تختے کے ذریعہ دونو (رتن برن اور پدم) ایک جزیرہ میں پہونچتے ہیں اور یہاں سے اپنے ملک چتوڑ میں داخل ہوتے ہیں۔ علاء الدین سے مخالفت ہوتی اور وہ حملہ کرتا مگر صلح ہو جاتی ہے مگر پھر حملہ ہوتا ہے رتن برن قتل ہو جاتا اور پدم ستی ہو جاتی ہے۔

اس کے برخلاف رازی کی شمع و پروانہ میں کسی قدر اختلاف ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ پدم جو راجہ سنگلدیپ کی شہزادی تھی ایک طوطا پالتی تھی جو شہزادی کے ساتھ رہکر علوم سے واقف ہوا حاسدوں نے راجہ کو اس کے خلاف بہکایا راجہ نے ملازمین کو حکم دیا کہ پدم کے بلا اطلاع طوطے کو چھوڑ دیا جائے ان لوگوں نے حکم کی تعمیل کی شہزادی کو سخت رنج ہوا۔ طوطا برہمن کے توسل سے چتوڑ پہونچا۔ رتن سین نے شکار جاتے ہوئے اس کی حفاظت اپنی رانی

کے سپرد کی۔ رانی طوطے سے اپنے حسن کی داد چاہی اور تعریف نہ سنکر قتل کا حکم دیا۔ دائی راجہ کے خوف سے اس کو پوشیدہ کر کے راجہ کے آگے پیش کیا۔ راجہ پدم کے حال سے واقف ہو کر عاشق ہو گیا۔ وزیر نے نصیحت کی اور "کام سین" کا قصہ بیان کیا مگر اثر نہ ہوا آخر جوگی بنکر روانہ ہوا چند رفقا نے ساتھ دیا سنگلدیپ پہونچے بت خانہ میں قیام ہوا وہاں پدم آئی رتن اس کو دیکھ کر دیوانہ ہو گیا طوطے نے ہمدردی کی اور سیف الملوک کا قصہ بیان کیا۔ اس کے بعد وہ پدم کے پاس گیا حالات بیان کئے محل سے باہر لایا دونوں کی ملاقات ہوئی جوگیوں کے آنے کی خبر پدم کے باپ کو معلوم ہوئی دونوں کی شادی ہوئی وطن کو لوٹے راستہ میں طوفان آیا جہاز غرق ہوا۔ رتن اور پدم ایک تختہ کے ذریعہ کنارے پر پہونچے اور مصائب برداشت کرتے ہوئے چتوڑ آئے۔ علاءالدین اور دیو پال دونوں نے پدم کے حسن و جمال کی خبر سنکر حملہ کیا۔ دیو پال نے ایک دلال کے ذریعہ چال بازی شروع کی رتن اور دیو پال کا مقابلہ ہوا رتن مارا گیا اور پدم ستی ہو گئی۔

فارسی نثر جو فرخ بخش کے نام سے لچھمی رام نے لکھی ہے وہ بھی اسی مضمون کی ہے کیونکہ اسی مثنوی سے نثر میں لکھی گئی ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے اگرچہ قصے کے لحاظ سے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ ضرور اختلاف ہے۔ اس کے لئے کوئی قطعی رائے نہیں دی جا سکتی کہ دکھنی پدماوت دراصل کس سے ماخوذ ہے۔ مگر قیاس غالب یہ ہے کہ اول الذکر سے ماخوذ ہو۔ ذیل میں پدماوت کا مقابلہ ہر سہ فارسی کتابوں سے کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین بھی خود اندازہ قائم کر لیں۔

فرخ بخش	پدماوت دکھنی
ابتدائے قصہ۔ آوردہ اند کہ در ولایت سنگلدیپ	سنگلدیپ نارکا بات ہے
فرمانروائی بود کہ اور اگندرپ سین مے گفتند در	سنو میں کہونگا اوس بات کے
پیشہ عدل و انصاف از نوشیرواں گوی سبقت	تھا ایک راجہ سو ہو کر گنبیر
می بُرد و در سخاوت با حاتم پہلوی ہمسری میزد	سنگلدیپ کے ملک میں بے نظیر

فرخ بخش

و در شجاعت دستی داشت که بر رستم دستان
بمذمت میشد

فریدون حشمتی جمشید جاهی
سکندر شوکتی دارا پناهی
ز عدلش چون رخ خوبان مهوش
بیک جا جمع گشته آب و آتش

تمامی راجهای آن ممالک مطیع او بودند و بر
آستان عرش نشانش بعجز و نیاز سر می سودند
در همگی ولایت او احدی نبود که گرسنه می بود تعداد
سپاه او از احاطهٔ بیان بیرون بل از مور و
ملخ افزون تشنه لبان بادیه آرزو را از چشمه
فیض خود محروم نمی ساخت ۔

گویند که پدماوت طوطی داشت همدم و همساز
محرم راز دان سخن نام آن طوطی هیرامن نهاده
ساعتی او را از دست خود دور نمی نمود و از غایت
الفت بی او یکدم آرام نمی گرفت بلکه از جان
عزیز عزیزتر می انگاشت ۔

پدماوت دکھنی

نگا ناوں گندھرب سین تا اسکا اتھا
حکمت میں میرا راج اس بن نہ تھا
بسا سو سوا جی اتھی اسکی تل
کمر باندھ خدمت میں حاضر سکل
نہ تہا کچ لشکر کوں اوسکی حساب
کہ جوں کھن پتنگیاں مینی ماہ تا سب
خزینہ بہتری کو ٹھریاں لیا کتی ہزار
جواہر کی صندوق تہو سو ہزار
سو ایسا وہ عالی جو راجا اتہا
ولی اوسکی تین کوئی فرزند نہ تہا

اتہا ایک رانواں او سے پیار کا
نہ آدم میں تہا کیاں اس سار کا
جو تہا عقل کامل وہ پنکھی کی تین
ہیرامن رکہی ناوں طوطی کی تین
نہ ایک تل کریں اپستی اوسکوں دور
ہمیشہ رکھی اوسکوں اپنے حضور
تہا کیان تہا اس پنکھی میں بہوت
سکیں بات ہر کچھ سنی سو نروت
ہر اس نوصنی ہو کی روشن ضمیر
یو دو نو ہوئے علم میں بی نظیر

فرخ بخش

القصہ چوں طوطیان بدام افتادند صیاد ہمہ
را در قفس حبس کردہ متوجہ خانہ شد درا ثنای
راہ طوطی ہیرامن بصیاد گفت کہ اے صیاد
توجہ فرما و بند طوطیاں بکشا و مرا در قفس بند
خود نگاہدار انشاء اللہ آنچہ بہاے ہمہ طوطیان
خواہی گرفت من ترا زیادہ ازاں خواہم داد
کہ تمام عمر بفراغ خاطر در عیال و اطفال
بگذرانی -

پدماوت

قضا سون جو آیا شکاری ادھر
پڑی سگلی رانوں سوا سکی نظر
کٹک وال چہار انکی او تور کر
تتی پاند سب یک کوں یک جور

....

ہیرامن یو سن تین ہیں نیر لیا
کہیا شاد اچھ قرض کا غم نہ کہا
بچا منجہ کون توں کوی راجی کے پاس
جو کچھ ہے سو براد بھی تیری آس
ہو یگا سر افراز ہر بات تی
دلاوں بہوت کوچہ ہر دو ہات تے
میرا مول پوچھے اگر کوئی تجی
تکر مول توں چپ کہاد ی منجی

فرخ بخش

رای اقبال این معنی کردہ کمر ہمت بہ
پشت کرمے عشق بربست و بوقت شب
از جا برجست و تنی چند را از رفیقان خود
ہمراہ گرفت اگرچہ کمند اندیشہ بکرہ کنگرہ حصار
نمے گردید اما کمند بر حصار انداخت مثل او
رفیقانش ہر چہار طرف کمند انداز شدند و

پدماوت

رتن سین جون کہٹ کہیا انسوں بات
کنڈ چھیتی اٹ چلیا ایک رات
لکیا جاک کر گون جو محبوب تہی
رتن سین کی پیو کی اپ دھپ تہی
سینتی سب دزیران کمندان اپ
جو مضبوط سارے کنگورا نکوں کر

فرخ بخش

از حیات جان باز کشید بر حصار افتد هنوز
راهی از نخل وصال پدماوت بر نخورده بود که
از هر چهار طرف شور و شر افزود و از پاسبانان
قلعه غریو برخاست و جمیع سپاه راي
سنگلدیپ بر در شاه خود گرد آمدند تا آتش
فتنه را باب تیغ فرو نشانند راي کندرپ سین
به ندیمان خود گفت چون باشد که حکم در قتل
جوگیان کنم که مرتکب این چنین امور ناشایسته
شده قدم از جادهٔ ادب بیرون نهاده اند

مرد با خبر دستش همراه راي از وطن آمده بود
او را از این معنی اطلاع پذیرفت صرفه جان نکرده
مانند شیر دلیر گشته پیش راي کندرپ سین
والی سنگلدیپ رفت و گفت اگر خواهی که راي و
پادشاهی من پایدار ماند راي رتن سین که
والی هنداست خبر رسان ندانی که تشکل درویش
است پادشاه ملک خویش است .

پدماوت

چڑھی پاک پنچھی ایک جوان پاسے بل
مہاراج تہا سب سوں اپنی اکل
گئی دور لگ چھڑکی اس کرا پر
ہوا ان کی کتوال کوں جوں خبر
لی لشکر اپس کا سو دوڑ آ گیا
اپس سیتی سب کوں تلی لیا گیا
بندیا کہنچ مشکا جتنی تہے فقیر
پڑے بند میں بادشاہ ہوا وزیر

....

جو اتنی میں راجا کیا حکم تب
کرو قتل یکدم فقیران کوں سب

قضا سوں ہوا جو کامل فقیر
اتہا کندرپ سین کا او جو پیر
رتن سین سوں بہوت محرم اتہا
دیواری منی اس سوں ہمدم اتہا
سنیا جدں خبردار کر گیا
ترت کندرپ سین سوں یوں کہیا
تجے لوگ کہتی ہیں وہی راسے
ولی جلکی یا جیان ہیں گہر میں اسے

پدماوت

تیرا ایک جو دیکھو سو کھٹکا ہوئے
تیرے تک میں آئے سو خوار ہوئے
نہ انصاف ہے تجھ میں نا پیار کچھ
نہیں رحم تجھ دل میں نہیں ار کچھ
مہاراج پوچھا کی پو تاج سر
کیا ہوں ستم میں کہو کس اپر
کرو منج خبردار اس بات کا
ہوا منج سوں تقصیر کس دہات کا
کہیا مرشد اس کا حقیقت جو سب
ہوا سنگی واقف مہاراج تب

نظم بزبانی فارسی

در بحر جزیره است سنگل
با قلعه و کنگره مکمل
پهنائے زمیں زہی حسن نیک
در پلۂ او سپهر پاسنگ
هر برج حصار او سپهری
هر خشت جہاں فروز مهری
. . . .
هر کوچه و فوج ماه رویان

نظم دکھنی غلام علی دکھنی

سنگل دیپ کے نار کا بات ہے
سنو میں کہونگا او کس دہات ہے
اتھا ایک راجہ سو ہو کن گیر
سنگل دیپ کے ملک میں بے نظیر
نکا تا وان کند و رپین اس اتھا
جگت میں بڑا راج اس بن نہ تھا
بسا سو سوراجی اتھا اس کے تل
کمر باند خدمت میں حاضر سنگل

بزمی

باخود بہ ساتہ جنگ جونان

حیران برخ پدم ہمی دید
ہم ریختی اشک بازہی چند
چندان کہ پدم درو نگہ کرد
دل سوے شناختن نہ رہ کرد
حیرت زدہ ماند اندرین حال
کین طوطی خستہ پر و بال
گستاخ بروی من چہ بیند
خون ابرو و اشک دانہ چیند
چشم برخم چو تار مو واست
از بہر چہ خبر کی نمود است
زان جا کہ شگفت واست در سر
بر وے سن بسراے خلوت اندر

....

طوطی ز پس دعاے بسیار
گفت از سر شکوہ پر آزار
امروز نیم اسیر واست
عمریست کہ گشتہ ام غلامت

غلام علی

چلیا او کر شاہ کا لے پیام
کیا شاہ زادی کوں جا کہ سلام
دیکھی اوس کوں ارا کی رونے لگی
چندر کہ انجو ساتہ دہونے لگی
کہی کیوں میرے سینے دل توڑ کر
گیا تہا کہاں توں مجھے چھوڑ کر
کتیں دل کیا کہوں یکایک نپٹ
کیا تہا قیت منجہ سینے دل کوں گہٹ
کتے پیار سوں تج کوں پالی ہوں میں
سنا تج دکہوں اپسیں ہالی ہوں میں

....

ہر امن دلا سا دیکر بہوت وہات
زتن سیں کا سب کہیا کھول بات

اب رازی کی شمع و پروانہ کے ساتھ غلام علی کی دکھنی پدماوت کا مقابلہ ملاحظہ ہو۔

رازی

صبحدم گر ہوائے فصل بہار
لالہ بشگفت گشت گل زار
شہ زن سیب ہر صبید نشست
تاکند در شکار ملکش گشت
بانوی خانہ مثل فصل بہار
بستہ بر خود ہزار گونہ نگار
شدہ در آئینہ جلوہ ساز نیاز
باخیال خودش نیاز و ناز
اندر آئینہ دیدان زین
عاشق نفس خود ان خود بین

....

خود بخود شد جمال زیبائی
خود تماشا و خود تماشائی
زین سخن سر نہادہ بر زانو
سر بہ ادہم ز قصہ بالو
کرد اندیشہ کین خجستہ نوا
گشتہ وساز تا خدا بو سرا

غلام علی

کیا ذوق یکدن شہی نامدار
نکل آئیا بہار کھیلن شکار
سہیلی کوں اسوں جو فرصت ہوا
پکیلا پنکھی دیک غنیمت ہوا
اپسکوں زیتی سینتی بہر سنگار
مکمل ہو کر آئیی رانوین کے ٹھار
کہی تو کیا ہے جگت تل ادپہ
جو آیا ہی توں سات دریا گذر
نظر تل عجائب پہ پایا بہوت
بشہر ہر روش کا دیکھا ہی بہوت
کہوں کیا تیری میں تیا کیان ہی
نہ تجھ کیاں کا کوئی انسان ہے

رازی

در تجرد حال روزن مرد
کرده درویش اثر بهر درد
زین تحیر دل همه بگرفت
گفت با خصم دگر زر روی شگفت
حاش للّٰه این جوان نه گداست
فردوست رحیه اسش پیداست

....

این گدا نیست هست رائے رتن
ست ز عشق پدم جلا سے وطن
شاہ چتور رائے رایان ست
گرچہ در کسوت گدایان است
بہ کہ این پند بندہ بپسندی
سرفرازش کنی بفرزندی
کز من باورت نمی آید
طوطی این وصف برتو بگشاید

غلام علی

قضا سوں پڑا او جو کامل فقیر
اتہا گندرپ سین کا او جو پیر
رتن سین سوں بہوت محرم اتہا
دیواری منی اس سوں ہمدم اتہا
سنیا جوں خبر دور کر آ گیا
ترت گندرپ سین سوں یوں کہیا
تجے لوگ کہتے ہیں دہری اسے
دلی چلکی راجیاں میں کہری اتہی
تیرا ایک جو دیکہی سو گنہگار ہوے
تیرے ناک پاس آسے تو ار ہوسے
نہ انصاف ہے تجہ میں نا پیار سچ
نہیں رحم تج دل میں نہیں ار سچ
مہاراج پوچہیا کی یوں تاج سے
کیا ہوں ستم میں کہول کس اپر
کرو مجے خبردار اس بات کا
ہوا مج سوں تقصیر کس دہات کا
کہیا مرشد اوس کا حقیقت جو سب
ہوا سنکے واقف مہاراج تب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پدماوت کے دیگر دکھنی اور اردو قصوں کی بھی مختصر صراحت کر دی جائے۔

غلام علی کے تقریباً پچاس ساٹھ سال بعد ولی ویلوری نے پھر اس قصہ کو رتن و پدم کے نام سے منظوم کیا ہے۔ ولی کے متعلق مزید وضاحت۔ دور مغلیہ میں آ گئے درج کی گئی ہے۔ اسپرنگر[1] کی فہرست میں یہ مثنوی شریک ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے

---

[1] مولف اردوئے قدیم مولانا حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب نے اس مثنوی کے متعلق جو صراحت کی ہے (جو غالباً اسپرنگر ہی کی وضاحت ہے جس کو اردو کا جامہ پہنایا گیا) وہ حسب ذیل ہے۔

"قصہ رتن و پدم اسکو ولی نے سہ ہوش میں کہا ہے اس کا جو نسخہ توپ خانہ کے کتب خانہ میں موجود تھا (اسی کتب خانہ توپ خانہ اودھ کی کیٹلاگ کا مولف ڈاکٹر اسپرنگر ہے۔ ہاشمی) اس کے چار سو ورق تھے اور جس میں کم و بیش چار ہزار ابیات تھے اس کی ابتدا حسب ذیل شعر سے ہوتی ہے۔

خدایا تو ہے پاک پروردگار

نرنکار و آنکار واچھی انار

کتاب میں مختلف مقامات پر مصنف نے اپنا تخلص بیان کیا ہے منجملہ ان کے دو مقامات یہ ہیں۔

ولی تیرے کرم کی ہے مجھے آس | نہ کر اس آس سوں ہرگز تو نراس

ولی ہے یو سب خالی بھانا | اسی کا کام ہے دینا دلانا

(اردوئے قدیم طبع ثانی صلا)

کہ عبدالمجید خاں[51] قلعدار سدہوٹ کے زمانہ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے چنانچہ خود مصنف نے اس امر کی صراحت کردی ہے۔

حراست خاں امیر ایک نامور تھا — سکونت گاہ اسکو سات گدہ[52] تھا

تھا وہ اہل درد و نیک اعمال — رفاقت میں تھا میں اس کے خوشحال

قضارا واں سے ان بوقسمت بخواست — سو آیا میں طرف کڑپہ[53] کے دہر خواست

---

[51] اس کے متعلق مزید صراحت سدہوٹ کے مخطوطات میں درج کی گئی ہے۔

[52] سات گدہ علاقہ مدراس میں واقع ہے یہاں کے جاگیردار مشہور تھے ان میں حراست خان ایک نامور جاگیردار تہا۔ ولی ویلوری اولاً اسی جاگیردار کی ملازمت میں داخل تہا۔ اس کے بعد وہ سدہوٹ آ کر قلعداروں کا ملازم ہوا۔

[53] کڑپہ کا دوسرا نام سدہوٹ ہے۔

نواب عبدالمجید ابن عبدالحمید ایک
تہا وان نامور صوبہ سعید ایک

سو اد بجز شجاع پروانہ لکھ کر
پسالک نوکران میں منسلک کر

تعین کر مجکوں سدہوٹ کو روانہ
کیا او صاحب سشیرین زمانہ

سو حسب الحکم میں سدہوٹ کو آیا
زنگار نگ وان تماشے میں نے پایا

ان دونو دکھنی کے علاوہ ایک اور مثنوی اردو میں لکھی گئی ہے جو ملل شمع و پروانہ سے موسوم ہے اس کو اول ضیاء الدین عبرت نے شروع کیا تھا مگر مکمل نہ کر سکے ان کے انتقال کے بعد غلام علی عشرت نے مکمل کیا اور ۱۸۵۸ء میں لکھنؤ سے شائع کیا ہے۔ اس کا ایک نامکمل نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ (بلوم ہارٹ ۱۶۲)
عبرت نے اپنے قصہ کو عبدالشکور بزمی کی پدماوت سے اخذ کیا ہے بعض مقامات سے ان دونو یعنی عبرت اور غلام علی کا مقابلہ پیش کیا جاتا ہے کیونکہ دونو منظوم ہیں صرف زمانہ کا فرق ہے

ملل شمع و پروانہ

سخن سنج معانی محرم راز
ہوا ہی اس طرح سی نکتہ پرداز
کہ ایکدن دشت و صحرا میں زن سب
شکار افگن تہا با صد زیب و زین
پہنچ کئی تیز باز او سجا ہزار دن
بیان دشت میں تازہ عشقیان
پہونچی دہوم جنگل میں مچائی
شغب کی آتش او س بن میں لگائی

پدماوت

کیا ذوق یکدن شہی نامدار
نکل آگیا بہار کہیلین شکار
سہیلی کون اسون جو فرصت ہوا
یکیلا پنکہی دیک غنمت ہوا
اپسکون ندیتی سینی بہ ستکار
مکلل ہو کر اتی راتوں کے شمار
کہی تون کیا ہی حکت تل اوپر
ہو آیا ہی تون سات دریا گذر

شمع و پروانہ

کیا آئینہ سان اوسکی طرف رو
کہا ہنسکر کہ ای مرغ سخنگو
نہایت تو پرا ہیکا جہان میں
نہ دا اکثر بہی بزم گلرخان میں
بہار سبز کی مانند بہر جا
ہر ایک صورت کا گل ہی تونے دیکہا
چہترلی پدہنی کو جانتا ہے
ہر ایک کا حسن تو پہچانتا ہے
پدم کا تونے ہیکا ناز دیکہا
سہے اسکے حسن کا انداز دیکہا

جو پیدا دولت سے وہ طوطا اوڑیا
پدم کی ہوش کو گویا اوڑیا
وہ طوطا تہا جو سرتاپا توکل
اوڑا کہکر کہ اب تیرا توکل
خیال آسا چلا روے ہوا پر
دہی وحشت کی دستی کہول شہپر
کبہو جون چشم کرتا سیر دریا
کبہو مجنوں کی صورت دشت پیما
نتہا دل بستہ خشکی و تری کا
کہ دو دستا ہمزاد تہا یک پری کا

پدماوت

نظر تل عجائب پرپایہی بہوت
بشر ہر اوس دیس کا دیکہا ہی بہوت
کہون کیا تیری میں تنہا کیان سے
نہ تجہ کیان کا کوئی انسان سے
قون سچ بول مجہ روپ کا خوب کیں
دیکہا ہو نیکا رودپ اپر دیپ کیں
منجہ ایسے چتور چہت کے ناری اچھی
کہ جون کمونہتی میں ہون پیاری اچھی
نظر تل تیری آج کیسی ہون میں
نہ دریول تون جو سون جیسے ہون میں

ستارا دو ہپاک سے سمندر میں
پڑیا تخت گرداب کی شور میں
جو طوفان اٹہیا تب پریشان کا
پڑیا فکر آکر اپس جان کا
بچہر کر گیا تہا ہیرا من نکل
شہر چہوڑ کر پیت سون پکڑیا جنگل
کتی دن رہیا اس بیابان میں
کریا در قرار ہی ہوا جان میں
لگیا شاہزادی کیرا غم اوسی
جو تاناتہا یاد ہر دم اوسی

مثل شمع و پروانہ

بسانی رنگ عاشق دردو ساز
نہ تہا آرام اوسکو غیر پرواز
ہوا پر سبز طوطا فوج در فوج
نظر آتی اوسی جو نہاک کی موج
جو اسکی طرح سے گرم فغان تہا
برنگ نالہ روز و شب روان تہا
ستم کش نے جو اپنی جنس پائی
دیا اوسکو کیا فضل خدائی

اودہر تو اوسکو تہی ہی انتظاری
کہ آپہنچی پدم کی وہاں سواری
اوٹہایا جو ہی پردہ اونی یکبار
نگاہی دونو کی باہم ہوئیں چار
کہوں کیا عشق نے جلوہ دکہایا
ایدہر اسکو اودہر اوسکو غش آیا
ایدہر اودہر ہوئی دونو وہ بیہوش
کمال نشہ میں جیسے قدح نوش
وہ کہا اوسطرف تیری مژہ سے
ایدہر بسمل یہ اوس تیغ نگہ سے

....

پدماوت

اپدر ہوار کہی ہوا کی اوپر
نکر کر پیکا کر اپنی نظر

....

چلیا اور کہ ساتہ دریا گندر
تماشے جو دیکہتا ہر یک ٹہار ٹہار
بنگالہ میں یک خوش باغ تہا
جو جنت کی دل رشک سوں داغ تہا
اتروان لگیا سیر کرنی کی تیں
جو میوہ کی جہار انپہ پہرنی کی تیں

یکایک نظر تل فقیران دسی
دیکہی کوری نظران سینی ہر کسی
چلی ان کی سب پہیر سینی نکل
سوائی عاشق کہنی جو چنچل
دیکہی سو رچہا ہی تا بات کا
جو روشن کرنہارا پس جان کا
ہوے بہوت خوشحال اوسی دیکہ کر
جو ہی حسن میں او بہوت نیک کر
کہی دل میں لائق ہی میری یو جوان
دیوی منجہ کون یہ پس سو دان

بلبل شمع و پروانہ

حروف رمز چھاتی پہ بنا کی
چلی القصہ وہ صندل لگا کے
وہ حلقہ کان میں دیکھ جو اوسکے
ہوئی حلقہ بکوشش اوسکی وہ دل سے
پہنا کر دلکو جوگی کی جٹا میں
ہوئی رونق فزا دولت سرا میں
زبس مضطر نہایت مثل سیماب
فغان و نالہ بر لب چشم پر آب
طپش سے دلکی از حد نا گوارا
غرض جوں توں وہ گذرا روز سارا

پدماوت

کہی یا خدا منجہ دلاتوں اسے
پیتبر اسکی منجہ کوں ندی بھر کے

و صندل سوں چھاتی پہ لکھی جواب
نہ تہا دیکھی منجکوں تیری میں تاب
تو کیا واسطہ یہاں تلک آ گیا
میری تیں بہی دیکھنی پا گیا
منجے بھی ستیا لیا کی اس فند میں
پڑنت میں پڑی عشق کی بند میں

مثنوی پدماوت کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ غلام علی ایک بہترین شاعر تھا اوس کو اپنے فن میں ید طولی حاصل تھا مثنوی میں جا بجا ئے اپنی ذاتی رائے اور خیالات ظاہر کئے ہیں جس سے اوس کی شاعرانہ قابلیت واضح ہوتی ہے۔ اس کا اسلوب بیان بھی سادہ ہے۔ اس مثنوی کو گولکنڈہ کی مثنویوں میں خاص اہمیت دی جاسکتی ہے اور اس کا مصنف اپنے زمانہ کا قابل شاعر تصور کیا جاسکتا ہے۔

اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ جہاں تک میری معلومات ہیں ہندوستان میں نہیں ہے۔

جنگ نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے (بلوم ہارٹ نمبر ۱۰۸) ورق (۱۱۰) سایز ۹ × ۶ ½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نسخ۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"محمد حنیفہؒ کی جنگوں کا بیان جو علیؓ کے تیسرے فرزند تھے یہ قصہ حسنؓ اور حسینؓ کے قتل ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ یہ دکھنی مثنوی ہے جس کا مصنف سیوک ہے مصنف نے بیان کیا ہے کہ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ غالباً محمد عاشق کے قصہ محمد حنیف سے ترجمہ کیا گیا ہے تاریخ تصنیف سنہ ۱۰۹۲ھ ہے"

کسی دوسرے یورپین مصنف نے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ نفس مثنوی سے مصنف کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا تخلص "سیوک" جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے صحیح ہے کیونکہ متعدد جگہ صاف طور پر اس کی صراحت ہوتی ہے مثلاً

حکایت اگی پھر سیوک بولتا	براہیم اشتر کا جگ بولتا (ص ۴۷)
یو سیوک تو ہجری کے سال تھی	ہزار یک نود دو کی اپرال تھی
اسے سیوک بنام رسول عجم	محمد حنیف شہ کا کر جنگ ختم (ص ۱۰۹)

دلے سیوک غلام نبی کا سچا	شفا کر شفا کر شفا کر شفا
یو منگتا ہے سیوک نے اب تجکنے	مجہ آسان کرتا دیکے سے منی (ص ۱۱)

یہ مثنوی قطب شاہی دور کے آخر فرمانروا کے عہد میں مرتب ہوئی ہے مگر بادشاہ کی مدح وغیرہ کچھ نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیوک کو دربار شاہی سے کوئی تعلق نہیں تھا مصنف نے اس امر کی بھی صراحت نہیں کی ہے کہ اس نے کس کے فارسی سے اس کو دکھنی میں ترجمہ کیا ہے۔

قیاس ہوتا ہے کہ اس عہد کے ایک دوسرے شاعر غلام علیخاں لطیف سے ان کی چشمک تھی کیونکہ اسی مضمون پر صرف تین سال بعد لطیف کا اپنی مثنوی لکھنا اور اس میں اپنی فوقیت ظاہر کرنا اپنے شاعری کی تعریف کرنا اور اس کو شاہ نامہ کا جواب قرار دینا واضح کرتا ہے کہ اس جنگ نامہ کو وہ ہیچ تصور کرتا تھا اور اسی مضمون پر صرف تین سال بعد اپنی مثنوی مرتب کرنی ضروری تصور کرتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے سیوک ضرور ایک مذہبی شخص تھا بلکہ قیاس غالب ہے کہ وہ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ اس سے زیادہ اس کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہو سکتے۔

اس وقت کے رواج کے خلاف حمد و نعت وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ ابتدا ہی سے اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ مثنوی ناقص ہو مگر کوئی قطعی رائے نہیں دیجا سکتی۔ میرے پاس بھی اس کا ایک نسخہ ہے اس میں بھی ابتدا سے اصل قصہ ہی شروع کر دیا گیا ہے حمد و نعت وغیرہ نہیں ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں ظاہر کیا گیا ہے یہ ایک فرضی داستان ہے اصلیت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ چنانچہ قصہ کے خلاصہ سے اس کی حالت ظاہر ہو سکتی ہے۔

حضرت علیؓ نے اپنے ایک فرزند علی اکبر کو ایک شہر کی طرف روانہ فرمایا تھا جہاں انہوں نے اپنی بادشاہت قایم کر لی آپ کے بھائی محمد حنیفہ تھے۔ امام حسینؑ نے اپنی شہادت کے وقت ایک قاصد کے ہاتھ اپنا خط محمد حنیفہ کے پاس روانہ کیا جس میں درج تھا کہ حسنؑ کو زہر دیا گیا اور کربلا میں انکو (حسینؑ) کو قتل کیا جا رہا ہے۔ تم اس کا بدلہ لو۔ قاصد آیا اور محمد حنیفہ کو دریافت

کر کے خط پیش کیا انہوں نے حال پڑھ کر افسوس کیا اور خطبہ دیا فوج فراہم کی چودہ ہزار لشکر کے ساتھ یزید سے جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں سنا یزید مدینہ پر حملہ آور ہوا ہے آپ ادہر روانہ ہوئے اپنے دو بھائیوں طالب علی اور عاقل علی کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا وہ آئے۔ بڑی جنگ کے بعد یزیدی لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے بعد یزید کا لشکر مروان کی سرکردگی میں مقابلہ کے لئے آیا اب کے بھی محمد حنیفہ کو فتح حاصل ہوئی۔ اب یزید نے ملک روم، زنگبار، فرنگ اور حبش کے بادشاہوں سے امداد طلب کی وہاں سے عظیم الشان لشکر آیا۔ محمد حنیفہ کو ترکوں کے دو بادشاہ طاغان اور موغان نے مدد دی بڑی جنگ کے بعد محمد حنیفہ زخمی ہو کر گرفتار ہوگئے جس کے باعث آپ کا لشکر منتشر ہوگیا۔ مگر پھر آپ کے سرداران فوج اور بھائیوں نے باہم مشورہ کیا اور آپ کی رہائی کے لئے روانہ ہوئے۔

ادہر یزیدی فوج نے محمد حنیفہ کو گرفتاری کے بعد یزید کے پاس روانہ کر دیا یزید سے آپ کا مباحثہ ہوا آخر آپ قید کئے گئے کچھ عرصہ بعد آپ کی فوج آئی اور آپ کو رہا کرے گئی۔ اس کے بعد دونوں فوجوں کا پھر مقابلہ ہوا ایسی شدید جنگ ہوئی کہ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ اسی اثناء میں محمد حنیفہ نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ کیوں بندگان خدا کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اس آواز کے ساتھ آپ گھوڑے سے نیچے آئے خدا کی درگاہ میں توبہ کی اور ایک غار میں چلے گئے غار پر بجلی گری اور وہ غائب ہوگیا۔ آپ کے غائب ہونے پر آپ کے لشکر کو شکست ہوگئی آپ کے بھائی علی اکبر کو آواز کے ذریعہ آپ کے غائب ہونے کا حال معلوم ہوا۔ اور آپ کے عزیز اقارب وطن کو واپس ہوگئے۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے

کہوں یک جنگ شاہ شیر زبان — حسین شاہ ابن علی بعد زان
سو اس شاہ کا یک عجب بہائی تھا — ابا یک صور بہائی دو مائی تھا
سو اس نام تھا شاہ محمد حنیف — سو جو کوں بنے سایہ سے جلد حنیف

سو ایک دن نبی نی علی سوں کہے
تون شیر خدا یوں سو منجہ سوں رہے

رہے مرتضی سوں کو خوشحال ہو
سو خوشحال رون رون ہر یک بال ہو

دئی بادشاہی کئے سرفراز
دئی بخشش شاہی شہر با نیاز

علی کون بہے ہر یک فرزند انہی
علی اکبر اسنام تہا کر سکیے

جو سنکات اسہائے کی شہ نجف
روانا کئے اسی شہر کے طرف

چلے شہر کے بات وین نیت لیے
سو اس بہائی کون آپنے بیٹ لے

کیتک دنکون جا تخت قابض کئے
جو اس بہائے کون وازری دیئے

لگے راج کرنے عدل لوج سوں
رد پیش بیت انصاف کی بوج سوں

جو اس شہر سوں کربلا دور تہا
سو دونو سے فاصلا دور تہا

مقابلہ دو شخص

پکا ایک کہو ریکون وین دب کیا
زنگی وار قاق او پہ حیب کیا

شیب فاقا کیا ردہ دوار
کیا ہدا تکہ حیدر کا نعرہ پکار

زرب جا بہر پاسشاہ دانشمند
زنگی کی کمر کا پکڑ کمر بند

لیا دیت وجا تریں میں لی او پار
پہرا اسکون کر کر زمیں پر پچہار

زنگی کون ضرب سو پچہاری دیا
سبے استخوان اسکی سرمان کیا

جو عقبیا نے دیکہا زنگیکا ضرب
ولد کون لکیا پوچہنے حال تب

کہی یوں ای ملعون جاتا کدہر
تجہی آج بہاتا ہوں دوزخ بہتر

سو یوں بول تکوار سارا کیا
سو چینے کون اسکی آوارا کیا

دیکہیا ار کا فر کون استوار کہٹ
دو ٹکڑی کیا اسکا ای تا بسمت

دعمر علی شاہ رداست کہپرا   دیکھیا سو جیون نہات تا کہا پیرا

تو اسنے میں طوفان مو غال آئی   تڑنکہ لاک پر دس ہزاران او جائی
یزید انکی دین پیٹ پر آپڑی   یزو زیر بالا ہو سب کڑ بڑی
مگر نوح کا پہر کہ طوفان تھا   کتیک وقت لک سخت گہمسان تہا
زمیں پر لہو کے سو نالی بہے   دصدان اسمنے جون ٹھنانی بہے
ہر یک وار ماریں علی پو ستے   زمیں کے کواران تمن کہو ستے
ہر یک یک طرف یون سو میدان کیے   یزیدیاں کے ساریاں کوں رادیادہ کیے
ہو سستہ ہاتیاں کی تنکی تلار   زمیں کا بہریا پیٹ دینے رکار
کھڑک سخت ہستہ ہات یاجن لگے   یزدی گہتو ہو کر رہا تن سے لگے

پوچھے شاہ او سے کانسون آیا ہی تون   کہیا شاہ آیا ہون میں روم سون
لکھے پادشاہ روم کرتا ہی کیا   ملکہ ہور لشکر سو دہرتا ہی کیا
کہیا پانچو لاک ہور چالیس ہزار   کندان ستن ہار وہیں سوار
روانا کیا ہی یزید کی کمدن   اہی شاہ مظفر تیری سون جہو جن

دو لشکر کا مقابلہ

غضنفر شاہ کہڑی باند لشکر کی صف   کہڑی باندکر شاہ فرزند نجف
اوتہی دین یزیدی آ سکے بارل   سکے بارل بہار پر بہار ل
غضنفر شاہ اوتہیا ہی ترنکان سکل   سو بہایان عزیزان برادر سکل
سو لشکر میں لشکر ملائی کیا   لشکر میں لشکر کہل بلا ہی کیا

اوٹھیا ہانک ہنکارہ چور ہیبت تی | اوٹھیا شور چودہرنی جوں آفتے
لگے مارپیٹ واراں سبل | حنف شاہ کی موہن سواران سگل
سو اتنی میں طوغان موغان آ گئے | ترک لاک پر دس ہزاراں اوچائے
چپے آ یزیدان کی دین پیٹ پر | لگے مارنے سر سب سینے جگر
سو طوغاں و موغاں دین ماتنے | محمد حنف پاس انپڑی اہتی
حنف شاہ طوغاں کوں دیکھکر | سو خوشی دل ہوئے شاہ حنف شیر نر

لگے مارنے تیغ او تیغ زن | کچلنے لگے یون یزیدان کا دہن
یزیدان کون سب زیر بالا کئے | لئے مار لشکر او جالا کئے
یزید دیکھ لشکر کے احوال کون | چھپنے کانپنے تن پو ہر بال کون

خاتمہ مثنوی جس میں تاریخ تصنیف اور فارسی سے ترجمہ کرنے کا ذکر موجود ہے۔

یو جنگ عظیما کیا سربسر | کہی تاریخ تدہان جان خیر البشر
یو سیوک تو ہجری کے سال تھی | ہزار یک تو دو کے اپرال تھی
اے سیوک بنام رسول عجم | محمد حنیف شہ کا کر جنگ ختم
کریم الشکور و غفور الودود | بہیجا تہا نبی پر صوا راز درود
ہے سیوک غلام نبی کا سچا | شفا کر شفا کر شفا کر شفا
یو منگتا سیوک ہے اب تجہ کنے | مجہ آسان کرنا دیکھے سرنے
انتا یو قصہ فارسی سوں اول | کہا دکہنی میں ترجما سنجے بدل
ختم کر توں سیوک دعا پر کلام | بحق محمد علیہ السلام

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں مگر اسی مضمون کی ایک اور مثنوی (ظفر نامہ) ہے جس کا ذکر صفحات آیندہ میں آئے گا اسی ضمن میں اس کا مقابلہ کیا جائیگا۔

بلوم ہارٹ نے اس امر کی صراحت کی ہے۔ یہ جنگ نامہ محمد عاشق کے فارسی مثنوی قصہ محمد حنیف کا ترجمہ ہے۔ مگر نفس مضمون کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے دراصل ایسا نہیں ہے محمد عاشق کے قصہ محمد حنیف[۵۱] میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک بادشاہ تھا جس کی ایک لڑکی نہایت

---

[۵۱] اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں نمبر (۱۵۹۲) پر موجود ہے۔

اس کے متعلق جو وضاحت مصنف کٹیلاگ ایتھے نے کی ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"اس کا مصنف محمد عاشق ہے جو عام طور سے شیخ نور الدین محمد عاشق سے مشہور تھا "چہد سو عیش و طرب" جو ۱۰۶۹ھ میں لکھی گئی ہے اس کا بھی یہی مصنف ہے۔ کٹیلاگ اسپرنگر میں اس کا ذکر ہے P. 1239 اور یہاں میں بھی موجود ہے P. 923 محمد عاشق زین العابدین (جو عام طور سے ملا صدر الدین محمد بن ابراہیم شیرازی سے مشہور ہیں) کا مرید تھا ان کا انتقال ۱۰۵۰ھ میں ہوا ہے۔ اس کا ایک دکھنی ترجمہ ظفر نامہ یا جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ہوا ہے جس کا مصنف مفتاح العاشق ہے" ص ۸۷۵

بلوم ہارٹ نے جو وضاحت کی ہے غالباً اس کا ماخذ یہی ایتھے کا بیان ہے۔ ایتھے کو جہاں اس امر کا دھوکہ ہوا ہے دکھنی مثنوی فارسی سے ترجمہ ہوئی ہے وہاں ایک دوسری سہو بھی ہوئی ہے وہ یہ کہ ظفر نامہ مصنفہ غلام علیخاں (جو عام طور پر مفتاح العاشقاں سے موسوم تھا) اور جنگ نامہ محمد حنیف (مصنفہ سیوک) کو ایک ہی خیال کیا ہے حالانکہ دونوں جداگانہ ہے۔

ظفر نامہ کے بیان اور اس کے نفس مضمون کے ملاحظہ کے بعد اس امر کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ دونو مثنویاں جداگانہ ہیں۔ اور اسی طرح یہ محمد عاشق کے مثنوی سے بھی جداگانہ ہے

حسین و جمیل تھی محمد حنیف اس سے مطلع ہوکر گئے اثنائے سفر میں دیووں اور پریوں سے مقابلہ ہوا آخر پر محمد حنیف کامیاب واپس ہوئے۔

ظاہر ہے سیوک کا جنگ نامہ اس مضمون کا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مضمون بالکل جداگانہ ہے۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ راقم الحروف کے پاس ہے یہ جامعۂ عثمانیہ کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔

"قصہ رضوان شاہ روح افزا"

برٹش میوزیم لندن میں اس کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۲۷۱۶ اورینٹل) ورق (۸۱) سائز ۱۰ ½ × ۶ ¾ سطر (۱۵) خط نستعلیق

یہ نسخہ ۱۲ صفر ۱۲۰۷ھ کا لکھا ہوا ہے بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"رضوان شاہ شہزادہ چین اور روح افزا پری کا قصہ یہ ایک دکھنی مثنوی ہے مصنف فائز۔ مصنف کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہیں جیسا خود مصنف نے بیان کیا ہے اس کو ایک فارسی نثر سے دکھنی میں منظوم کیا گیا ہے سنہ تصنیف کو جو ۱۰۹۴ھ ہے خود مصنف نے بیان کر دیا ہے ۱۸۷۱ء میں یہ مدراس میں طبع ہو چکی ہے۔"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی یہ شامل ہے اس کی صراحت یہ ہے کہ

"رضوان شاہ بادشاہ چین کا قصہ فائز نے دکھنی اشعار میں ۱۰۹۴ھ میں لکھا ہے۔ ۸۰ صفحات فی صفحہ ۹ شعر"

اسٹوارٹ کی فہرست میں بھی یہ شریک ہے اس نے کوئی صراحت نہیں کی صرف ایک مثنویہ دکھنی نظم ہونے کا ذکر کیا ہے۔

یہ مثنوی جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۱۰۹۴ھ میں مرتب ہوئی ہے چنانچہ مصنف لکھتا ہے۔

اتھا جس وقت سال ہجرت ہزار

اوس اوپر نود او سکے اوپر چہار

ہوا قصہ رضوان شہ تمام

نبی محمد علی پہ ہزاراں سلام

فائز قطب شاہی عہد کے آخر زمانہ کا شاعر ہے امامیہ مذہب کا پیرو تھا۔ دوسرے شعرا کی طرح اس کا پیشہ شاعری نہیں تھا بلکہ اپنے ادبی ذوق کے باعث نظم کہا کرتا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس کو مدت سے کوئی کتاب نظم کرنے کا خیال تھا جب ایک فارسی داستان رضوان شاہ دیکھی تو اسی کو نظم کے لئے انتخاب کیا۔ وہ اپنے اچھے شاعر نہ ہونے کا خود اعتراف کرتا ہے بعض دوستوں کی فرمائش پر اس نے مثنوی لکھی ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد و نعت و منقبت ہے تالیف کتاب کی وجہ بیان کی ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ بادشاہ کی تعریف درج نہیں ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ چین کے شہزادہ رضوان شاہ نے ایک دن شکار میں ایک ہرنی کو دیکھکر اس کا تعاقب کیا مگر وہ غائب ہوگئی۔ بادشاہ اس کا دیوانہ ہوگیا اسی چشمہ کے قریب جہاں وہ غائب ہوئی تھی مقیم ہوگیا یہاں ایک محل تعمیر کیا ایک دن ہرنی سے جو دراصل روح افزا پری تھی ملاقات ہوئی وصل سے شادکام ہوا مگر پھر جدائی ہوگئی آخر بڑی مصیبتوں و پریشانیوں کے بعد کامیابی ہوئی بامراد چین کو واپس ہوا۔

کلام کا نمونہ پیش ہے۔

اول نام حق کا لی بولوں سخن	بندہ ہوں اوسکی توحید کہوں سخن
ہی اللہ معبود بر حق قدیم	کہ رحمٰن ہی خلق پہ ہور رحیم
وہی جملہ مخلوق کوں ہی خدا	نکر یاد اوسکی کیوں کروں ابتدا

حمد و مناجات کے چار صفحے ہیں اور پھر بلا عنوان ہی منقبت شروع کی گئی ہے۔

ہماری نبی کا ہی پایا رفیع	مقدم شفیعاں پو سب پو شفیع
شکر اوس خدا کوں جو خلقت کیا	ہمیں کوں محمد کی امت کیا

نعت کے بعد بلا عنوان منقبت علی رض شروع کی گئی ہے۔

جتی بہائی کی دین کا تھا وزیر
ہی موسیٰ کون ہارون تجہ کون امیر

نبوت کی رتبی میں تھا جی ولی
موہی بیکلاں شاہ مردان علی

امیر عرب شاہ دلدل سوار
شہ لافتا صاحب ذوالفقار

سبب تالیف کتاب کے متعلق کہتا ہے۔

سنبی میں ہوا ہی کسی دلبری
جتا ور تھو بجھو ندہی ہی کسکون پری

ہر یک بات کا ایک قصہ ہوا
ہر یک نقل بھی اوپنچ پیدا ہوا

مزہ بہوت نقل و روایات میں
وقت بہوت گنتا حکایات میں

بہوت ہی حکایات اسد ہات کی
کتیک تو کتابان ہی اسبات کی

کتیک فارسی کون بھی دکھنی کری
دونوکاں قیامت تلگ نا مری

کتیک نثر او سیں کتیک میں نظم
کتی میں جمع کوئی عرب کوئی عجم

تو کرنی نپڑیا مجہ کون اس آس سون
نہ تھی نیند مجہ کون یو وسواس سون

کہ مجہ سون بہی کچھ یادگاری رہی
جو مجہ بعد کوئی بہشت روزی کہی

نہ دیکھا اپس کی طبیعت میں تاب
جو کہنی سکون نظم کر کوئی کتاب

نظم میں رسالی کیتا ہوس
سکت ہی جتی کا وتا کام بس

کیا سیر اکثر حکایات کون
رکھیا دل میں اپنی ہر یک بات کون

پڑیا تھا میں جتی قصانکی کتاب
سو قصی میں یکبات نہی انتخاب

اتھا فارسی نثر میں یو نقل
اوسی نظم کوئی نہیں کئے تھے ادل

تو میں بندہ فائز ہوس دہر کو تب　　یو تھی کون دکھنی کیا نظم سب
دسیا فارسی مختصر بسط نہیں　　دیا شاخ و برگ اس حکایت کو نین
تھیا فکر بیان طول تھوڑا دیا　　دیو نیک طبع آزمائی کیا
نہی شاعری کی کدہی مشق نیں　　کیا ہون بزرگان کی تقلید نین

ہر شہرت نہی شاعری کی ہوس　　نہ انعام پانی کی دل میں آس
مہربان صاحب مجہ پور بی ہوا　　میرا فکر مجہ کون مربی ہوا
طبیعت کی دریا کو آیا ابال　　تو موتیان نکل آتی ہر یک بی ڈہال

ابتدا داستان

جتی ہی حکایات کی راویان　　یو قصہ اونو یون کہی ہیں بیان
کہ تہا چین میں یک بڑا بادشاہ　　دولت تہی پیدا اوسکی یک سالہ راہ
اوس اطراف میں تہا جسے تخت و تاج　　اطاعت کرین اوسکون دیوین خراج
ولایت ملک کچہ نتہا اوسکون کم　　کسی کی طرف سون تہا اوسکون غم
دلی اون کہی مجہ کو آئینہ نین　　کہ مجہ نسل میں ایک فرزند نین
جو مجہ بعد اچہی وارث تخت دو　　جہانیں نکالی تجہ ہی سی بخت دو
میرا تخت کہ اوس سون پاوی نظام　　کری مجہ کون عالم منی نیک نام

خاتمہ ملاحظہ ہو

یو قصہ سنہار ہی شاد اچہو　　جنم سکہ سون اپنی عمر آزاد اچہو
خدایا اس پڑہی اپنی مدعا　　تجہی بہی کری مغفرت کی دعا
الہی تون فائز کو کر رستگار　　دلا اوسکون جنت میں دار القرار

تن اوسکا پچھڑ جای جان سون | ملا روح کون اپنی رضوان سون

جد ہانلک جہان جگ تی مشہور اچھی | یو قصہ جہان بیچ مشہور اچھی

کرون کیون شکر اسکی انعام پہ | ہزاران شکر ہی یو انعام پہ

اتھا جس وقت سال ہجرت ہزار | اوس اوپر نو د اوسکی اوپر چہار

ہوا قصہ رضوان شہ کا تمام

نبی ہور علی پہ ہزاران سلام

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اور نہ اصل فارسی قصہ دستیاب ہوا اس لئے مقابلہ اور اختلافات ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔

اس مخطوطے کے متعلق وہ باتیں اور لکھی جا سکتی ہیں اس مثنوی میں قصہ کے عنوانات اردو نثر میں لکھے ہوئے ہیں ذیل میں چند عنوانات لکھے جاتے ہیں جس سے اس وقت کی نثر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۱) قصہ رضوان شاہ پادشاہ زادہ چین کا جو عاشق ہوا روح افزا پری بادشاہزادی شہر شہبستن کے اوپر یو لیا فائز شاعر نے غفر اللہ تعالیٰ۔

(۲) بیان نصیحت و پند و اظہار کلام و بیان اپنا۔

(۳) ابتداء داستان اس قصہ کا اور رضوان شاہ اور روح افزا کا۔

(۴) شاہزادیوں وزیروں نے عرض کئے کہ عمارت جنگل میں تیار ہوئی۔

(۵) روح افزا نے اپنی حقیقت بوڑھی پاس بولنے لگی۔

اس مثنوی میں دو مطبوعہ ورق بھی شامل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جیمز ڈبلیو کار نے سنہ ۱۸۶۷ء میں اس کے طباعت کا انتظام کیا تھا اس کا خیال تھا کہ دکھنی شعراء کے کلام کو ایک سلسلے میں شائع کیا جائے اس سلسلہ میں گلشن عشق پھول بن اور قصہ بی بی مریم کا انتخاب ہوا تھا مگر افسوس سنہ ۱۸۶۸ء میں اس کے انتقال پر یہ کام موقوف ہو گیا۔ جو مطبوعہ ورق شامل ہیں

اور اس کی شرح بھی لکھی گئی ہے اس سے اس کی جانفشانی اور قابلیت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کام پورا ہو جاتا ہے تو دکھنی ادب کے جواہر پارے اس کے پہلے نمایاں ہو چکے ہوتے

اس مثنوی پر تنقیدی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فائز اس دور کا آخری بلند پایہ اور اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا اگرچہ اس نے اپنے متعلق انکسار سے کام لیا ہے مگر کلام کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی معمولی شاعر نہیں تھا۔ دوسری دکھنی مثنویوں کے خلاف اس میں عربی اور فارسی کی آمیزش زیادہ ہے جس سے خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں اس قسم کی نظم کا رواج ہو چلا تھا بجائے ہندی کے عربی اور فارسی کی زیادہ ترکیبیں استعمال ہوتی تھیں فائز کا طرز بیان بھی پسندیدہ اور دلچسپ ہے۔ کلام کے دیکھنے سے شبہ ہوتا ہے کہ قطب شاہی دور کی پیداوار نہیں بلکہ زمانہ مابعد سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر تاریخ تصنیف کے باعث کسی شبہ کی گنجایش نہیں رہتی۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے۔ ۱۲۱ قصص اور ایک نسخہ نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں بھی ہے۔

"ظفر نامہ"

انڈیا آفس میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ ۱۰۱ ورق (۱۵۸) سائز ۹ × ۵ سطر ۱۷ خط نسخ سنہ کتابت ۴ جلوس محمد شاہ

کیٹلاگ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

" محمد حنیف کے جنگوں کے حالات۔ دکھنی مثنوی ہے مصنف لطیف۔
جنگ نامہ سے جو کبھی اسی بیان میں ہے ہر بیان کے پہلے سرخی سے
فارسی میں عنوان لکھا گیا ہے مصنف کا نام غلام علی خاں اور تخلص لطیف
ہے انہوں نے خود کو مفتاح عاشقاں سے بھی موسوم کیا ہے وہ قزلباش
قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا ظفر نامہ کی تصنیف ۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۴ء میں ہوئی ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ شعر ہے نہیں البتہ ڈی ٹاسی نے اس کی صراحت
کی ہے

مثنوی میں تاریخ تصنیف متعدد جگہ لکھی گئی ہے مثلاً

سنہ یک ہزار و نود پانچ پہ | بنا کر مرتب کیا یو ادھر

ہزار و نود پانچ تا ہور بیکھر | نہ رہے کلیان لعن تیرے ادپر

ہزار و نود پانچ میں یا اسوا سیہ | سیہ یو مثنوی ہوئی سب تم کتاب

غلام علی خاں لطیف عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا قزلباش امیر امامیہ مذہب کا پیرو تھا اور

تفنن الطبع شاعری کرتا۔ وہ اپنی شاعری کے سوا اپنی امارت اور شرافت پر بھی فخر اور ناز کرتا ہے وہ حیدرآبادی ہونے پر بھی اظہار تفخر کرتا ہے بڑا پرگو شاعر معلوم ہوتا ہے کیونکہ صرف ایک سال کی قلیل مدت میں پانچ ہزار پانچ سو شعر کی مثنوی لکھ دی ظفر نامہ کے مقابل وہ فردوسی کے شاہ نامہ کو ہیچ خیال کرتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ "ظفر نامہ شاہنامہ کا تاج ہے کیونکہ اس میں رستم اسفندیار سیمرغ کی داستان کے سوا کچھ نہیں ہے۔ برخلاف اس کے ظفر نامہ میں مردوں کی تعریف اور محمد حنیفہ کے حالات ہیں۔ ظفر نامہ میں جو جو باتیں پوشیدہ ہیں وہ روشن دلوں پر ظاہر ہو سکتی ہیں"

مثنوی میں حسب رواج اول حمد ہے جس کے سات شعر ہیں اس کے بعد نعت میں پانچ شعر کہے ہیں پھر حضرت علیؓ اور حسینؑ کی منقبت میں (۱۸) شعر ہیں۔ اس میں یزید پر لعنت بھی کی گئی ہے اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے ختم قصہ پر چند شعر خود کے طبع زاد لکھے ہیں اس کے بعد سبب تالیف کتاب کا عنوان قرار دیکر اپنے متعلق اظہار خیال کیا ہے پھر مناجات کا عنوان آتا ہے اور اس پر مثنوی ختم ہوتی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ظفر نامہ جنگ نامہ کے ہم مضمون ہے مگر دونوں کے قصوں میں اختلاف بھی ہے چنانچہ قصہ کی صراحت سے اس کی توضیح ہو سکتی ہے۔ ظفر نامہ میں بیان کیا گیا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے بھائی محمد حنیف کو اپنا بدلہ لینے کے لئے لکھا وہ اپنے ملک سے یزید کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے اول مدینہ پہنچ کر ابن ولید سے مقابلہ ہوا اس کے بعد یزید سے مختلف معرکہ آرائیاں ہوئیں یزید اپنی مدد کے لئے شاہ زنگ شاہ فرنگ و غیرہ کو طلب کیا محمد حنیفہ نے اپنے تین بھائیوں طالب علی۔ عاقل علی اور عقیل علی کو بلایا اس کے سوا ترکوں کے سردار طلو غان موغان اور عثمان بھی امداد کے لئے آئے متعدد جنگوں کے بعد جن میں بہادری اور شجاعت کے مختلف نمونے پیش ہوتے ہیں شہر دمشق کا محاصرہ ہوتا ہے اس کو فتح کر کے امام زین العابدین کو یہاں کا بادشاہ بنایا جاتا ہے جو وہاں پہلے سے مقید تھے۔ اس کے بعد محمد حنیفہ غائب

ہوجاتے ہیں جب ابراہام کو سخت رنج ہوتا ہے وہ دمشق کے تخت پر اپنے بھائی علی اکبر کو حکمراں کرکے خود سلطنت سے کنارہ کش ہوکر سیاح ہوجاتے ہیں کہیں ایک روشن دل فقیر آپ کا مرید ہوتا ہے اب آپ مدینہ آکر علم استفادہ کرتے اور محرم کی بنا قائم ہوتی ہے۔

اس وضاحت سے جنگ نامہ اور ظفرنامہ کا اختلاف معلوم ہوسکتا ہے۔

ظفرنامہ کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حمد

کروں ابتدا بسم اللہ سے | بڑا ڈھنگ ہے بسم اللہ سے
کہ اول کروں وصف اللہ کا | جنے جیو دیا سو الا اللہ کا
بڑا باغنی کل شئی کا دھنی | سدا کیوں صبوریں بس کرم تے غنی

بادشاہ کی تاریخ

کہوں فی الجملہ کر بولتا ہوں عیاں | مرتب کیا ہور کہاں سو بیاں
تھا جب دور سلطان شہ بوالحسن | شہر حیدرآباد انکا وطن
کیا تب ظفرنامہ کا میں بنا | مرتب کئی لک سو ناچپ رہنا
محرم کا جب چاند پیدا ہوا | ظفرنامہ کا تب ظہور ہوا
بنا یوں کیا دن کہ باندرات | مرتب سو عاشورہ کہ چاندرات
ظفرنامہ یک سال میں سب کیا | دہانتی ہر یکتیں سو پڑنے دیا
سنہ یکہزار و نود پانچ پہ | بنا کر مرتب کیا یہ اچھر
قزلباش فرد نیلو انداد ہوں | ولے زادہ حیدرآباد ہوں
ہی تاریخ مولود میرا غنی | سدا دہیان تیرا دی حج اِی دہنی
ہوں سلطان عبداللہ کہ دور کا | سنجاع ہور سنجا ہوں یہی تور کا

لطیف ہوں لطیف ہوں لطیف | ضعیف ہوں نحیف ہوں ظریف ہوں حریف

مطول نہ کر اب کیا مختصر | سکل بیدا انتہا سو یو بولکر

ہے پورا یو سب مثنوی کا شمار | سراپا سو بلکہ اوک پنچ ہزار

نہ ماندہ نہ سست ہو کو تا کر شتاب | کیا غزنوی سات ختم کتاب

ہزاراں درود و ہور ہزاراں سلام | نبی ہور ولی پر اچھو مدام

مناجات حرفات تجھی ہیں بند | گناہوں سو دل رکھ سنو دردمند

کسافت تے جوں دور ہیوں صادقاں | لطیف ہے کہ مفتاح دوں عاشقاں

معلوم ہوتا ہے کہ لطیف نے اس کو شاہ نامہ کے جواب پر لکھا ہے اور اپنے کتاب کو اس پر ترجیح دیتا ہے۔ ذیل کے اشعار اس کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

ظفر نامہ شہنامہ کا تاج ہے | رعیت ہے وہ یو راج ہے

کہ شہنامہ وصف اراجیب ہے | ظفر نامہ مرداں کہ تعریف ہے

کہ رستم اتہا یک سیستان | فردوسی کیا رستم داستان

پیدا اس کا سچ کر و پرند اتہا | ولے کیا کہ سیمرغ پرور اتہا

تحقیق صفیہ شہی انجمن | تمن اول تے گرداں کہ گردن شکن

ہمیشہ جتی تس دیکھی تو ہور ہوی | کرے شاعر زبردست پر زور ہوی

ظفر نامہ سالم ہے مثل غرور | ہوئی تس دکنی تے حفظ اوکہ روز نزد

تکو جانو یو او پچ پرواز کر | بندیا ہوں سو تس ہیانے کے راز دہر

ظفر نامہ مرداں کا میدان ہے | کہ شہنامہ گنبد ہور یو چوگان ہے

کیا نام ہات کنگن کہ تین ارسی | دکن تس ہاں عربی ہے ہور فارسی

تون دانا ہی تو دیک دانائی ستے	کہ بینا ہے تو دیک بینائی ستے
ظفرنامہ میں کام کیا کیا ہوا	ہے روشن دلا اسکا پور دشمن دیوا

ابتدا قصہ

خبردیتی ہیں راویان اسو ضا	ہوا کیون اہی سو بو قدر و قضا
کنی کربلا کی سو چپکر سی میان	حسین ایکہا مین اکسب بیان
رکابدار کی بات دی بولی تب	ہیں اسٹہار پر جو شہید ہون جب
تون اسوقت نامہ سولی رات رات	محمد حنیفہ کی دی جا کو ہاتھ
رکابدار اسہ بات بعد از حسین	روانہ ہوا کر کو پر اشتک نین
دو منزل سو یک کر کو چلنی لگیا	کہ سیماب تیون بیک وہنی لگیا

دو شخص کا مقابلہ

اسے ملیں بدحال سے ناکر	تجی بہید بتیا ہون دو نرخ بہتر
یو سن بات دلمال مردار خوار	تو ہیفصد منی کرنز تیں نا بیکار
اچا کر سنیا جبکہ وانتا کرور	تب طالب علی چین لیے ہمت مدور
دہان تے سو نیزہ کہ تیں راست کر	چلایا یو ملعون دو شاہ پر
دنیزہ صد و بست گز تہا دراز	تبے لے لئے کارگر شاہ ہیاز
کہ بعد از غضبناک ہو کر لعین	لگیا تیغ کی کرنے ضربان دہین
ہر یک ضرب اسکی لگی کرنے رد	ہنر د الیا دہو کر سد
پچہا ہوا کر انکی پیل تن پیل تا	نہ دہتا انکہ د چیپ اپ کہیلتا
دیکہیا نہ نکی اکل نہ دہتا ہی فیل	نہیں نفع کی ضرب کرتا تو کیل

کہل دیکب بازی وہشت کون ہار — تڑتاک کیا ہی سنگر تا پکار
ھنی کے کیے چار یک سند قلم — لنبا ہونیر یا بہیں پوتہ تکی کلم
دہمک پیضرب تے جہلم سر پتی — نکل جا پریا دور دیک نکبتی
نیکی سپیس تے اتنا کو ملعون خر — پکیر کر لیا دیک دوال کمر
تو طالب علی بہی نیچ کر سوال — پکر جلد لیتی کمر کا دوال
زنگی کا وزوری بہوت کر تہکیا — ولی سشیر سکتے نہیں ہلا نہیں سکیا
یو طالب علی حیدری زور کر — اچا کر پہرا اری یوں یہیں اپر
کہ جون تجلی باول سے پہر پہرا — پڑی تیون زمیں پر پڑیا پہر پہرا

جنگ کا سین

جب کفار کا صف نمودار ہوا — تب اسلام کا تیر تہ وار ہوا
اودہر تے فرنگی دو زنگی کہ تہک — نمبر دار ہو پہاک کر سار جنگ
سکل توپیاں پین ہد داسری — بند اسب خواں تیں ستری پاکہری
فرنگی سو باجا وسکے دہات کا — بجاتے جون دہال کہ ذات کا
دمامہ سو جون فیل کہ کو نہتون — نفیری سو جوان جنید کہ سو نہتون
نشانان سو جون دہوتران کہ مثال — کہری کہول صف بند ہو کالا اہجال
سکتے انہیں دستے تہی جون دہوتری — کتی انین ششبالان کہ تہی پوتری
دک ان تیں سو پوسب صف صفدری — علم کو کری کہول کہ حیدری
تو بانکا دمی حیدری تارتا — کمر کیا ہی ملا دسن ہنکارتا
تب اس وقت کرنا سو پرت درپیری — کہ جون شیر میدان میں گرگری
طبل حیدری ستکو تب بیدر نکگ — لرزنے لگیا صف ستے پاشاہ فرنگ

جب اس وضع دو دہر سو کچ بہار ہوا
تو بہانتان نقیبان کا ہنکار ہوا

کہ کن پہلوان قصد میدان کر
بکت طفل دست اپس پہچان کر

قصہ کے خاتمہ پر جیسا کہ بیان کیا گیا کہ امام زین العابدین مدینہ منورہ داخل ہوکر لوگون کو مرید کرتے اور شجرہ دینے لگے۔ اس کی پوری صراحت یعنی آپ کس طرح مرید کرتے وقت نصیحت وغیرہ کرتے تھے اس کا بیان کرنے کے بعد "بہار محرم" کا عنوان قائم کیا ہے۔ اس میں بیان کرتا ہے۔

کتک دن پچھیں دیک ماہ عشور
کہ رسم عزا جگ مین کینی ظہور

شہیدان تیں کری کر علاوا پیندا
دہی دہول سینج میانے غمکا ندا

لوہی دہلسے نقل کر مستعید
مقرر سو دیس کا کرو عید

کہیں کہیں چراغا جلانے لگے
شب و روز کنہچرا کہلانے لگے

کہ تازہ تربت بنانے لگے
حسینا بدل دعن تتانے لگے

کہ ہر شب اپے روضہ خوانی کریں
سہیلیں اپنی لے سات علاوہ پہریں

کہ بعد از شہیدان کہ سوا بیعت حضور
کریں ہادی ہو مرثیہ کا ظہور

پرین ذکر ذاکر ہوکر جب امام
ردا وہاں ہو تب بچر بولیں تمام

وہانتی سو عباد شہ نامدار
اٹہی بول رو رو ٹیکر زار زار

ہمارا عزیزان سنو درد و دک
ہوا کہوں سو کاریو ہیں چہو کھو کر

بنا مرثیہ کا سنو ای عزیز
کتا ہوں سو سب کہول کر با تمیز

اب ظفر نامہ اور جنگ نامہ کا مقابلہ کیا جاتا ہے اس میں نہ صرف واقعات مشترک ہیں بلکہ دونوا ایک ہی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ظفر نامہ

سہراب زنگی اور طالب علی کا مقابلہ

کھڑے کر کو جا سر کہ یا تڑ تک
اٹھی اسے تج بول کر بید بنک
اری کافران عادیاں پچھیاوہ
پھکی آونا پہوے داتول صیا
نبی نیں کروں مار ٹھلا اتال
اڑموتی کو سر کر کرو مٹی تہال
پڑ سنکر سہراب زنگی پلید
غضب سات آکر تبز ولید
کہا آج مج شام کی شہر میں
نہی جیں بڑا پہلوان دھر میں
میرا تیس پر پانچ گز قد اچھی
پڑی عادیان منج انگی روا اچھی

. . . .

پوچھورسے تیرا نام کیا اچھی سو بول
کی پی نام کی پیچھی کرتا کلول

جنگ نامہ

سہراب زنگی اور طالب علی کا مقابلہ

طالب علی محمد حنیفہ سے اجازت لیکر میدان میں
آئے اور یوں مبارز طلب ہوئے۔

کہا یوں تیئں بیابان پو نعرہ بلن
جہنم میں اسی قوم آتش فرن
چلے آؤ میری اوپر تیس تیس
کہ کرکتل اونا روں ہر ایک کا سیس
اٹھا تہکہ بیابان میں زنگی کتا
خمر پٹن بارا گود ہنگی سرتا
اٹھا قد اونچا زنگی تیس گز
اپر پانچ گز ڈل کہ پچیس گز
بڑا اوچہ لشکر میں زنگی سکتے
او سیت ناؤں سہراب زنگی سکتے

. . . .

سو در حال زنگی فی ویں پیدا ہوا
سو طالب علی کا مقابل ہوا
کہا یوں اسی نادان حیوان تمام
تیری پوچھیری باپ کیا ہے نام

ظفر نامہ

تب ہنس کر کہی ای لعین فہم تین
ترا ہوں سو سن دور کر وہم تین
کہ شیران کہتی مجکوں طالب علی
میرا باپ ازل تہی ربکا ولی
پو ملعون دکہیا پوچہا داستان
اتا چہرتا ہوں تجہی راستان
پو سن بات سہراب زنگی لعین
خجل ہوا ہشم شیر والیا سنگین
کہ پوت جاندا اسکا سو کر ضرب رد
تب لیا اسیتی حیدر ہی ضرب فرد
سپر اہل لعین کا اتہ کر تیر تنگ
کہ گردون پڑیا دہڑ ستی پہ بیدر تنگ
تو سہراب زنگی سو دہو پانوں اتار
لگیا عجز کرنی کئی تیں بیشمار
تب دیا اسی قدرت سون شہزادہ نی امان
دیا دودہیا منکا کر فرس سنگیان
چڑیا سیر ولی شمشیر پہر آئی کر
گہوڑا ان لگیا مارنی سر بسر
یکس ایسا پہر ضرب میں دہی
اتی اسکی گہوڑی تل ال دو گئی

جنگ نامہ

دو لشکر طرف دو کہڑی دیکتے
مسلمان کا نرجہتی نہی دستے
سکہ سن ای زنگی کہوں سچ کہیں
میں طالب علی ولد مولا ہوں میں
دیکہ وار زنگی کہ ہنسکی کیا
سوا و وار غازی سپر پر لیا
یکہ ہات یکہ واران حد کیا
پو سہراب کے واران رد کیا
نزان ہات دونوں میں ہونے لگی
لگے دو ہات کوں بہانتن ہونے لگی
کہڑک کوں کہدک لاگ کہپراری ہتے
کہپاری سون ماتن آری ہتے
سو طالب علی ہات کر پادہا
اسس شور نے اوسکون سکلا ہی سو
تو زنگی پر سواو ہات شیدر کیا
دستے ہور ملا اسکی تکبیر کیا
رکہیا مار زنگی کوں دو ٹکڑ کیا
نہیں پان سکے لشکر میں نہر کیا دیا

ظفر نامہ

کہ جتنا لنبا تہا سو آتنا پطول
دو حصہ دھو کر پہ یا بہین تتول
حبب اسو ضبع سہا ربازنگی ہوا
عقب سات تب ایک آکر نوا

طوغان ترک و موغان ترک امداد کو آتے ہیں۔

سنتا ہون سنو کہوں نقل عجب
کئی فتح سو تیر ہا ی و جبب
دو کیون فتح کئین ہیں سو یو نتاؤن
چہپا راز اظہار کر کہو تتاؤن
کہتی ہیں کہ یکروز طوغان ترک
کہ بخشان ترک ہور موغان ترک
یو تینو برادر سو اپنی سرا
کہ تبریز میں بیت مجلس بہرا
ہو غمناک تب یون لگی بولنی
چہپا مدعا اپنا کہول نی
اہی یاران کہ لی دن بی حسنین کا
نہ آیا خبر شاہ کی دونین کا
تہوا جا سنے انکا سو کیا حال ہے
کہ کیا غمزدہ ہیں کہ خوشحال ہے

جنگ نامہ

اس میں ذکر یہ ہے اشجار اور ارقش دو بھائی تھے وہ محمد حنیف کی امداد کو آئے اور دشمن کے لشکر کی حالت دیکھکر ارقش طوغان ترک کو جا کر اس حال سے آگاہ کرتا ہے۔

چلیا دینچہ ارقش نی طوغان کرن
او طوغان کون ہور موغان کرن
ہوا جا کہ حاضر و طوغان کنے
لکیا حال یکدھر تی سب بولنے

یہ دونوں اشعار ایک سابقہ عنوان کے ختم پر آئے ہیں اس کے بعد نیا عنوان اس امر کا شروع ہوا ہے۔
"طوغان اور موغان مدد کو آئے"

بزان زور دیکر اوتھی کو نچکہ
چلے آ ئی طوغان موغان کر
قنا یزیدان الپس ہیں الپس
شبان بہائی سو جا کہ سر پر کھپے

ظفر نامہ

ٹپا اس پی یوں بول رونے لگی
یو ٹپو تک انجھوان تی دھونی لگی
قضارا سو تب ایک قاصد شتاب
محمد حنیفہ کا لا کر جواب
کہ غوغاں ترک ہاتھیں آ دیا
لی وو نامہ تب کھولکر دیکھیا
تو لکھیں سر انجام حسنین کا
حقیقت علی کی سو دو نین کا
وو نامہ سرا پا سو پڑ کر تمام
ہو کر ماتم غم ہا سب کل خاص و عام

حارث بن ابراہیم اشتر کے جنگ کا ذکر

ملاحظہ ہووے

یو جنگ حارث اشتر سی نو خیز کا
کہتا ہوں سنو ایسی خون ریز کا
کہتی ہیں کہ ابراہیم اشتر کی ہین
تھا چودہ برس کا نہنگ پوت دین

جنگ نامہ

حارث بن ابراہیم اشتر کا جنگ

اتھا ایکہ اشتر کون فرزند ٹیکہ
او چودہ برس عمر دلبند ٹیکہ
اسے ناؤن حارث اتھا کر کہتے
جو او حارث ابن اشتر کہتے

ظفر نامہ

و پولاد ہمراہ لی چالیس کپوت
نواسی سکل عادی جوں نسل بہوت

سب آئی ہیں پولاد میں غرق ہو
چلی آئی جیتی ستی فرق ہو

سریاں پاکہراں بانڈ گہوڑیاں کی تئیں
بہلم توب بند کر کنکیاں سر پو دیں

غرور سے منہہ سات تو آئی چل
ولی دیک پو ضو ہو ہی چل بچل

....

منجی ایک فرزند شمشاد ہی
میرے عادیاں میں وہ آزاد ہی

اسے بہیجتا ہوں کہ لہہ منی
تسی بند کو اب لائی تیوں جالنی

یوں اس سو تیغ نی بول شمشاد تیں
پولا کر کہا تس کو پولاد ویں

بکی جا پو کو دک یکہ لیا کپوت
توں تس حق اپر جوں اہی نسل بہوت

کہ بعد از سو شمشاد مغرور نی
انگی آئیکہ بیرنی رن سور نی

جنگ نامہ

سن ای بات مرداں فولاد کوں
لیا جائے فولاد میدان توں

کہا وردکاں پہر کی لو واں سوں
ہر یک یک کالیاں تھی جاں توں

میرا دیکہ لائق توں چہورہی اد پو
تو سو عیں منہہ لہجتا سے سکو

منکا تا ہوں میں بہیج فرزند کوں
بکر اس کوں جلتا چہ کس فند سوں

اتہا پہلواں کس قوی باد کو
بکاریا او سے فرزند شمشاد کو

سو درحال شمشاد جا باپ کن
کہا باپ جا اس تکی کوں نبرت

سو درحال شمشاد میداں لہی
کیا وار چار رشتہ پو شیطاں لنے

جو او وار چار رشتہ نی رد کو اسی
کیا وار چار رشتہ نی بد کر اسے

الیسے وار میں قتل شمشاد کوں
مشکیا بار دوزخ میں دنیا میں سوں

سو او دیکہ شمشاد اس حال سوں
نہ طاقت رہیا دیکہ سو سال کوں

ظفر نامہ

جلد ڈالیا تیغ کر دست دراز
تو کیا کر سکی شیر کہ تین گراز
وحین حارث اشتر سو کر ضرب بد
تب ایسا ستیا حیدری ضرب فرد
اسی اسکے کہوری تی مثل خیار
کیا جلد فی النور یک وار مار

....

دوال کمر حارث اشتر کا وین
دغا تی پکڑ کر لیا جب لعین
کہ تب حارث اشتر سو کھیچ کر
اپی اسکے پکڑیا دوال کمر
دو دھرتی لگیا زور جب دو بیون
کہ تب شیر نر کو پڑ زور دو ن
پھرسی یو فرہاد تین زین تی
معلق اچالیکو مرد جی

....

یو دیکھ حال فرہاد کا دیک کر
دتار حشم آکر دو دیکھ [illegible] شہر
یکا یک ہوا حارث اشتر اپر
وطاعت [illegible] ستا [illegible] کر

جنگ نامہ

سو سپاہی در حال حارث اپر
کیا وار حارث پو نیزا پکڑ
جو حارث نے نیزا اپکو کھینچ کر
کیا وار نیزا یکو اس اوپر
رکھیا مار سینے کی پہلا ڈگر
دیا پھیج سو سال شمشاد کر

....

دو فرہاد حارث کے نزدیک آ
یکا یک کمر بند میں ہات بہا
جو حارث نے دیکھا کیا دست [illegible]
...... بھی کمر اس لیا پکڑ اد
بڑان زور دو تو ہونی لگیا
سو دو توشتے زور ہونی لگیا
او فرہاد ئی زور کرنی لگیا
کیا زور سے بن نہ حارث وکیا
جو یک زور حارث نے حملا کیا
سو فرہاد کون کھیچ دو زانو لیا
اٹھا اوچا کر لیا سر اوپر
پچھاڑیا زمین پر کھیرا [illegible]

....

ظفر نامہ

یو نو خیز و ضرب رد کر کو دیک
اپی بی ستیا حیدری ضرب یک

....

دیکھت یو تماشا سکل قدسیاں
کہ صد آفرین بولی براسے جو ان
یو ہوئی تیغ بازی سو اس حد تلک
کہ خورشید آیا یہ قطب فلک

محمد حنیفہ کے غائب ہونے کے بیان
میں کہتا ہے۔

جنگل کہات سب لہو ستی بھر گیا
اچنبا عجب کام سشہ کر گیا
جوارج کہ جب لہو کے ندی چلی
کہ پاتال لگ تس سو دہرتے ہلے
لہو میں سو گھوڑا لگیا تیرنے
چلی کر فرتا اچا سیر نے
یکایک تو آسمان پر سے صدا
دیا غیب ستی سو ہاتف ندا

جنگ نامہ

طویل صراحت ہے کئی لوگ لڑنے آتے
ہیں۔

کیا وار حارث پو ترتا ترت
سو اس وار کون جھکہ تا لیا ہو شت
کیا وار حارث نے دسیچور پہ
سو دسیچور نے ہات ثالیا مگر
نپان وار پر وار ہونی لگے
یکس جھکہ کلہاری ہونی لگی

....

او حارث کون لشکر جتنا سب سکل
کہی مرحبا ای سپاہی اول

لگیا لہو میں تیرنی تر تک سوار مل
او شہد یکہ حنیف شاہ اسوار مل
پہر اسکی ایہ سخن جل متصل جو ہو
ارکہ سخن جلمتصل جو بی وار ہو
تر تکہ اس بہتے لہو میں بہو بہو کہو ہستی
لگیا کرنی بندی خدا ہمنس نہیں
لگے کا شتہ سخن بندہ ہی خدا
کہ از غیب میتون شاہ کون آیا ندا

ظفرنامہ

اے میرے محمد حنیفہ دلیر
تیا کاٹ ہنوز ٹکر ہوے ہیں ہیں سیر
میرے اتّخیر پیدہ یو ہیں کر سکل
تن سکاٹ کیتی ہیں یوں رن کندل
ایکر آل پیدہ تیری وسلئے
تو یون بچکر سکاٹ کر کہو دسنے
محمد حنیفہ یو سنکر صدا
وہیں ہو کو تازے اپسنے جدا
کہ ترس خدا دیں اپن منھیں لا
یو دیبان سیتی ہو تیکر دو دو لا

....

علی اکبر انیری عجب آغاز کن
ایکا ایک سنی غیب تے یو سخن
محمد حنیفہ سنے ہمنا ہی کام
کمر جاکو پھریان تے اپنے مقام

جنگ نامہ

کہ بندے تیری ہیں یا بندے میری
سمجھ تجہ توں تیری ہیں بندے میری
کمر کیا اون کا توڑ کرتار سے
انو کوں توں پیدا کرنہار سے
کمر توں انن کا خدا ذوالجلال
کہ اس دہات مارن تجے کیا مجال
پیایوں ندا شاہ کے گوش جا
کھرا کر شہنشاہ تیرنگہ ہان بہا
سنیا جون ندا شانی اسمان کا
مہربان خداوند رحمان کا

....

علی اکبر اس غار کی کن آکر
کیے قصہ اپی بہی کہ جانی بہتر
علی اکبر شاہ سنے آواز بہی
ہوا غیب کا انکوں آواز بہی
کہیا پھر علی اکبر اندر بہی
خبر لوں زین العابدین کو لی
محمد حنیفہ سوں منجہے کام سے
منجہے کام اس سوں تجہ صبح شام سے

جنگ نامہ اور ظفر نامہ قطب شاہی دور کے رزمیہ مثنویاں ہیں۔ عادل شاہی عہد کی رزمیہ مثنوی خاور نامہ ہے اس کے ساتھ بھی مقابلہ نامناسب نہیں ہے خصوصاً جبکہ بعض حالات قریب قریب یکساں ہو جاتے ہیں۔

خاور نامہ

مقابلہ علی و طہماس

ادیوں بولکر قصد جولان کیا
کمان زہ کیا سو رمیدان لیا
کسی تیر باران دو نو ملکر سخت
ہوا کالا خورشید کا روی بخت
بہت تیر بستی انو پر سپر
توں بولیکا سپر انکو وان آہی پر
خالی کتی ترکش نہ تنر جانہ تک
نیزی لیکر او کہولی بازو جنگ
کتی نیزی لیکر او چنپان ستیز
ہوئی نیزی ہا تہیں زبر زبر
وہ تہی انو لتی سو پال درکز
دکھاہی مردی اپنی بہادری زر
ہوئی کو تنی تہی نرم پا لیا
سنگین کسی مت ہیں کو پالیا

ظفر نامہ

مقابلہ عقیل علی و قیصر قیصران

کہ فلیجلہ ستا دتن مومنان
شہیدان کیا قیصر قیصران
عقیل علی دیک طاقت نہ لا
دتا ترکش کا فریو تہی چلا

عقیل علی تب لہو اکار بی
معلق ہوا کی اپر دال دی
دکہا سو اپنی انکہی کہنچ کر
پرہنہ سو خنجر لو کر شیر نر
یون اسد ہات ماری سینہ کی بہر
جہلکی لگی تیوں انی پیٹ پر
کہ تب قیصر قیصران سستا منہم
ہوا شیر کی ہات تی غنم

خاور نامہ

لیا تیغ طہماسپ کرنی کون جنگ
کیا ست شیر سون بہوت کوشش پلنگ
عجب کتی دیکہ حیدر نامدار
اچاتی اپنی سر کی اپر ذوالفقار
کری ایک اس تیغ کون مایہ وار
توں یو لیکا خورشید کون سایہ دار
ہوا اور تہی طہماسپ کا مکہ جون زر
لیا یا مکہ اپر اوپی زرین سپر
ماری سر اپر تیغ ادھن گذار
سپر سر اپر اس سوا جون خیار
جوں اس شیر کی تیغ کاٹی سپر
چرایا ہی طہماسپ بدخواہ سر
کہوڑیکی عنیں کوں پہرا یا او تیز
چلیا تازی کوں لیکر راہ گریز

ظفر نامہ

مقابلہ علی اکبر و زنگی

سپر گرز کا تب اتہایا یون طراف
سنے تیو وصف کہ خلایق براق
ولے گرز سنگیں دہمک کر تلے
پو شہزادہ کہ ہار بند بند ہلی
ولیکن شجاعت میں کچ شک نہ تہا
دکہل کے تہی پو شیر بیباک تہا
قضارا دویم ضرب الغا لعین
ٹھکیا سٹے سٹہ پر سپر یا کمر دکیں
علی اکبر اسوقت لے نام رب
لیکر گرز تن کا رہتن سے تب
پہرا کر پہرا کر سو اس سر پہ
لگک تیون سواری و ابلیس پہ
و شیطان بچہ لاک حیلہ ستکات
لو کر گرز دو آپنی ڈہال سات
نکا کر ٹھکیا تیغ سٹے بدل
اسے لے لیکر کا رپوشہ نول
اسے تیغ تیں کر کو سپہ اعلم
کتے چار ٹکر سر فرس کہ قلم

جنگ مغلوبہ از خاور نامہ

لیا ہات اس وقت شمشیر شیر
بہت سر جوتن تھی انی لیا یا تدبیر
ہر یک حملہ میں ماریا دلدل سوار
وہاں تیں سو مرد بے نام دار
انی کزرلی ہات شمشیر نبرد
کوتیا بہوت اسپ اسرا ہی مرد
چلی سکل یاران حیدر زجائے
پاری مار لشکر کون سکل زپائے
دو لکا کا لشکروان ایلا بہم
ہوا سب بہریا نالہ ریزد بہم

ظفرنامہ

دیا حکم مروان کہ تین تب یزید
نکالو اتا بہار لشکر شدید
اسے حکم میں چار دو لک سوار
ملا انسین کنجر متی کے ہزار
سکل تین ملا چار دہ فوج کر
پس و پیش دیں بحر کا موج کر
چلا لوٹ کہ بہار مروان لعین
کہرا پہر رہیا جا کو تب تردہاین
یو یزیدیان چار دہ فوج ہو
کہری بانار صف بحر کہ موج ہو
دمامی بجا سے لئے سالم سپاد
نشانان کہری کہول کر دو سپاہ
وک ایسا ہنگامہ تو یو شیر نر
تونگر تین وناآ کو میدان پر
محمد حنیفہ لیسے صف صفدری
نشانان کہری کہول کر حیدری
طبل حیدری یون تو بجنے لکیا
کہ جون چاک یو یادل کرجنے لکیا
یو سنکر صدا تب حصار دمشق
لرزنے لکیا چہوڑ چکر لکا عشق

جنگ مغلوبہ از خاورنامہ

اتہی گرد مردان جو کیتی شتاب
ہوا کالا اسپیاں رکون آفتاب
ہوا وان چبکا چاک تیغ و تبر
جو نہیں ہوش رہی کانہیں یکدگر
نیزی کیاں سینیاں کیاں خون نچاک
زرہ تن پہ مردان سب چاک چاک
نیزی کیاں سنان سینہ چہ تہان
پہاندیاں کیاں خان پی گلو کمر تہان
کہولیاں وان سنبلاں پی بیتا زرہ
وان پیکان کہولیان پی بند گرہ
تہا لہو بہتا بہتا تہا زمین سکی اپر
سواراں کی پانو تہارہی نہیں ٹک دگر
یہی یکطرف تہی لشکر خاوران
بستی تہی شمشیر و گرز گران
یہی یکطرف تہی کوئی خبردار نہیں
کہ لشکر کتی جہکرا کرنے وہیں
تہی وضع سوتا تہا تا شاہ زنگ
زنیں کتیا رومیاں کی لشکر پر تنگ
علم شاہ مغرب کیا سرنگون
دیا وان اجہنتہ چا کر در موج خون

ظفرنامہ جنگ مغلوبہ

جب اس وضع آراستہ صحن ہوا
یو دہشت سے اتی دو فوج سب بیسن ہوا

....

یکیلا ہیں ان سیتی لرتا ہون جا
یو کہریاں پچہ ہو شمشیر پڑتا ہون جا
تمہیں نزد اپنے تمہاری ستے نا ہلو
کروں جب اشارت تو تب آ یلو

....

ترنگ تیں سنز کر کرم کا وہی ہیں لیا
سکل تیں سو اپنا بانوی داد ہی ہیں کیا
کہ مغرب ہیں کہ فوج مشرق منی
ستیں مارتے تو رتے لیا اسنے
جنوب ہیں کا فوج ست در شمال
اشارت کئے بہائی ہیں جاب اجال
و یکست دو اشارت سکل ہیں سنبہال
فرنگ کہچ کر ہور ترنگ تیں اچہال
صف اسلام کا لیکو ہشتاد ہزار
ستیں پرکوپہ چار دہ لک سوار
تہیان لگی سب تو یون مارنے
کہ دعوی حسنین تیں سارنے

خاورنامہ

فلک کا دامن شفق خون کیا
زمیں کی تلیں جوں فریدوں کیا

ظفرنامہ

نزان کا تو سسکر بلند نائی ہو
لرزتے منے کے بحر و بر چار سو
کہ چوندھر بوین غل اٹھیا مار مار
پکر سو نا سوت کا تھا ہنکار

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے لطیف پر گو شاعر تھا مگر اس کا پیشہ شاعری نہیں تھا ایک سال کے قلیل عرصہ میں (۵۵۰۰) شعر کہنا کوئی معمولی بات نہیں مگر اس کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا اسلوب بیان درست نہیں ہے زبان کے لحاظ سے اگرچہ فائز کی مثنوی کے بعد لکھی گئی ہے مگر اس طرز کی نہیں ہے بلکہ قطب شاہی عہد کے دیگر مثنویوں کے مقابل کہی جا سکتی ہے کیونکہ اس میں عربی اور فارسی کی زیادہ آمیزش نہیں ہے۔

لطیف کے مرثیوں کا نمونہ بھی دیا گیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے گو وہ کوئی ادبی حیثیت نہ رکھتے ہوں مگر پھر بھی مضمون کے لحاظ سے ضرور قابل قدر ہیں۔ اگرچہ لطیف نے اپنے مذہبی جذبات کے لحاظ سے اپنی مثنوی کا پایہ نہایت بلند قرار دیا ہے اور اس کے مقابل شاہنامہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا مگر یہ صرف شاعرانہ خیال ہی خیال ہے۔ شاہنامہ تو کجا میری رائے میں یہ خاورنامہ کے مقابل بھی نہیں پہونچی۔

تاہم وہ اپنے عہد کا ایک اچھا شاعر تھا۔ اور سیوک سے اس کا پایۂ شاعری بلند تھا ہندوستان میں اس مثنوی کے کسی نسخہ کا پتہ نہیں ممکن ہے انجمن ترقی اردو میں کوئی نسخہ موجود ہو تو ہو۔

محی الدین نامہ

اس کے دو مخطوطے یورپ میں ہیں۔

برٹش میوزیم نمبر (۶۵۰۵ اورنٹیل) ورق (۱۳) سطر (۱۳) سائز ۸ × ۵ خط نسخ تاریخ کتابت ۱۴ محرم ۱۲۷۴ھ

انڈیا آفس نمبر ملوم ہارٹ (۳۴/۵) ورق ۱۹ سطر (۱۱) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۱/۲ خط نسخ۔

برٹش میوزیم میں یہ کتاب حال ہی میں داخل ہوئی ہے اس کے متعلق کوئی مفصل کیٹلاگ نہیں ہے انڈیا آفس کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح میں ایک نظم کہی گئی ہے جس کا مصنف افضل ہے جس کی وضاحت صفحہ ۳۳ پر ہوئی ہے"

یورپ کے دوسرے مصنفین اسپرنگر۔ اسٹوارٹ وغیرہ کے کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے اس لئے ان لوگوں نے افضل کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

اس نام کے دو شاعر ہوئے ہیں ایک مغلیہ عہد میں جو شمالی ہند میں گزرا ہے۔ دوسرا دکھنی افضل شمالی ہند کے افضل نے جو نارنولی تھا۔ بارہ ماسہ کی تصنیف کی ہے۔ اور دکھنی افضل محی الدین نامہ اور متعدد مرثیوں کا مصنف ہے۔

افضل کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دور کے آخری زمانہ سے تعلق رکھتا ہے اور قطب شاہی عہد کے بعد بھی موجود تھا میراں شاہ معروف کا مرید اور ان سے خلافت حاصل کی تھی۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ مثنوی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رح کے حالات میں لکھی گئی ہے جس میں آپ کے کرامات بھی درج ہیں۔

کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تیسری مدح و منقبت کے مثنوی مشروع ہوئی ہے۔

نہیں قطب عالم محی الدین قدیر | دو جگ ہیں تیرے ہات توں دستگیر
نہیں چاند تجہ نور دو جگ منیں | توں سلطان روشن اور سپے کنے
محمد کے اولاد میں توں رتن | علی فاطمہ کے توں دلکا چمن
پیارا حسن کا توں دلبند ہے | حسن بن مثنیٰ کا فرزند ہے
حسینی اماموں ہیں توں سے امام | ولیاں میں توں سرور سچا نیکنام

اپنے مرشد کی مدح

میراں شاہ معروف او دستگیر | کتی دل میرا پاک روشن ضمیر
ہے افضل خلیفہ معروف شاہ | لیوں ناؤں اس کا تو جاوے گناہ
میراں شاہ معروف اکمل ولی | سو جدا انکے عبدالقادر ولی
میراں شاہ معروف مقبول ہے | محی الدین کے باغ کا پہول ہے
محی الدین دریا او صدقی ہے جان | سچے شاہ معروف میراں ہے سو جان
محی الدین کا لاڈلا بہائی کتا | او ثانی محی الدین ہوا ہے کتا

ذیل کے اشعار سے تخلص کی وضاحت ہوتی ہے۔

تصدق کیا جیو او نردو کی پہ | کیا ختم افضل ثنا سب یہ
اگر اس ثنا میں جکوئی شک لیائے | گناہگار عاصی ہو دوزخ میں جائے

معلوم ہوتا ہے افضل کا نام محمد افضل قادری تہا کیونکہ بعض اشعار سے اس کی پوری صراحت ہوتی ہے۔ مثلاً

کیا مختصر یو جمع راۃ عام | کہ صلوٰۃ سلطان پہ سب بہیجو تمام
محمد کیا قادری با ختم | بہیجو درود سلطان پہ دمبدم

نفس مضمون کے چند اشعار :-

کہ ایک دیس چلے شاہ بغداد کن | چلے جا کتے بہار اپنا وطن
خبر ہوئی اوسی شہر میں ٹہار ٹہار | ایا قطب عالم ہوا یوں ہنکار
کہتے تاکید یوں شیخ ثنائی پیر | نکو شہر میں دیوائے فقیر
بلا بہیج لوگاں جمع سب کرے | کہ سلطان کیسا ہے دیکہیں بچے
چلے شیخ ثنا محی الدین کن | کہ رہے آپنا عنت سوں سبار چمن

یو عاجزی دیکہی سو غوث اعظم | شفقت منی ان پو کمی کرم
ایا حکم درگاہ تہوا سے میرے خاص | جو کچھ تجہ کون ہونا منگ میرے پاس
کہے شاہ میں عاشق ہوں تجہ ذات کا | منجہے کیا ہے پروا کسی بات کا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

مراثی عہد قطب شاہی

دکھنی مرثیوں کا ایک مجموعہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے اور ایک دوسری بیاض کیمبرج یونیورسٹی میں ہے۔ ان دونوں میں بیسیوں شعراء کے مرثیے موجود ہیں۔

غالباً اس امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ مرثیوں کی ابتدا دکن سے ہوئی مگر زمانہ مابعد میں شاعری کی اس صنف نے جو ترقی ایک فن کی حیثیت سے لکھنؤ میں حاصل کی وہ دکھنی مرثیوں کو حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو بات مرثیین کی دکھنی مرثیوں کو حاصل رہی وہ لکھنؤ کے مرثیوں میں نہیں پائی جاتی دکھنی مرثیوں کا خاص مقصد مجلس عزا کو رلانا تھا وہ اپنے کلام میں سوز و گداز رنج و غم کے مضامین اس طرح بیان کرتے تھے کہ اصل شہادتوں کا سماں پیش ہوجاتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں عام طور پر مرثیہ گوئی کا رواج تھا نہ صرف خاص مرثیہ گو شعراء تھے بلکہ اکثر و بیشتر دیگر شعراء بھی ضرور اس صنف میں طبع آزمائی کرتے تھے بلکہ یوں خیال کرنا چاہیئے کہ جس طرح دکھنی شعراء نے کوئی نہ کوئی مثنوی ضرور لکھی اسی طرح مرثیہ بھی کہا کرتے تھے۔

قطب شاہی عہد کے جن شعراء کے مرثیوں کا پتہ چلتا ہے وہ حسب ذیل ہیں سلطان قلی۔ وجہی[له]۔ غواصی۔ عبداللہ قطب شاہ۔ لطیف۔ افضل۔ شاہی۔ کاظم۔ مرزا۔

مگر یورپ کے کتب خانوں میں صرف غواصی۔ لطیف۔ شاہی۔ افضل۔ کاظم اور مرزا کے مرثیے پائے گئے اس لیئے ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

جن لوگوں کے متعلق قبل ازیں صراحت ہوچکی ہے مثلاً غواصی اور لطیف ان کے مرثیے بلا کسی صراحت کے اور جنکا حال مذکور نہیں ہوا ہے انکو کسی قدر وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائیگا۔

له وجہی کے مرثیہ کے متعلق ہمارا خاص مضمون رسالہ مکتب حیدرآباد میں شائع ہوا ہے۔

مرثیہ غواصی

اس کا ایک مرثیہ کنگ کالج کیمبرج یونیورسٹی کے بیاض میں موجود ہے جس کے دس شعر ہیں۔

مرثیہ حضرت امام حسین

دستا نہیں کروں کیا او بیان کربلا کا
پھرتا ہوں زار ہوں میں حیران کربلا کا

آسمان تے خدایا جبرئیل اونہ کو آیا
روتا اوپر تے لایا فرمان کربلا کا

کہو یا نبی کہ کربلا میں کر شکر ہر بلا میں
کیوں ہو کہ کربلا میں کہ سلطان کربلا کا

ہے دکھ بڑا یو سب تے نہیں کس قرار نس تے
پکڑیا حسین جب تک میدان کربلا کا

دکھ سب ملک سنتے ہیں ماتم زدے ہتے ہیں
رو رو دریا گئے ہیں آسمان کربلا کا

چیارا سکت سوں سوتا ہیں دکھ سوں تھر کہوتا
تاریاں سوں روز روتا فرمان کربلا کا

جلتا ہے سورج تی دنیا کہری ہے روتی
کان تے ہوا یو کوئی مہمان کربلا کا

مجھ سکت نہیں ہے دکھ ہن ہوں میں نڈھال چھن
لاگیا ہے رات ہور دن مجھ دھیان کربلا کا

کہہ رو رو کر بسارا مجھ سنشا دکرتے مارا
سو ہے حسین پیارا سنشہ جان کربلا کا

غواصیا معطر عالم کوں سب کیا ہے
گویا یو مرثیہ ہے ریحان کربلا کا

یہ مرثیہ اور اس کے علاوہ ایک اور مرثیہ مولوی صفی الدین صاحب مرحوم کے کتب خانہ والی بیاض میں بھی موجود ہے۔ غرض چند مرثیے مولوی عبد الحق صاحب سکتر انجمن ترقی اردو کے پاس بھی پائے جاتے ہیں۔

مرثیہ لطیف

غلام علیخاں لطیف کے چند مرثیے ان کی مثنوی ظفر نامہ کے آخر میں موجود ہیں جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ایک مرثیہ کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں جو ہم نے نقل کئے ہیں[1]۔

یو آہ و فغان سنکر عباس علی	چلے سکر تے نیر نین میں مبلے
کہے تب حسین کہ اے میرے بھائی	کہ بگی نہیں کرتے ہم تے جدائی

---

[1] مولوی صفی الدین صاحب والی بیاض میں بھی اس کا ایک مرثیہ ہے جس کے پچیس شعر ہیں یہاں ان کا اندراج غالباً نامناسب نہیں ہے۔

اے اہل درد اشک سوں انکھیاں کوں تر کرو	نکلیا ہے پھر یو ماہ محرم نظر کرو
نازل زمیں پو سر تے ہوا غم حسین کا	ماتم زدیاں کو ایک طرف تے خبر کرو
پھر تن کے عود سوز میں غم کی انگار آج	جیواں کوں عود ہور دلاں کوں اگر کرو
سلطان کربلا کی غریبی کوں یاد کر	ٹکڑے جگر کوں ہور دلاں کوں خنجر کرو
ہے درد اگر تمن کوں قیامت کی دھوپ کا	سایہ کوں اہل بیت کے سر کا چھتر کرو
جہاں لگ خوشی دنیا کی ہے سب ناخوشی ہے	ہور اس ناخوشی تے بات میری سن حذر کرو
شیر خدا کی بات میں کر ننگ خاک ہو	آسماں ہور زمیں کے اوپر فخر کرو
سینہ ماریکے گھر کوں پتا چیر دنا ہے یو	تکیہ تم اس گھر ان پو تکو یوں بسر کرو
غفلت میں یو وجود ہے پتلا جو خاک کا	چنداں اعتبار تم اس کے اوپر کرو
گر دیندار ہے تو دیو دین کو رواج	نیتی بشر ہو خدمت خیر البشر کرو
ملتا ہے سیج رو تمنا دو جہان میں تو	امرت کنکوں ہور زبان کوں شکر کرو

میری فوج میانے کہ تم تھے نشان — علم ست چلے سوی اب کہکشاں
علمدار تم کے قیامت اپر — ہوی باتیں تحقیق سچ خوب تر
علم تین سو عباس دہرت اپر — کہ دین کر کو قائم اٹھی بول کر

نوٹ بقیہ صفحہ ۸۰

امت کی نیکی ہو نہ ملو باندلیو پاپ — دوزخ میں سب ستم نہ ابلیس پہ غدر کرو
خلق محمد کرم مرتضیٰ علی — انسان ہور علین پو اپنا سپر کرو
دل میں بقا کے گھر کا اگر ہے ہوس تمن — نیکی کے دام خرچ کر جنت میں گھر کرو
بیدرد ہے جکوئی خوشی اس تے خدا نہیں — مرد ہو سکیں درد کے یکدم گذر کرو
ایمان جوں چراغ ہے عافیت کے دار کا — بارا نگلے نہ تیوں جتن اس دل بہتر کرو
تنکی نہ ہے چوکے سارچو سب کوں عزیز اچھے — امرت گھکوں ہور زبان کوں شکر کرو
سب دیں ہو یزید کیا دین میں خلل — لعنت مدام اس کے اوپر ستیزہ کرو
گر حشر علی ہے باتاں میں ثابت قدم تمیں — آیات ہور حدیث ہور سیاں اثر کرو
جکوئی تمنکوں جیو سے پیدا کیا اول — دگر چلو نپت نہ اپسکوں نذر کرو
دولت اوپر اہد کی نظر ہے تو دل کوں آج — گنجینۂ محبت اثنا عشر کرو
سینے اوپر تے کار ستو بغض کا کلنگ — دل دل سو صاف دل کوں نیم کا چندر کرو
اور سنے فلک کے بام پو اشتیاق تو — پیدا ہی کے سار سعادت کے پر کرو
آل عبا کے غم سوں جنم آج صرف کر — محشر کے دلیس ذوق خوشیاں تین اثر کرو
غواص کے زمانہ اچھے لطیف توں — اسے عارفاں ہو جاؤ تمیں یو اچپر کرو

مرثیہ افضل

افضل کے دو مرثیے اڈنبرا کی بیاض میں ہیں ایک مرثیہ کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

حسین کا دلبر و دلدار تھا قاسم | حسین کا مونس و غم خوار تھا قاسم
کشیدہ تیغ و شمشیر بسیار تھا قاسم | جہاں سوں دیدہ خون بار تھا قاسم
گیا از بدعت کفار تھا قاسم

زمیں اس غم سوں ہی در جوش افضل | فلک کردیہ نیلی پوشش افضل
ملائک سب ہوئی بیہوش افضل | کنون زین داستان خاموش افضل
گیا از بدعت کفار قاسم

مرثیہ شاہی

یہ کوئی علیحدہ مخطوطہ نہیں ہے بلکہ اڈنبرا کے مرثیوں کی بیاض میں اس کے دو مرثئے ہیں جن کے تقریباً تیس شعر ہیں۔

شاہی کا نام شاہ قلی خاں ہے علمی قابلیت مسلمہ تھی تانا شاہ کی مصاحبت حاصل تھی مرثیہ گوئی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ وہ امامیہ مذہب کا پیرو اور سختی کے ساتھ اپنے مذہب کا پابند تھا۔

حیدرآباد میں اس کے مرثئے عام طور پر مشہور تھے چنانچہ ان کو عالمگیر کے سپاہیوں نے بھی زبانی یاد کر لیا اور اس طرح وہ شمالی ہند میں بھی پہونچ گئے۔

قائم نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"شاہ قلی خاں شاہی بھاگ نگر (حیدرآباد) کے رہنے والے طبع رسا اور فکر سخن اچھی رکھتے تھے۔ تانا شاہ کے ملازم تھے ان کے اشعار ہندوستان میں مشہور ہیں"

(صفحہ ۱۳۔ مخطوطہ انڈیا آفس)

علی ابراہیم خاں نے بھی اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ مرثیہ کا نمونہ پیش ہے۔

اے غریب یتیم تہا ے عابد تیری زاری ہے
باپ کا مرنا دکھ کا بھرنا تس پہ یو بیماری ہے

تیغ کھڑی لے دشمن سر پر داو پلا دکھ بھاری ہے
درد مصیبت عابد تم پر آج کے دن بسیاری ہے

جبرئیل کیں نیاو مجہ کون نام ہی کیا اس وادی کا
شاہ جب کربل ہی مقتل حسین علی سے ہادی کا

کہا بہشت سیں پیام لیا یا عابد تیری دادی کا
کہن گھڑی ہو پوت میرے تجھ پہ کیا سنگ ساری ہے

کلثوم زینب اور سکینہ بندی ہو تجہ بند دے سات
سر پدر کا نیزے اوپر کہاں تے جاویں ہکی لات
کریں محمل سختے ایسی کہہ نا سکیں دل کی بات
چمکی بجلی گرجے بادل پہنہ کے رات اندہاری ہے

ٹہنڈے تپ اور تن پہ ہنا سند ہیوں سنبہ سبا کڑے ہیں
ننگے پاؤں باکر بیڑی طوق گلے میں جکڑے ہیں
بے گنہ نبی کے فرزند بن تقصیروں فریادی پکڑے ہیں
بہو کے پیاسے کئی کئی دن کے درست بیماری ہے

....

وحدت بیعت اور ولایت یہ ہیں وصی کے رتبے سب
دوست دوست اور دشمن دشمن پوجہے ہو سے مومن سب
یا محمد محشر اندر شاہی جب تجھ بخشے رب
تب شفاعت کر یو مجہ پر سب کے واں لاچاری ہے

مرثیہ کاظم

اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں اس کے دس مرثیے ہیں کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے۔ کاظم کے متعلق کوئی معلومات اس کے سوا نہیں ہیں کہ وہ عہد قطب شاہی سے تعلق رکھتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف مرثیہ گو ہی تھا۔ اس کے مرثیے خاص طور پر اس لئے قابل لحاظ ہیں کہ ان میں زیادہ تر مرثیہ پن پایا جاتا ہے۔ کاظم کا ذکر میں نے اپنی تالیف دکن اردو میں بھی کیا ہے جبکہ مجھے صرف ایک شعر دستیاب ہوا تھا۔

اے نابکاران دین کا چھت گرانا کہاں روا
سرور نبی کی آل کو یو دوکھ میں بنانا کہاں روا

دس مرثیوں میں یہ بھی شامل ہے۔ ذیل میں ان کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

رکھنا امام دین کے تیں جنگل منے بی آب و نان
طفلاں کوں اونکے بے گنہ غم میں رولاتا کہاں روا

جنکو بٹھاتے تھے نبی دوش مبارک پر مدام
نیزہ پر اونکے سر کتیں رکھ کر پھرانا کہاں روا

....

اے ظالماں دل خراب اے گمرہاں نا صواب
اس طرح با قہر و عذاب شاہاں پر آنا کہاں روا

پھر رسم دامادی کہاں یہ صورت شادی کہاں
سہرا منہ ہا کفنی گلے جلوہ دلاتا کہاں روا

اے سید عالی نسب شاہنشہ ملک عرب
شہر مدینہ چھوڑ کر جنگل بسانا کہاں روا
کاظم نہیں تاب و تواں یہ غم کا سب کہنا بیاں
شہ کے محباں کوں رولانا دشمن ہنسانا کہاں روا

دیگر

کیوں رن میں چلا ہے وہ عالی جناب آج
کرتے ہیں اہل بیت نبی اضطراب آج
طوفان نوح برسے یزیداں کے حال پہ
کرتے ہیں غم سوں آل نبی آب آب آج

کاظم کیا ہے جنے ستم شاہ دین اوپر
لازم ہے اوس پہ لعنت حق بے حساب آج

دیگر

کیوں یزیداں نے ستم پر سلطان کیا
اوس پنج پاک کے تن خوں سیں گل افشاں کیا
بدعت جمعیت ایماں کوں پریشان کیا
دین کوں ہاتھ سیں دے کفر پہ طغیان کیا

دیگر

تم اپنے دلبراں کی خبر لو علی ولی
اپنے تاج سروراں کی خبر لو علی ولی
فرزند اور پسراں کی خبر لو علی ولی
ظلم و ستمگراں کی خبر لو علی ولی

آرام دل سکینہ سیتے تاسپہ کون نہن
انکھیاں ہیں اوس کے راہ دیکھو نوا کب بین

کہیں انتھا ہو درد کے اسباب کون نہیں
غم ہاسے بیکران کی خبر لو علی ولی

جن کو سولا کر دیں رکھتے تھو دوش پر
دریا سے خون سیں چلا اون کے جوش کر

کیا صبر کر رہے ہیں دو لب کون خموش کر
اوس نازپروران کی خبر لو علی ولی

ہے سر پہ اون کے تیغ کوہستان کے روش
دل خون ہوا ہے غم سوں بدخشان کے روش

برسے انجھو ہیں سیں نیسان کے روش
اوس پاک جوہران کی خبر لو علی ولی

گلزار احمدی پہ چلی صرصر خزان
کانٹوں پہ سوگوار ہو بیٹھے ہیں بلبلان

ہر سرو راستی پہ کریں نوحہ قربان
بیدل صنوبران کی خبر لو علی ولی

مرثیہ مرزا

یہ بھی علیحدہ نہیں بلکہ اسی بیاض میں شامل ہیں۔
اس تخلص کے دکن میں دو شخص گذرے ہیں ایک قطب شاہی دوسرے عادل شاہی یہاں
ہم کو قطب شاہی مرزا سے بحث ہے۔

مرزا کے متعلق اسپرنگر نے صراحت کی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"مرزا ابوالقاسم سلطان ابوالحسن قطب شاہ کے درباری تھے۔ جب
ان کے آقا قید کر لئے گئے تو وہ عبداللہ گنج کے قریب حیدرآباد میں
فقیرانہ زندگی بسر کرنے لگے" (بحوالہ تذکرۂ قائم) ۲۶۸

ان کے زندگی کے متعلق اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ ان کی کوئی مثنوی
یا کوئی مستقل تصنیف دستیاب نہیں ہوئی جس سے ان کے متعلق کچھ معلومات ہو سکتے۔ اس میں
کوئی شک نہیں وہ مرثیہ گو تھے اور ہمیشہ مرثیہ کہا کرتے۔ اڈنبرا میں ان کے متعدد مرثیے ہیں۔
اس نے متعدد عنوان کے تحت اپنے مرثیے کہے ہیں اور اکثر طویل مرثیے ہیں۔ مثلاً قصہ
امام حسینؑ کے عنوان سے ایک مرثیہ ہے جس کے (۱۷۸) شعر ہیں قصہ امام قاسمؑ کے (۲۱۶)
قصہ حر کے (۱۶۷) شعر۔ ذیل میں ان کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

قصہ حسینؑ والے مرثیے میں اصغرؑ کی شہادت کا حال:۔

کہوں دکھ درد اصغر کا اور نور چشم سرور کا
سنو غازی کے جوہر کا کرو زاری مسلمانان

عزیزاں دل ہوا پر خون پوسن اصغر کے ماتم کون
کئے معصوم شہادت سوں کرو زاری مسلمانان

حسین اصغر کوں منگاسے ان کے تیر تو بسلائے
یزان لشکر کئے لائے کہ وزاری مسلمانان

جتیاں پر ہانک تب مارے کہے لے سکینہ دلان سار
برائی ہیں نہ تم ہارے کہ وزاری مسلمانان

رات کا سماں :—

محنت قتل کی رات ہے حرم پر گھات سے
دل چور اس غم سا تھے ہیں تیرے فراق یا حسین

یو رات جگ غمناک ہے عالم پو سب دنیاک ہے
پر خون جگر دل چاک ہے تیرے فراق یا حسین

جنگ کی تاریخ فوج کی تعداد :—

شہ پر یوں جس دن گھر یا الم رہیا جگ میں یو سوز
تب محرم کی دہم تاریخ تھا ہور جمعہ روز

شہ کئے چالیس پیادے تیس ہور دو تھے سوار
ظالماں کے دل منے تب تھے سواران بیس ہزار

ایک دوسرا مرثیہ :—

یہی نہ تنہا لیا اس نیلا ہے سب جہان کے تن میں غم تہیں
سیاہ چہرا ہے پہلیوں منے ازل سوں جگ کے نیں میں غم تہیں

ہنوز زاری کا حق نہ ہوتا ادا ہمارے گلے سوں بیشک
بسان ندیاں ہو لوہو کی بہتی اگرچہ سب کے بدن میں غم تھیں

ملا تھا بلبل سوں میں سحر گہ سنا ہوں احوال گلستان کا
نہیں ہے کوئی بغیر نرگس ولے ہو گران چمن میں غم تھیں

خطا کا احوال مشک کہتا ہے جب سوں پہونچی ہے یہ خبر وہاں
ہوا ہے سودا سوں جل کے کالا لوہو غزال ختن میں غم تھیں

حسن کا احوال عشق کنتین خدا نہ دکھلائے اس دنوں میں
نین ڈوبے ہیں لوہو میں رو رو زلف پڑی ہے شکن میں غم تھیں

یہ مرثیہ بوتراب سے قبول پاوے تو کچھ عجب نہیں
کہ روح قادر کی زار رووے پڑے جو ھر زاد کن میں غم تھیں

(داڈیرا)

شہادت امام حسین کا ذکر:—

زخم تن اوپر جب لگے بے حساب | پڑے سر در اس رن میں جوں آفتاب
اٹھیا شور ہر شے سوں اس وقت پر | گیا ہانک ہو عرش کے تخت پر
دھواں آہ کا اس گگن لگ گیا | سورج غم سوں شعلہ ہو سب جل گیا
نہ کلثوم زینب کوں طاقت رہیا | نہ کچھ شہربانو کوں راحت رہیا
جتی اہل معصوم ہور بے یتیم | کہریا سب اوپر یو جفا ہور عظیم

بعد از او عمر سعد سراں رن تے لیا ہے | سب سر و سواراں کی حوالے سو کیا ہے
تب شام کی جانب لے چلا اہل حرم کون | بدبخت یزید پاس سکنے ظلم و جفا سوں
یوں سب دسراں ہور حرم سات لیا ہے | منزل او مقاماں سکنے اس رہ میں کیا ہے

جس ٹھار مقام اس جتی لشکر سوں ہوا ہے   یک نور عظمت سر و در سوں ہوا ہے

دیگر

ہوئی جب تشنگی غالب امام انس و جان اوپر
جگر پو سنکو پانی نے آپس میں پچہہ کہایا ہے

شہیدان کا لوہو بن پر پڑیا جب کربلا میانے
فلک تعظیم سوں اسکوں شفق کرنے اچایا ہے

ہوا تن تے جدا جب سر شہنشاہ دو عالم کا
گگن سرکا تنا سورجکا شفق کے لہو میں نہایا ہے

بعض دیگر مرثیوں کے چند شعر :—

دیکہو چاند غم کا بہی آیا خدایا   خلائق کوں پہر کر رولایا خدایا
محرم کے مہینے میں ظالم نے کیا   عزا کا بچہونا بچہایا خدایا

سب عالم کوں عزا نے رور دکہے غم سون
قضا جور کا بہر سوتا یا خدایا

دیگر

انبیا کے دلبر حسینا نبی کے پیارے حسینا   اولیا کے سرور حسینا نبی کے پیارے حسینا
تس دن غم سون رونا عزا انجہواں سیں کمہہ نہ ہونا مرا   سکہہ سون ہرگز نہ سونا عزا ہی نبی کے پیارے حسینا

دیگر

الوداع اے الوداع شاہ شہیدان الوداع | الوداع ابن علی دو جگ کے سلطان الوداع
شاہ دو عالم ہوئے مظلوم حیران الوداع | یوں چلے دنیائی فانی سوں عزیزان الوداع

ہر محرم میں حسین کے درد کے تازے ہزار
دل اوپر مرزا کوں ہوتے ہیں پودا غاں الوداع

مرزا کے سلام کا نمونہ :-

اے شاہ عالی مقام شاہ سلام علیک | ہر دو جہان کے امام شاہ سلام علیک
مومن کے من تمام شاہ پہ بھیجو سلام | صدق سوں ہر دم مدام شاہ سلام علیک

اے شہ دین شبیر تو ہے تو کرم کے نظر
لطف سوں مرزا اوپر شاہ سلام علیک

مولوی صفی الدین صاحب والی بیاض میں مرزا کے (۳۴۲) مرثئے ہیں جن میں بعض کافی
طویل ہیں۔

عادل شاہی مخطوطات

یوسف عادل شاہ بیجاپور کا صوبہ دار تھا۔ بہمنی سلطنت کے زوال پر دیگر صوبہ داروں کی طرح ۸۹۵ھ میں اس نے بھی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس خاندان کے حسب ذیل افراد یکے بعد دیگرے مسند حکمرانی پر جلوس فرما ہوئے۔

(۱) یوسف عادل شاہ	۸۹۵ھ تا ۹۱۶ھ
(۲) اسمٰعیل عادل شاہ	۹۱۶ھ تا ۹۴۱ھ
(۳) ملو عادل شاہ	۹۴۱ھ تا ۹۴۱ھ
(۴) ابراہیم عادل شاہ اول	۹۴۱ھ تا ۹۶۵ھ
(۵) علی عادل شاہ اول	۹۶۵ھ تا ۹۸۸ھ
(۶) ابراہیم عادل شاہ ثانی	۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ
(۷) محمد عادل شاہ	۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۷ھ
(۸) علی عادل شاہ ثانی	۱۰۶۷ھ تا ۱۰۸۳ھ
(۹) سکندر عادل شاہ	۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۷ھ

یوسف عادل شاہ اپنی قابلیت کے لحاظ سے سرآمد روزگار تھا۔ بادشاہ کی مصاحبت سے ترقی کرتے ہوئے صوبہ داری کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا اور اس کے بعد اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی جو کچھ کم دو سو سال تک شان و شوکت کے ساتھ فرماں روائی کرتی رہی۔

یوسف عادل شاہ فارسی کا بلند پایہ شاعر تھا اور فنون موسیقی سے واقف علما، فضلا اور اہل فن کا بڑا قدردان تھا۔

دور دور سے علما و شعرا کو اپنے دربار آنے کی دعوت دیتا اور بیش بہا تحفوں سے ان کی

ہمت افزائی کرتا تھا۔ موسیقی کے جلسوں میں فی البدیہہ نظمیں پڑھتا تھا۔ چونکہ اس نے شعیت کو
حکومت کا مذہب قرار دیا تھا اس لئے تمام سیاسی اختیارات اور حکومت کے شعبے باہر
سے آئے ہوئے ایرانی اور عراقی اصحاب کے تفویض تھے جن کی زبان فارسی تھی اس طرح اُردو
کی ترقی پر ایک حد تک بُرا اثر ہوا۔ اس عہد کا کوئی ایسا مواد نہیں ہے جس سے اُردو کی ترقی
کا اندازہ لگا سکیں مگر اس میں کوئی شک نہیں عام طور سے اُردو بولی جاتی تھی چنانچہ
تواریخ سے بعض تاریخی شعر اور قطعے دستیاب ہوتے ہیں اور ایک مصنف شاہ میراں جی کا پتہ
چلتا ہے جن کی طرف [۵۱] چار کتابیں منسوب کی جاتی ہیں۔

یوسف عادل شاہ نے سنہ ۹۱۶ھ میں وفات پائی اس کا فرزند اسمٰعیل عادل شاہ تخت و
تاج کا مالک بنا۔

یہ بھی اپنے باپ کی طرح ذی علم تھا علماء و فضلا کی صحبت کا شایق شعر و سخن کا دلدادہ اور خود
بھی شاعر تھا وفائی تخلص کرتا تھا۔ مورخین نے اس کی بڑی تعریف کی ہے۔ چنانچہ بیجاپور کا مشہور
مورخ فرشتہ لکھتا ہے۔

"اسمٰعیل عادل شاہ حلیم و کریم و سخی بود۔ ہرگز فحش بر زبان جاری نساختے
و پیوستہ با علماء و فضلاء و شعراء صحبت داشتے و مرعات ایشاں
واجب شناختے۔ در علم موسیقی و شعر علم مہارت برافراشتے وفائی تخلص
نمودے ہیچ یک از سلاطین دکن بمتانت و لطافت او سخن نگفتہ "

اسی طرح مولف بساتین السلاطین [۵۲] کہتا ہے۔

"اسمٰعیل عادل شاہ طبع موزونی داشت و در سخاوت و شجاعت کہ لازمہ

---

[۵۱] یعنی خوش نامہ۔ خوش نغز۔ شہادت الحقیقت۔ شرح مرغوب۔

[۵۲] اس کتاب کے مطبوعہ نسخوں کے علاوہ (جو کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد وغیرہ میں موجود ہیں) لندن میں مخطوطات

ملزوم ہم اند نظیر نداشت۔ و در فن موسیقی موشگافی بسر و دہند ہی
کمتر دل دادے، و ترکی و فارسی بفصاحت تمام گفتے و ہرگز زبان خود را
بدون ضرورت بہ زبان ہندی آشنائی ساختے“

(ص ۱۷ ل) برٹش میوزیم

اس سے یہ بھی واضح ہوگیا اسمٰعیل کو بھی اردو سے شغف نہیں تھا اس کی پرورش اس کے

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ :- بھی موجود ہیں برٹش میوزیم میں ۱۲۳۷ھ کا لکھا ہوا نسخہ موجود ہے نمبر ۲۶۲۶۹ ایڈیشنل بقول ”ریو“ مصنف کیٹیلاگ اس کا مصنف غلام مرتضیٰ المعروف صاحب حضرت ہے۔ مگر ایتھے نے اپنی کیٹیلاگ میں (انڈیا آفس کے فارسی مخطوطات) ابراہیم زبیری کو اس کا مصنف لکھا ہے یہ آخرالذکر بیان ہی صحیح تر ہے۔

مصنف مذکور (زبیری) نے اپنے دیباچہ میں ان تاریخوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو عادل شاہی عہد میں تصنیف ہوئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عادل شاہیوں کی پہلی تاریخ محمد بن قاسم بن ہندو شاہ استرآبادی المتخلص فرشتہ کی تصنیف ہے جو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں (۱۰۱۵ھ) مرتب ہوئی اس کا نام ”نورس نامہ“ (جو اب تاریخ فرشتہ سے موسوم ہے) تھا۔ اس کے بعد ملا ظہور ولد ملا ظہوری نے محمد عادل شاہ کے عہد میں محمد نامہ کے نام سے نظم میں تاریخ لکھی اس کے بعد علی عادل شاہ کے زمانہ میں سید نور اللہ ولد قاضی سید علی محمد نے نثر فارسی میں ایک تاریخ (جو تاریخ عادل شاہیہ کے“ نام سے مشہور ہے) ترتیب دی اور نیز ملک الشعرا میاں نصرتی نے فتوحات علی عادل شاہ کو بزبان دکھنی نظم کر کے علی نامہ سے موسوم کیا۔ اس کے بعد فضیلت مآب شیخ ابوالحسن ولد قاضی عبدالعزیز ابن قاضی تاج محمد قاضی بندر چیول نے شرح و بسط کے ساتھ سکندر عادل شاہ کے وقت تک حالات لکھے جو ”طبقہ عادل شاہیہ“ سے موسوم ہے اور ابوالحسن کی تاریخ ”محمد نامہ“ سے ماخوذ تھی جس کے پراگندہ کاغذات سے مولف ہذا (بساتین السلاطین) نے تاریخ مرتب کی ہے۔ خاتمہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

پچی کے گود میں ہوئی تھی جو خود ایک ایرانی خاتون تھی اس وجہ سے بھی اسمٰعیل کو فارسی سے زیادہ محبت تھی۔ زبان ہندی سے رغبت نہ ہونے کی وجہ خود بادشاہ کی زبانی سنو:—

"چونکہ پدرم بمفارقت رتق و فتق مہامات من بدست محمد آقائے ذوالقدر بود کہ زبان ہندی را نیکو نمیدانست انچہ ہندی می شنود بلفظ ترکی می گفت بدیں سبب طبع مرا بصحبت اہل ہند رغبتے نیست"

(ص۴۹ فتوحات عادل شاہی[۱])

چونکہ ان وجوہ سے اس کے زمانہ میں اردو کی ترقی ناممکن تھی اس لئے کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔

---

[۱] اس کتاب کا مخطوطہ برٹش میوزیم میں (۱۵۴۲۴) پر موجود ہے اس کا مصنف فزونی استرآبادی ہے ۱۰۵۰ھ میں مرتب ہوئی ہے اور ۱۰۵۴ھ میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ والاجاہ نواب ارکاٹ کے کتب خانہ کا ہے۔

نورس گزشتہ سے پیوستہ:—

"گہ چند قرطاس پارچہا سے مسودات نگاشتہ شیخ ابوالحسن بدست ایں ضعیف افتادہ بود متفرقہ منتشرہ غیر مربوط .... دریں ایام بعضی از دوستاں باعث شدند ہر آنکہ رغبت خاطر عزیز رفعت پناہ .... قدر دان اہل علم و ہنر فضائل مآب رسید بنشاط کراث صحابہ بہادر بجانب دریافت و اطلاع احوال سلاطین بیجاپور بیش از بیش است آں مسودات متفرقہ را فراہم آوردہ باہم ربط دادہ یک رسالہ مختصر ترتیب دادہ شد"

ملو عادل شاہ کے چند ماہی حکومت کے بعد ابراہیم عادل اول بیجاپور کی حکومت پر حکمراں ہوا یہ ارباب کمال کا قدردان اور علم و ہنر کا سرپرست تھا۔ امین الملک۔ خواجہ معین الدین۔ آقا شہاب الدین شیرازی وغیرہ مشہور علما ہیں۔ مذہب اور خیالات کے لحاظ سے یہ اپنے باپ دادا کا ضد تھا شیعیت کو ترک کر کے سنی مذہب اختیار کیا جس کے باعث ایرانی اثر کم ہو گیا۔ اس کے بجائے دکھنیوں کو عروج ہوا۔ شاہی دفتر اردو میں آ گیا۔ ان وجوہ سے اس کے زمانہ میں اردو کو فروغ ہوا اور اس کی جڑیں اس قدر مضبوط ہو گئیں کہ اس کے جانشین علی کے انتہائی کوششوں کے باوجود بھی فارسی کا رواج نہ ہو سکا۔ مگر یہ اردو کی بدقسمتی ہے کہ ہمیں اس عہد کی کوئی اردو تصنیف یا اردو گو شعرا کا کارنامہ نہیں ملتا۔ البتہ شاہ برہان الدین جانم کے چند تصانیف کا پتہ چلتا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔ وصیت الہادی منفعت الایمان۔ وغیرہ یہ سب انجمن ترقی اردو میں موجود ہیں۔

۹۶۵ھ میں علی عادل شاہ اول بیجاپور میں حکمراں ہوا یہ بھی اپنے باپ دادا کی طرح اہل فضل و کمال کا سرپرست اور علم کا معاون و مددگار تھا۔ اس کے علمی ذوق کا پتہ اس سے چل سکتا ہے کہ جب کبھی سفر کرتا تو چار سو صندوق کتابوں سے بھرے ساتھ رہتے تھے علمی شوق کے باعث ایک عظیم الشان کتب خانہ جمع کیا تھا کئی کاتب خوش نویس اور محدث و مجدول و نقاش کتب خانہ میں مامور تھے شیعہ مذہب کا پیرو تھا ایرانی علما دربار میں بار پاتے تھے۔

ملا فتح اللہ شیرازی جن کو اہل عراق "عقل ہادی عشر" کے لقب سے یاد کرتے ہیں [illegible] طلب کیا، سلطان کا وزیر افضل خاں شیرازی بھی زبردست عالم تھا۔ ان دونوں کے مکانات پر روزانہ علمی جلسے ہوا کرتے تھے محمد علی استاد کار، سید مصطفیٰ خاں، شاہ عبدالحسن شاہ ابوالقاسم انجو۔ مرتضیٰ خاں انجو۔ میر شمس الدین صدر جہاں اصفہانی وغیرہ اس کے درباری علما تھے۔ ملا محمد رضا مشہدی رضائی درباری شاعر تھا۔

دربار اکبری سے ایک مرتبہ حکیم [illegible] گیلانی اور دوسری دفعہ عین الملک شیرازی علی عادل شاہ

کے دربار میں سفیر کی حیثیت سے آئے تھے۔

سلطان کی علمی قدردانی کے متعلق مصنف تاریخ حاکمان ہند لکھتا ہے :۔

"مردم خوب در درگاہش جمع شدند درانک فرصتے از ایران و توران و سائر اقالیم سبعہ مردم خوب تشریف آوردند پس بیجاپور رشک ربع مسکون گردید"[1]

اس کے زمانہ میں اردو کی زیادہ ترقی تو نا ممکن تھی مگر ابراہیم کی سرپرستی کے باعث اس کو زوال بھی نہیں ہوا۔

علی عادل شاہ اول کے بعد ۹۸۸ھ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی تخت و تاج کا مالک بنا۔ اس کا دور حکومت ترقی علم و ہنر کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہے سلطان نے علم کی ترویج میں جو جو کوششیں کیں وہ تاریخ میں ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہیں گی۔ علمی ترقی کے لحاظ سے ہندوستان کے اسلامی بادشاہوں میں اس کا خاص درجہ ہے بیجاپور کے مورخین اس کے علم و فضل اور علم پروری کے معترف اور مداح ہیں۔

مصنف بساتین السلاطین لکھتا ہے ۔

"پادشاہے بود موصوف بجمال صورت و آراستگی سیرت جامع نکوئی ہا و مجموعہ خوبیہا عادل و دادگر بلند ہمت .... علمائے بلاغت شعار و شیوخ کاملین و صلحائے متشرعین و شعرائے نامدار و بلغائے فصاحت آثار .... در عہد ابہت ایشان عالم پناہ در دار السلطنت بیجاپور تشریف ارزانی فرمودہ .... ملا ظہوری کہ شعر و انشائش در دقت و لطافت و فصاحت و بلاغت مشہور آفاق است از شاعران پایہ تخت او بود .... گلزار ابراہیم و نورس نامہ ازاو ہویدا است

---

[1] اس کتاب کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں نمبر (۳۰۰۶) پر موجود ہے۔

و دیگر شاعران بلند اقبال و سخنور اند کہ ذکر ہر یک دریں مختصر گنجائش ندارد .... درآں وقت ہمایوں در پائے تخت آں شاہ جوہر شناس جمع آمدہ بودند ہمچنیں خوشنویسان سحر نگار و نثر پیں قلم و دیگر اوستادان ہر فن و کاملان ہر علم مجتمع گشتہ بودند محمد قاسم فرشتہ استر آبادی کہ تصنیف او تاریخ فرشتہ مشہور عالم است تصنیف کرد۔"

(ص ۷۳ ب مخطوطہ انڈیا آفس)

اسی طرح اس کی قابلیت کے متعلق مصنف فتوحات عادل شاہیہ لکھتا ہے :۔

"قابلیت ایں پادشاہ مغفرت دستگاہ باعلیٰ درجہ کمال رسیدہ بود ہنرمندان آفاق بر درگاہ او بمعیت نمودند قریب بدو سہ ہزار تن از ارباب ساز و غنی کہ ہر یک سر آمد روزگار زماں بود بخدمت رسیدہ"

(ص ۲۹۹ ب)

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور بھی اس بیان میں متفق ہے چنانچہ وہ بیان کرتا ہے :۔

"ابراہیم عادل شاہ پادشاہ بود دادگر و سخا پرور مجمع اہل کمال و مرجع ارباب فضل و بلاغت بود۔ اکثر او بیار کبار و علماء بلاغت آثار و شیوخ کاملین و صلحاء و مشترین و سپاہیان نامور بل سائر اہل ہنر در عہد انیت عہد الشان عالم پناہ در این خطہ پاک تشریف ارزانی فرمود۔"

(ص ۱۸ ب[1])

---

[1] اس تاریخ کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم کے (۲۶۲۷۰ اڈیشنل) پر موجود ہے سنہ ۱۱۲۰ھ میں اس کی تالیف ہوئی ہے۔ دیباچہ میں ذکر کرتا ہے۔

"تاریخ مختصر در سنہ جلوس و وفات و قدر احوال پادشاہان بیجاپور میر ابراہیم ابن حسن

ابراہیم کے درباری علما کی طویل فہرست ہے جو اپنے وقت کے جید اور شہرہ آفاق مشاہیر تھے۔ خواجہ علاء الدین محمد شیرازی اور ان کے فرزند خواجہ سعد اللہ۔ خواجہ معین الدین۔ علامہ عنایت اللہ اردستانی جو فضل و دانش اور حسن سلوک میں مشہور تھے۔ شاہ فتح اللہ شیرازی جو علم حکمت اور ریاضی میں سرآمد روزگار تھے۔ مولانا غیاث الدین جہرمی۔ رفیع الدین ابراہیم شیرازی مولانا محمد لاری۔ ملا حیدر۔ مولانا باقر۔ آقا رضا شیرازی وغیرہم مشہور ہیں۔[۵۱]

ان علماء کے علاوہ بیسیوں شعراء سلطان کے دربار میں تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔

ظہوری۔ ملک قمی۔ حکیم آتشی۔ مرزا محمد مقیم۔ ملا شکیبی۔ عبد القادر نوری وغیرہم۔

سلطان کے زمانہ میں صد ہا تصانیف ہوئیں جن میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

ابو القاسم فرشتہ نے ۱۰۱۵ھ میں تاریخ فرشتہ مرتب کی۔ نور الدین ظہوری نے اپنی تصنیفات کیں۔ ملا ملک قمی نے مخزن اسرار نظامی کا جواب لکھا۔ عبد الرشید التستری نے علاء الدین محمد بن ذکریا قزوینی کی عجائب المخلوقات کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ملا رفیع الدین شیرازی نے روضۃ الصفا کا خلاصہ کیا۔ اس کے علاوہ کئی ایک تصانیف مشہور ہیں۔

تاریخ فرشتہ مرتب ہونے کی وجہ ابو القاسم کے الفاظ میں سنو۔

---

[۵۱] تاریخ فرشتہ و فتوحات عادل شاہیہ۔

گذشتہ سے پیوستہ :- .... ونیز اسد خان لاری در عہد سلطنت علی عادل شاہ ثانی تالیف نمودہ دراں تاریخ بادشاہان و ارکان و اعیان و احوال و اشتغال و منقدمات کہ بیان زمان واقع گشتہ بزبان فارسی و ہندی گفتہ است سنہا آن آن تواریخ ضم کردہ .... ونیز فضیلت کمال دستگاہ شیخ ابو الحسن حقیقی شریعت پناہ ابراہیم صاحب نائب قاضی شہر بیجاپور و قاضی محمد نعمت اللہ در اقعات سلاطین بیجاپور بہ تحقیق تمام نوشتہ بود ند اینہا ہر دو در سنہ ۱۱۲۱ھ در مطالعہ این فقیر در آمدہ " (ص ۱ دیباچہ)

"دراں ایام مولف ایں کتاب فصاحت انتساب را کہ بغایت بضاعت
مختصر است وبجز تحفۂ اخلاص و دولتخواہی حضرت سلیمان دست آویزے
ندارد محض عنایت و ذرہ پروری مجلس اقدس عالم پناہ بردہ چنداں دوست
نوازی فرمود کہ حضرت ایں کمترین بندگان را بمکالمہ شریف نوختہ بخلعت
وزیادتی منصب واقطاع نوازش فرمودہ و درہماں مجلس کتاب
روضۃ الصفا کہ بغایت نفاست داشت بدست خود بمولف بخشیدہ فرمان داد
کہ چوں واقعات پادشاہان ممالک ہندوستان علیحدہ دریک جلد بعبارت
واضح شافی تا ایں زماں سعادت نشان ہیچکس ننوشتہ است گمر
نظام الدین احمد بدخشی وآں نیز درکمال اختصار است وتحقیق حالات
کیفیات سلاطین دکن وغیرہ کما حقہ بجاے نیاوردہ است باید کہ تو
قلم را کمر خدمت بر میان جان بستہ در تالیف کتاب موصوف بصفات
کذا وکذا خود را معاف نداری وسوانح وقضایای عہد ہمایوں ما را برنہجی
کہ از تکلفات منشیان وکذب وبہتان سخنوراں عاری وبری باشد تحریر نمائی"
(فرشتہ)

سلطان کو خوشنویسی کا بھی بہت شوق تھا خود بھی بڑا خوشنویس تھا خلیل اللہ خوش نویس
سب میں ممتاز تھا۔

اس کو موسیقی کا بھی بڑا شوق تھا۔ خاصکر ہندی سرود میں سرآمد روزگار تھا۔ مؤلف
اردو سے قدیم نے "جگت گرو" کے لقب کی وجہ اسی موسیقی دانی کو قرار دی ہے۔ چنانچہ
انہوں نے ذکر کیا ہے۔

"ابراہیم عادل شاہ کو موسیقی میں بے حد مہارت حاصل تھی خاصکر
سرود ہندی میں ایسا کمال پیدا کیا تھا کہ اس عہد کے تمام گویئے اُسے

جگت گرو کہا کرتے تھے"

(ص ۱۷۰ و ۱۷۱)

مگر بساتین السلاطین سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہی پائی جاتی ہے چنانچہ:-

"درمیان عالم بجگت گرو مشہور گردیدہ این لفظ در اصل دکھنی است مردم بصورت و سیرت آں بادشاہ حمیدہ خصال پسندیدہ افعال بجان راضی و خوش حال بودہ در بابِ او این لفظ باستعمال آوردند یعنی آں شاہ جہاں است (ص ۲۸۰ ل)

لفظ "نورس" سے سلطان کو بڑی محبت تھی ۱۰۰۸ھ میں ایک قلعہ بنام نورس تعمیر کیا۔ ۱۰۱۱ھ میں نورس پور ایک شہر آباد کیا۔[۵۱]

اس شہر کی دلکشی کی مصنف فتوحات عادل شاہی نے بڑی تعریف کی ہے اور عدیم المثال قرار دیا ہے۔

"شہر سے ترتیب یافت کہ سیاح جہاں گرد اندیشہ از قصور دلکش و جدران منقش آگر احسن البلادش خوانند روا است واگر رشک ارم ذات العمادش دانند"

(ص ۲۱۴ ل)

استعمال کی ہر شئے نورس کے نام سے موسوم تھی شاہی مُہر پر بھی نورس کندہ تھا محل کا نام نورس کتاب کا نام نورس۔ عبدالقادر شاعر کو نورسی کا خطاب[۵۲] دیا تھا۔

سلطان کو اُردو سے خاص انس تھا شاہی دفتر جو علی عادل شاہ اول کے زمانہ میں فارسی ہو گیا تھا پھر سے اُردو کیا گیا۔.......... اس نے سرود ہندی کے فوائد و ضوابط میں ایک کتاب نورس نام لکھی تھی جو نایاب[۵۳] ہے۔ جو شعرا اس عہد میں زبان اُردو میں نظم کہا کرتے تھے وہ یہ ہیں۔ آتشی۔ مقیمی۔ نوری۔ امین وغیرہ

---

[۵۱] تاریخ احوال سلاطین (ص ۱۹ ب) [۵۲] بساطین السلاطین [۵۳] صفحہ ۲۰۸ ملاحظہ ہو۔

مقیمی کی مثنوی چندر بدن و مہیار اور امین کی مثنوی بہرام و حسن بانو یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ نوری مرثیہ گو تھا جس نے اس کی ابتدا کی تھی مگر افسوس کہ اب اس کے مرثیے ناپید ہیں

۱۰۳۷ھ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے انتقال پر محمد عادل شاہ سریر آرائے حکومت ہوا۔ اس کو علمی قدر دانی گویا ورثہ ودیعت ہوئی تھی علم و فضل کا حامی اور علماء کا سرپرست تھا۔ مرزا محمد امین مصطفیٰ خاں۔ ایاز الملک۔ دولت خاں۔ شاہ ابو الحسن۔ ملک سمندر، حکیم آتشی ملا ظہوری، ملا محمد علی، وغیرہم اس کے درباری تھے۔

اس نے ہر مضمون اور ہر زبان کی تعلیم کے لئے کالج قائم کئے طلبہ کے روزینے مقرر تھے اس کے علاوہ ہر سال محرم میں نہایت فیاضی کے ساتھ ان کو انعامات ملا کرتے تھے سلطان ہر روز صبح کو دو گھنٹے تک علماء اور شعراء کی مجلس منعقد کرتا تھا۔ اور نہایت فیاضی کے ساتھ ان کو تحفے دیا کرتا۔ اس کے زمانہ میں متعدد فارسی تصانیف ہوئے۔ آتشی نے خمسہ نظامی کا جواب لکھا ظہوری کے فرزند ملا ظہور نے محمد نامہ کے نام سے نظم میں سلطان کے حالات لکھے تھے۔ خان بابا (ملا محمد حسین) نے رفیع الدین حسین شیرازی کی کتاب احوال سلاطین دکن کا تکملہ کیا۔[۱]

اس کے دربار کے کئی ایک شعرا مشہور ہیں

ابراہیم خاں قصاید اور غزلیات میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ حکیم آتشی مثنوی لکھنے میں مشہور تھا۔ سید نور اللہ، مرزا مقیم، مرزا دولت شاہ۔ محمد امین جسنعتی۔ کمال خاں رستمی ملک خوشنود وغیرہ دوسرے مشہور شعراء تھے۔ ان میں سے ابراہیم خاں۔ نور اللہ صرف فارسی میں شعر کہا کرتے مگر دوسرے شعراء فارسی اور دکھنی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ اس عہد میں امین کی مثنوی بہرام و حسن بانو کو دولت نے مکمل کیا۔ رستمی نے خاورنامہ کی تصنیف

---

[۱] بساتین السلاطین۔ ص ۳۵ بساتین

کی صنعتی نے قصہ یتیم انصاری لکھا۔ ملک خوشنود نے مثنوی ہشت بہشت مرتب کی۔ ان میں سے سوائے قصہ یتیم انصاری کے دیگر مثنویوں کے مخطوطے یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

سلطان کی ملکہ خدیجہ سلطان کا نام بھی اردو کی سرپرستی کے لئے مشہور رہے گا جس کی توجہ سے رستمی کا کارنامہ مثنوی خاورنامہ کا ظہور ہوا۔ محمد عادل شاہ کے بعد اس کا قابل فرزند علی عادل شاہ ثانی بیجاپور کے تخت و تاج کا مالک بنا (۱۰۶۶ھ) اس کی ماں خدیجہ سلطان تھی اس لئے بچپن ہی سے علمی ماحول میں اس کی پرورش ہوئی جس کے باعث کم عمری ہی سے علم ادب کی طرف اس کا میلان تھا شعر و سخن کا کافی مذاق رکھنے کے سوا خود بھی شاعر تھا۔ شاہی تخلص تھا اکثر اپنے مصاحبین کے نظموں کی اصلاح کیا کرتا جس کے باعث استاد عالم کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس کا دور حکومت ترقی علم و فن خاصکر اردو کی سرپرستی کے لئے مشہور ہے اس کا دربار با کمالوں کا منبع تھا۔ دور دور سے اہل علم و فضل آکر اس کے دامن دولت سے وابستہ ہو جاتے تھے اس زمانہ میں بیجاپور علم و ہنر کی قدردانی کے لحاظ سے رشک بغداد و قرطبہ بنا ہوا تھا۔ سلطان کی علمی قدردانی اور لیاقت و قابلیت کا ذکر ہر ایک مؤرخ نے کیا ہے۔

قاضی نوراللہ لکھتا ہے۔

"ایں بادشاہ ظل اللہ را کہ در روز ازل از استاد و علمنا من لدنا علماً کسب کمالات کونی والہی و فضائل ظاہری و باطنی در مدرسہ خلق الانسان علمہ البیان کردہ کرسی نشین قرب خالق ذوالجلال و صورگزیں جوار قادر متعال بود و گنج لیاقت و استحقاق سببیت و علمیت ظہور مذکور خداوند علی الاطلاق در ذات عظیم المرتبت رفیع المنزلت آن نور سراپا سرور ودیعت نہادہ"

(تاریخ علی عادل شاہ ص ۵ الف ب و ۶)

سلہ بساتین السلاطین۔

مصنف تاریخ احوال سلاطین لکھتا ہے۔

"معلوم باد کہ سلطان علی عادل شاہ ثانی بادشاہے بود رنگین مزاج طبع او....

.... (؟) وشعر دوست شاعر پرور" (صہ ۲۹ ب)

اسی طرح مصنف فتوحات عادل شاہی لکھتا ہے :۔

"پادشاہے بود سلیم نفس کریم طبع صوفی وضع بے تقلید بے تکلف درکمال مہربانی وشفقت با خلق اللہ درکرم وبخشش نظیرخود نداشت۔ چو آزارہ جود وسخا او درعرصہ ربع مسکون شہرت کرد از اقطار عالم ارباب استعداد برو آورند"

(صہ ۱۲۴ الف ب)

مصنف بساتین السلاطین نے بھی اس کی بڑی تعریف کی ہے اس کے علم وفضل جود وسخا کی خوب مدح سرائی کی ہے حالانکہ یہ کتاب سلطان کے زمانہ کی تصنیف نہیں ہے۔ وہ لکھتا ہے :۔

"علی عادل شاہ پادشاہ بود با ہوش پند پذیر و نصیحت نیوش سپاہ دوست رعیت پرور قدر شناس اہل فضل و ہنر در سخاوت وشجاعت وعدالت کہ ہر سہ خصائل سنیہ وشیم مرضیہ اند موصوف ومشہور رنگین مزاج"

(صہ ۹۱ الف)

سلطان کی علمی قدر دانی کی وجہ سے بڑے بڑے علما روقت بیجاپور میں جمع ہو گئے تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔

قاضی نور اللہ جنہوں نے اس کے دورحکومت کی بہترین تاریخ لکھی۔ شاہ کمال الدین۔ علامہ فتح اللہ شیرازی۔ میر ابراہیم ابن علامہ حسین۔ سید ابوالحسن مکونہ۔ عبد المحمود خاں۔ ارسطوزماں ملا احمد۔ افضل خاں۔ میر نعمت اللہ۔ قاضی ضعیف اللہ۔ شاہ نور اللہ۔ شاہ ابوالمعالی[۵۱]۔ شاہ میران جی۔ مصطفیٰ خاں کیانی۔ شاہ ابوتراب[۵۲]۔

---

[۵۱] احوال سلاطین بیجاپور (صہ ۱۳ ب) [۵۲] تاریخ ہفت کرسی۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے علی عادل شاہ کو شعر و شاعری کا بڑا شوق تھا ہر وقت شعرا اس کے دربار میں موجود رہتے تھے۔ سلطان کی قدر دانی اور شوق کا نتیجہ تھا کہ بیجاپور میں گھر گھر شعر و شاعری کا چرچا ہو گیا تھا ہر طرف شعر و سخن کے تذکرے اور مشاعرے کی مجلسیں ہوتی تھیں۔ چونکہ سلطان کو خاص کر اردو شاعری سے ذوق تھا اس لئے عام طور پر ہر طرف اسی کا شوق تھا۔

ابراہیم زبیری لکھتا ہے :-

"چون خاطر ہمایوں را بطرف طبع آزمائی فرود آورد ے اشعار رنگین مشحون بہ مضامین شیرین از طبعش سر زد ے نکتہ گویاں لطیفہ آور را در بزم رنگینش قدر تمام بود چون خاطر مبارکش بشعر ہندی میل بیش داشت بر فحوا ے الناس علی دین ملوکہم بسیار شعرا ے ہندی گو از بیجاپور بر خواستہ خانہ بخانہ ہنگامہ شعر تازہ گوئی گرم داشتند"[۵۱]

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور لکھتا ہے :-

"شعر گویان تازہ خیال باہتمام آں شاہ نکتہ سنج پایہ شعر رنگین را بدرو وہ (؟) اعلیٰ رسانیدند"

(ص ۲۹ ب)

خافی خاں لکھتا ہے

"بادشاہے بود باہوش سپاہ دوست و در سخاوت و شجاعت وسعت خلق مشہور فضلا و صلحا را دوست داشتی و شاعران را عزت نمود ے خصوص در حق شاعران ہندی زیادہ مراعات می فرمود"[۵۲]

---

[۵۱] بساتین السلاطین (ص ۱۵۰)   [۵۲] اردوئے قدیم بحوالہ منتخب اللباب جلد سوم (ص ۳۵۹)

اس زمانہ کے شعرا کی فہرست طویل ہے جن میں سے بعض تو وہی ہیں جو محمد عادل شاہ کے زمانہ میں مشہور تھے اور بعض ایسے ہیں جو خاص اس عہد میں شہرت پذیر ہوئے ان میں سے کچھ تو صرف فارسی گو تھے بعض فارسی اور دکھنی دونوں میں طبع آزمائی کرتے اور بعض صرف دکھنی میں مشق سخن کرتے۔ چند شعرا کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

ملک الشعرا نصرتی جس کے قصائد او مثنویاں مشہور ہیں مورخین بیجاپور نے اس کے کمال کی بے حد تعریف و توصیف کی ہے جس کی مزید صراحت آگے درج ہوگی۔ دوسرا مشہور شاعر سید نور اللہ ہے جس کے متعلق مصنف احوال السلاطین لکھتا ہے۔

"عمدۂ اکابران دہر استاد سید نور اللہ خلف انثا والعلما حضرت سید علی محمد کہ با وجود تحقیقات علمی از حقیقت اہل سخن کما حقہ آگاہی دارند" (ص۳۰ ل)

تیسرا حکیم آتشی۔ ان کے علاوہ عبداللطیف، عبدالقادر نوری، عبدالغنی فارسی گو شعرا تھے[۵۱]۔ نصرتی، مقیمی کے سوا، شاہ ملک، دولت، ہاشمی، ایاغی، مرزا، اردو گوئی میں مشہور ہیں[۵۲]۔

اس عہد کی کئی ایک اردو کتابوں کا پتہ چلتا ہے جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) نصرتی نے اپنی مشہور مثنویاں گلشن عشق اور علی نامہ مرتب کیں۔

(۲) شاہ ملک نے احکام الصلوٰۃ تصنیف کی۔

(۳) شاہ امین الدین نے محبت نامہ، گفتار شاہ امین، گنج مخفی وغیرہ نظم و نثر میں متعدد کتابیں لکھیں۔

(۴) ہاشمی نے یوسف زلیخا۔ کے علاوہ مرثیے لکھے تھے۔

(۵) ایاغی نے نجات نامہ تصنیف کیا۔

۵۱؎ احوال سلاطین ص ۳۰ ۵۲؎ بساتین السلاطین ص ۴۲۳

علی کے انتقال پر سکندر جانشین ہوا۔ شروع سے آخر تک اس کا زمانہ مصیبتوں میں بسر ہوا پہلے تو نظم و نسق پر اپنا اثر قائم نہ کر سکا۔ پھر مغلوں نے حملے شروع کر دیئے۔ اور ۱۰۹۷ھ میں عالمگیر نے بیجاپور پر قبضہ کر لیا۔

ایسے مصائب کے زمانہ میں بھی بیجاپور ادیبوں اور شاعروں سے خالی نہیں رہا۔ سیوا اور مومن اس زمانہ کے شعرا ہیں۔ نہیں معلوم اور کون کون شعرا اس زمانہ میں شہرت رکھتے تھے۔

عادل شاہی عہد کے جو مخطوطے یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

شمار	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ تصنیف
(۱)	مثنوی چندر بدن و مہیار	مقیمی	؟
(۲)	قصہ بہرام و حسن بانو	امین و دولت	۱۰۵۰ھ
(۳)	ہشت بہشت	ملک خوشنود	۱۰۵۶ھ
(۴)	خاور نامہ	رستمی	۱۰۵۹ھ
(۵)	گلشن عشق	نصرتی	۱۰۶۸ھ
(۶)	علی نامہ	"	۱۰۷۶ھ
(۷)	احکام الصلوٰۃ	شاہ ملک	۱۰۷۷ھ
(۸)	مرثیہ	ہاشمی	
(۹)	مرثیہ	مرزا	

حاشیہ صفحہ ۲۰۲ ۔ نورس کے تین نسخے یہاں موجود ہیں (الف) کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر۔ (ب) عجائب خانہ حیدرآباد۔ (ج) کتبخانہ مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دفاتر دیوانی و مال وغیرہ۔ یہ آخر الذکر نسخہ خود سلطان کے کتب خانہ کا ہے جس پر اس کی دستخط و مہر ہے۔

"مثنوی چندر بدن و مہیار"

اس مثنوی کے دو نسخے یورپ میں ہیں۔ ایک مخطوطہ انڈیا آفس میں ہے۔ اور دوسرا اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

(۱) بلوم ہارٹ نمبر (۱۰۰) ورق (۴۷) سائز ۸ ۱/۲ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

(۲) اڈنبرا نمبر (۲۷۸) ورق ۱۶ سطر (۱۰) ناقص اول سائز ۶ × ۵ خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ایک دکھنی مثنوی جو مہیار اور شہزادی چندر بدن کی عشقیہ داستان ہے مصنف عزیز۔ مصنف نے اپنے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے صرف غواصی کے دوست ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے۔ گارسی۔ ڈی۔ ٹاسی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے راجہ چندو لعل کے کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ ہونا بیان کیا ہے۔ ایک دوسرا نسخہ خود اس کے پاس بھی تھا۔ ایک اور نسخہ کتب خانہ توپ خانہ لکھنؤ میں تھا جس کا مصنف محمد مقیم تھا"

مصنف کیٹلاگ اڈنبرا یونیورسٹی نے کوئی صراحت نہیں کی ہے ان کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔ دیوان ولی کے ساتھ یہ ملی ہوئی ہے۔

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شامل نہیں ہے اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"قصہ چندر بدن و مہیار تصنیف مقیمی۔ زبان متروک ہے اور مصنف کی کم علمی کو ظاہر کرتی ہے صفحات (۵۰) ۱۱ بیت فی صفحہ ۶۲۵"

مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ کی صراحت غلط ہے یہ عزیز کی تصنیف نہیں ہے جس طرح

"قصہ حسینی" کے مصنف کے متعلق ذہوکہ ہوا ہے اسی طرح اس کی حالت ہے بلوم ہارٹ نے عزیز کا نام جس شعر سے اخذ کیا ہے اور اس کا کیٹلاگ میں حوالہ بھی دیا ہے وہ شعر حسب ذیل ہے۔

بنا اس قصہ کا کہوا ہے عزیز
نزاکت کے موزوں سخن باتمیز

مگر واقعہ یہ ہے یہ عزیز کی تصنیف نہیں بلکہ مقیمی کی تصنیف ہے مثنوی میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ صاف طور پر مقیمی نے اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے چنانچہ کہتا ہے:۔

دنیا تو فنا ہے مقیمی سہی   رہیگی بچن کی نشانی سہی

ہر دہر مقیمی بچت یہ صفا   ز نعت محمد نبی مصطفا

مقیمی بچن کا تر نگ سار تون   بسر کر چلیا کان تون ہیار کون

سنیچ ست مقیمی پریت پیار کا   قصہ کر تون پورا ہیار کا

اس مثنوی کی صحیح تاریخ تصنیف معلوم نہ ہوسکی کیونکہ مصنف نے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی ہے مگر بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے اس کی تصنیف ۱۰۳۰ھ اور ۱۰۵۰ھ کے درمیان ہوئی ہے۔

۱؎ مرزا محمد مقیم متخلص مقیمی ایران کا باشندہ تھا استرآباد میں تولد ہوا۔ شیراز میں تعلیم پائی باپ کے انتقال پر روزگار کی تلاش ہندوستان لائی۔ بیجاپور کے دربار میں رسائی ہوئی نوجوانی ہی میں شہرت پیدا کرلی۔ ابراہیم عادل شاہ کے درباری شعراء میں شامل ہوگیا۔

مقیمی فارسی کا زبردست شاعر تھا جس کا ثبوت اس کے دیوان سے ملتا ہے اُردو شعر گوئی کی حیثیت سے دیگر شعراء کی طرح اس نے شہرت حاصل نہیں کی یہی وجہ ہے کہ اکثر مورخین بیجاپور نے اس کے اُردو شاعری کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس نے طویل عمر پائی بیجاپور کے تین بادشاہوں کے عہد میں درباری شاعر کی حیثیت سے ممتاز رہا ہے۔

اس قصہ کی تصنیف لیلی مجنوں[۵] کے قصہ کو سنکر کی گئی ہے۔

---

[۵] مقیمی نے اس امر کی صراحت صاف طور پر نہیں کی ہے کہ لیلی مجنوں کا قصہ جس کو دیکھ کر اس نے اپنی تصنیف کی ہے کس کا طبع زاد تھا۔ میرا خیال ہے وہ غواصی کی تصنیف تھی اگرچہ آج تک غواصی کی لیلی مجنوں کا کسی نے ذکر نہیں کیا ہے مگر بوجوہ ذیل میں غواصی کی ایک تصنیف لیلی مجنوں ہی خیال کرتا ہوں۔

(الف) مقیمی نے جہاں لیلی مجنوں کے قصہ سنکر اس مثنوی کو لکھنے کا ذکر کیا ہے وہاں غواصی سے بنا کرنے کی بھی صراحت کی ہے چنانچہ لکھا ہے۔

قصہ مجہ پرت کا کہیا یک اُن — جو لیدی تو لیلی مجنوں کوں سُن
ہوا دل پو یوں کر تفکر قریب — کہوں شعر موزوں حکایت عجیب
بچن درد ہو دل میں اُلبنے لگیا — نوی طرز خوش تر نکلنے لگیا
زبان کا اتہا او سچا جوہری — کرداں مت سخن سوں گہر مشتری
قصہ ایک کہوں میں گہر بار کا — سوں چندر بدن ہور مہیار کا
سنے کوئی مجکوں دعا یاد کر — رہے ہور تعجب سوں دل شاد کر
بنا تو غواصی کا باندہا ہوں میں — سخن مختصر طاکے سا ندیا ہوں میاں
ولے میں اپسکوں سراپا نہیں — مشعر میں کسی کا پہرایا نہیں
سراپا پہرانا نہیا کام سے — کرے پو عمل اوکہ جو خام سے

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر سبب تالیف اس کے بعد اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔ قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ملک سندر پٹن کا راجہ نہایت پُر شوکت و عظمت تھا اس کی دختر شہزادی چندر بدن حسن و جمال میں سر آمد روزگار تھی۔ سالانہ وہاں ایک میلہ ہوا کرتا جس میں دُور دُور سے لاکھوں آدمی جمع ہوتے قسم قسم کے اشیاء کی تجارت ہوتی۔ ایک دوسرے شہر میں ایک تاجر کا لڑکا مہیار نام حسن و جمال کے ساتھ علم و فن فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار تھا۔ یہ تجارت کے لئے سندر پٹن آیا شہزادی کے جلوہ سے بے خود ہو گیا۔ دامان صبر ہاتھ سے

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ:۔

شعر کا طلا زم گہر بار ہے   سراتا طبیعت کون لاچار ہے

بنا اس قصہ کا کہو اے عزیز

نزاکت کے موزوں سخن باتمیز

(ب) وجہی نے اپنی مثنوی میں جہاں غواصی پر چوٹ کی ہے وہاں صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ غواصی نے کوئی تصنیف کر دی تھی اور غالباً وہ کسی اور زبان سے ترجمہ کی گئی تھی۔ قطب مشتری کی تصنیف ۱۰۱۸ھ میں ہوئی ہے اور غواصی کے دو نو معلوم شدہ مثنویاں یعنی سیف الملوک اور طوطی نامہ اس کے بعد تصنیف ہوئی ہیں پس یہ ضروری ہے غواصی کی کوئی تصنیف ۱۰۱۸ھ سے پہلے ہوئی ہو۔ تو قیاس ہوتا ہے کہ لیلیٰ مجنوں ہی غواصی کی تصنیف ہو گی جو ۱۰۱۸ھ سے پہلے ہوئی ہو گی۔ یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اب تک نہ تو اصل مثنوی دیکھی گئی اور نہ کسی اور نے اس کے متعلق صراحت کی۔ یہ اعتراض اسلئے صحیح نہیں ہو سکتا کہ آئے دن کئی تصنیفات کا پتہ چلتا جاتا ہے جن کا کسی کو علم تھا اور نہ کسی نے اب تک اس کی صراحت کی ہے مثلاً اب تک غواصی کے مرثیوں کا کسی کو علم نہ تھا اب متعدد مرثیے ملے ہیں۔

جاتا رہا۔ مگر گل مقصود حاصل نہ ہوا۔ دیوانگی میں جنگل کا راستہ لیا۔

انجم نگر کا بادشاہ شکار کو نکلا۔ جنگل میں مہیار سے ملاقات ہوئی اس پر رحم آیا معشوقہ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ روم۔ شام۔ سنجام۔ عرب وعجم۔ بخارا۔ بلخ۔ ملتان۔ لاہور دلی۔ بیجاپور۔ احمد نگر۔ ستارا۔ برہان پور۔ گولکنڈہ۔ بیجانگر ہوتے ہوئے منزل مقصود پر پہونچے۔ دیوانگی کو سکون ہوا مسرت سے سرور ہوا۔ اسی عرصہ میں سالانہ میلہ کا دن آیا چندر بدن سے ملاقات ہوئی اب اس کے دل میں بھی عشق اثر کر چکا تھا محبت سے پیش آئی۔ بادشاہ انجم نگر نے راجہ کے پاس سفارت روانہ کر کے مہیار کی شادی کی خواہش ظاہر کی۔ راجہ نے انکار کیا۔ بادشاہ متفکر ہو غور کرنے لگا ارکان دولت نے واپس چلنے کی ضد کی اس عرصہ میں سالانہ میلہ کا دن آگیا۔ شہزادی محل سے باہر آئی مہیار سے ملاقات ہوئی اور وہ چندر بدن کے قدموں پر سر رکھ کر جان بحق ہوا۔

مہیار کا جنازہ دفن کے لئے روانہ ہوا مگر جب راجہ کے محل کے پاس پہونچا تو وہاں سے آگے بڑھ نہ سکا۔ لاکھ کوشش کی گئی مگر نہ ہلنا تھا نہ ہلا۔ آخر مجبور ہو کر راجہ کو اطلاع دی گئی اور چندر بدن سے امداد چاہی گئی۔ اس نے باپ سے اجازت حاصل کی تا کہ کسی تدبیر سے جنازہ کو روانہ کرے۔ باپ کی اجازت سے چندر بدن نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کسی عالم کو روانہ کرے بادشاہ نے ایک فاضل کو روانہ کیا۔ شہزادی نے اسلام کے متعلق چند استفسار کئے۔ پھر اسلام قبول کیا۔ سہیلیوں سے وداع ہوئی راجہ کو آخری سلام بھیجا۔ اور خود جنازہ کے پہلو میں لیٹی اور جان شیریں کو وداع کیا۔ اب جنازہ روانہ ہو گیا راجہ اور رانی کو خبر ہوئی وہ ماتم کرتے ہوئے آئے دفن کے وقت جب جنازہ کو کھولا گیا تو دونو باہم پیوست تھے۔ لاکھ کوشش کی گئی مگر جدا نہ ہو سکے۔ آخر دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

حمد وغیرہ

خدا کون سزاوار کبر و منی | و قادر ہی قدرت کا صاحب دہنی
جو یون کیا آدم یک ارواح کون | سبا لیا ہی طوفان تے تو نوح کون
کیا تار گلزار رب الجلیل | کی نمرود کے ہات باپچیا خلیل

سچے سب سوار یا ہے جنت بہتر | محمد کا سایہ ہے امت اپر
محمد کے بعد از علی پادشاہ | علی اس زمانے ولی بادشاہ

دو جگ کا خلیفہ خدا کا رسول | ہوا دین جس کا بقا پر قبول
سما ہور عرش بہی جو پایا اچہو | ز صفت محمد ز سید اچہو

قصہ کی تصنیف کرنے کی وجہ حاشیہ گذشتہ میں ہو چکی ہے۔ قصہ کی ابتدا کرتا ہے۔

سنا ہون کہ یک شہر سندر پٹن | اتہا راج وہان ایک ہتا و برن
اتہا ہوت کیران میں یک دس ہٹا | بہس دس کون وہان سیر سیر لیتا
کرے راج پوچیا سو اس دیو کا | تماشا عجائب دسے سیو کا
کہ راجون میں اور اج جگ راج تہا | کہ کو ہر دہرت ہارا پنسا اتہا

کیا جا او سے اہی دیوانی بشر | کہانسون تون آیا چلیا دہی کدہر
اوتی جاب بہر کر دیا شاہ کون | تون چپ چل پکرا اپنی بات کون
تون عاشق ہوا ہی سو کس حور کا | ہوا مبتلا کہہ تون کس نور کا
تیرا مت لکہیا ہے سو کہہ تون منجے | جو معشوق تیرا مبلا دون تجہے

نزدیک جا کر بولیا کہ سن اے پری | منجے تجہ لطافت دیوانہ کری
دیوانہ ہوں تیرا دیوانے کین | اپس تے نکو دور جانے کین
سو تجہ بن منجے کوئی ہونا نہیں | کہ بن جل مچھی کا سو جینا نہیں
کتا ہوں تجے میں کہ اے گن بھری | توں کرنا اپنا سچ مری دلبری
سوں یوں کر ادب سوں توڑ کر ادنے | دہرپا سیس اس کے قدم پر ادنے
گلا اس ستا کر اٹہی بول یوں | سمجہ کچ اپس کوں اے بہڑول توں
ہندو میں کہاں اور ترک تو کہاں | کہاں رام سیتا مو رک توں کہاں

ہر یک شہر میں جوں او جانی لیکا | وہاں کیاں جو جو بیان دیکہانی لکیا
دیکہا روم ہور شام سنجام ہم | دیکہا غزنوی ہور دکہن و مسعدم
عرب ہور عجم یا بنخارا بلخ | کہ ملتان لاہور حبش و ہند بدخ
دلی ہور بنگالا دیکہا پا اسی | ہدر کان دلار یس پایا اسی
بیجاپور ستارا و احمد نگر | برہان پور کول کندا بیجا نگر
دیکہا یا دیوانی کنیں پھر کہ سب | نزاکت شہر کے جو نبا جوں سب
نکسوں او بولی ندیکھی کدہر | اکر جورتی کوئی اچھی خوب تر

روانہ ہوا شاہ جنازہ کوں لے | سو منزل کوں لے آ اوتاری تلی
تلی لوک ساری سو یکبار کی | سنوار خوب تربت سو میہار کی
ہوا جوں عمل قبر کا سب تمام | اوٹہیا دفن کر نیکوں شہ نیک نام
مینکا جوں قبر میں اوتاروں اوسے | دفن کر دیناں تی لبساروں اوسے
جو دیکہی جنازہ میں مہیار کوں | اوہی جفت ملکر اوسے نار سوں

کفن پنج آکر او چندر بدن | کلی لک سوتی ہتی سو جون ایک تن
ملی لوک ساری سو یکبار کی | سنوار خوب تر.........................
کلی اوس لگی لک پرت پیار سون | پرت نہ محبت کی مہیار سون
جدا اونکوں ہر چند کرنی منگی | کہ دونو کوں دو تہار دہر نے منگی

اپس میں نکتی جدا ای پدیہ | اتہی عاشقاں میں رو دو تی نظر
تو یون لک اپسیں اد سو نے اتہی | جدائی کیے تو نہو تی اتہتی
دکہتا شاہ حیران ہوا اس حال کوں | کیا دفن کرنا اسی حال سون
کیا جوں دفن سب رسم اوس رسم کا تمام | غنم کر مرتب سون تم کلام

سو کرنا چلیا یاد سبحان کا | عجائب تماشا دیک اوس جان کا

مرتب ہوا یاں قصہ کا کلام

درود بر محمد علیہ السلام

اس کے نسخے ہندوستان میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

مثنوی بہرام و حسن بانو

اس مثنوی کے دو نسخے برٹش میوزیم میں ہیں۔

بلوم ہارٹ نمبر ۳۴ ورق (۴۹) سطر (۱۵) خط نستعلیق۔

نمبر (۴۴) کیٹیلاگ گجراتی ناقص اول

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے

"دکھنی مثنوی مصنف دولت۔ حمد و نعت۔ خلفاء راشدین کی منقبت اور اپنے پیر شاہ عالم کی مدح کی گئی ہے۔ پریوں کی اس داستان کا ہیرو بہرام ہے۔ جو بہرام گور کے لقب سے زیادہ مشہور رہے۔ یہ لقب گور خر کے شکار کے باعث ہوا ہے۔ یہ قصہ فارسی سے اخذ کیا گیا ہے۔ اسی مضمون میں ایک اردو قصہ مصنف فرخندہ علی ۱۸۶۵ء میں دہلی سے شائع ہوا ہے۔ دو پنجابی ترجموں کا پتہ چلتا ہے ایک گوپال سنگھ کا دوسرا امین بخش کا۔

ایک اور دکھنی شاعر طبعی نے بھی ۱۰۸۱ھ میں اس کو مرتب کیا ہے جو قصہ بہرام و گل اندام سے موسوم ہے۔ مصنف کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے تاریخ تصنیف کو جو ۱۰۵۹ھ ہے مصنف نے منظوم کیا ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں ہے اس لئے اونہوں نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

بلوم ہارٹ کی تفصیل میں اس کے مصنف کے متعلق کسی قدر غلطی ہوئی ہے اس کا مصنف تنہا دولت نہیں ہے۔ دولت نے صرف اس کو مکمل کیا ہے اصل مصنف امین ہے

اس کی صراحت خود مخطوطے سے ہو جاتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ہوئے بیت صد چار اور ایک ہزار | بیان اس کا دولت کیا آشکار
امین نے ناقص رکھا تھا اوسے | کہ دولت نے پورا کیا اب اوسے

امین کے مصنف ہونے کی وضاحت اشعار ذیل سے بھی ہو سکتی ہے۔

امین حمد حق کوں نہایت کہاں | ز نعت محمد قلم کر رواں

امین کر ثنا بیچ آخر کلام | محمد پہ بھیجو درود و سلام

امین شاہ عالم ہمارے ہیں پیر | ہیں روز حشر میں میرے دستگیر

امین آستانہ کا توں خاک ہو | حشر کے گنہ سے توں بے باک ہو

امین داستاں قصہ اب کہو | خدا کے ثنا بیچ دائم رہو

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس کی تاریخ تصنیف ربیع الاول ۱۰۶۰ھ ہے۔

سنہ ایک ہزار اور ساٹھ میں | جمعہ روز (؟) ربیع ماہ میں
بفضل الٰہی کیا میں نظم | بتاریخ چہارم کیتا ختم

امین تخلص کے دکن میں متعدد شخص ہوئے ہیں جن کا زمانہ مختلف ہے۔ قطب شاہی عہد کے امین کا ذکر ہو چکا جس نے قصہ ابوشحمہ کو منظوم کیا ہے۔ یہ امین عادل شاہی زمانہ سے

تعلق رکھتا ہے بیجاپور میں ایک اور امین گزرے ہیں جن کا زمانہ اس سے مابعد ہے۔ وہ امین الدین اعلی کے نام سے موسوم ہیں۔

اس امین کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوسکے مثنوی کی تصنیف سے معلوم ہوتا ہے وہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں موجود تھا مگر اس کو دربار شاہی سے کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔ وہ فقیر منش صوفی بزرگ تھا۔ شاعری کا اچھا ملکہ رکھتا تھا۔

برٹش میوزیم میں ایک فارسی قصہ بھی امین کا مصنفہ موجود ہے بہت ممکن ہے یہ دکھنی قصہ اسی سے ماخوذ ہو۔

امین جیسا کہ خود صراحت کرتا ہے وہ شاہ عالم کا مرید تھا۔ افسوس ہے ان کے حالات سے بھی امین کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

اس مثنوی کا تکملہ کرنے والا دولت شاہ متخلص دولت عادل شاہی عہد کا مشہور شاعر ہے جس کی قابلیت کا مورخوں نے ذکر کیا ہے۔ فارسی کے ساتھ اردو میں بھی طبع آزمائی کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ مثنوی کے مطالعہ سے یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ امین نے کہاں تک مرتب کی تھی اور دولت نے اس کا کتنا تکملہ کیا۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے پھر نعت اس کے بعد خلفاے راشدین کی مدح اس کے بعد اپنے مرشد کی تعریف اس کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے۔

قصہ کی ابتدا بہرام کی بیس سال کی عمر سے ہوتی ہے بہرام کے متعلق مختلف قصے بیان کئے گئے ہیں اثنائے داستان میں وہ حسن بانو پری سے شادی کرتا ہے اور ایران کے تخت پر واپس آتا ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:—

امین کہتا ہے:—

الہی جگت کا کرنہار توں
غریباں نبیاں کا ادھار توں

کیا حمد اور نعت کون مختصر | نین میں کیا طول یو سبب
یکایک میرے دل پر آیا خیال | قصا یک کہون میں تقیمیں مثال
زبان پر بچن خوب آتا چلا | یو مضمون خوشتر بناتا چلا
زبان پر ہے جیں کے موتی آبدار | اسی کے بچن کا ہے اکثر وقار

.... | ....

قصا میں کیا ہے جو گل نام کا | سو بانو حسن شاہ بہرام کا
جو کوئی پڑے سو کرے مجکون یاد | تعجب سے دل کون کرے اپنے شاد
ایں داستانہ قصہ اب کہو | خدا کے ثنا بیچ دایم رہو
قصا فارسی سن کے پائی خبر | خدا کے جو قدرت میں یک تہا شہر
کہ فارس اوسی شہر کا نام تہا | وہان بادشاہ شاہ بہرام تھا
اسم شاہ بہرام اس کا اصل | اس گور کے صید کا تہا شغل
لقب تب ہوا شاہ بہرام گور | نتھا اسکے ثانی کوئی جگ میں اور
اتہا خوب صورت وہی بے مثال | نزاکت میں تہا وہ نہایت کمال

صبح کا سما وغیرہ ملاحظہ ہو۔

ہوا صبح کا وقت یکایک تمام | لگیان بولنے طوطیان خوش کلام
صبح ہنت ایس مکھ سون کہچا نقاب | ہو مشرق سین نکلا تو آفتاب
تدہان شاہ نیں اضطرابی ستی | کہا دیو کون یون شتابی ستی
طرف یار کے مجہ روانہ کرو | میرے دیوانے کون سیانا کرو

زلیخا کے خواہش ہین پوری کیا | یوسف کے دل میں ہیں شرف اس دیا

ملاقات لیلیٰ کی مجنون سے کر	مرادیا انکو عقبیٰ بہتر
بدیع الجمال کا کیا کار تون	ملایا سو سیف الملک پیار سون

ذیل میں اس مثنوی کا مقابلہ فارسی مثنوی بہرام وگل اندام سے کیا جاتا ہے :-

فارسی	دکھنی
کہ بنشین پیش من اے دیو مہتر	دیا شاہ نے دیو کون تب یہ جواب
زاستادن نشستن از تو بہتر	کہ آؤ اپن مل کے پیویں شراب
چو با ہستی تو استادہ بہ پیشم	گیا شہ کے نزدیک تسلیم کر
بیا بنشین بخور ساغر ز دستم	بٹھایا شہنشاہ نے تعظیم کر
تو پیش من بخور مے من بہ پیشت	دونوں مل کے بیٹھے ہوے ہم کلام
وگرنہ من ہمی ترسم ز نیشت	گئی شاہ کے دل کی وہشت تمام
نشست آن دیو پیش شاہ وے را	کیا شاہ اور دیو نین مے کشی
بخورد و گوش کرد آواز نے را	ہوے آپ میں آپ دونو خوشی

فارسی	دکھنی
ز چشمہ خویشتن را برون کشیدند	نہ دیکھیا اپس تخت کون ٹھار پر
نظر کردند درخت خود ندیدند	اوٹھیاں وو ترت سینہ پر بار کر
بہر سو جست و جو کردند بسیار	دو رونے لگیاں وہاں نپٹ زار زار
ندیدند ہیچ کس را جز پے یار	صبر کر گریبان کیتیں پھار پھار
کہ ہر کس بر درخت ما ازین جا	وہاں ڈھونڈیاں بہوت بیزار ہو
بباید خود شتابان بر در ما	اپس میں وو سب آپ لاچار ہو

فارسی

ہر آن کارے کہ وارد ما برآریم
برائے خاطر او جان بسپاریم
برآورد از کمر تیغی وزد شاد
بجست و خنجر آمد گور ناگاہ
بسوئے آسمان پرید از جا
ہمان بازگشت او باد پیما

دکھنی

کھڑیاں ہوا سی تہار کیتا او ار
کہ دزد چہندی و حیلہ دراز
تو ہو آدمی یا فرشتا مگر
کہ ہے جن پری دیو بید ادگر
تو ہوئے اپس کی سکئے آ مراد
قسم ہے خدا کی کرین اس کو شاد

ماری تیغ پہ شہ نے اسی آن پر
اڑا شہ کون لیکر وہ آسمان پر

جہاں تک میرے معلومات ہیں اس کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

مثنوی ہشت بہشت

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

نمبر (۱۰۵۹۰ - اڈیشنل) ورق (۱۰۴) سطر (۱۴ تا ۱۷) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"بہرام کی عشقیہ داستان ایک نظم ہے جو امیر خسرو کی ہشت بہشت سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اس کا مصنف محمد شاہ ہے اپنے تخلص کا ذکر مثنوی کے آخر پر کیا ہے مثنوی میں تین ہزار دو سو پچاس اشعار ہونے کا ذکر بھی ہے محمد عادل شاہ بیجاپور کی مدح کی گئی ہے جس کا عہد حکومت ۱۰۳۷ھ سے ۱۰۶۷ھ تک رہا ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

بلوم ہارٹ نے اس کے مصنف کے متعلق بھی دھوکا کھایا ہے۔ اور کاتب کے نام کو مصنف تصور کر لیا ہے۔ اس کا مصنف بیجاپور کا مشہور شاعر ملک خوشنود ہے اشعار ذیل سے اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔

ولا تیغ لطف کا دار دہی پاک	بندے خوشنود کا جیو ہے دردناک

بندے خوشنود پر شہ کا نظر ہے | مراجنت نگر کے بیچ گھر ہے

ملک خوشنود موتی صاف رولیا | اپس کے تاؤ کا تاریخ بولیا

بندے خوشنود کا نادر بچن ہے　　مجکوں سمجھ اوسے سب نورتن ہے

اتنکے جیو کے طوطی کا ہے چارا　　کیا خوشنود نے اتمام سارا

مصنف نے صاف طور پر تاریخ تصنیف کی صراحت نہیں کی ہے مگر شعر نمبر ۳۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے نام ہی کو اس نے تاریخ قرار دی ہے جس سے ۱۰۵۶ھ ظاہر ہوتا ہے اس لئے یہی قرین قیاس ہے کہ یہ زمانہ سلطان محمد عادل شاہ کے عہد حکومت میں شامل ہے۔ اور مصنف نے صاف طور پر اس امر کی صراحت کی ہے کہ اس کی تصنیف سلطان مذکور کے عہد میں ہوئی ہے۔

ملک خوشنود دراصل گولکنڈہ کا شاہی غلام تھا خدیجہ سلطانہ کے ساتھ (جو مرزا محمد امین ابن قطب شاہ کی دختر اور محمد عادل شاہ کی ملکہ تھی) بیجاپور آیا تھا۔ چونکہ اچھی قابلیت رکھتا تھا اس لئے ترقی کرتے ہوئے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوا۔ یہاں تک کہ بیجاپور کی سفیر کی حیثیت سے ۱۰۴۶ھ میں گولکنڈہ گیا جہاں اس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی سلطان عبداللہ قطب شاہ نے خلعت اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ اپنے مفوضہ[؎] کام کو خوش اسلوبی سے انجام دے کر کامیاب واپس آیا۔

؎ خواص خان محمد عادل شاہ کا وزیر اعظم تھا۔ مگر اپنی چالبازی سے تمام امور ملکی و مالی پر قابض ہو گیا تھا۔ بادشاہ کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اس خود سری سے نجات پانے کے لئے عبداللہ قطب شاہ سے مدد طلب کی گئی تھی ملک خوشنود کے ساتھ گولکنڈہ کا مشہور شاعر غواصی بیجاپور آیا تھا۔

(حدیقۃ السلاطین)

ملک خوشنود فارسی اور اردو کا زبردست شاعر تھا اس نے بیسیوں قصیدے کہے تھے جو افسوس ہے اب ناپید ہیں۔ دو مثنویوں کا پتہ چلتا ہے (۱) ہشت بہشت (۲) یوسف زلیخا یوسف زلیخا اس کی پہلی تصنیف تھی جو ناپید ہے ہشت بہشت دوسری تصنیف ہے اس میں اپنی پہلی تصنیف کا ذکر کیا ہے۔

مثنوی ہشت بہشت کو سلطان محمد عادل شاہ کے حسب ایما لکھا گیا ہے۔ یہ امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے جس میں بہرام گور کے حالات درج ہیں۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر معراج کا بیان پھر بادشاہ کی مدح ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد و نعت :۔

سراوں تجہ کوں توں ہے پاک معبود　　ہوا سب خلق و عالم تجہ سوں موجود

سنواریا کھن اور توں چاند تارے　　کیا پیدا عرش کرسی چار ہی

زمیں پیدا کیا صور کوہ الوند　　فلک سب چند سوں کیتا توں بوند

اس کے بعد نعت۔

محمد مصطفےٰ محبوب رب کا　　تھی سارہی نبی توں تاج سب کا

نبی کے نور کا نقطہ تھی سیار　　تہ حک دایرہ او نور پرکار

کہ احمد احد میں پایا کر بند　　جو بندا تھی او صاحب خداوند

اس کے بعد معراج کا ذکر ہے۔

محمد سب نبیاں کے سر کا تاج　　محمد باج نہیں کس نہیں تھی معراج

مبارک رات او جس رات میں شاہ　　گئی میں عرش پہنچوں کہیں ایہ باہ

اس کے بعد حضرت علی کی مدح ہے۔

کہتا ہوں منقبت میں شیر نر کا — بہادر شاہ مردان سنخور کا
کہا جسکوں خدا مظہر عجائب — کیا جکمیں جتنے کامان غرائب

اس کے بعد محمد عادل شاہ کی مدح ہے۔

توں سلطان محمد شاہ غازی — جہان کوں شاہ سوں ھی سر فرازی
سخی عادل بہادر نوجوان ہے — قوی طالع سکاہن ترکمان ھی
نبی کے لطف کا دل ھی خزینا — انگوٹی نو فلک چندر نگینا
کھوں ثانی سکندر پاک جم ہے — نہیں شاہا کی جسکے درسوں کم ہے

کھیا یک روز منج شاہ جہانگیر — جو انگی کیمیا کا پاک اکسیر
امولک سنج دھرتا ھی صیاقی — قلم ھی تیز کرتا موشکافی
دھرنا در جو کرنا جیو کوں تازہ — سنیا سب ملکیں یو کرم آواز

سنے جب حکم عادل شاہ منجکون — اچنبے خسروی کا ماہ منجکون
خزینا کر رکھیا ھوں دھیان میں سب — کہ جیوں موتی ھلی جیو کی کان میں سب
لگے دریا اچلنے شوق کی تو — دسی اکثر جوا ھر ذوق کی تو

کھانی آٹھ بو لیا سن سخن ور — کہ جوں ھی آٹ جنت آٹ کوثر
بھشت بتوں ھر یک کا انک نام ہے — ملک حور حور کوثر سب تمام ھی

اس کے بعد آغاز قصہ۔

اتھا یک بادشاہ سنیار میانے — سورنگی پہول جوں گلزار میانے
کیا تھا عدل سوں جہانگیر ات — کہ جوں روشن کیا ھور آسمان کوں

اتہا او خوش شہر ام معمور نیک فرجام
اچھیا تا نو اس کا شاہ بہرام
کرے مجلس شراب ارغوانی
پیوے ندن کرے زرفشانی
فلاطون بوعلی سے تھے حکیمان
چتور شاعر کئی نادر ندیمان
رتن دھن مال لشکر کچھ کم تھا
نہیں اس کے شہر میں ملتا سو غم تھا
پتلی معمور اپیں شاہ غازی
رعیت شاد سارا خلق رازی

....

چھبیلے بید ل نازک گل اندام
عجب ناؤں اس دھن کا دلارام
پکر مالی جنندر کا چنگ جنک میں
ہوے تھی غرق ہنر کی صاف رنگ میں

اتھا او روز شنبہ کا نورانی
آپین مشکین کیا عنبر فشانی
دکھایا طالع اپنی شاہ یکروز
کیا اس روز میں بہرام نوروز
کیا مشکین عمارتیں تول شاہ
کہ جوں نادر اچھیا برج میں ماہ
آپین سورج کیا کسوت زرین کا
دیا ترتیب ساقی سیمین کا
سیکے ھندی نہیں ردمی پہ لیکا
کمر جوں بال نازک استر لیکا

شکار پر ہوسکر شاہ بہرام
چلیا یکدن سواری شاہ بہرام
اتہا او صبح کا پارا نورانی
لیا سوندل چلیا صاحب قرانی
پوں پیک کی لکیا گھوڑی پھرانی
دستور تیوں کرو سب کمن برانی
ہر یک گھوڑا اتہا جلد ہیں خون سوار
ہر یکی پانون کرتی سم تلی چدر

خاتمہ پر اپنی شاعری کی تعریف بہی کی ہے ۔

خدا منج فام کون اتنے بل دیا
قلم تو عنبر افشانی کیا ہے

یقا کاست دیک بنیاد کم زور | بندیا ہیں یو عمارت بہوت وزور
جکوئی نادر عمارت کون تچھیا سکا | بہت کچ تشا دمانی دل میں پاتیکا

لکھیا ہوں عقل سوں نادر بہت خوب | ہوا ہے تو کتاب یو آج محبوب
اگر بخت کی اتکی ہے کچ یک خام | اچھو جون تھون ولی بخشا ہے یو کام
پڑیکا کر قبول یو بات ہر ٹھار | منجے سکی منن محبت سے گفتار

کیا ہیں تو کتاب یو جگ میں مشہور | رہیا دنیاں میں یو جوں گمن اپر سور
لکھیا کاتب عجب خوش خط زیبا | محمد شاہ ابن حاجی بابا

خاتمہ :-

یو ہے گلزار اس امرت پلاتوں | ہر یک تل عشق کا جلوا دلاتوں
پشانی عرض کا میں پر دھریا ہوں | کتاب یو ختم کر سجدا کریا ہوں
کرو میں شکر حق کا کیا میا ہے | جو اھر یا تکی منجکوں دیا ہے
کیا ہوں بیت کا نادر شمار یو | چو ہے دو سو چھپیس ھور تین ہزار یو
بچن نادر ورق سب زر نگاری | ملک خوشنود کا ہے یادگاری

چونکہ اس کا اور کوئی نسخہ موجود نہیں ہے اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں البتہ خسرو کی ہشت بہشت سے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے تاکہ مصنف کی قابلیت کا اندازہ ہو سکے۔

"آغاز حکایت"

گنج پیمائے این خزانہ پر
از خزانہ چنین کشاید در
کافتاب جمال بہرامی
چون شد از نور در جہان نامی
پدرش رخت زندگانی بست
او بجائے پدر بتخت نشست
خسروے را کنشان کار گرفت
کار عالم بدو قرار گرفت
مخلصان را ز مہربانی خویش
کرد سرمست دوستگان خویش
مشرق غرب جہان نشاید کسے
کز خلاف رضاش زد نفسے
وانکہ رو در خلاف رائش کرد
سر خود را نثار پائش کرد
بر رعیت فگند سایہ جود
گز جہان کس نماند ناخشنود

روز شنبہ کہ بار شک انگیز

انھا ایک بادشاہ سنیا رمیانے
سورن کے پھول جوں گلزار میانے
کیا تھا عدل سوں جہان کون
کہ جوں روشن کیا ہور آسمان کون
اتہا او خوشخرام ہور نیک فرجام
اچھیا ناؤں اس کا شاہ بہرام
کرے مجلس شعرا سبار غوانی
چھوی نسان کرے زر فشانی
فلاطون بوعلی سے تھے حکیمان
چتور شاعر کنی نادر ندیمان
رتن دھن مال لشکر کچہ کم تہا
نہیں اسکے شہر میں ملتا سو غم تہا
پٹلی معمور اچھن شاہ غازی
رعیت شاد سارا خلق راضی

اتھا روز در شنبہ کا نورانی

ملک خوشنود	ہشت بہشت خسرو
آپین مشکین کیا عنبر فشانی	شد بدامان صبح غالیہ بیز
دکھایا طالع اپنی شاہ پیروز	شہ بگنبد سرائے مشکین شد
کیا اس روز میں بہرام نوروز	خانہ زو ہم چو نافۂ چین شد
کیا مشکیں عماریں نول شاہ	جامہ را ہم برنگ کیو اسنے
کہ جوں نادر اچھپیا برج میں ماہ	داد ترتیب عنبر افشا نے
اپیں سورج کیا کسوت زمین کا	ماہ ہندی نژاد در دمی چہر
دیا ترتیب ساقی سین کا	خاست از خوابگاہ ناز بمہر
سکے ہندی بہن رومی پہ لگا	خدمت خاص را میان بربست
کمر جوں بال نازک استری کا	کمر بندگی بجان در بست
	کرد چوں ساقیان برعنائی
	نقل ریزی و مجلس آرائی
	نازنین گشت ہمنشیں بادشاہ
	تازہ کردہ قران زہرہ و ماہ
	زاول بامداد تا گہہ شام
	عشرت و عیش بود بادہ و جام

جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا گیا ہے اس مثنوی کے (۳۲۵۰) شعر ہونے چاہیئے مگر اس یورپ کے مخطوطے میں تقریباً (۱۰۰۰) شعر ہیں نہیں معلوم باقی شعر کیوں متروک ہوئے اور وہ کہاں تھے۔ معلوم ہوتا ہے ملک خوشنود کا خاص کاتب تھا جو اس کے تصانیف کو صاف کیا کرتا۔ اس کا نام محمد شاہ ابن حاجی بابا تھا۔ مثنوی کے آخر میں خوشنود نے اس کی تعریف کی ہے چنانچہ کہتا ہے

کیا ہیں تو کتاب یو جگ میں مشہور | رہیا دنیا میں یوں جوں کمن اوپر سدر
لکھیا کاتب عجب خوش خط زیبا | محمد شاہ ابن حاجی بابا
بزرگان کے بچن ہیں کان دہرنا | کسی پہ عیب دہر غیبت نہ کرنا

مرتب کیٹلاگ کو ان ہی اشعار سے دہوکہ ہوا ہے اور وہ محمد شاہ ہی کو اس مثنوی کا مصنف خیال کرتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا خوشنود ایک زبردست اور بلند پایہ شاعر تھا۔ اگرچہ اس مثنوی کا بیان ضرور پیچیدہ ہے اور اس زمانہ کی دوسری مثنویوں خاور نامہ۔ بہرام وحسن بانو سے دقیق ہے مگر پھر بھی شاعر کی قادر الکلامی اور کہنہ مشق شاعری کی کافی طور پر وضاحت ہوتی ہے۔

خوشنود کی پرورش گولکنڈہ کے شاہی دربار میں ہوئی اور پھر بیجاپور کی سلطنت میں ملکہ اور سلطان کا مقرب خاص تہا اس وجہ سے ہر وقت اس کو قصائد کی ضرورت ہوتی تہی اگر اس کے قصائد مل جاسے تو واقعی ایک بیش بہا شئے ہوگی۔

میری معلومات کی حد تک اس مثنوی کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔

خاور نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۳۵) ورق (۳۴۴) سائز (۱۴ × ۱۰) سطر (۱۹) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"ابن حسام کے فارسی کا دکھنی ترجمہ جس میں حضرت علی اور آپ کے رفقا ابو المحجن اور مالک کے جنگوں کا بیان ہے مصنف کمال خاں رستمی آخر پر ایک فارسی نثر لکھی ہوئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کا مصنف اسمٰعیل خطاط خاں کا لڑکا ہے جو سلطان بیجاپور کے دربار میں ذی عزت امیر تھا جس کے سات پشت بیجاپور کے متوسل تھے اور خطاط خاں کا خطاب سرفراز تھا۔ کمال خاں متعدد فارسی اور دکھنی قصائد اور غزل لکھ چکا تھا اس کا تخلص رستمی تھا۔ خاور نامہ کی تصنیف خدیجہ کے حکم سے ہوئی جو محمد امین قطب شاہ ابن ابراہیم قطب شاہ کی دختر اور محمد عادل بیجاپور (۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء تا ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء) کی ملکہ تھی۔ اس مثنوی کی تصنیف سنہ ۱۰۵۹ھ میں ہوئی ہے جس کو مصنف نے آخر پر منظوم کیا ہے جہاں اس کو "نامہ شاہ" سے بھی موسوم کیا ہے کتاب میں رنگین تصاویر بھی ہیں جن میں بعض پورے صفحہ پر ہیں۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے۔ ڈی ٹاسی نے اس کا ذکر کیا ہے جس میں وہ مصنف کے تخلص کو بجائے رستمی کے "رسمی" بیان کیا ہے۔

ڈی ٹاسی کا خیال صحیح نہیں ہے۔ نہ صرف اشعار میں رستمی لکھا گیا ہے بلکہ کتاب کے آخر

جو فارسی عبارت ہے اس میں بھی صاف طور پر رستمی لکھا گیا ہے جن اشعار میں تخلص لایا گیا ہے
ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

کیا ترجمہ دکھنی ہور دلپذیر | بولیا معجزہ یو کمال خان دبیر
خلق کہتی ہے مجھ کمال خان دبیر | تخلص سو ہے رستمی بے نظیر

کیا رستمی اس وقت یو کتاب | بندیا بات کی گوہراں بے حساب

دے اوسے جو رستمی اچھو مدام | کہ رستمی کون او عالی مقام

اس مثنوی کی تصنیف جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۱۰۵۹ھ میں ہوئی ہے اس کی صراحت کے
اشعار ملاحظہ ہوں۔

نبی کی جو ہجرت تھی کہتا خیال | ہزار پچاس اور نو کی تھی سال
کہیا رستمی اس وقت یو کتاب | بندیا بات کے گوہراں بے حساب

کمال خاں رستمی اسمٰعیل خاں کا لڑکا ہے سات پشت سے اس کا خاندان سلطنت
عادل شاہی کے دامن دولت سے وابستہ تھا خوش نویسی کی خدمت سپرد تھی اور خطاب افغان
خطاب ملا کرتا تھا۔

رستمی نامور ادیب باکمال شاعر تھا فارسی اور دکھنی نظم میں ید طولی رکھتا۔ غزلیات اور قصائد بھی
منظوم کئے تھے مگر بدقسمتی سے سب ناپید ہیں۔ صرف ایک مثنوی اس کی یادگار ہے جو اس
کے قابلیت کی بین دلیل ہے۔ چوبیس ہزار شعر کی طویل مثنوی کا صرف ڈیڑھ سال کے قلیل
عرصہ میں قلمبند کر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

وہ نہ صرف زبردست شاعر تھا بلکہ ایک بہترین نثر نگار بھی تھا۔ اس کی نثر بھی نظم کی طرح خوبیوں سے مالا مال ہوتی تھی۔ شاہی دربار میں اس کی عزت تھی اسی طرح ملکہ کے پاس بھی بارسوخ تھا۔ غرضکہ رستمی بیجاپور کا ایک ممتاز شاعر تھا۔

نفس مضمون کے لحاظ سے یہ ایک فرضی رزمیہ داستان ہے جس کے ہیرو حضرت علی ہیں اس کا قصہ تقریباً داستان امیر حمزہ کے مماثل ہے ممکن ہے ابن حسام نے اپنی تصنیف داستان امیر حمزہ کے دیکھنے کے بعد کی ہو جو سلطان ناصرالدین[1] محمود کے زمانہ میں ہوئی تھی ۔

(داستان امیر حمزہ اردو نہیں بلکہ فارسی سے یہاں بحث ہے)

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس میں سبع سیارہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے اس کے بعد آدم اور فرشتوں کی تعلیم کا بیان ہوا ہے۔ پھر مناجات کا عنوان آتا ہے اس کے بعد نعت پھر صفت مدینہ کا عنوان اس کے بعد "صفت شب" بیان ہوئی ہے جس میں فردوسی کی مدح کی گئی اور اس کے شاعری کی داد دی گئی ہے۔ اس کے بعد اصل داستان شروع ہو جاتی ہے۔

اس سے واضح ہوگا اگرچہ اس کی تصنیف ملکہ کے حکم سے ہوئی اور شاعر شاہی دربار سے وابستہ تھا مگر بادشاہ اور ملکہ کی مدح سرائی نہیں کی گئی حالانکہ یہ دکھنی مثنویوں کا تقریباً عام قاعدہ رہا ہے۔

قصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی مجلس میں صحابہ کے بہادری کا ذکر ہو رہا تھا کوئی کسی کا نام لیتا تھا کوئی کسی کا کسی نے سعد وقاص کو ترجیح دی، جس پر ابوالمعجن کو ناگوار ہوا۔ مجلس کے برخواست پر دونوں میں رنجش کی صورت پیدا ہوگئی۔ ابوالمعجن نوجوان تھا اور حضرت علی سے فنون جنگ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ رات کے وقت سعد بن وقاص نے ابوالمعجن سے لڑنے کے لئے جنگل کی راہ لی جہاں ابوالمعجن بھی آیا مگر سعد سے لڑائی کے بجائے بیان کیا وہ ملک مغرب کو جانے کا ارادہ رکھتا ہے اگر وہاں مارا جائے تو خیر ورنہ کامیابی کا سہرا رہے گا۔ سعد نے بھی اس کی تائید کی دونوں روانہ ہوئے کچھ سفر کے بعد ایک ملک میں پہونچے

---

۱ ایضاً

جہاں کے بادشاہ کا نام ہلال بن علقمہ تہا وہ اور اس کے تمام اہل شہر مسلمان تھے بادشاہ نے تین دن دونوں کی مہمانی کی اور رخصت کے وقت ایک لشکر ساتھ کرنے کا ارادہ کیا مگر اونہوں نے انکار کیا اسی طرح تنہا روانہ ہوئے۔ نو روز کی مسافت کے بعد دسویں دن ایک دوسرے شہر میں پہونچے جس کا نام کوٹہ نور تھا یہاں کے بادشاہ کا نام نوادر تہا۔ اول تو اس نے خاطر تواضع کی اور ان کے ارادہ سے واقف ہو گیا بعد ازیں مخالفت ہو گئی اور ان سے جنگ ہوئی جب نوادر مجبور ہو گیا تو ایک دوسرے بادشاہ قنطار شاہ سے مدد کا طالب ہوا۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلعم کو سعد اور ابو المعجن کا ملک مغرب کو جانا معلوم ہوا۔ حضرت علی فوج کے ساتھ ان دونوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے اثنار راہ میں بادشاہ زنگیان سے آپ کا مقابلہ ہوا وہ مسلمان ہوا۔ اس کے بعد آپ قنطار شاہ کے مقابلہ کو پہونچے یہاں آپ سے سعد کی ملاقات ہوئی مگر ابو المعجن شرم سے دوسری جانب روانہ ہو گیا۔ قنطار شاہ سے جنگ ہوئی وہ گرفتار ہوا۔

ابو المعجن یہاں سے روانہ ہو کر پولاد کوٹہ گیا جہاں رعد اور عمار سے مقابلہ ہوا قنطار شاہ کے تصفیہ کے بعد حضرت علی ملک خاور کو روانہ ہوئے۔ اثنار راہ میں کئی بادشاہوں سے مقابلہ ہوا کئی جنگیں ہوئیں۔ پولاد کوٹہ میں حضرت علی اور ابو المعجن میں نادانستہ مقابلہ ہوا مگر کسی کو کامیابی نہیں ہوئی اس عرصہ میں حضرت علی پر غنودگی طاری ہوئی اور خواب میں معلوم ہوا وہ ابو المعجن تہا اس کے بعد دونو کی ملاقات ہوئی اور اب سعد اور ابو المعجن آپ کی رفاقت میں رہے۔ اسی عرصہ میں آنحضرت نے عمر بن امیہ کو حضرت علی کی مدد کے لئے روانہ کیا جنہوں نے اپنی عیاری سے ہر جگہ بڑی مدد دی اور ان کی عیاری سے بڑا کام نکلا۔

ان ہی جنگوں میں کئی دفعہ طلسم کشائی اور دیوؤں پریوں وغیرہ سے لڑائی ہوتی ہے جس میں حضرت علی کامیاب ہوتے ہیں۔ اس طرح مختلف جنگوں جو بری اور بحری دونوں ہیں۔ اور مختلف طلسم کشائی کے بعد کئی بادشاہوں کو مسلمان کر کے حضرت علی معہ رفقا بہ فتح و فیروزی

مدینہ منورہ کو تشریف لاتے ہیں آنحضرتؐ امام حسنؑ و حسینؑ سے ملاقات ہوتی ہے۔
یہ ہے مختصر سا خلاصہ اس مضمون کا جو بڑی تقطیع کے (۱۰۸۶) صفحوں میں ہے۔
نمونہ کلام کے پیشتر بعض اندراجات کی صراحت کی جاتی ہے جس سے اس کے نفس مضمون کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اس میں حسب ذیل بزرگوں کا ذکر آیا ہے اور ان کے تصاویر موجود ہیں حضرت آدم علیہ السلام ابراہیم۔ موسیٰ۔ سلیمان۔ یونس۔ خضر۔ آنحضرت صلعم۔ حضرت علی۔ امام حسن و امام حسینؑ جبریل وغیرہ۔

جن جن بادشاہوں کا ذکر آیا ہے اور جن سے مقابلہ ہوا ہے وہ یہ ہیں۔
ہلال شاہ۔ نوادر شاہ۔ قنطار شاہ۔ بادشاہ زنگیان۔ قباد شاہ خاوراں۔ سلیمان شاہ جمشید شاہ۔ بادشاہ فیل گوشاں۔ خار شاہ۔ فیروز شاہ۔ ناہید شاہ۔ طہماسپ شاہ قبط شاہ شاہ سمک۔ صلصال شاہ۔ ہرمز شاہ۔ فیروز شاہ۔ رائقض شاہ۔

ان میں سے نوادر اور رائقض کو ابوالمعجن نے قتل کیا ہے قبط شاہ اور صلصال شاہ کو حضرت علی نے قتل کیا ہے جمشید شاہ۔ شاہ سمک اور طہماس شاہ مسلمان ہوتے ہیں۔
ان بادشاہوں کی طرف سے جو سپہ سالار مقرر ہو کر میدان جنگ میں آئے اور مقابلہ کیا ان کے نام حسب ذیل ہیں:۔

ہلال قنطار شاہ کی جانب سے آیا تھا۔ رعد۔ میر سیاف۔ قباد۔ ایلاق ترک (اس کو سعد نے قتل کیا) میرزہ تہار خوار (یہ مسلمان ہوا) شاہ پور (مالک نے قتل کیا) فرہاد۔ عمار (شاہ خاوران کی جانب سے آئے تھے) کشیب۔ ہوا۔ نوشاد جو جمشید کی جانب سے حضرت علی کے مقابلہ کو آیا تھا۔ اردشیر یہ بھی جمشید کی جانب سے آیا تھا۔ آدم۔ کوتوال شہر ربیع۔ اسفندار بہمن (مالک کے ہاتھ قتل ہوا) شداد۔ کاہوس۔ شیبان۔ ششپال (جادوگر) گلباد (ابوالمعجن سے مقابلہ ہوا) فغجان۔ قرطاس۔ اس کو ابوالمعجن نے قتل کیا۔ ازغوان کو بھی سیمراق

پیل زور۔ اس کو بھی ابوالمحجن نے قتل کیا۔ سرتاب صلصال شاہ کا سپہ سالار تھا۔ گوراب۔ گوزر نوزداد۔ کیو۔ عاد۔ نوزادین۔ بسام۔ یہ سب صلصال شاہ کے فوجی افسر تھے۔ اور اکثر قتل ہوئے۔

داستان میں عورتوں کا ذکر ہونا اور ان کا بحیثیت ہیروین آنا ناگزیر ہے چنانچہ اس مثنوی میں جن جن عورتوں نے حصہ لیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

دل افروز۔ دختر نوار جس سے سعد نے بیاہ کیا۔ گل چہرہ دختر جمشید شاہ۔ پری رخ۔ زن جمشید۔ خواہر جمشید۔ گلنار۔ گل اندام۔ شمامہ۔ صلصال شاہ کی ملکہ جو اس کے قتل کے بعد مسلمان ہوتی ہے۔ قرطاس شاہ کے حرم۔ طہماس شاہ کی بہن۔ ناہید شاہ کی دختر۔ پری کوہ بلور۔

حضرت علی کے جن جن رفقا اور ان کے کارناموں کا ذکر آیا ہے اور جن کا داستان میں بڑا حصہ ہے وہ یہ ہیں۔

ابوالمحجن۔ سعد۔ مالک۔ عمرامیہ۔ قنبر۔ خالد۔ فتاح۔ عمر معدی کرب۔ سلیم۔ حضرت علی کی جانب سے عیاری میں عمر اور طرف ثانی کی جانب سے مہیار اور طرب قابل ذکر ہیں مگر عیاری میں بلکہ داستان میں سب سے بڑا حصہ عمرامیہ کا ہے۔ جیسا کہ داستان امیر حمزہ میں ہے۔

مثنوی میں جن جن شہروں اور مقاموں کا ذکر آیا ہے اور جہاں لڑائیاں ہوئی ہیں ان کی صراحت بھی مناسب ہے۔

کوٹہ نور۔ ریاض کوٹہ۔ ضماد کوٹہ۔ صباح کوٹہ۔ پولاد کوٹہ۔ بندرگاہ سلیمان۔ شہر جم شہر خاوراں۔ قلعہ حول۔ قلعہ صور۔ حصن ربیع۔ بت خانہ آہن باغ۔ حماد کوٹہ۔ بت خانہ دیوازسپید قلعہ آہن۔ شہر سمت۔ کوہ بلور۔ قلعہ آدمی خوار۔ شہر عرض۔ کوہ طلسمات۔ حصار برنج۔ حصار ظلمات۔ طلسم بلور۔ شہر مرصع۔ ویران حصار۔ شہر قام۔ شہر زر۔ میل گوہر نگار۔ شہر زرین رباط اول۔ دوم۔ سوم۔ باغ زرین۔ حصن شیطان۔

صدر الذکر بادشاہوں کے لشکروں کے سوا بعض اور لشکروں کا ذکر اور ان سے مقابلہ ہوا ہے جن میں سے چند کے نام بیان کئے جاتے ہیں۔

لشکر آدمی خوار۔ لشکر دیوان۔ لشکر پریاں۔ لشکر جادوگران۔ لشکر کلاہان۔ لشکر فیل کوشاں۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے یہ فرضی داستان ہے جس میں صدہا امور غلط اور ناممکنات سے ہیں۔ دیوں۔ پریوں۔ بھوتوں سے جنگ کرنا خلاف قیاس اژدہوں اور شیروں سے مقابلہ طلسم کشائی وغیرہ۔

اس صراحت کے بعد کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد

اول جب کیا یو کتاب ابتدا
بندیا بات میں نقش نام خدا

جو صاحب ہی اوعقل ہور جان کا
کیا دین بخشش او ایمان کا

اوہی ایک صاحب اپر ہور تلمن
جو ہستی پر اسکی گواہیں ہمن

ہر یک نقش تقدیر نی جو کیا
تیری تائیں سب نقش پیدا کیا

تجے سرمیں حق کا سو تجیں دسی
ویسی تجیں ہور تجیں بسی

دو جگ کا سو مقصود تجکوں کئیں
فرشتی سو تج کو تج سجدہ کریں

صفا مروہ دایم ہی اس ہی تھے
یو حج عمرہ ہی اسم اسکا سبہی

دمری شرع سر تاج شاہاں تمیں
سنا او یٰسین و طہٰ تہیں

فلک ہی سو منبر تری قدر کا
زمیں تخت ہور فرش ہی صدر کا

تری گہر کا پہرہ دار روح الامین
کیا پس اسپکا جان افرین

توں لولاک کے تاج کا تاجدار
تری باس تہی خوش نسیم بہار

علم تو ترا فتح عجم پر کیا
تجہ انا فتحنا خدا ن تہی دیا

تجی فتح دشمن پہ بڑے دین کا
دعا کر عطا ھی تجہ آیین سکا

توں ھی سرو قامت تر فستقم
ضمن ہات دامن پر تجہ معتصم

صفت شب :-

آیا تہا زمیں پر پی جوں شاہ زنگ
زمیں ھور زماں کوں لیا پا تہا پی تنگ

سفیدی ھی پا کہجی تہی مکہ پر نقاب
پرندے چہ پنیا تہا آفتاب

زمیں پر عنبر کا مند پپ تہا تمام
سرا کوں سپرا پردہ تہا شکفام

زمیں پر تو سنبل تہا نیں تہا سمن
کیا تہا پی سو لپن کا کسوت چمن

کیا تہا محل کی بہتر شاہ چین
صباحی کا تہا مرغ بہی خواب میں

زمیں ھور زماں میں پی کا جل بہریا
انسکار جا کہ جکہیں و ھواں بہر رھیا

جتی مرغ ماہی کوں تہا بہوت خواب
زمیں کوں دزنگ آسمان بانتاب

فلک نو طبق کو ہران سوں سنوار
ھور کوں پی زیور کیا صد ہزار

جو شاعر تہا فردوسی پاکزاد
اجو حق کی رحمت سوں او بہوت شاد

دنیا میں ھونی بات استی پسند
ہوا شعر تہی ہی انی بہر مند

ہوا شعر اسی خوب آبی روان
کیا از پہوانان کیا از خسروان

کیا نامراد خلق میں نامدار
رھیا جکہیں اپس تج یو یادگار

بلند مرتبہ اپس تہی ھی بات کوں
کیا شعر جگ میں او اپس ہات سوں

ہوا ختم اپس منٹو ہی بولنا
موتی بات کی دا اپس کر رولتا

بولیا جکہیں توحید او ھو پند
جو یک بیت انی خدا کوں پسند

جو دریا جو تکی او قالب خاک کوں
خدا بخشیا فردوسی پاک کوں

جو فردوس میں اس کا جا کا کیا
اپس کی پی رحمت سوں جنت دیا

جو موتی بند یا ھی صفت میں پیری
او پھولان گند یا ھی صفت میں سری

دنیا کون بلندی و پستی تو ئی
سبھی نیست ہیں انچہ ہستی تو ئی

اس یک بیت پر بہشت اسکو دیا
ملک یا نکا اسکوں بخشش کیا

صفت بہوت توحید میں اس کرون
نکر میں بہی یک نکتہ ایسا کہون

جو اپس نکنتی نہی ھوئی دولت منجی
بلندی دیوی ھور رحمت منجی

آغاز داستان تماور نامہ

جو مسجد میں اقصا کی بیت الحرام
رسول قریشی علیہ السلام

مبارک وقت کون جو یک نامدار
جو بیٹھی تہی مسجد میں اس وقت شاد

زبان کھول یاران اپس میں اپن
ہتورا بہوت ہر یک لگی بولنی

بولیا ایک جون نا لک نامدار
نہو سبھی دنیا میں یہی دسرا سوار

بولیا سعد وقاص مجہ سار کا
نہیں کوئی مجلس میں مجہ کار کا

جوان ایک ابو المحجن اپس ناوں تہا
جو مردی میں اس ناوں سب تہا تو تہا

ھنر سکا دوا دلیں روشن اتہا
ھنر سب او حیدر تہی سکیا اتہا

اونچی ھور نیچی بات اہی درمیان
عمر جا بکی لیکر ایا دہان

ماریا او ابو المحجن اور سعد کون
ھوئی دو تو جانان یہی رنجیدہ جون

غصی آئی دو نو دیکھی کھور سر
لگی جانکی جوں کی در روند کر

یہن یہی جو مردی میں باندیا کمر
دیکھیں کی جتنی سب یو اھل نظر

نجو عرمست تہی نان رکیں کی یہان
کر نیکی تنجہ آزادہ اندر جہان

بولی یو سیخ مجلس تہی او بہار گئی
نظر تان کرے کام اس تہار گئی

حضور سنجیدہ خاطر او دونو ملے ۔۔ غصے ھوکر مجلس تی دونو چلے

جو مالک دیکھیا کام ایسا ھوا ۔۔ جو یو فتنہ یارا سین بالا ھوا

شتابی سون آکر تنزد عمر ۔۔ پکڑ ہات اس کا کیا لی بدر

جلی لوک اپنی پی آرام گاہ ۔۔ ملول او پریشان ازان جایگاہ

پھیر آئے شہر میں چھوڑ دشت ۔۔ خوشی سون بولی اکر یو سر گذشت

کیا ترجمہ دکھنی حضور دلپذیر ۔۔ بولیا معجزہ یو کمال خان دبیر

خلق کہتی ہیں مجہ کمال خان دبیر ۔۔ تخلص سو ھی رستمی بی نظیر

پلا ساقی ادمی جو ھی خوشگوار ۔۔ جو دہرتا ہوں میں بی پلا ی خمار

خمار تھی جو ہیں دردسر کھینچتا ہون ۔۔ فراق تھی اس آد جگر کھنچیا ہون

دی ادمی جو مستی اچھا مجہ مدام ۔۔ کری رستمی کون او عالیمقام

دی ادمی جو یوزی مراسب خمار ۔۔ بڑی ھور بہلی تھی کرے رستگار

خاتمہ ملاحظہ ہو ۔

خمار اسکا پکڑیا ہے پیوند وپے ۔۔ خمار تور دی پیالہ یک بھر کری

کھلایا سوں پھولاں بباغ سخن ۔۔ معطر ہی سپتی دماغ سخن

کرے جب گذر پر گلستاں من ۔۔ دکھکا یو پھولان بہ بستان من

حضوری کی فردوس میانی درائی ۔۔ جو دکھیکا جنت نمن دلکش ہی

بہار تھی جون باغ ارم تازہ روے ۔۔ یو دمرتا ھی فردوس کا رنگ و بوے

جون فردوس ایا ھی دربوستان ۔۔ بہشت ایسا ایا ھی بردوستان

ہوا تھا اندیشہ نہی رہنماے ۔۔ رکھوں یاد کار ایک میں پی بجاے

سنوار یا ہوں سن نامہ سوں خامہ کون
نہایت کون اینڑ یا ہوں نامہ کون

نہایت سوا نامہ نامدار
سوا نامداران اپر یادگار

اگر باقی ہو دیگا تن زیر خاک
میرا نا جتیا ہی مجہ کیا ہی پاک

نبی کی جو ہجرت تہی کیتا خیال
ہزار پر پچاس اور نو کی تہی سال

کیا رستمی اسوقت یو کتاب
ہندیا بات کی کوہران بیحساب

خاورنامہ دکہنی کیتا یوں تمام
ہوا خاوران پر قصہ سب تمام

اپس اوپر بہت گذریگا روزگار
اچھیگا یو دنیا میں ہور یادگار

توں اس نامی کون نامہ شاہ جان
دوجی نامیاں پر شاہ دلخواہ جان

جنگ کا سین

چلیا جنگ تہی شاہ دلدل سوار
اُچایا او دلدل نشان غبار

کیا ایک حملہ او لشکر اپر
سواران چلی اہی اپس گرد کر

کہوریاں کی نعل تہی زمیں چاک ہوئی
اسپتی لی لرزی میں سب خاک ہوئی

نفیریاں کی نالی کی آسمان میں
اُٹہی گرد لشکر تہی میدان میں

سوارانکی پانوکی پی اوار کٹے
زمیں میں کی مردمی اٹہی واز بہی

گرد میں جوں بجلی چمکتی تہی تیغ
جوں بجلی دیسی ابر میں بیدریغ

بہت سر جو پاری تہی در زیر نعل
سماں تر یا نکی ہونٹی تہی پی لعل

موہتی ہور زخمی پڑی تہی تہی
جو چلنی کوں وان بات نہیں تہی کہتی

علی مار پاڑی تہی وان سوار
جو افلاک اس کر سکیا نہیں شمار

اپس ہر زیاں دو تہی او نامدار
مار یا تے سو ہزار بہی یکبار

امن سنگین باقی لگی سب سپاہ
سران تہی رکی سب اپس کا کلاہ

زبان سون صفت اسکی کرنے لگی
اپس سر کون زنہار منکین سے لگے
علی کی ایمان لیا دونو ہی امان
نیجا کا تمن کون تمارا ایمان
ادکوہی ہو کا ہج تیغ تھی رسپنکار
جوار سپی تھی دلکی دھور یکا غبار
جون ار سپی تن دلکوں روشن کری
حکم پر پیمبر کی گردن دھرے

شب زفاف عروس کے متعلق کس قدر پردے میں بیان ہوا ہے۔

دل افروز ھور سعد کون وان لیجا
کئی عقد دونو کا سب لوک جا
زن و مرد کا کام جون سب ھوا
اتھی رات ساری محل میں اوجا
ستاری اتھی جشی سب راتکوں
چھپی دیکھ کر ادا جنت کالی سون
عروس سجکی جونکہ جلوا کری
فلک کی پی جھری تھی بہار آ پھری
علی بھی بولائی دل افروز کون
کی اچہ نون پان یونچ بہی دون سون

جنگ میں مقابلہ کا سین

ایا رعد اپس پر جیا نو فیل مست
چلکتی لیا رعد سپی تیغ دست
دو با سکان پر ہی لیکہ شمشیر تیز
زمیں پر کئی اپس دقت ستیز
ماری اس اپر ہر طرف تھی پی تیر
سپر سون رکھیا دھانپ اپنا او سپر
سپر کی مین بجلی دستی تھی تیغ
دسپی بجلی جون ابر میں بید ریغ
غصی سون ماری زخم ھور یون لری
جو سر تھی سپر نکری ھوکر اتری
جوانان کی بازو تھی شمشیر یون
ھوی تھی جو چوکان سپر گند جون
سوار رعد کی اپس تھی میدان میں
ھوئی دیکھ حیران وان سب جنین
آخر کون ابو المحجن نامدار
کیا سر اپر رعد کی تیغ بار
سپر لیا پاسر پر او جنگی سوار
دو ٹکری ھوا او سر جوں خیار

سپر کاٹ کر تیغ انزی ملار | کاتی ترک پولاد سر ایکبار
جلیا رعد کی سرتی بہی لعل خون | ہوا ترک پولاد سون سرنگون
ماریا کرم ہو غصی سون پہلوان | کاتیا زین ہور سب تمام ستوان
اسی سپر تہی بہی پانو لک دو کیا | اس تیغ زین سون باندیا

ہوا اس تہی معمور سکا جنگل | جانوا یا ہی کاروان وان نکل
نہیں وان کی حبشی سپنواری کئی | بلشت ایک خالی کہیں نہیں رہے
ہوی جون جنگل بیانی ادہج رات | ہوا پیدا ایک سار بہی انکی سات

نہیں جانتا ہی میرا نانوں تون | سجانی کون ایا ہی اس تہانو توں
میرا نانو بہی میر سیاف ہی | جو مج تیغ تہی چرخ پر لاف ہی
میری تیغ تہی تون نہیں ہیں پلنگ | جو مناتی ہیں با کاٹ مرا دیکہ جنگ
ترا نانو مجہ بول کیا ہی اتال | وکر نہیں تو تجہ سون کرونگا قتال

اتی کردن اور ران اسکی سبطر | ہتنی کا دہری روز پنجہ مریہ
دونوں ہات اسکی درخت چنار | دونوں پانو ہور ران مانند وار
لب اس کا جانو کردہ کا دنہا | او ہفتاد کا دان تہی پرتا و تہا
لیا جو سنگین ان ہات ہیں | کرہی جو رہتی کون یک سات ہیں
کشادہ اتہا سینہ اور سفت او | تون بولیکا تہا دیو جون جفت او

تمام شہر خادر مسلمان ہوئے | تمام یکبیک افرین خوان ہوئے

آئی سنتر کی عورت لی عورتاں سنگات — او حیدر کنیں اہی بولنی کون بات
اتہی سینہ حور او نوش لب — رخ و زلف و مرتی تہی جوں روز و شب
او تہی خوبرویان کے دل کا بہار — او خاور زمیں کی اتہی لالہ زار
پری سرو قد تہی پری زاد نام — جو اپس مکہ تہی خوبان کون خوبی تمام
مسلمان ہوئے جو سون جا کر زن — اسیتی ہوئی خوش تمام انجمن

لہو سات شمشیر نشان کرون — پانی سیانی لعل پرشال کرون
النو بولی نوبت بجا واز فراز — جو جہکر لگی نوبت بجی بان پی باز
بہی کشتی ہیں تہی ایراہی نفیر — بہری دریا اوپر تمام آکر تیر
دو کشتی پو تیران تہی آپڑے — شنکان پی او دنکہ جہکر اورے
سپر کون دیا او نیخ کو راب دل — جگر کی لہو سون تہی سیراب دل

ہر یکطرف کشتی سون کشتی لگی — نہیں کوئی رنی تہی اسمین چہکے
سر نیزہ سینیاں سون کشتاخ ہو — ہوئی بہوت سنی ہیں سوراخ ہو
ہوا مردیاں تھے دریا سارا سیاہ — جو کشتی کون جانی نہیں ابری راہ
تن مردیان سون جاگا سارا بہریا — لہو کی جا تو وستی تہی سب دریا

تون دین نبی سات پر نور ہو — اپس دلکی توں واتہی دور ہو
گواہی دی ای مرد دانش نمای — محمد ہی جکہیں رسول خدائے
زبان سات توں دلکوں بہی یاد کر — پیمبر کی بول پہ سے اقرار کر

شاہ سمک کے خواب کا سما اور اس کا مسلمان ہونا۔

زمین جیسی دمڑتا تھا شیشہ زیر پائے | چہپی ہور آتش ایرا ای زجائے
اسپی اک تہی بہار آئی شرار | بہی کیا آتش لکی سب حصار
جوان ایک ظاہر ہوا خوش خرام | اتہا مکہ اسیکا جوں ماہ تمام
سنبل سوں کلی تازہ کوں دیا آب | پندیا سایہ پان شب کا پڑا آفتاب
اتہا خم میں جم حلقہ تا پشت پا سے | صبا زلف تہی اپس ہو وی عطر سے
تبسم کیا یا ہزاران نمک | ایا او نزدیک شاہ سمک
انی پکڑیا اس ہات فرزانہ کوں | کیا خویش اس وقت بیگانہ کوں
ایسی اک تہی اس کناری کیا | پہر ہو کر اسکوں کلی لا لیا
جوں شاہ سمک دیکہیا دیدار او | ہوا جیو سوں اس خریدار او
اسپی بولیا ای ماہ مردمے | تجہی دیکہ حاصل ہوئی خرمی
کیا ہی نا نوکر ہیں غلامی توام | کروں بندگی کہ بنام توام
انو بولی میں ہوں رسول خدا کے | ہوتا کم ہاں کو شیخ میں رہنما سے
مسلمان ہو توں دین مرا پذیر | کفر چہوڑ دی اور اسلام کر
گناہاں کوں تری شفاعت کروں | شفاعت تجہی میں نہایت کروں
یو سن مژدہ شاہ سمک شاد ہوا | مسلمان ہو دوزخ تہی آزاد ہوا

شمامہ کا صلصال پر ماتم کرنا۔

بڑان رونا ہی اپس پر آغاز کے | ماتم کا ابی شیوہ ہی باز کے
ادیوں بولی اہی بادشاہ جہان | دولت سوں اتہا توں پناہ جہان
دنیا تجہ پناہ میں اسودہ تہی | تری دور میں ظلم تو کچہ نہی

تری داد تھی ظلم کوں تا ہ تہا تِرا تاج پی افسر ماہ تہا
توں بیدار کر فتنۂ در خواب تھا زمیں تیغ تل تیری سیراب تہا
اتال آئی خرابی ییکار جہان اپہرایا شب روز کار جہان
اتال شاہی کا تخت پی شر ہوا توں روشن جب تہا سو جوں مہ ہوا
اتال میں ہور یو سو ہ صبح کا پی درد انکیاں تر ہوٹہان خشک ہور آہ سرد
زمانہ جیریوں دیکہلایا منجے انچو کی جاکی لہور لایا منجے

شب کا سماں :—

سپنواری تھی شب ردی تابندہ ماہ رو مشکین گیسو سات خال سیاہ
خم طرہ چہوڑیا تہا مہ نی رو دوش زلف زانگی سوئنی تھی عنبر روش
لکہنہار شب کا قلم کہنچیا الپس دائرہ پر رقم کہنچیا
دنیا ہوئی سبہی خط تھی عنبر مثال جوں خوبان کا مکہ زلف وہرتا دھال
چہوڑی رات نی زلف مشکین رسن جانو عاشقان کی دلان پر شکن
رین کی سیاہی تھی گیسوی شام زرہ کوں کرہ گیتی پردہی بام
کہولی مشک کا او پرند سیاہ بندہی اس میں قندیل زرین ماہ
اُجان ہارا یو سقف نیلی طرانہ بچہایا یو نہ فرش کلزیر یا نہ
رین جعد مشکیں رسن بافتہ عنبر تہی خط بندہ کی یافتہ
عروس رات کی تھی ورین صفت باغ کنی جلوہ او بامر ازان چراغ
زمانہ زبان باندکر تہا خموش زمیں پر پلٹا سکیہ پی بانک خروش
تمام مرغ و ماہی گئی تہی نی خواب فلک نے کیا تاب از آفتاب
نہیں خواب تہا مجہ نہ دلکوں قرار نہ ہشیاری تھی مجھ میں نہیں تہا خمار

پریشاں اندیشی تہی تہا دل کسل
چوں گیسوی خوبان پراگندہ دل

پری زاد تہی اوپی پر چشمہ سار
خبر نہیں اسس ار حیدر نامدار
پریکا تو جا کا اچھی چشمہ سار
چمن میانی اچھی اچھی گلعذار

وہی دیو جو سعد کون لی گیا
ہوا تہی دھوان ہو تلمن آئیا
کمرگاہ پکڑ یا انی آسے کر
لیا ہات میں تیغ او شیر نر
ماریا تیغ اد دیو کی سر اپہ
کاٹیا سر تہی پاواں تلک سر بسر
کیا نعرہ استپاریمی یک بلند
موا دیو نعری تنی ہو کر نژند

روایت کیا مالک نیک نام
محمد کی انگی علیہ السلام
دیکہا میں جو صلصال قد بالا ہی او
تہا ہفتنا وگز قد و بالا ہی او
جو اس ساتہ میدان میں آئی علی
سر او لیا و مرتی سو پرو سے
چکچ قد و بالا صلصال تہا
علی اسکی قد تہی زیادہ دسیا
دیکہا قد ہور بالا صلصال باز
زیادت دسی استی جوں سرفراز
انی بولیا ای مرد افسوں نما سے
توں جادو کر تہیں اب پہرا سے
توں دستا تہا انکہی میری زبوں
دوچی وضع دستا ہی توں تو کیوں
میری اپس درازی دپہنا سنکات
زیادہ دسیا قد و بالا سنکان
تری ہور مری میانی ہی داور سے
کیا کرتا ہی جادو و افسوں گری

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ نہیں ہے اس لئے مقابلہ اور اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں

البتہ فارسی کے ساتھ اس کا مقابلہ ضروری ہے۔

خاور نامہ فارسی ابن حسام کی تصنیف ہے جو ۸۳۰ھ میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کا ایک نسخہ جو باتصویر ہے برٹش میوزیم میں اور دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔ برٹش میوزیم کا نسخہ ۹ رمضان ۱۰۹۷ھ میں لکھا گیا ہے اس کا ذکر فارسی قلمی نسخوں کے کیٹلاگ کے صفحہ ۱۶۴۲ نمبر (۱۹۷۶ اڈیشنل) پر درج ہے۔ انڈیا آفس کا ایک نسخہ باتصویر ہے جس کا سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ دوسرا نسخہ بلا تصویر ہے یہ جمادی الاول ۹۶۵ھ کا لکھا ہوا ہے کاتب محمود بن عبدالرحمن ہے۔

ابن حسام کو بعض اصحاب حسام الدین اور بقول بعض محمد حسام کہا جاتا ہے یہ قہستان کا باشندہ اپنے زمانہ کا نامور باکمال عربی اور فارسی کا شاعر تھا خاور نامہ کے علاوہ اس کی دیگر تصانیف بھی ہیں بعہد عمر مرزا ابن تیمور گورگان ۸۷۵ھ میں اس کا انتقال ہوا ''نوسف میں'' مدفون ہے۔

اس نے خاور نامہ کو شاہنامہ فردوسی کی تقلید میں لکھا ہے اس لئے اس کو فردوسی ثانی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ابن حسام نے فردوسی کی تعریف بھی کی ہے۔ اس کتاب میں کسی بادشاہ کی مدح نہیں ہے اور مصنف نے ظاہر کیا ہے کہ صرف ایک روٹی پر گزر ہوتی تھی چنانچہ لکھتا ہے۔

بیک قرص تا شب از بام گاہ	قناعت کنم چو خورشید و ماہ
شکم چوں بیک نان تواں کرد سیر	کشم منت سفرۂ اردشیر

تاریخ تصنیف بھی مصنف نے نظم کی ہے

چو بر سال ہشتصد بیفزود سی	شد ایں نامہ تا زبان پارسی
مرا ایں نامہ را خاوراں نامہ نام	بنادم بدانکہ کردم تمام

رستمی نے خدیجہ سلطان کے حکم سے اس کا ترجمہ دکھنی میں کیا ہے۔ ترجمہ میں بعض جگہ تو فارسی کا پورا ترجمہ کیا گیا ہے بعض جگہ اختصار کو بھی کام میں لایا گیا ہے۔ کہیں جدید عنوان قایم نہیں کئے گئے ہیں بلکہ ایک ہی عنوان کے تحت مختلف امور کو بیان کر دیا گیا ہے۔ ذیل میں فارسی اور دکھنی ترجمہ مقابلہ کے لئے ساتھ ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

فارسی	دکھنی
گرد ہے بگفتند جادوگر است	کنک بولے اس کون کہ جادوگر ست
کہ شمشیر او اژدہا پیکر است	جو شمشیر اس اژدہا پیکر ست
چنیں داد پاسخ ہماں گاہ شاہ	دیا جواب بھی اس وقت یو پنج شاہ
کہ از تاج داراں خاور سپاہ	کہ ہیں تاج داران منجے باسپاہ
مرا نیز جادو بسے لشکر است	منجے بھی تو جادو کا لشکر اہے
کرا بیدوں کہ ایں مرد جادوگر است	جو او مرد جادو گر کرا ہے
ز جادو بدیں کشور آرم سپاہ	ہیں جادو کر نکا منگا لوگاں سپاہ
بجادو ز جادو شوم کینہ خواہ	بھی جادو کوں جادو سوں ہوں کینہ خواہ
بدیں جادو آرم بجادو شکست	ہیں جادو سوں جادو کوں دیونگا شکست
کہ آہن بآہن تواں کرد پست	لوہے سوں لوہے کوں کرے پست

اس کے بعد فارسی میں "نامہ نوشتن جمشید" الخ۔ اور اردو میں "طلب کردن جمشید" الخ کے عنوان آئے ان کا مضمون بالکل ایک ہے۔ چنانچہ:۔

فارسی	دکھنی
ہمانگہ یکے نامہ فرمود شاہ	لکھا اسی وقت یک نامہ شاہ
بشہبال جادو بخاور سپاہ	بھی شہبال جادو کوں خاور سپاہ
نویسندہ از عنبر تر بمشک ،	لکھن ہارا لے کر قلم چھڑکیا مشک

فارسی

قلم راند بر روے کافور خشک
چو خوانیده نامه نامه سخن خواند
ز جادو یکے نامه در بر ستاند
بدو گفت ایدر به پیماے راه
سوے حصن پیل از در بارگاه
شدم هم کنون بر سر داستان
بپردازم این نامه را ستان
بخطے معنبر بمشک و عنبر
نوشته چنین یافتم بر حریر
که چون فرمان بر علی گشته راست
ازان پس دران مرز بودن نخواست
بیاراست بر بازگشتن سپاه
سوے مرز خاور به پیمود راه

یکے کاروان آمد آراسته
همه دشت از ایشان پر از خواسته
رونده هیونان پر از بار ها
مرصع کفل پوشش و افسار ها
همه دم پر از گوهر شاهوار
همه طوق بازو و خلخال دار

دکھنی

جو کاغذ تھا اپس کا جون کافور خشک
پڑھنہارا اس نامے کون جون پڑیا
او خاور تھے یک نامور کن دیا
اسی بولیا اس بات تھے جا تون راہ
حصن پیل کون جا ازین بارگاہ
اتال اتا سون بر سر داستان
یو بولتا سون جون بولے تھے راستان
معنبر کے خط سون بمشک و عنبر
لکھے تھے سو ہن دیکھیا بولیا بر حریر
علی جون لئے قیروان سب تمام
کئے تھے استیار برادارام
او پر جا لئے خاطر سینواری سپاہ
اٹھو پکڑے خاور ملک کی راہ

جو آیا ہے یک قافلہ کاروان
بھریا ہے تمام دشت سب سار وان
دور پہاڑا تو پات بھری بار سب
مرصع کفل ہیں اسی تار سب
پروی ہیں موتی دنب کے بالیں
جڑی ہیں جو سب دو خلخال پین

فارسی

صبا از ہیونان ہامون نورا
زہاموں بگردون سارنیدہ گرد
ز ابریشم و مشک و عود و عنبر
ز دیباے رومی و حبشی حریر
زمین را تو گوئی بگنج اندر است
زبار ہیونان برنج اندر است
کنوں گر بود شاہ را راے گنج
بدست آیدش گر کشد پاے رنج
نوادر فرستاد مردے ہزار
کہ بستارند از کاروان رخت و بار
ابوالمعجن کرد با شاہ گفت
کہ خورشید تابان نشاید نہفت

اردو

زمین تھی اپرایا جن گنج رہے،
اسی ٹھار تھے سب زمین رنج اہے
بھی انو پان کی کیونکہ دکرہی شور تھے
زمین شور کرتی تھی دررور پے
اگر شاہ کون گنج درکار ہے
تو بھیج کسی گنج پر بار ہے
سواران دیا بھیج کر ایک ہزار
جو لیا و کاروان کا تہیں رخت و بار
ابوالمعجن کرو شہ سون کہیا
جو خورشید کون کوئی سکے نہیں چھپا

دکھنی خاورنامہ میں مثنوی کے اختتام پر ایک فارسی نثر لکھی ہوئی ہے جس سے مختلف امور پر روشنی پڑتی ہے اس لئے وہ ذیل میں بجنسہ درج کی جاتی ہے۔

"سبب منظوم کردن خاورنامہ دکھنی آن بود کہ علیا جناب خورشید نقاب
قدر افزاے دہم عفت مسند آراے کشور عصمت۔ زینت بخش حجلہاے
مخدرات مجلس آرا حجرات طاہرات والا مراتب سمو مناقب خدیجہ
سلطان شہر بانو المخاطب بڑے صاحب دامت عفتہا و عصمتہا کہ بصدق
یقین و بیقینہا و صدق خود را کنیزک پنجتن پاک و حضرت بہترینا انام

پیشوائے عظام مقتدائے اکرام حضرت دوازده امام علیہ الصلوٰۃ والسلام
وحضرت فاطمہ زہرہ خدیجہ الکبرہ و چہارده معصوم پاک .... (؟) و
نیّر اعظم برج لولاک اندخوانده وصبیه طیبه شاه گردون بارگاه قطب
فلک عز و جاه سلطان محمد امین[51] قطب شاه ابن قطب[52] شاه است و خواہر
نیکوسیر شاه گیتی پناه کسری کلاه سلطان عبدالله قطب شاه ابن قطب شاه
است و زوجه شاه سلیمان بارگاه جم قدر سکندر سپاه خاقان فریدون فر قیصر
والامنظر سلطان دین پناه ابوالمنصور سلطان محمد غازی عادل شاه ابن ابراہیم
عادل شاه است و والده صاحبه ارشد ارجمند کامگار موید منصور بختیار قره
ناصره دولت و اقبال عزه ناصیه حشمت و جلال سعادت مند ابدی و ازلی
شاه زاده عالم و عالمیان شاه علی مدعمره را چنین بخاطر رسید که خاور نامه
فارسی اگر بزبان دکھنی منظوم شود بهتر است پس فرمودند هر که این کتاب
خاور نامه را بزبان دکھنی منظوم کند. او را بمراحم گوناگون شاهانه و عواطف
بوقلمون خسروانه ممتاز فرموده از ابنائے زمان و سخنوران دوران سرفراز
گردانیم. بنابران محرمان سراپردۂ عظمت تفحص بسیار و تردد بیشمار این

---

[51] شہزادہ مرزا محمد امین سلطان ابراہیم قطب شاہ کا فرزند اور سلطان محمد قطب شاہ کا باپ ہے
نوجوانی میں انتقال ہوا۔ اس کا چھوٹا گنبد اسی چبوترہ پر واقع ہے جس پر ابراہیم قطب شاہ کا گنبد ہے
محمد امین ذہی استعداد اور علم دوست شخص تھا۔ صرف پچیس سال کے سن میں ۱۰۰۴ھ (۲۵ اپریل
۱۵۹۶ء) میں انتقال ہوا۔ ص ۵۹ مآثر دکن مولفہ سید علی اصغر بلگرامی

[52] کاتب سے یہاں سہو کتابت ہوئی ہے محمد امین کی دختر عبداللہ کی بہن نہیں ہو سکتی۔ دراصل خدیجہ سلطان محمد
ابن محمد امین کی دختر تھی۔

مژدہ بہجت افزا و بشارت دلکشا بہ کمال خاں ابن اسمٰعیل خطاط خاں دبیر
کہ دبیر قدیم مسند نشین کرسی درگاہ عدالت پناہ است و بہ برگزیدگی بخطاب
خطاط خاں نوازش یافتہ اند و طبع نقادش در فن شاعری مہارتے تمام دارد و
در سلک نظم و نثر در نامسفتہ را سفتہ آورد و در اشعار تخلص خود رستمی کردہ در قصائد
و غزلیات فارسی و دکھنی بلاغت از حد براہ رسانیدند (؟) رستمی
حسب الفرمودہ بلقیس زماں و صنوف اعطاف بیکراں قبول بلیغی گشتہ
رشتہ زخش فصاحت فارسی را بمیدان بلاغت دکھنی جولاں دادہ ہر بیت
بیت فارسی را بیت بیت دکھنی انتظام دادہ نامش خاورنامہ دکھنی کردہ
از تائید ربانی و از فیض فضل سبحانی بیست و چہار ہزار بیت در یک سال
و نیم تسوید نمودہ و ترقیم و ترتیب کتاب نمود از توفیق رشید با تمام رسید
امید واز درگاہ مجیب الدعوات اند کہ کار فرمائی ایں کتاب را از نخل بخت
و عمر برخوردار کرد اسد بمراد دل رساند و مولف و نویسندہ و سامعہ و خوانندہ را
نیز از فضل خویش بے بہرہ نگذارد"

رستمی کے کلام کے متعلق صراحت کے پہلے خاورنامہ کی چند اور خصوصیتیں قابل اظہار ہیں مثلاً

(الف) یہ اردو زبان کی سب سے پہلی ضخیم مثنوی ہے نہ تو اس سے پہلے اور نہ آج
تک ایسی ضخیم مثنوی اردو میں لکھی گئی۔

(ب) یہ سب سے پہلی رزمیہ مثنوی ہے اور پہر پہلی ہی نہیں بلکہ آخری بہی کیونکہ آج
تک ایسی ضخیم رزمیہ مثنوی اردو میں نہیں لکھی گئی ہے۔

(ج) ضخیم ہونے کے سوا اس کا تسلسل بہی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(د) اس مثنوی سے سلاطین عادل شاہی کے رزم و بزم کا اندازہ ہو سکتا ہے کیونکہ
ترجمہ میں ان امور کا داخل ہونا ناگزیر تہا جو اس وقت کی معاشرت اور تمدن کے اثرات

تھے۔

(ف) زبان کے لحاظ سے نہایت سادہ اور صاف ہے اکثر اشعار نثر معلوم ہوتے ہیں۔

(۷) کئی سو تصاویر ہیں جن میں سے بعض تو پورے صفحہ پر ہیں بعض نصف اور ربع صفحہ صفحہ پر کل تصاویر کی تعداد (۳۷۰) ہے ان میں مختلف رنگوں کا استعمال ہوا ہے۔ رنگوں میں بھی خصوصیت رکھی گئی ہے مثلاً شب خون حملہ کی تصویر میں زمین سیاہ دی گئی ہے۔ دریا سمندر کا سما نیلا گون رنگ میں پیش کیا ہے۔

ان تصویروں سے بھی عادل شاہی تمدن پر روشنی پڑتی ہے مثلاً اس وقت کے مسلمان مرد اور عورتوں کا لباس کیا تھا۔ ہندو مرد اور مستورات کس قسم کا لباس استعمال کرتے تھے۔ اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بھی بعض ڈاڑھی صاف کراتے تھے کسی کی مونچھ زیادہ لمبی ہوتی تھی ہندو مرد دھوتی کا استعمال کرتے تھے۔ ہندو عورتیں ساڑھی کو پیچھے ٹوپ دیا کرتی تھیں مسلمان مرد لمبی قبا تنگ آستین کی استعمال کرتے اور بعض اوقات ایک نیم آستین قبا بھی اس کے اوپر ہوتی تھی پائجامہ کبھی تنگ کبھی گھیردار ہوتا تھا۔ عام طور پر پگڑی باندی جاتی تھی اس کو کبھی پہنے بھی ہوا کرتے تھے۔ جنگ کے وقت خود استعمال ہوتا تھا۔ عورتوں کے لباس میں لہنگا دامنی اور چولی کا استعمال ہوا کرتا پیٹ صاف طور پر نظر آتا تھا۔ غالباً یہی لباس اس وقت مسلمان عورتوں کا ہوگا۔ کیونکہ آج تک علاقہ مدراس میں مسلمان عورتوں کا یہی لباس ہے عورتیں بعض دفعہ سینہ کے اوپر کا حصہ کھلا رکھتی ہیں۔

مسلمانوں میں عام طور پر عبادت اور نماز کا دستور تھا مذہب کو زندگی کا جز لاینفک تصور کرتے تھے دعا مانگی جاتی تھی اور اس کو اثر پذیر خیال کیا جاتا تھا۔ امرا کے کھانے کے وقت ملازم قوال سے کبھی کوڑا کیا کرتے مختلف کھانے ایک ساتھ دسترخوان پر چن دیئے جاتے صراحی بردار پیچھے ایستادہ رہا کرتے۔ دوست ملاقات کے وقت بغل گیر ہوا کرتے۔ بادشاہ موسیقی سے بہرہ اندوز ہوتے۔ نجوم پر اعتقاد تھا بلا نجوم کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ ماتم کرنے کا دستور تھا اور بوقت ماتم

سر کے بال کھول دیا کرتے تھے۔ سوتے وقت اکثر لباس تبدیل نہیں ہوتا تھا۔ بادشاہ کے سوتے وقت لونڈیاں پہرہ دیا کرتیں ان سے کسی قسم کا پردہ یا حجاب نہیں ہوتا تھا ان کی موجودگی میں ملکہ پہلو میں سویا کرتی ہیں غرضکہ اسی طرح اس زمانہ کے تمدن کی ہر شے اس میں نظر آتی ہے گو کئی ایک چیزیں اب بھی ہمارے تمدن میں داخل ہیں اس لئے وہ ہمارے لئے نئی نہیں مگر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے اس وقت بھی ان کا رواج تھا۔

جہاں ان تصویروں سے اس وقت کے بزم کے حالات معلوم ہوتے ہیں اسی طرح رزم کے حالات بھی نظر آتے ہیں۔ آلات حرب۔ طریقۂ جنگ وغیرہ پر روشنی پڑتی ہے۔ جنگ کے آلات میں تلوار۔ نیزہ۔ تیر۔ گرز۔ ڈھال وغیرہ کا استعمال تھا۔ "علم" مختلف رنگ کے ہوتے تھے جنگی جہاز۔ بحری جنگ کا سماں نظر آتا ہے۔ فرشتوں کو عورتوں کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے دیو کے سر پر سینگ بنائے گئے ہیں۔ جہاں جہاں آنحضرت صلعم اور حضرت علی کی تصویر دی گئی ہے وہاں چہرہ کو نقاب سے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔

یہ ایک مختصر صراحت ہے جس سے اس کی تصویروں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

خاورنامہ کے اقتباسات سے واضح ہو سکتا ہے کہ رستمی کا پایۂ شاعری کے لحاظ سے کس قدر بلند تھا ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں چوبیس ہزار شعر کا لکھ دینا اس کے قادر الکلامی کا پورا شاہد ہے۔

زبان کے لحاظ سے خاورنامہ نہایت صاف سادہ اور سلیس ہے بعض مقامات پر نظم نہیں بلکہ نثر معلوم ہوتی ہے۔ اس کا تسلسل اس کا اسلوب بیان بھی پسندیدہ ہے۔ اس خصوص میں وہ زمانہ مابعد کی مثنویوں میں بڑی سبقت رکھتی ہے۔ غرض کہ خاورنامہ کے باعث رستمی کا نام اردو کی تاریخ میں ہمیشہ درخشاں رہے گا۔

میری معلومات کی حد تک اس کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

اس مثنوی کے سات نسخے انگلستان میں ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

انڈیا آفس میں چار نسخے۔ برٹش میوزیم میں ایک نسخہ۔ اکسفرڈ میں ایک نسخہ اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں ایک نسخہ۔

الف۔ انڈیا آفس بلوم ہارٹ نمبر (۱۰۴) ورق (۱۵۵) سائز ۹½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق
کاتب غلام قادر تاریخ کتابت ۳ شوال ۱۱۹۹ھ

ب۔ نمبر (۱۰۵) ورق (۱۵۴) سائز ۸ × ۴½ سطر (۱۱) خط نستعلیق کاتب غلام صفدر
تاریخ کتابت ۳ شعبان ۱۲۱۰ھ

ج۔ نمبر (۱۰۶) ورق (۲۰۱) سائز ۸½ × ۵¾ سطر ۱۱ تا ۱۷۔ خط نسخ

د۔ نمبر (۱۰۷) ورق (۱۵۴) سائز ۸½ × ۵ سطر (۱۱) خط نسخ

برٹش میوزیم نمبر (۱۰۵۹ ۔ اورینٹل) ورق (۱۹۱) سائز ۱۰½ × ۶½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نسخ۔

اکسفرڈ نمبر (۳۴۳) ورق ۸۳ سائز ۶½ × ۴½ سطر (۱۳) خط نستعلیق۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر (۸) ورق (۲۰۱) سطر (۱۱) خط نسخ۔ تاریخ کتابت ۷ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ

بلوم ہارٹ مصنف کیٹلاگ انڈیا آفس و برٹش میوزیم کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"دکھنی مثنوی شہزادے منوہر اور مدمالت کی عشقیہ داستان مصنف نصرتی۔
مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا
ہے کہ وہ ایک برہمن شاعر تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کے دربار سے اس کا

تعلق تھا۔ مثنوی کی تصنیف کی تاریخ مصنف نے نظم کی ہے جو ۱۰۶۹ھ
(۱۶۵۸ء) ہے۔ مثنوی میں طویل دیباچہ ہے جس میں حمد، نعت،
منقبت علی، علی عادل شاہ کی مدح کی گئی ہے۔ مصنف نے مثنوی
لکھنے کی صراحت بھی کی ہے۔ کہ ایک دن دوستوں نے فارسی نظم
کو دکھنی مثنوی میں ترجمہ کرنے کی ترغیب دی جس طرح غواصی نے
بدیع الجمال کو کیا تھا۔ ابن عبدالصمد جو نصرتی کا دوست تھا اسے بھی جستجو کیا۔ ایک فارسی
مثنوی منوہر اور مدمالتی کے حال میں میر عسکری رضا نے بھی ۱۰۶۵ھ میں
مہر و ماہ کے نام سے منظوم کیا ہے۔

نصرتی نے اس امر کی صراحت نہیں کی ہے کہ اس کا ماخذ کون سی کتاب
ہے ممکن ہے فارسی یا ہندی سے ماخوذ ہو۔ یہ علی نامہ کا بھی مصنف ہے۔"
گلشن عشق اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں بھی شامل ہے ان کی وضاحت کا
خلاصہ بھی ضروری ہے۔

اسٹوارٹ لکھتا ہے کہ "راجہ منوہر اور شہزادی مدمالت کا قصہ دکھنی نظم میں بیان کیا گیا ہے۔
یہ نسخہ باتصویر ہے جس میں مصنف کی تصویر بھی ہو جو لمبی ڈاڑھی کا شخص ہے"
اسپرنگر کا بیان ہے کہ "دکھنی بولی میں ایک مثنوی ہند و عشقیہ کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔
مولفہ نصرتی۔ تاریخ تصنیف بھی بیان کی گئی ہے۔ ۱۰۶۳ھ"
مولف کیٹلاگ بوڈلن لائبریری آکسفرڈ نے کسی قدر تفصیل سے صراحت کی ہے وہ لکھتا ہے:-

"ایک قدیم عشقیہ داستان دکھنی زبان میں ہے میاں نصرتی جو علی عادل شاہ
ثانی کے عہد میں بیجاپور میں تھا جو علی نامہ کا بھی مصنف ہے۔ اس کو نظم کیا
ہے یہ پہلے ہندی میں لکھی گئی تھی جس کا مصنف شیخ منجھن یا منجن تھا۔
دکھنی ترجمہ کے پہلے فارسی میں عاقل خاں رازی نے مہر و ماہ کے نام

سے ۱۰۵۹ھ میں نظم کیا ہے"

گلشن عشق کی تاریخ تصنیف کے متعلق کسی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے خود مصنف نے اس کو نظم کر دیا ہے۔

کہا اس کی تاریخ یو ہجرتی مبارک یو ہے ہدیہ نصرتی

جس سے ۱۰۶۸ھ برآمد ہوتا ہے۔

نصرتی کے مذہب اور اس کے اصلی ماخذ کے متعلق تفصیل کی ضرورت ہے۔ اصلی ماخذ کے متعلق آگے چل کر وضاحت کی جائے گی۔ یہاں نصرتی کے حالات کے ضمن میں اس کے مذہب پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔

نصرتی کا نام محمد نصرت تھا۔ اس کے آباد اجداد سپاہی پیشہ تھے اس کا باپ شاہی سلحدار تھا خود نصرتی نے اس کی صراحت کر دی ہے۔

کہ تھا مجھ پدر سو شجاعت مآب قدیم یک سلحدار جمع رکاب

نصرتی کے مذہب کے متعلق بلوم ہارٹ نے ڈہی ٹاسی کے صراحت کے بموجب اس کو برہمن ظاہر کیا ہے حالانکہ خود اس کی تصنیف سے اس کی تکذیب ہوتی ہے قدیم مورخین نے اس کو برہمن ظاہر نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے بیان سے اس کے آبائی مسلمان ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

خافی خاں اس کو ملا نصرتی کے نام سے ذکر کرتا ہے چنانچہ علی عادل شاہ ثانی کے ذکر میں لکھتا ہے۔

"بادشاہے بود باش سپاہ دوست و در سخاوت و شجاعت وسعت خلق مشہور............ در عہد او ترجمہ روضۃ الشہداء و قصہ منوہر و مدمالت کہ عاقل خاں خوافی بہ نظم در آوردہ ملا نصرتی و دیگر شاعران بیجاپور بزبان دکھنی تالیف نمود"

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور لکھتا ہے۔

"شعر گویان تازہ خیال باہتمام آن شاہ نکتہ سنج پایۂ شعر رنگین را بذروۂ (؟) اعلی رسانیدند چنانچہ ازیں زمرۂ شریفہ یکے میان نصرتی است کہ بنصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زبان موشکاف را سر دادہ فتح اقلیم سخنوری کردہ است۔" (ص۲۹ ب)

بساطین السلاطین میں زبیری لکھتا ہے۔

"ازآن طبقہ یکے میاں نصرتی است کہ بہ نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زبان را بہ کشیدہ" (ص۹۱ ا)

انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں کاتب نے اس کو خواجہ نصرتی سے موسوم کیا ہے۔ ان اصحاب کا نصرتی کو ملا۔ میاں۔ خواجہ سے مخاطب کرنا اس امر پر دال ہے کہ وہ برہمن نہیں تہا۔ ان مورخین نے نصرتی کے کلام کی بے حد تعریف کی ہے اگر نصرتی برہمن ہوتا تو اس کی بہی صراحت ضرور ہی کی جاتی۔

علاوہ ازیں نصرتی کے کلام سے اس امر کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی نسل سے تہا۔ چنانچہ خواجہ بندہ نواز سید محمد حسین گیسو دراز کی مدح میں بیان کرتا ہے۔

سجد اللہ کرسی بہ کرسی سیری	چلی آئی ہے بندگی میں تری
جو ہون میں بہی بندہ اسیر ہوا	جو آیا ہوں تجہ بندگی میں سدا

اس سے صاف ظاہر ہے نصرتی برہمن نہیں تہا۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے نصرتی کا باپ فوجی افسر تہا وہ سلطنت کا خیر خواہ اور جان نثار تہا۔ اعلی سوسائٹی میں اس کی کافی عزت تہی نصرتی کی تعلیم اور تربیت شاہی محل میں ولی عہد سلطنت سلطان علی عادل شاہ کے ساتہ ہوئی۔

نصرتی عربی اور فارسی میں کافی لیاقت رکہتا تہا سلطان محمد عادل شاہ کے زمانہ سے

اس نے شاعری کی ابتدا کر دی تھی۔ علی عادل شاہ کے حکمران ہونے پر وہ اول تو شاہی مصاحب پھر ملک الشعرا کی حیثیت سے ممتاز ہوا۔ وہ ہر وقت رزم و بزم میں سلطان کے ہمرکاب رہا کرتا اور قصائد پیش کیا کرتا۔ نصرتی صوفیانہ عقائد کا پیرو اور مذہبی عقائد کا سختی کے ساتھ پابند تھا اس کے دوست بیجاپور کے مشاہیر علماء اور فضلا مثلاً قاضی کریم اللہ۔ شاہ ابو المعالی۔ شاہ نور اللہ۔ ابن عبد الصمد وغیرہم تھے۔

اگرچہ نصرتی صاحب دولت اور روزگار سے بے فکر تھا مگر معلوم ہوتا ہے اس کو خانگی آرام اور راحت نصیب نہیں تھی مکان اور ہمسایہ سے نالاں تھا۔ وہ شاعری کو اپنے شہرت کا ذریعہ قرار نہیں دیتا۔

یہ تمام حالات اس کی تصانیف گلشن عشق اور علی نامہ سے بخوبی واضح ہوتے ہیں ان کا مطالعہ ان امور کو ثابت کر سکتا ہے۔

بیجاپور کے مورخین نصرتی کے اعلیٰ شاعرانہ قابلیت کے معترف اور مداح ہیں۔ چنانچہ مصنف احوال السلاطین بیجاپور لکھتا ہے۔

"ازیں زمرۂ شریفہ یکی میاں نصرتی است کہ بہ نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زبان موشگاف را سر دادہ فتح اقلیم سخنوری کردہ است و خیالات رنگین و اشعار تازہ مضامین او مقبول و مطبوع خاص و عام گشتہ شعرائے زمان ملک الشعرائے وے انگشت قبول بردیدہ رضا گذاشتند بل سخن فہمان کامل عیار پایۂ شعرش را در مسند مقابل اشعار خاقانی نسبت بفرس داشتہ اندبریں مدعائے صدق شاہدیں عادلین دو نتیجہ طبع انورش یعنی گلشن عشق و علی نامہ تصنیف نمودہ"

(از انڈیا آفس ص ۲۹ ب)

زبیری مصنف بساتین کی رائے بھی نصرتی کے متعلق یہی ہے جو مصنف احوال کی۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"ازاں طبقہ یکے میاں نصرتی است کہ بہ نصرت طبع دیاوری مزاج شمشیر زباں را برکشیدہ فتح اقلیم سخنوری کردہ اشعار تازہ مضامین وخیالات دقیقہ اومقبول ومطبوع خاص وعام گشتہ۔ شعرائے زماں وسخنوراں عصر الملک الشعراء سے او انگشت قبول بردیدہ رضا گشتند۔ بر صدق ایں مطلب دو نتیجہ طبع دفا وشش یکے قصہ عشق بازی مہر کنور و مدمالتی کہ موسوم بہ گلشن عشق است دوم فتوحات نامہ ممدوح خود بادشاہ غازی کہ موسوم علی نامہ است .... در مدح وصفش مبالغہ کردہ اند و پایۂ شعرا و را در ہندی عدیل پایۂ شعر خاقانی در پادش داشتہ اند............ قصائد عزا و دیوان غزلیات دیگر طبع زادش کہ مملو از تازہ مضامین و خیالات رنگین اند مشہور اند۔"

(انڈیا آفس صـ ۹۱ ا)

مندرجہ بالا بیانات سے نصرتی کی قابلیت کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ تاریخوں سے نصرتی کے فی البدیہہ کلام کی بھی صراحت ہوتی ہے جو اکثر اوقات اس نے نظم کئے ہیں۔ مثلاً ایک موقع پر علی عادل شاہ باغ میں تشریف فرما تھا۔ حوض میں پانی کا فوارہ چل رہا تھا بادشاہ کی زبان سے یہ مصرع نکلا ؎

اڑتا سو یو فوارہ پانی پی کیا چنچل ہے

نصرتی نے فوراً مصرع موزوں کیا ؎

تجہ شاہ پر اتارنی موتیاں کا مورچل ہے

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے قدیم مورخین نے نصرتی کے دو مستقل تصانیف گلشن عشق اور علی نامہ کا ذکر کیا ہے۔ اور جہاں تک ہم نے تحقیقات کی ہے اس سے اسی امر کی تصدیق

ہوتی ہے مگر مولف گل رعنا نے نصرتی کی ایک تصنیف گلدستہ عشق کا ذکر بھی کیا ہے لیکن تعجب ہے کسی بیجاپوری مورخ نے اس کا ذکر نہیں کیا ہاں نصرتی کے غزلیات وغیرہ کا پتہ چلتا ہے ممکن ہے اسی کو گلدستہ عشق سے موسوم کیا گیا ہو۔

بقول مولف اردو شہ پارے ۱۰۸۱ھ میں نصرتی نے انتقال کیا۔ گلشن عشق میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد منقبت۔ پھر سید محمد حسین گیسو دراز کی مدح پھر وجہ تالیف پھر بادشاہ کی مدح۔ پھر اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ خاتمہ پر پھر بادشاہ کی تعریف کی گئی ہے۔ قصہ کی صراحت اس طرح ہے۔

قدیم زمانہ میں ایک راجہ بکرم نام تھا۔ اس کا پایہ تخت کنک گیر تھا۔ راجہ جواں بخت جوانمرد تھا۔ اس کی سخاوت شجاعت مشہور تھی اس کے ملک میں دور دور سے حاجتمند آتے کامیاب اور نہال ہوکر جاتے۔ بڑے بڑے راجہ اس کی فوج کے سردار تھے جو ہر وقت کمربستہ حاضر رہتے تھے ملک اور خزانہ کی کمی نہ تھی غرض کہ سب کچھ تھا مگر کوئی اولاد نہ تھی اور وہ ہمیشہ اسی غم میں رہا کرتا۔

راجہ کا معمول تھا کہ صبح ہی کے ساتھ بستر سے بیدار ہوتا۔ موںھ ہاتھ دھوکر پوجا کرتا اور خاصہ کھا کر باہر برآمد ہوتا فوج کا سلام لیتا حاجت مندوں کی حاجت پوری کرتا صاحب فن کی قدر کرتا۔

ایک روز جب وہ خاصہ کھا رہا تھا ایک فقیر نے صدا دی راجہ فقیر کی صدا سنکر فوراً کھانے کا تھال فقیر کے پاس لے گیا اور کہا جو دل چاہے لے لے مگر فقیر نے کوئی شے نہیں لی یوں ہی واپس ہوگیا۔ راجہ کو اس پر تعجب ہوا کہ اول تو سوال کیا اور پھر کیوں واپس ہوگیا۔ آخر اس میں کیا بھید ہے۔

راجہ نے اس کا تعاقب کیا اور راستہ میں جا لیا وجہ دریافت کی۔ فقیر نے جواب دیا مجھے "بانجھ" کے گھر کا کھانا روا نہیں ہے۔ فقیر سے یہ سن کر راجہ بہت دلگیر شرمندہ اور خجل ہوکر

واپس ہوا۔ رنج و غم سے بدحال ہوگیا صبر کا یارا نہ رہا۔ آنسو کی دریا آنکھوں میں جوش مارنے لگی۔ غم والم کے سمندر میں غرق ہوا۔ رانی نے اس کی وجہ دریافت کی پند و نصیحت سے دلدہی کی مشورہ دیا کہ اسی فقیر کو تلاش کرکے اس سے درخواست کرے۔ بادشاہ کے غائبانہ میں سلطنت کی حفاظت اور ملک رانی کی ذمہ داری رانی نے اپنے ذمہ لی۔

راجہ اس مشورہ کو قبول اور منظور کیا جوگی کے بھیس میں پردیس کی راہ لی۔ بھوک و پیاس کی مصیبتیں جھیلتا۔ تکلیفیں برداشت کرتا ہوا سفر کرنے لگا۔ ریاضتیں کیں کئی ملک طے کئے جنگل و بیابان ڈھونڈے مگر گوہر مقصود حاصل نہیں ہوا۔ ظلمات میں آب حیات نہ پایا۔ آخر ایک دن ایک حوض نظر آیا جس کے چاروں طرف چمن بندی تھی گل و گلزار تھا۔ پھولوں کی مہک سے تمام فضا معطر تھی۔ راجہ نے یہاں قیام کیا۔ اس حوض میں پریاں غسل کررہی تھیں راجہ نے ان کے کپڑے چھپا لئے۔ جب وہ غسل سے فارغ ہوکر نکلیں اپنے کپڑے نہ پائے متعجب اور پریشان ہوئیں اور کہنے لگیں وہ کون ہے جس نے ہمارے کپڑے پوشیدہ کئے ہیں اگر وہ دنیا کے کسی امر کا متمنی ہے تو ہم اس کے حصول کی کوشش کریں گے راجہ یہ سن کر باہر آیا اور بیان کیا اگرچہ اس وقت فقیر نظر آرہا ہوں مگر بڑے ملک کا راجہ ہے۔ بے اولادی کا داغ ہے ایک فقیر آیا اور داغ پر داغ دے گیا اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ پریوں نے خیالات سے کپڑے دوڑائے اور کہا فلاں مقام پر فقیر رہتا ہے۔ اس سے تیری حاجت پوری ہوسکتی ہے ہم وہاں تجکو پہونچا دیتے ہیں۔ اس کے بعد پریوں نے اپنے چند بال دیئے جب کوئی ضرورت ہو تو اس کو جلائے تاکہ وہ امداد کریں۔ پھر راجہ کو فقیر کے پاس پہونچایا گیا۔ راجہ نے دیکھا جنگل کے تمام چرند پرند فقیر کے پاس جمع ہیں فقیر اپنی حالت میں مست ہے۔ راجہ یہاں مقیم ہوا فقیر کی خدمت انجام دینے لگا مدت دراز کی خدمت کے بعد فقیر خوش اور مہربان ہوا اور کہا اے مست فقیر تیرے سر پر جو پھل ہے اس کو لے اور اپنے ملک کو سدھار اور اس پھل کو رانی کے ساتھ کھا۔ پھل لے کر راجہ روانہ ہوا پریوں کے بالوں کو جلایا وہ آئیں اور راجہ کو اس کے ملک

پہونچا دیا۔

وطن پہونچکر فقیر کا دیا ہوا پھل کہایا نو ماہ کے بعد اولاد ہوئی۔ ایک خوبصورت شہزادہ تولد ہوا۔ نجومیوں نے زائچہ دیکھا اور حکم لگایا کہ چودہ سال کے بعد آوارہ ہوگا اور جوگی بنکر شہر بشہر ملک بملک پھرے گا۔

کنور منوہر کی تعلیم و تربیت ہوئی جب چودہ سال کا ہوا تو ایک رات بالاخانہ پر آرام کر رہا تھا۔ پریوں نے دیکھ پایا اور لے اڑیں۔ مدمالت کے پہلو میں سلا دیا وہ بیدار ہوئی اور متعجب ہوئی۔ اس کے بعد دونو کو جدائی نصیب ہوئی منوہر جوگی بنکر تلاش میں روانہ ہوا صدہا مصیبتیں برداشت کرتا ہوا آخر منزل مقصود کو پہونچا گوہر مقصود ہاتھ آیا۔ کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ اور راج کرنے لگا۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا

صفت اوسکے قدرت کی اول سراوں	دہریا جس نے یو گلشن عشق ناکر

منقبت ملاحظہ ہو۔

ابابکر صدیق او یار غار	دھریا سقف دین رکن جستی اد ہار
عمر ابن خطاب او نیک رائے	جوات عدل سوں دین کا گھر بسائے
جو عثمان دہنی شرم ایمان کے	او جامع اہیں جملہ قرآن کے
وصی نبی ذی شرافات بلی	سواو شاہ مردان علی ولی

مختلف مقامات سے انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

نہ ہے مجلس آرائے فن دلفریب	دیا نیہ کی یوں مجالس کوں زیب
سرنگ صدر خوش داستان کے سوار	کہلایا ہے کر تازگی نو بہار

دسیں ہر ورق پیچہ کی خوش چمن / ہر یک بیت میں سیں پھول بن
ہر یک گرچہ مصرع اچھے یک نہال / ولی عارفاں کرے طوبی مثال
نہیں شاخ اچھے گرچہ ہر یک سخن / جمی ہیں معانی کی میویاں سوں بن
اگر عاشقاں کا کچھ منکے من سکے / دکھاوی تانگ کھاتوں میوی چکھے
دیکھو یو نول نخل ہندی ہنر / خوش اس منی نظارہ کر یک نظر

سکھیے کون ہے توں سو اظہار کر / پرا ہے کہ یا دیو یا ہے بشر
گیت رو پیا لیا ہے بھی کچھ بلا / منتر لئے مینچ آیا ہے کر مبتلا
میرا باپ درویش ہے اس دہات کا / کہ کار رہا ہے خبر یک سوں آفات کا
کر جان جیو مجکوں تو فضل اتہا / یو سکہ زندگانی کا مشکل اتہا
توں کہو سنے بدل چھوتا کام میں / البستی اپن آپ پایا دام میں
کہا بات یو سن کہ منہر کنور / کہ توں کون اپن دکھاتی سو ڈر
کہنا اس درویش کیا ہی اندازہ تیج / کہ ہے یو کتک کیر کر شہر میچ
میرا باپ بکرم کرے راج پان / کو آتا ہے راجیاں کا سرتاج پان

کہی بے ہوش کیا یوں کہا یا اسے / ہو دیوانہ جیب میں گنوایا اسے
مہارس نگر اسی نگر کا ہے ناؤ / اسے اس محل میں سو میراج ٹہاؤ
دہر مراج میچ باپ سے جگ بیتی / اسے ناؤں میرا بی مدمالتی

تب ان پا کے فرصت یو کرنے کی بات / لگے بولنے یوں کہ اے دہن سبات
جو بیٹھی کا درشن ہوا سو ہمن / یو سب فیض بخشش ہے تیرے چرن

نہ ہوتا تو تج یک تجے یو فیض اگر   دو کان پھر کیسے پڑتی ہمارے نظر
ہمن سے ترا یوں ہے اپکار آج   جو ہوئی تج انگے بات کرنے کی لاج
یو سن بات دالتی وہ عجب   کبھی عذر خواہی تی کیا سب
کہ میرے سوالاں کوں میں پیچ دتا سب   اجون لگ بہی دیتی ہے ہیچ جواب
مگر بات کا منج ہیں نیں کر سمجھ   حکایت وو کہنے تج آتی ہے لاج
لگی پھر یو کہنے کوں اسے دہن سچی   سمج بات نچتی ہے کیسے ہوسے کچی
کہتی ہوں جو یو بات اچھے جھوٹ کر   تو سوگند کھاتی ہوں تج حسن پر

سنی اس ملکھنی نے یو بات جب   اوک تعجب سوں پرا ان تب
کہی یوں تو اس دہات و اجب نہ تھا   تجے پن کا تیرے مناسب نہ تھا
کرے حیلہ منج پر جب اس دہات سوں   نہنے جیو یہ کرنے منگی گھات توں
تج ایسی سمجھ جائے پالی اہے   ہور اتنے یہ توں یہ خیالی اہے
نکہ پھر توں ایسی سجن آج تجے   کہ میں پل میں جیو دیوانگی لاج تجے
یو سن بات خالا کہی پھر سجن   کہ اے پاک دامن سچائی سو دھن
اوتم پن میں یک وو مال موتی ہے توں   تجھل حال میں چاند جوتی ہے توں
اگر منج وو تن کر توں جانی اہے   منج اخلاص جھوٹا پچھانی اہے
توں سمجھی ہے شاید منجے یوں یقین   کلنک لا جو تج مہ کوں موڑں عیب چھپیا
کہ ہیں اصل گوہر سوں ناہوسے خطا   نکو ہو سٹوں اصل پن کا وفا
سچی بات کوں جب نہ کر جھوٹ توں   خدا واسطے منج مت لوٹ توں
یو خالا نے سب بات کہیچ ہیں   اوک آکے دالتی پیچ ہیں
چھپیا اس سوں دل گرچہ راضی دھری   ولی موں پہ کہتی اعتراضی دھری

مثنوی کی وجہ تصنیف وغیرہ کی صراحت۔

یک یک عشق کی بات کتے سو نقل
لینے پڑہی کس کے جاگا پہ عقل

ولیکن نہ کہن یو رہیا کھن
نہ کوئی خوب قصہ کہا نیک فن

بڑی کچہ غواصی پتی کر خیال
کیا تازہ باغ بدیع الجمال

غرض انکی منج تیں چہاتی پہ تہی
چھپا چونپ دی ہم ہیں لیاتے پہ تہی

تب اس سمیں یک مرد صاحب خرد
مسمی جسے ابن عبد الصمد

جو اولذت ہو سخن سجن تہا
اوک عقل کی راز کا گنج تہا

رکھیگا تون جس ٹہار پر آ قدم
سکت کس جو دن آسکے مار دم

جتے جگ کے قصیاں میں قصہ نول
جو مالتی کا چ ہے بے بدل

کندر کر کی کرچہ سب سو سس رنج
ولی تج بدل پورھیا باغ گنج

تون بسم اللہ کر یو قصہ شروع
جواب فیض فیاض تج ہور جوع

سو محبوب یو قصہ دلفریب
تو ہوے جلوہ پانی میں جب منج تے زیب

یکس روپ کے ایک عاشق اہی
جو خوبی میں سب جفت برحق اہی

جو تہو کنور عاشقاں کا پتی
اہی جسکی معشوق مدمالتی

کروں عشق عشاق کا تس بیان
دہروں نیہ معشوق کا اس عیان

سنواروں پہر اس پہم کی بزم کون
کروں تازہ دل جگ کے خوش حزم سون

پہر اس دور میں مست ساقی اوٹہو
او مدہم کا لیکہ باقی اوٹہی

خاتمہ کے اشعار۔

کہا ہوں یو قصہ جو خوش دھاوں سول	علی شاہ عادل گیری نادن سون
تلک جگ میں مقبول اچھو مدام	بحق محمد علیہ السلام

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ یورپ میں گلشن عشق کے سات نسخے ہیں۔ ان میں باہم اختلافات ہیں بعض میں اشعار کی کمی و بیشی ہے بعض جگہ خود اشعار میں اختلاف ہے۔

مثلاً لفظی اختلاف ملاحظہ ہو۔

برٹش میوزیم والا نسخہ	رائل ایشیاٹک سوسائٹی والا نسخہ
الہی ہتیں جگ کون داتار ہے	الہی توں ہی جگ کوں داتار ہے
کرم محض تجہ پو سزاوار ہے	کرم محض تجہ پر سزاوار ہے
عنایت کا تج ہے یو عالم نواز	عنایت کا تجہ ھت تے عالم نواز
کریں ذرہ خورشید تی سرفراز	کریں ذرہ خورشید تی سرفراز
غریبان پہ بخشش میں پیار اتوچ	غریبان پو بخشش میں نیارا سوتوچ
منگی تی بی لئی دینے ہارا توچ	منگی تی بی لئی دینی ہارا سو توچ
زہی نام ور سید المرسلین	زہی نام ور سید المرسلین
جو آخر کون او شافع المذنبین	کہ آخر ہے وہی شافع المذنبین

بعض نسخے ناقص ہیں جن میں آخری اشعار نہیں ہیں مثلاً انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں آخری مداحیہ اشعار نہیں ہیں۔ رائل ایشیاٹک والے نسخہ میں آخری اشعار جن میں تاریخ لکھی

گئی ہے درج نہیں ہیں۔

اسی طرح ہر عنوان میں کمی و بیشی پائی جاتی ہے مثلاً

رائل ایشیاٹک والا نسخہ		آکسفرڈ والا نسخہ	
حمد	(۹۰) شعر	حمد	۹۲
مناجات	(۹۰) شعر	مناجات	۹۳
نعت	(۵۶) شعر	نعت	۶۶
معراج	(۶۸) شعر	معراج	۶۸
منقبت	(۴۶) شعر	منقبت	۴۶
مدح گیسو دراز	(۴۱) شعر	مدح گیسو دراز	۴۱
مدح بادشاہ	(۱۴۹) شعر	مدح بادشاہ	۱۵۳
اپنے متعلق	(۵۲) شعر	اپنے متعلق	۵۱
عقل کی تعریف	(۳۵) شعر	عقل	۳۵
عشق	(۵۴) شعر	عشق	۹۱
قصہ تقریباً	(۳۶۰۰)	قصہ تقریباً	(۳۶۰۰)

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ رائل ایشیاٹک والے نسخے میں بعض آخری اشعار بھی درج نہیں ہیں مگر اس کے برخلاف حسب ذیل شعر زیادہ ہیں جو یورپ کے کسی اور نسخے میں اور ہندوستان میں بھی دیکھے نہیں گئے معلوم ہوتا ہے یہ کتاب کے مالک نے اضافہ کئے ہیں ؎

ختم خام تھا سو دکھن کا کلام   ہوا بخشت پنج ترتیب مسنون تمام

تیرے شاعران شعر نازک بنائے   صفت تس کی جو ہان کی لب پہ نہ پاسئے

کہ اس باغ کا باغبان نصرتی   اتھا اس کون بخشش عطا قدرتی

جہاں میں جہان تلک ہوے شعر گو   سخن سنج صاحب ادب نیک خو

الہی ان کون تو دارین میں | عفو کر فرح بخشش کونین میں
ہے مالک قصہ کا محمد شفیع | تون کر اسکو دو جگ میں گردن رفیع
کیا بت کیا ہون یو قصہ نول | تو کر لطف سون میرے مشکل کون حل
پڑھ کی نسبت کا دسے ہنر | جکو رہو کو حاصل کروں میں ثمر
منجے عشق کا جگ میں کر یک پتی | ہوسے جونکہ منہر و مدمالتی
نکو مار نعرا یو مخلص غریب | تجے وصل کا دن ہوا ہے قریب
اگر آہ تیرا سنے بو علی | بسر جاوے سب حکمت کا میلی
سنے گر چہ تجہ آتشے آدسور | پڑے جا کو ظلمات میں چھوڑ نور

پڑھ کی چمن کون دے محنت کا آب
تون پاوے گا خوش رنگ کا گل شباب

مندرجہ بالا اشعار اس طرح گلشن عشق کے اصل مضمون کے ساتھ لکھے گئے ہیں کہ بادی النظر میں دھوکہ ہوتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ یہ بھی در اصل نصرتی کا کلام ہے مگر مطالعہ پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ محمد شفیع کے لکھے ہوئے ہیں جن کا زمانہ ۱۱۶۴ھ کا قرار دینا چاہیے کیونکہ اسی سنہ میں اس کی کتابت ہوئی ہے۔

اس صراحت کے بعد اب میں اس امر کی صراحت کروں گا کہ گلشن عشق در اصل کس کتاب سے ماخوذ ہے۔

اس کے متعلق عالمگیری مؤرخ خافی خاں نے جو صراحت کی ہے وہ حسب ذیل ہے:—

"در عہد او (علی عادل شاہ) ترجمہ یوسف زلیخا تالیف ملا جامی و ترجمہ روضۃ الشہدا و قصہ منوہر و مدمالت کہ عاقل خاں خوافی بہ نظم در آوردہ ملا نصرتی و دیگر شاعران بیجاپور بزبان دکھنی تالیف نمودہ"

اسی خصوص میں مولف بساتین ابراہیم زبیری نے جو وضاحت کی ہے ملاحظہ طلب ہے۔

"از آں طبقہ یکے میاں نصرتی است نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زباں را برکشیدہ .... بصدق ایں مطلب دو نتیجہ طبع وفا وش یکے قصہ عشق بازی منہر کنور و مدمالتی کہ موسوم بہ گلشن عشق است دوم فتوحات نامہ ممدوح خود بادشاہ غازی کہ موسوم بہ علی نامہ است"

(برٹش میوزیم ص۱۹۱ ل)

مولف اردوے قدیم حکیم شمس اللہ قادری نے جو خیال اس کی نسبت ظاہر کیا ہے وہ یہ ہے۔

عاقل خاں رازی نے بھی منوہر و مدمالتی کے فسانہ کو فارسی میں منظوم کیا ہے اور شمع و پروانہ اس کا نام رکھا ہے۔ خوافی خاں نے گلشن عشق کو عاقل خاں کی مثنوی کا ترجمہ سمجھا ہے لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ گلشن عشق ۱۰۶۸ھ میں تمام ہوئی ہے اور اس کے ایک سال بعد عاقل خاں نے شمع و پروانہ لکھی چنانچہ شمع و پروانہ کا وہ بیت جس میں تاریخ و تصنیف کا ذکر آیا ہے یہ ہے۔

ہست اکنوں ز دور نہ طارم	سال ہجرت ہزار و شصت و نہم

(اردوے قدیم ص۷۵ طبع اول)

مولف اردوے قدیم خوافی خاں کی رائے سے اس لئے متفق نہیں ہیں کہ وہ شمع و پروانہ کو گلشن عشق کی اصل قرار دے کر بعد کی تصنیف ظاہر کرتے ہیں مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ خوافی نے شمع و پروانہ کا نام نہیں لکھا بلکہ قصہ منوہر و مدمالت تصنیف عاقل خاں بیان کیا ہے۔ مولف اردوے قدیم کو اس امر کا دھوکہ ہوا ہے کہ وہ صرف شمع و پروانہ کو رازی کی تصنیف خیال کرتے ہیں حالانکہ رازی کی دوسری تصنیف مہر و ماہ بھی ہے اور اس کی تصنیف گلشن عشق سے تین سال پہلے یعنی ۱۰۶۵ھ میں ہوئی ہے اس کی تصنیف کا شعر ملاحظہ ہو۔

ز ہجرت یکہزار و شصت و پنج است   کزیں غم خانہ غم نامہ طرفہ گل کہست

(میوزیم ص۴۹ ب)

شمع اور پروانہ عاقل خاں کی دوسری تصنیف ہے جس میں پدماوت کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

میں اپنی رائے کے اظہار سے پہلے مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس مضمون کی دیگر فارسی کتابوں کا ذکر اختصار کے ساتھ بیان کروں۔

کنور منوہر اور مدمالتی کے قصہ کو اولاً شیخ منجھن راجگیر نے ہندی میں لکھا تھا اس کے متعلق ہماری کچھ معلومات نہیں ہیں ہم یہ نہیں بیان کر سکتے کہ یہ کون تھے اور انہوں نے کب اس کو لکھا تھا۔ اور اس میں قصہ کی صراحت کس طرح تھی۔

اس کے بعد فارسی میں اس کے متعدد ترجمے ہوئے۔

(۱) سب سے پہلے کسی نامعلوم شخص نے ۱۰۵۹ھ میں کنور منوہر و مدھومالت کے نام سے اس کو منظوم کیا ہے۔ برٹش[۵۱] میوزیم میں اس کے دو نسخے موجود ہیں۔

اس کتاب کے مصنف کے متعلق ریو مصنف کیٹلاگ برٹش میوزیم نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ ایتھے نے بھی کچھ ذکر نہیں کیا ہے۔ اصل مخطوطے سے بھی کچھ واضح نہیں ہوتا۔ البتہ تاریخ تصنیف نظم کی گئی ہے ؎

ہزار و پنج و نہ سال بودہ   کہ ایں نو بادہ نظم والمودہ

مصنف نے ابتدا[۵۲] میں صراحت کی ہے کہ یہ شیخ منجھن کا ترجمہ ہے۔

---

[۵۱] ۳۶۲ اورینٹل اور (۲۲۳۲) اڈیشنل۔

[۵۲] ملاحظہ ہو۔

بطفیل حضرت اولاد آدم   بہمن و ہمت اصحاب اکرم
چناں اندیشہ ہم گشت روشن   کہ بہ سہالت زبان ہندی منجھن
بگویم فارسی در شعر ابیات   دروغ و راست او دانند ابیات
ہزاراں آفریں بر شیخ منجھن   ز شعر ہندوی بود است پر فن

(۲) اس مضمون کی دوسری کتاب عاقل خاں رازی کی مہر و ماہ ہے جس کی تصنیف ۱۰۶۵ھ میں ہوئی ہے۔ انڈیا آفس[۵۱] اور برٹش میوزم[۵۲] میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بوڈلین لائبریری[۵۳] آکسفرڈ اور پیرس[۵۴] میں بھی اس کے نسخے ہیں۔

اس کتاب کے متعلق ایتھے کا نوٹ حسب ذیل ہے۔

"مہر و ماہ یعنی سورج چاند۔ ہندوستانی عشقیہ داستان کنور منوہر اور رانی مدھومالت۔ ۱۰۶۵ھ میں مرتب ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے یہ قدیم ہندی داستان سے اخذ کی گئی ہے جس کو شیخ جمن یا منجھن نے سب سے پہلے ہندی میں لکھا تھا اور جس کا ترجمہ فارسی میں ہوا اس کے دوسرے ترجمے (جس کو عاقل خاں رازی نے کیا تھا) کے بعد نصرتی نے ۱۰۶۸ھ میں دکھنی نظم میں منتقل کیا۔"

---

(۳) اس مضمون کی تیسری فارسی کتاب میکا و منوہر ہے اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس[۵۵] میں موجود ہے اس کا مصنف مادھو داس گجراتی ہے اس کی تصنیف ۱۰۹۸ھ میں ہوئی ہے۔

(۴) انڈیا آفس میں ایک اور کتاب قصہ مدھمالت[۵۶] کے نام سے موجود ہے۔ اس کے متعلق ایتھے نے صراحت کی ہے یہ مہر و ماہ یا منوہر و مدھومالت (جو ۱۰۵۹ھ میں تصنیف ہوئی ہے) سے اخذ کی گئی ہے۔ یہ نثر فارسی میں ہے مصنف وغیرہ کی کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

برٹش میوزیم میں ایک اور فارسی قصہ مہر و ماہ[۵۷] کے نام سے موجود ہے مگر چونکہ اس میں منوہر و

۵۱؎ ۱۲۳۴ ۵۲؎ ۳۰۴۷ اورنٹیل ۵۳؎ ۱۲۴۱ ۵۴؎ ڈی تاسی P 550

۵۵؎ ۸۲۴ ۵۶؎ ۸۰۳ ۵۷؎ ۱۵۰۹۹

مدہالت کا افسانہ نہیں ہے اس لئے اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔
ان کتابوں کے منجملہ ۳ گلشن عشق کے بعد تصنیف ہوئی ہے اور ۴ غیر معروف ہے
اب صرف ۱ اور ۲ زیر بحث ہوتے ہیں۔

خوانی خاں اس کو رازی کی تصنیف (مہر و ماہ) کا ترجمہ بتاتا ہے اور زبیری صرف منوہر اور
مدہالتی کا قصہ بیان کرتا ہے رازی یا اور کسی کا نام نہیں لیتا۔ ایتھے گلشن عشق کو مہر و ماہ پر
مبنی خیال کرتا ہے مگر کوئی قطعی رائے نہیں دی۔

میری رائے میں گلشن عشق صدر الذکر دونوں فارسی کتابوں میں سے کسی کا بھی واقعی ترجمہ
نہیں ہے۔ بلکہ ممکن ہے نصرتی کے صرف پیش نظر یہ کتابیں رہی ہوں اور اسی کے ساتھ
شیخ منجھن کی ہندی بھی۔ میں اپنی رائے کے ثبوت میں امور ذیل کو پیش کرتا ہوں۔

(۱) اگر ہم نصرتی کے قصہ کو مہر و ماہ اور مدہمالت سے ملائیں تو ابتدائی حالت ہر ایک
کے جداگانہ ہیں۔ گو آخر پر نتیجہ ایک ہی برآمد ہوتا ہے مگر ابتدائی قصہ کے مد نظر یہ ہرگز نہیں کہا
جاسکتا کہ گلشن عشق ان کا ترجمہ ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے بالکل علیحدہ افسانہ ہے چنانچہ مہر و ماہ
کے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ہندوستان کا ایک راجہ دھرم نام عدل و انصاف میں مشہور تھا اس کے زمانہ میں ہر شخص
خوش و خرم تھا سوائے عاشق ناشاد کے کسی کا دل رنجیدہ نہیں تھا۔ راجہ کا ایک لڑکا منوہر
نام اپنی خوبیوں کے لحاظ سے اپنا آپ نظیر تھا۔ چونکہ یہ راجہ کا اکلوتا لڑکا تھا اس لئے اس کو
کبھی جدا نہ کرتے ماں باپ دونوں فدا تھے۔ دور دور سے نجومیوں کو طلب کر کے زائچہ دیکھا گیا
ان لوگوں نے سعد و نحس دونو علامتیں دیکھ کر کہنے لگے یہ راجہ نہایت نامور اقبال مند بلند
مرتبہ ہوگا لیکن جب چودہ سال کا ہوگا تو شوریدگی پیدا ہوگی جوگی بنکر جنگل کی راہ لیگا ایک
عرصہ کے بعد یہ حالت ختم ہوگی۔ پانچ سال کی عمر میں اس کی تعلیم شروع ہوئی ہر ایک فن
کے جداگانہ استاد رکھے ہر فن کی تعلیم ہونے لگی جب اس کی عمر دس سال کی ہوئی تو غور مصورتی

میں اور اضافہ ہوا اس کا چہرہ چاند کی طرح منور تھا۔ آنکھ غمزہ کے گھر میں سازش کرنے والی تھیں ہونٹ یاقوت کو شرماتے تھے غرضکہ وہ خوبصورتی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس طرح چودہ سال کی عمر کو پہونچا۔ دن رات عیش وکامرانی میں بسر ہوتی تھی دن عید رات شب برات تھی ایک رات وہ اپنے بالاخانہ پر سو رہا تھا قضا را چند پریاں سیر وتفریح کے لئے نکلی تھیں اور ہر دلکش وپرفضا مقام پر قیام کرتی دنیا کے عجائبات دیکھتی تھیں انھوں نے دیکھا تمام اسباب شادی وطرب جمع ہے اور ایک حسین وخوبصورت جوان محو خواب ہے۔ ہر ایک متحیر ہوکر دیکھنے لگی اور ہر ایک نے اپنی دانش کے موافق اس کے حسن وجمال کی تعریف کی۔ مگر کسی نے "مدمالت" کے حسن کو ترجیح دی۔ آخر تصفیہ ہوا ان دونوں کو مقابل کرکے فیصلہ کیا جائے پریاں منوہر کو سوتے میں لے اڑیں اور مدمالت کے پہلو میں سلا دیا۔ پھر انھوں نے ان دونوں کو اٹھا کر تماشا دیکھنا چاہا "ماہ" (مدمالت) کو اول بیدار کیا گیا وہ اپنے پہلو میں جوان کو پا کر متحیر ہوئی اس کے محل میں داخل ہونے پر جہاں پرندہ بھی بے اجازت پر نہیں مار سکتا تھا تعجب کرنے لگی اپنے ننگ وناموس کا خیال ہوا غیرت سے غصہ آیا۔ چہرہ پر نقاب ڈالی اور پریوں نے سلا دیا۔ اس کے بعد منوہر کو بیدار کیا گیا وہ بھی متحیر ہوا۔ (اس کے متعلق طویل تفصیل ہے) پھر ماہ بھی بیدار ہوئی۔ دونوں کا آپس میں سوال وجواب ہوا اپنے اپنے حالات بیان کئے لطف صحبت سے مسرور ہوئے اسی حال میں سحر کی سپیدی ظاہر ہوئی دونوں محو خواب ہوگئے پریوں نے منوہر کو اس کے محل میں واپس لایا۔ صبح منوہر بیدار ہوا معشوق کو نہ پایا۔ حالت دگرگوں ہوئی عشق نے مجنوں بنایا۔ راجہ کا وزیر سورج بھان آیا نصیحت اور پند کی کچھ اثر نہ ہوا۔ اور ادھر مدمالت کی بھی حالت ہوئی۔ کنیزوں نے جب مجنوں کی سی حالت دیکھی تو اس کی ماں کو خبر کی۔

منوہر کا جوش جنوں زیادہ ہوا آوارگی اختیار کی دشت نوردی شروع ہوئی اسی حالت میں ایک مدت کے بعد مدمالت سے ملاقات ہوئی تھا مقصود سے ہمکنار ہوا آخر مقصود حاصل ہوا کامیابی سے وطن آیا۔

یہ ہے مختصر خلاصہ مہر و ماہ کا اس کے برخلاف "مدھو مالتی" کے قصہ کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔
شہر کنگر کا راجہ سورج بھان نام بڑا مشہور راجہ تھا۔ اس کی رانی کنولا نام خوبصورت تھی
ان کو لڑکے کی تمنا تھی مگر کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی۔ آخر کار مدت دراز کے بعد لڑکا تولد ہوا۔
جو حسن و جمال میں یکتائے زمانہ تھا نجومیوں نے زائچہ دیکھا کنور منوہر نام تجویز ہوا اور حکم لگایا
گیا کہ جب پندرہ سال کا ہو گا تو جوگی بنکر شہر بہ شہر گردش کرے گا ایک سال میں یہ زمانہ ختم
ہو گا اس کے بعد واپس آکر کامیابی سے راج کرے گا۔

ماں باپ نے ناز و نعمت سے منوہر کی پرورش کی پانچ سال کی عمر میں تعلیم شروع ہوئی
کچھ عرصہ کے بعد جب اس نے اپنی تعلیم ختم کر لی تو راجہ نے رانی کے مشورہ سے منوہر کو راج
سپرد کر دیا۔ تاج سر پر رکھا گیا۔ تین سال تک اس نے راج کیا جب پندرہ سال کی عمر ہوئی
ایک رات مجلس طرب قائم کی منوہر کا باپ سورج بھان اور تمام ارکان دولت حاضر تھے۔
ہر قسم کے موسیقی کا سامان فراہم تھا۔ آدھی رات کو مجلس برخاست ہوئی منوہر اپنے محل کو واپس
آیا بالاخانہ پر استراحت کیا۔ پریوں کا تخت آیا۔ اس کے بعد یہ داستان مہر و ماہ کے ہم مضمون
ہو گئی ہے۔

ان دونوں کے قصوں کو گلشن عشق کے قصہ سے ملایا جائے جس کی تفصیل اوپر صراحت
ہو چکی ہے تو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ داستان اپنے مضمون کے لحاظ سے ایک حد تک
جداگانہ ہے۔

(ب) نصرتی نے اپنے کلام میں کہیں یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ اس نے کسی خاص فارسی
قصہ سے اس کو ترجمہ کیا ہے اس خصوص میں جو اشعار گلشن عشق میں آتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

میری طبع کی تیز تازی کی تین	یوں سون کر نہایا بازی کی تین
ہر اک داستان بوستان	ہر یک بیت ہر یک محل جا نشین
معانی کی صورت کی ہے آرسی	کہیا شعر دکھن کون جون فارسی

فصاحت میں کر فارسی خوش کلام | دہر سے فخر ہندی بچن پہ مدام
دگر شعر ہندی کی بازی ہنر | شکستیں ہیں لیا فارسی میں سنوار
میں اس دو ہنر کے خلاصہ کوں پا | کہیا شعر اپس دو نو فن ملا
دیویں داد سن فارسی شعر دان | جو ہندی سنی ہے کہیں ل سون تان
آ دیکھا اگر ہو حسد سون کباب | رکھی بول اتنا جو دکھنی کتاب

(ص ۱۵۲ از انڈیا آفس)

اگرچہ شعر نمبر ۱ اور ۳ سے ضرور شبہ ہوتا ہے کہ نصرتی نے فارسی سے ترجمہ کیا ہے مگر شعر نمبر ۲ و ۵ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہندی اور فارسی دونو کتابوں کو پیش نظر رکھ کر تصنیف کی گئی ہے خصوصاً شعر ۵ سے صاف طور پر واضح ہے کہ دو ہنر (فارسی اور ہندی) کے خلاصہ سے اس کو مرتب کیا گیا ہے۔

(ج) نصرتی کے ہم عصر ما قبل اور ما بعد جن شعرا نے اپنی تصنیف فارسی سے ترجمہ کی ہیں ان کو اصل فارسی سے مقابلہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ اسی فارسی کا ترجمہ ہے مثلاً خاور نامہ طوطی نامہ سیف الملوک و بدیع الجمال منطق الطیر، روضۃ الشہدا وغیرہ وغیرہ اگرچہ ان میں بھی بہت کچھ کمی و بیشی ہوئی ہے پر یہں ہم اگر فارسی سے ان کا مقابلہ کریں تو ضرور کہنا پڑے گا کہ یہ اسی کا ترجمہ ہے۔ اس کے برخلاف گلشن عشق کی یہ حالت نہیں ہے۔ میری رائے کی تائید مولانا باقر آگاہ کے خیال سے بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کو مہر و ماہ کا ترجمہ خیال نہیں کرتے بلکہ مستقل تصنیف تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی مثنوی گلزار عشق کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"تعصب کو ایک طرف رکھ کر سب کلیات سودا کو بغور ملاحظہ کرکے انتخاب کرے اور ان سبھوں کو یک داستان گلشن عشق یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے تا انداز سے اس کی اور اس کی بوافقی واقف ہوئے۔

سودا کو چھوڑ دے جس شاعر فارسی گو سے چاہے خواہ قصائد میں خواہ مثنوی میں اسے موازنہ میں لاوے بالفعل بہی مہر و ماہ یکتائے فن طرازی عاقل خاں رازی کے تین قصہ منوہر و مدمالتی کا گلشن عشق سے مواجہ کر دیکھئے تا معنی مثل دکھنی کے ہات کنگن کو آرسی کیا کا خوب سمجھیے''

یہاں اب خود فارسی کتابوں سے گلشن عشق کا مقابلہ پیش کیا جاتا ہے جس سے ہمارے بیان کی مزید توثیق ہو سکتی ہے۔

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالتی
سودیسی سعادت بھری وقت پر	چو یکتا دید در خوبی و جوہر	حکیم و ہم منجم گشت حاضر
تولد ہوا شاہ کے گھر کنور	پدر بنہاد نام او منوہر	شدند ہر یک برو خورشید خاطر
سمجھنے منجم گھری مہورت سب	بلفظ ہندوی کو بتی منوہر	بدیدند طالع مسعود بودش
سہیلیاں جو سب تیاں تہاں ہر ہر سو	بود در فارسی معنیش دلبر	برآمد اختر دولت ز نورش
بجایاں جو سب جلد اوسی وقت جب	جہانش سپہان نازنین بود	نہادند نام او کنور منوہر
لئی لگ منجم وصی پلکوں تب	بلی سرمایہ عمرش ہمین بود	شد اندر جہان از حشمتش اظہر
سکیاں دیکتے ہیں تول سور کوں	نمیکردی ز جود یکدم جدائش	خبر دادند کارش را ز انجام
انکھیاں سب کیاں موچی کیاں نور سوں	پدر چون مادران بود فدائش	چہ از دولت چہ از ملکت چہ از نام
کیا نور تج حلب میں ایسا جھلک	بہر جا بود از ارباب تنجیم	شود چون پانزدہ سالہ منوہر
رھیا ہو کہ ظلمات چوتھا فلک	فراہم امد از اطراف اقلیم	خلش شخصی بود در سینہ اظہر
کمے وقت کوں جب دیکھیاں ہوش پا	ہمہ عقل و نظر بیوند کردند	شود جوگی بہر جانب بگردد
سئیاں کر کہ چوکی رتن رھنا	نظر بر طالع فرزند کردند	کہ تا یک سال بہر او بگردد
....	یکی کردہ نظر بر اختر او	چو بعد از سیر آید سوی خانہ

گلشن عشق	مہر و ماہ	مثنوی مہر و ماہ
پچھیں شاہ آکے مجلس طرف	ز گردون تا چہ آید بر سر او	بدست آرد ہمان مطلب زمانہ
بلایا نکے سب نجومیان کے صف	یکی در طالع او دوربین بود	
جو تھے اس میں تہا نانون جس کن ہنر	کہ با طالع فراسش خوش نصیب بود	
بیٹھے جل اتھا نیچ پستک پرات	یکی بگرفتہ ازآتش حسابے	
کہا خوب تر دھر اپس منکون ٹھانو	یکی در فال بگشودہ کتابے	
کہوں شاہزادے کیوں یک نیک نام	یکی بنشستہ اصطرلاب در دست	
پچھیں خوب تقویم پر دھر نظر	یکی تا ساعت مولود پیوست	
لکھیا انکچھ دھر چشم کا پتر	بچشم دوربین و ذہن چالاک	
دیکھیا اس شبہکی اوکن تد ہات	نظر کردہ بگردشہای افلاک	
کتاباں پریاں اپنی فنکے آن	علامتہای سعد و نحس دیدند	
وکلیا سیتہ عرفا تکے دھر نظر	رقم بر صفحہ طالع کشیدند	
پرکھیا نانون اس کا سو مہر کنور	ہمہ پیش آمدش معلوم کردند	
پچھیں اسکے طالع دیکھیا کر خیال	باسمش نیز آنچہ مرقوم کردند	
ہوا خوش سیچ بخت میں بیشال	کہ این فرزند گردد وراہی رایان	
تو ہی بخت کا اس ستارا دسیا	بود در طالعش شاہی نمایان	
شہی چتر کا صورت ہارا دسیا	بود در عرصہ گیتی بسے سال	
سبھی مان لوکھنڈ کی راج سب	بتخت خویشتن با بخت و اقبال	
دیونگی رعیت تمن باج سب	ولی چون پا نہد در چاردہ سال	
کریگا جہان زیر شمشیر سون	کند شوریدگی پیدا در احوال	
پھرا دی فلک تین جو پیچ پھیر سون		

گلشن عشق

خوشی اسکے عدالت کیری دور میں
اوبھی نہ حال یک رتی چور میں

....

اتہاکرچہ ہمش یوں بختور
پہ اس دیس آیا اٹل یک خطر
کہ چو دا برس دیس یکباس ہوئی
خطر ہو نہار تب اس پاس ہوئی
اوچاوی خطرات بلا کی جو دھول
چلے اڑکہ یو باغ تا ہی نہی پھول
بہر بکا سونچان سوں کہی ملک پر
بہولینگے خوشی اس روپ پر کہی بہتر
بری کی ہپت کی کھنیری زوال
بہراونیکی اس کل کون کہلا کہ جال
سلامت ولی بسیکے ہاتان نہی بھیر
بہرآدی ملو پرورندہ اس بنکے دھیر
ولیکن سوھی لادوا یو بلا
کریگی سو مہر حال ایسے مبتلا

سخنور بچن بحر کا دیدبان
کری یوں حکایت کی کشتی روان

مہر و ماہ

بماہ یازدہ از سال مذکور
بتاریخ نہم از ماہ مسطور
شود چوکی وخاکستر بنالد
بدشت محنت و غربت بگعالد
ولیکن ختم کارش خیر گردد
چو سیر از محنت و از سیر گردد
چو طالع نامہ او را پدر خواند
غبار راہ او از کرنہ بنشاند

کہوں رہبان اس دیر بلا نہر
چو شد افسانہ را افسون نہر

منوہر و مدمالت

چو بشنید این نصیحت را منوہر
بخاک آلودہ روی تن منوہر

گلشن عشق

مغنی و رقاص کن کہان کی
انجھیں روح پرور خوش الحان کے

مہر و ماہ

....

کہن راوی چنین کرده روایت
که چون در سر مہر افراشت رایت
کشتہاے معمور از ذخیرہ
شده دریا جزیره در جزیره

منوہر و مدمالت

دریغ از آشنا قضای آسمانی
مخالفت باولی شد ناگہانی

طوفان سے کشتی کا غرق ہونا

سخن دان صاحب خرد باستان
کہے کھول یون غم بہری داستان
جو عاشق کے ملک او جہازان کا صفت
چلیا تہا جو انکی سمجہین یکطرف
قضا اللہ یک ناگہان کہین سون آ
جہازان کون سب مار ہچی بلا
سمندر کیری انت نہی تا اکاس
بلند سد باندی کیا اس پاس
کنولین جگہہ اسکے پانی اوبچ
رہیا سو نہین جاسکیا ایک برج
بندی سے سکے چار و طرف تہی نظر
رہیا بیٹھ پنجر دیکھتا تل او پر

ایضاً

چنین رفت تقدیر الہی
که گردد کشتی عاشق تباہی
نشیند در محیط آشنائی
خورد صد موج خون از نو قاسے
گہی در آب حیرت میشود غرق
گہی غیرت اوبہ کشتش برق
بدریا چاسشن در کام نہنگ است
بصحرا ہمرہش فیل و پلنگ است

....

بہر سوی جہاز و شده تباہی
قضا را غرق شد کشتی تباہی
بہر جا موجہ طوفان عشق است
سزاوار نثاران عشق است

ایضاً

بہ کشتی میان موج افتاد
ہمہ لشکر دران گرداب افتاد
فرو رفتند در گرداب آن موج
منوہر ہم بغلطان رفت در موج
خدا را یاد میکرد و ہمی رفت
بجز نام خدا دیگر نمی گفت
کہ ناگہ در میان موج انجا
منوہر یافت تختہ محکم انجا
بآخر چند بدست در کنارہ
رسیدہ بادلی جان پارہ پارہ
ازانجا دید یاد از آشنائی
نہ مردم دید نہ آباد جائی

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
دیکہت ڈنگ ھو بولی کہ یو اوٹ سا	منوہر ماند بر یک تختہ تنہا	
ھمن کیا جو پیرا پر یا کوٹ سا	صدف شد تختہ او لولوی لالا	
....	باخر کرد عشق دلبندش	
چار صفحہ اشعار آنے کے بعد	دران بحر ہوا دش تختہ بندش	
پودیسی ہیں لٹ پٹ ھو تختہ پکر	....	
بہتا چیپ چلیا موج سون تس پچہ	چند شعر کے بعد	
ترن کاں ہیں کہیں دو بتا نہرتا	زموج آن تختہ چون آمد بساحل	
کہیں نبٹ چلتا کہیں پیرتا	بساحل کرد منزل مہر سدل	
کتے دن تلک جو یہ لی رنج سوں	بصد سرگشتگی مہر جہان تاب	
سو کرتا اپس بخت پر آب روں	بوقت شام آمد بر لب آب	
سلامت سوں دریا کناری لگیا	بہر سو رو نہادی مست و شیدا	
پہر امید کی رہ منجہار ہی لگیا	بگشتی تاکہ کوی دوست پیدا	
ھوا جون دو دریا کی آفت تہی پار		
ھزاران کیا شکر پروردگار		
بعد کامیابی واپسی کا ذکر	"	" بلا عنوان
پراگندہ خوبیاں کی در خوشاب	حدیث آغاز این افسانہ راز	چو چندی بعد شادی در گذشتہ
ملالیاں کی کہی سب سب انتخاب	چنین کرد در انجامش سخن ساز	وطن در خاطر ہر دو گذشتہ

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
دونو شاہزادی دونو ماہ رو	کہ مہر و ماہ چون گشتند ہمدوش	بہ پیش رای چترسین رفتند
خوشی سون رضا لی چلی ملکہ تو	زہرہ مشتری ہمید ہم آغوش	ز طلب رفتن یاد اظہار کردند
مرتب کرنہار مالا رتن	ہم یکجا چو ہان عیش کرد	چو دل رخصت یافتند آن ہر دو کنور
کیا ہے دو یون نظم نیری بکھن	دین انکہ یاد ملک و جنس کرد	روان گشتند بملک خویش با فر
جو منہر کنور عاشق بختور	در آنجا ہم مست نو د بیہوش	———
چندرسین صبا رفا خوش سیر	ولی حب الوطن امر است دلکش	یہان عنوان ختم ہوتا ہے
....	....	....
دونو شاہزادیانکی دل دہرا و چاٹ	اجازت داد بکرم رای ہمہ را	
دیکھن درس ماباپ ہور راج پاٹ	کہ تا سازد سور (؟) وست دو رار (؟)	
چونکہ چنپکا میں دہرما ج نر	نمودہ ہر یکی تو دلیع داماد	منوہر ہم با استقبال رفتہ
کیا تہا چندرسین کا کاج کر	کہ تا سازند ملک خویش آباد	قدم بوسی پدر مادر گرفتہ
جو منہر کنور صاحب اشتیاق	سر انجام سفر شاہانہ کردہ	پدر مادر بنازشش بگرفتند
اول سو رہل سات کر اتفاق	مقیما را زغم دیوانہ کردہ	بصد نازش کنارہ در گرفتند
رضا ملکہ دہرا اپنی جانی سنگی	منوہر بعد از چند ماہے	....
بنیان کون سنگاتی سجانی سنگی	بملک خویش پیدا رہا ہے	بحمد اللہ مرادش گشت حاصل
اتہا راج کو ہی دن جو خوش باغ باغ	....	ز مادر و پدر گردید واصل
پوسن بات ہو کر بنیت داغ داغ	پدر شد مال ہالی و موالے	———
قبیلے سون کئی دیس دلگیر ہو	باستقبال ان اقبال عالی	
پہر اس بات پر یا ج تدبیر ہو	رسید از راہ مہر عالم افروز	
	بپای والدین افتاد از سوز	

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
جہاں لگ اسے تعریف بے شمار	....	
دھرا سے ازو سماں دریا کنار	بچشم دل رخ دلخواہ دیدند	
....	رخ مہ ہم منور ماہ دیدند	
لگیا راج رانی بری شوق سوں		
کنور سات ملنے چلے شوق سوں		
....		
نپٹ سوں چھپائی بناتیں چنچل		
پچھے بانگ کی چھال و سوں او ٹلیں		

اس اقتباس اور نظیرہ کے مدِ نظر یہ رائے ہے کہ گلشن عشق نہ تو مہر و ماہ کا کامل ترجمہ ہے اور نہ مدمالت کا، ہاں یہ قرینِ قیاس ہے کہ یہ دونوں نصرتی کے پیشِ نظر رہی ہوں۔

گلشن عشق کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد، کتب خانہ سالارجنگ، انجمن ترقی اردو، کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب وغیرہ میں موجود ہے۔ ایک باتصویر نسخہ برٹش میوزیم میں بھی ہے۔

علی نامہ

یورپ میں اس کے دو نسخے ہیں۔

(۱) انڈیا آفس ([illegible]) ورق (۲۱۹) سطر (۱۳) سائز ۱۰ × ۶ ۳/۴ خط نسخ

(۲) برٹش میوزیم ([illegible]) ورق (۲۲۲) سطر ۱۳ سائز ۹ × ۵ ۳/۴ خط نسخ

بلوم ہارٹ کی توضیح کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"یہ ایک مثنوی ہے جس کے درمیان قصائد بھی مذکور ہیں۔ اس مثنوی میں علی عادل شاہ ثانی بیجاپور کی سوانح بیان کی گئی ہے۔ اسٹوارٹ نے غلطی سے علی عادل شاہ اول لکھا ہے۔ اس کی تصنیف سنہ ۱۰۷۱ھ میں ہوئی ہے۔ اس کا مصنف نصرتی ہے جس کی ایک دوسری تصنیف گلشن عشق ہے۔"

جیسا کہ مذکور ہوا ہے یہ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں موجود ہے اس کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"علی عادل شاہ بیجاپور کے جنگی اور تاریخی حالات جو تقریباً سنہ ۱۵۵۶ء میں تخت بیجاپور پر بیٹھا تھا۔ اس کا مصنف نصرتی ہے جو ایک دکنی شاعر تھا۔"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں علی نامہ شریک نہیں ہے اس لئے اس نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

اس کی سنہ تصنیف کے متعلق بلوم ہارٹ نے غلطی کی ہے کیونکہ اس کی تصنیف سنہ ۱۰۷۱ھ میں نہیں ہوئی ہے بلکہ سنہ ۱۰۷۶ھ میں ہوئی ہے۔ اس کے ثبوت میں دو اندرونی گواہیاں ہیں۔

(الف) اس میں مالناڑ کی فتح کا قصیدہ شامل ہے جو فتح سنہ ۱۰۷۲ھ میں ہوئی۔ چونکہ اس

سے واضح ہو سکتا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۰۷۰ھ میں نہیں قرار دی جا سکتی۔

(ب) برٹش میوزیم کے نسخے سے جو علی نامہ کے موجودہ مخطوطات سے صحیح تر کہا جا سکتا ہے سنہ تصنیف ۱۰۷۶ھ واضح ہوتا ہے۔

لکھیا سنہ کا میں جس جو یو کرا دس	ہزار یک ہو ستر پہ تھے چھ برس

(ص ۲۱۶ ب)

علی نامہ سے بھی نصرتی کے حالات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے اس کے، دوست و احباب کا پتہ چلتا ہے جو سب کے سب بیجاپور کے مشاہیر علما و فضلا تھے۔

علی نامہ بھی ایک مثنوی ہے مگر درمیان میں قصائد بھی آ گئے ہیں۔ اس میں حسب رواج اول حمد ہے اس کے بعد مناجات پھر نعت پھر معراج کا ذکر اس کے بعد منقبت پھر بادشاہ کی مدح۔ اس کے بعد وجہ تالیف اس کے بعد بادشاہ کی تخت نشینی سے اس کے حالات شروع ہوتے ہیں۔

اس مثنوی کے عنوانات بھی شعر میں ہیں، حمد کی سرخی۔

حمد اول ہے خدا کا جنے روز اول	دیا ہے ہمت مردان کوں جو توفیق سو ول
رکھیا اس نامہ نامی کا علی نامہ ناوں	تا ہم جنگ یو زمانی کی کتی ہوسے ہیکل

حمد و نعت کے ابتدائی اور آخری :—

سراتا سر ہی آدمی سکت دار کوں	کہ آدھار بھی ان نر ہا دہار کوں

تیری لک صفت تے ہنو یک رتی	کرے توں مناجات انا نصرتی

نہیں اسے شہنشاہ دنیا و دین	شجاعت کی بھی صفت کا کرسی نشین

کہوں کہول گفتار وس راج کی | اتھی رات اجنک جو معراج کی

بادشاہ کی مدح کا اول اور آخر شعر:—

دیکھا تون اتا مدح شاہ زمان | کہ ثانی سکندر ہے صاحبقران

سنو نہیں پڑیا اک یو نامہ عجب | سخن نظم کرنے کا اول سبب

مثنوی علی نامہ سے جنگ کے حالات درج کیے جاتے ہیں:—

چلیا دہم پہ دہم ات مہتک ہور حشم | ہوئی آسمان ہور زمیں پیش و کم

لگیا آپ دوسنی کہنسی جا زمیں | ہوا کون ہوا جسم پیدا یقیں

بڑہی تول رنگس تسکی ہوئی فوج پس | اوک لوٹتے ہیں جون ہوی خار و خس

سپہدار بیزار ہیں گز کون کہال | کہا تسکی لشکر پہ پونڈہر تی ہال

مقابل ہیں پیلیچ یون مار کوٹ | ستی پارہ ہر تن کی اعضا ہیں ہو ٹوٹ

جدھر تی منکیں ساند آتی تمام | اپڑ دہ پیچ جایو کریں قتل عام

زمیں لہوتی جھگڑیاں تی سیراب ہوئی | اگتے بہر ندیاں سجر تو تنا ہوئی

دی خوص یون لہو کی کٹھیاں پہ بہور | گلیاں کی نکل آئی کنکریاں تی موڑ

سکہر کی جسی آب و تاب آ لگی | لگی اک پانی دیکہت تکپکی

کیا تہا جو جس سر پر تیغ آب | ڈوبی غوط بہو دیکہت سر آب

اوک دہنکران دہم سون ہاندی چلے | کشتان رجکہ پر کی دہاندہی چلی

سلح غول کہچی و بہالا ہتیار | شترک رنگ و کج کہا و لوڈر کی تتار

ملی واری پیادی چلی دل بہچن | بکتر ہات گردی سو تازی دو دن

تفنگی فرنگی ہور انگریزیان
کتی ارمنی کئی و لندیزیان

کتاری کریان کی کیتی دل چلی
علم ہات لیلیکہ ماندل چلے

چلی ہیل کشتیان کی دہر دہر کمان
چلی کوندڈو کولیاتے ہہاتیان کون تان

ہریک فوج کون اپنی بازو قوی
ولی ہر بندی پر بلا یک نوی

دسنت کون تو کئی بار بل یک دسین
یکایک تن جدا صف پہ پہٹک دسین

برستی تہی یو فوج یک جس پہ وار
ہریک چلکتی تیغ تہی تازی ہزار

چوانا کی تن پر جہوما جہوم میں
لگی زخم کارتی دوتا دوم میں

سلحپوش تس دل کتا کالا ابہال
برسنی لگیا لہو کا برسات لال

اندیشی تی انگیز اوکہ سخت کام
دیا تہا الپس خوب چہرتی تمام

قیامت غنمان پہ قائم دسے
علامت قیامت کے سالم دسے

تہی ہت پکڑ شور کا سلسلہ
اوچایا سرب دل میں یک زلزلہ

اندوسون چلیا فوج کرتا تلف
سنستان سون ہالنے لگیا صف بصف

چشم پائون تل کیچ کی تہانل کے راس
سشپرنی تہی ہر ڈوک میں آتشیاس

خندق بحر و بر جان مناز سے دسیں
سکندر کے پتلی پہاری دسین

مخالف کے کشتی جو برگشتہ بخت
پڑی اس طرف آتیا ہی ہو سخت

دسی ہر پہرا تا جہٹکیا سو ہات
کر ادریچ ہویہان تو ہی جیو بیہ کہات

کہی دیکہ بیتوی کون جس برج ہی
جو پنجر سی سدیا جم رج ہی

نشانان و چھتریان پنکھی سون اپار　　کہی فوج کون قطعہ نو نہار

شہنشہ نظر میں بولیا سب حشم　　لڑائی کی جا کی سمج پیش کم

اینو میں بی تجویز سون چہانٹ چہانٹ　　رکہی کوٹ در بینو نی بہانجان بہ بانٹ

دسی پانی دل بہر کہ مرجا نمین یون　　پڑہی ہت میں چھتیا او بلتیان بہی جون

لڑاقی و لڑنی انکی ہو سکہ بد　　پیادیان کون دیتی وزیران مدد

نقاری ہر یک ٹہار بجنی لگے　　جتی بہیر و کرنی گر جنی لگی

لی آئی لڑائی پہ ہر دو ہنک کون　　تراقی تفری و رن سنک کون

پیادی دی مار سا ندن لگے　　سواران بہری دل کی باندن لگے

کہی کوٹ دار و سون موت آک کی　　رکہی مار جا کا پکڑ لاک سکے

چوتھی بینیت او سس کوٹ کے بنیت ہیں　　چوٹیا لوک سب کوٹ ہور بیت میں

سر افراز خان اتہا سو ہوا استوار　　کہڑ ابینیت انکی آپس پچکہ بہار

ہمی ہم کہڑی آ پشانان کہری　　چوری پچ سون پہ چوٹ ہو بکتری

تیرانداز سون سانک ڈالیان کا ہم　　نہ دیوین سانک تیران تی کم

شتر بان و ہتیال دی موں پہ آن　　بچی لیا انکی تیر ہور ام بان

تلک یک غلولا ہو شرزی کی فوج　　غنیمان پہ دیتن مارنی آتی فوج

دیکہیں لک دونو دل میانی کہن　　سکلنی پہ ہوئی یک یلا کے اگن

اوٹہیا ات شہ انکہ باتان تی شور　　تڑپان بہوئیں پہ بجلیا بجک در سون زور

جمیا سخت پہر بارتی یون دہوان　　کنوانا کیا کوئی کہتر ہی آسمان

بہتی یک کی ہو فرنگیان ہزار　　کیان کولسی کون فلک کی انکار

سو بج کرم ہوسے لیکہ کنجی کا روپ　　ڈہل ڈہلہ لارس کیے جا کا بہ دہوپ

نکالا کہ چلی یون غلولی کہین | کہ بارہی میں پیسی کہی سب اگن
دہوان کرڈ دہون اوس کا تہا دہوت | ہوئی یوند شبنم کی کو بیان سکت
کہی یک بہ یک تیر تون جلدہ ریز | سئی نوک سوفار پیکان تیز

علی نامہ میں مثنوی کے ساتھ نصرتی کے سات قصیدے بھی ہیں ان میں پہلا قصیدہ پنالہ کی فتح کا ہے جو سنہ ۱۰۶۹ھ میں ہوئی تھی۔

پنالہ ایک پہاڑی قلعہ کا نام ہے۔ جو پونہ اور بیجاپور کی سرحد پر واقع تھا۔ بیجاپور کے سپہ سالار افضل خاں کو جب سیواجی نے مکاری اور دہوکہ سے قتل کر دیا تو علی عادل شاہ نے اس کے قلع قمع کے لئے ایک زبردست لشکر کی روانگی ضروری تصور کی اور اس کی سرکردگی جوہر کے سپرد ہوئی یہ حال میں اپنی بغاوت سے باز آکر عفو تقصیر کا ملتجی تہا۔ علی عادل شاہ نے اپنے رحم سے اس کی خطا کو معاف کر کے صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور سیواجی سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔

سیواجی ایسے بڑے لشکر سے مقابلہ کی تاب نہ لا کر ایک مستحکم پہاڑی قلعہ میں جو پنالہ سے موسوم تہا محصور ہو گیا۔ مگر صلابت خاں کو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے نرم کر کے ملا لیا اس طرح دونو شیر و شکر ہو گئے۔

بادشاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ سخت برافروختہ ہوا خود بہ نفس نفیس اس مہم کے لئے روانہ ہوا جب سیواجی خود بادشاہ کے آنے کی خبر سنی تو قلعہ پنالہ کو چھوڑ کر بھاگ گیا اس طرح علی عادل شاہ کا بلا کسی مزاحمت کے قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔

سیواجی کسی طرف پہاڑوں میں چلا گیا چونکہ فوج کو اس کا کچھ سراغ نہ چلا اس لئے بادشاہ بیجاپور کو واپس ہوا۔

پنالہ کا قلعہ نہایت مستحکم تہا اس پر قبضہ ہونا ایک بڑی بھاری فتح تھی۔ اگرچہ جنگ کی نوبت

نہیں آئی مگر پھر بھی ایک دشوار گزار اور سنگلاخ قلعہ کا دشمن کے قبضہ سے نکل جانا اور پھر دشمن کا روپوش ہو جانا فتح سے کم نہیں تھا۔

نصرتی کا پہلا قصیدہ اسی فتح کی مبارک باد اور اس کے پورے حالات تاریخی پر مشتمل ہے اس کے (۱۵۵) شعر ہیں۔

قصیدہ کو وہ بادشاہ کی مدح سے شروع کرتا ہے پھر سیواجی کے نالائقی کا اظہار کر کے اس کے حملہ کرنے اور سلطان کے متوجہ ہونے کا بیان ہے۔ صلابت خاں کے جنگ کے حالات بیان کرتا۔ فوج کی بہادری اور جانبازی کی داد دیتا ہے اس کے بعد خود بنفس نفیس بادشاہ کا روانہ ہونا۔ سیواجی کا فرار ہو جانا مذکور ہے۔ پھر وہ بادشاہ کو مبارک باد دیتا ہے آخر پر مدح سرائی کے بعد دعا پر اپنے قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

قصیدے میں دو مطلع ہیں۔ تمہید ملاحظہ ہو۔

جب تے جھلک دیکھا اوک سورج تیری تروار کا
تب تے لگیا تھر کانپنی ہو کر عرق یکبار کا

کوئی بند جو تیری کھرک کی پانی تے دریا سر چڑھے
کہا جوش اوک یک تیر سے تختہ اکھنڈ یک کار کا

کس میں تو طالع کے قوی جم تے اوک جم جم دسے
جس میں تو عالم گیر ہو آیا سکندر سار کا

نو شعر کے بعد دوسرا مطلع آتا ہے۔

اے شاہ عادل تون علی صاحب ہے سپہ سار کا
کفار بھن جگ تمہیں نے سو کوئی تیغ سار کا

اسی کے ساتھ گریز کر کے سیواجی کے متعلق اظہار خیال کرتا ہے۔

یک سال او باغی سیوا جگ میں شطت پیدا کیا
ہے طفل مکتب مکر میں شیطان جس مکار کا

جیسے موچھے شیطان کوں فنکی سکار آئین کرے
ابلیس کوں تس حکم میں چوں چل تر کی کار کا

کوئی کھیل اس سعباز نے کھیلیا ہے بازی کے بن
گویا فلک کھکول ہے سادیا اسی خیار کا

روبہ لی کام پن شیر کٹھا دیں دغا سوں گر میں
دل کا تو کیدر تے کچا پن سوں سے کفار کا

قلعہ کی کے متعلق دیتا ہے:—

تھا یکہ جو جگ میں سب اوگڑ مِنالی کا بلند
تھمنی دہرت لنگرہے ہوا نیر کون تہا تب آ دہار کا

دوری کی پس پہیری ہیں ہوئی منکل زحل کا کہ لنگ
سٹتا ہے تیری نعل وہاں چند ر سمک نثار کا

بیت الشرف سون سور کی دہرتا ہمی نت ہمسایگی
مریخ سون اوس مادہنی دعویٰ دہرے حقدار کا

کمتر یکی تس زحل منگتا ہے روشن نا یکے
چندر ہلالی جون سدا ہر نس ہتے تس دربار کا

جس تسرے حشم کا شب نویس اکثر عطارد کا سگا
جس کا النگے نت دہری زہرا سون ناتا یار کا

صلابت خاں کا سپہ سالار مقرر کیا جانا۔

درج عقیدت کا ادک شہ پاک جوہر جان اوسے
کینے صلابت خان خطاب اوس نامور صفدار کا

جون شہ ٹہبے معتا و سون کیتے عطا سرشکری
ہر ایک وزیر آتس ملیا نامی جو تہا تر وار کا

فوج کا لڑنے کے لئے جانا اور سیوا جی سے لڑائی کا ہونا۔

جب فل علی کا لے چلیا و ہمسون سپہ لار او
دہن تس صلابت نے قدم کہتا چلیا مردار کا

مردانگی میدان پر تو اونے رہ سکیا باغی دلی
لشکر تلین سنگر چڑ یا جن لوگ سبے پرکار کا

میدان خالی جان تلک ڈیکہی سو وہاں لگ ڈہم گئے
سارے وزیران ہور جتا لشکر سپہ لار کا

رگڑے میں جہگر سے بیج تپیا چوندھر تی آیون کر برپا
سنیڑی تو جگ میانی اجل پاوی سبب آزار کا

گویان تفنگان آیرین پہوریان ہر بار میں
بہار ہی تلخ کے بہار تے تہا زیر تیران بار کا

ہوئی زمیں پاتال لگ برجان فلک کی دندنی
مارا فرنگیاں تیں ہوا گویان کے جب سنگار کا

پاتال تے پانی ابل نکلیا زمیں سب گرم ہو
دار و کی اَت بہار تے جون ہتون پر سیا نار کا

چوندہی وزیران ڈے ایک جون گڑا پر کوندہی اسی
کیتی تلیں کی فوج پر دُمیں وہاں تے دہم ملغار کا

گرزان سون مہرے یہان یوں کیتے پراگندہ دسن
گوپن کا جون لکتیں بہتر ہٹا ہج حقہ نار کا

لاگے تیر کا ضرب سو تفراخ اجل کے ہات کی
جگی کہی تے کم نہ تھا دہکا گرز کی مار کا

سنگسار لائق کوں سٹے تیراں سوں تیراں نبار کر | بھوکے جھیاں پرچھیاں اسٹے بسکوں سزا تھا وار کا

مرنیاں کے لہو کی بحر نے دھرتے پو جب بھرتی دھریا | جنیاں پوٹ پڑتی لگیا ڈونگر ہو ڈونگر لہار کا

پھر فوج اس طوفان میں چڑتا تو کشتی موج او | ہر دم کنکن پرچوہی پر کرتا پنکھا اوزار سکا

لوٹا نکے مچھلیاں پرزرہ جالے دسیت ہٹر دوہ میں | تہاکل کی ڈوری کے بمن تاگا سو ہر تہ نار کا

چلنیاں سے ان کیاں تیر تے دستیاں کنوں کہے پھول سیاں | پنجہ چیر چڑیا سو ونڈ تھا ہر تس ڈھنڈ لکے سار کا

ویدہی کھیرے جا جنگل مہرے سلیمانی دھریا | سنگ بہو دی ہو دلان دامن بھریا کہسار کا

سیواجی جب عاجز ہو گیا تو قلعہ پنالہ میں قلعہ بند ہو گیا اور اپنے مشہور لکر سے صلابت خاں کو بھی ملالیا اور دونوں شیر و شکر ہو گئے۔ بادشاہ کو جب اطلاع ہوئی تو خود لشکر لے کر روانہ ہوتا ہے۔

لشکر کی جم تے کم نہیں شہ کے وزیراں کا کٹک | آصف کی صفتے ہے ادک حملہ ہر یک سردار کا

بنیں پو شہ کی فوج کی جس کی ملائک پیشرو | دیدار بہشتی یان ہے جم جم ادک کردار کا

اس فوج طالع دار کوں دیکھے فلک کے جیب ملک | بولے کی عالم گیر ہوئی بیشک یو بہار اتیار کا

نکلے جدہر شہ کی پیشرو سے عقل کی بی دوڑتی | تا چہانک سکے وہم جہاں ہوی شہ دہنی ہنکار کا

اپڑیا جو شہ عادل علی جب مرتضی آباد کوں | زیر و زبر جگ کوں کیا آواز شش ہنکار کا

شہ کی غضب کی آگ سے نے کشتی پر آئی لگ | مشہور میں دل جا پڑیا ہر مایہ اشرار کا

تحقیق سب جانے کہ اب آخر ہٹی پر آسمان | ہرگز تھنبا سکے نکومی بل ہمت کی ادی آدھار کا

بین الامان کی ہانک سب چوندہرتی گر پڑتے اچھہ | عاجز ہو کاڑی ہک پکڑ دہر نالہ دل افگار کا

سیواجی پہاڑوں میں چلا گیا قلعہ پر عادل شاہ کا قبضہ ہو گیا فتح کے بعد بادشاہ واپس دارالخلافت کو روانہ ہوا۔

جب اس علی کی ہات تے آئی فتح خیبری | دارالخلافت کی طرف کیتی ہوس رفتار کا

شہ کوں پچھاڑ پی ثابت قدم رکھتے چلے
جان جان تھمی تھی پاؤلا جانے جو پیار کا

آتی چلے جیوں کمتب ہتے شہ کی اس منزل تئیں
جس ٹہانوں کوں سرحد لگیا ہے شہر کی سنسار کا

ہر ہر قدم چلنے لگیں چندر ہو شہ کی پانوں تل
تھس پڑ کھیا یا تھا اپن اجلا انگٹ جھنکار کا

چندر کوں چندر جوت وہاں تشریف دیوی نور کی
چاریجا تہا آپ ہو دل اس سور نر چوسار کا

خوبی سوں چند کی ملی کی دی تہی انکھیاں کوں شک
ات ناز کی نرمی سوں مہ کھیا گال تہا دلدار کا

بادشاہ کی تعریف اور آخری دعا۔

الحق کہ حق ہیں جگ کی جو توفیق تج تی آئی ہو
عالم بسر ہی ناکد میں پو شکر تج اس کار کا

تیرے قوی طالع کی اب سوگند ہوی عالم منی
حقا کہ تج ہر دم مدد ہو حیدر کرار کا

تج حکم ماتیا سواہی مقبول ہوی دارین میں
مردود عالم ہے رکھیا جن تج سوں رخ انکار کا

فہم و شجاعت عقل و دل شہ تج خدا بخشش کیا
بخت و جوانی کا اول دی بل اپس کے پیار کا

مزید دس شعر کے بعد آخری دعائیہ دو شعر جن پر قصیدہ ختم ہوتا ہے۔

اے نصرتی مشغول ہو شہ کی دعا کی ورد میں
کافی ہو دو جگ میں تجے تل فیض تس آثار کا

جب آسمان یارب جہاں لگ ہے تسے کے سر پر سایہ بان
قائم تلک اوچتر اچھو عالم کی پالن ہار کا

دوسرا، تیسرا، چوتھا اور پانچواں قصیدہ صلابت خاں کے واقعات سے متعلق ہے جو اس کی بغاوت اور ناکامی اور پھر اس کے مرنے پر ختم ہو گئے ہیں۔

سدی جوہر ایک غلام تھا جس کی دربار عادل شاہی سے پرورش کی اور ترقی دیتے ہوئے اعلیٰ مدارج پر فائض کیا تھا۔ مگر نمک حرامی پر کمر باندھی باغی ہو کر قلعہ کو تصرف کر نول میں جا بیٹھا لیکن پھر عاجزی سے اپنے جرموں کی معافی چاہی۔ بادشاہ نے اس کے جرموں کو معاف کر کے صلابت خاں کے خطاب سے سر بلند کیا اور سیواجی کی مہم پر روانہ کیا۔ یہاں جا کر اول تو اکثر

قلعہ سیواجی سے فتح کئے مگر آخر پر خود اس سے مل گیا۔ جب عادل شاہ خود بہ نفس نفیس سیواجی کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا تو یہاں سے راہ فرار اختیار کی۔

جس وقت ابراہیم خاں اور ملا احمد بیجاپور کو واپس ہو رہے تھے تو راستہ میں صلابت خاں نے پانچ ہزار سوار کے ساتھ ان کو گھیرنا چاہا تھا۔ ابراہیم خاں مقابلہ کر کے کامیاب ہو جاتا مگر چونکہ بادشاہ کی اجازت نہ تھی اس لئے ایک دوسرے راستہ سے وہ دونوں بیجاپور آگئے اور سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع دی اگرچہ سلطان اس وقت اس کے قلع قمع کے لئے تیار تھا مگر ابراہیم خاں ملا احمد اور شاہ ابوالحسن نے بادشاہ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا اور کوشش کی کہ صلابت خاں دوبارہ عفو تقصیر چاہے چنانچہ مسعود خاں اور شرزہ خاں کو اس کے حسب استدعا صلابت خاں کی جان بخشی کا پروانہ عطا کیا گیا۔ اب پھر چند روز تک صلابت خاں حضور سلطانی میں حاضر رہا چند روز کے بعد جب عبدالرحیم خاں بہلول کرناٹک کی مہم پر روانہ کیا گیا تو صلابت خاں کو بھی اس کے ساتھ جانے کی اجازت دی گئی۔

اس کے بعد سلطان قلعہ نور کل کی جانب متوجہ ہوا۔ صلابت خاں یہاں کے قلعہ دار کو بادشاہ کے خلاف مدد دینے لگا۔

علی عادل شاہ اس مہم سے فارغ ہو کر صلابت خاں کی طرف متوجہ ہوا (۱۰۷۲ھ) جو قلعہ بہنو[۵] میں قیام پذیر تھا۔

ایک بڑی فوج بادشاہ کے ساتھ تھی بہلول خاں سپہ سالار میں مقرر کیا گیا تھا میمنہ پر ملا احمد اور شریف خاں میسرہ پر محمد اخلاص خاں اور خواص خاں متعین تھے قلب لشکر میں خود بادشاہ اور ساقہ عزیز خاں کے سپرد تھا۔ بڑی بھاری جنگ ہوئی ہزاروں آدمی مارے گئے خون کی ندیاں بہہ گئیں سپاہیوں نے جانبازی کے جوہر دکھلائے۔ بہادروں نے بہادری کے کارنامے پیش کئے۔ آخر بادشاہ کی فتح ہوئی اور صلابت خان جان بچا کر بھاگ گیا۔

---

[۵] یہ مقام رائچور سے ۲۷ میل جانب مغرب واقع ہے اور مانوی سے موسوم ہے۔

ہنور کے بعد رائچور فتح ہوا اس کے بعد دریائے تنگ بہدرا پر جوہر کے داماد سدی مسعود نے مقابلہ کیا مگر ناکام رہا۔ اسی عرصہ میں صلابت خاں فوت ہو گیا عبدالحمید خاں اور بہلول خاں کی سفارش سے جوہر کے بیٹے عبدالعزیز خاں اور اس کے داماد مسعود خاں کی تقصیر معاف کی گئی دونوں دربار سلطانی میں حاضر ہوئے اور جوہر کی جاگیر اور منصب سے سرفراز کئے گئے۔

دوسرا قصیدہ اسی صلابت خاں کی شکست اور عادل شاہ کی فتح پر لکھا گیا ہے۔ تیسرا قصیدہ اس جنگ کے بعد بیجاپور واپس آنے کے متعلق ہے اور چوتھا قصیدہ جو گویا تیسرے کا ضمیمہ ہے جو موسم سرما کی تعریف میں ہے اور پانچواں قصیدہ بیجاپور کو آ کر جشن منانے پر پیش کیا گیا ہے۔

دوسرے قصیدے کے (۵۵) شعر ہیں اس میں اول بادشاہ کی تعریف سے ابتدا کرتا ہے اس کے بعد صلابت خاں کی گستاخی اور نمک حرامی کا بیان کر کے اس کے باغی ہونے کا ذکر کرتا ہے پھر سلطان اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہوتا ہے جنگ کا حال بیان کر کے صلابت خاں کی شکست پر ختم کرتا ہے آخر پر فتح کی تاریخ بھی نکالی ہے۔

تمہید

علی عادل شہ غازی شہنشہ بوالمظفر کون
دیا ہے جس خدا اپ کہ تھا جیسا سکندر کون

بیجاکوئی داور گیر اپنا سکیا نے سرکی دھری تین
بندیا جس صفت کے تختے پر جو پور بار مشت رکون

نہی بوالفتح غازی یو ہمایون جسکے تازی سر
فرشتے جسکے چوڑی ہیں ہما کر اپنی شہپر کون

گریز اور نفس مضمون کا اظہار

عجب بے حوصلہ تھا او کیا اظہار بدمستی
پکڑ ہٹ لیا اپین جو دیا بڑی دولت کی افسر کون

اد بے دولت کون دولت جو نقشانی لگے ہو گئی آخر
کہ پڑچھی کون نکلے پر دیکھی اوز در بدتر کون

ہوا سرور دور آخر رکھیا بنیاد فتنہ یون
چھپانے باج فتوی کوئی عمل ہرگز کسی گہر کون

جنگ کے حالات اور جوہر کی شکست۔

مخالف اوکہ جس کن تہا ترنگ ھور پائدا نکن
سب اس ڈل سوں ھرا بیچ کچہر اتہا مونہو بیدر کون

دسیاں یوں ایک میداں میں دونو دہر کیاں صفاں بہاری
دو دریا آتشیں ابلے بہر اپنے لہو کی سمدر کون

کہرک کا آب لپا ہی جو نا لیا تاب جس آنگی
پڑیں چلنے اگنیں جا انکا تیں سو پکڑ ڈر کون

دنیا سوندلیں یوں دیسی رگڑ تا شاہ باجیاں
گر مشت گرشت کا نو سو چلیا ہی خوش بنی گہر کون

رتن مشہور پتے دارین سو ہریک گولی کون سمجہا تہا
ہوی تہی بان سو ہریک ہوائی تس دلاور کون

کہرک کی شمع روشن یوں ہوی چربیاں کی روغن تے
گیا کاجل کی ڈونگر سا دھواں خورشید انور کون

کیا تہا سیس کرش کا ہریک تیزی کون بوتا ٹی
قریا کدکی نمن کہاسے سو ہریک سینہ خنجر کون

ہوی ھاتیاں کی مستک سب کنڈالی لہو کی سیتاں کو
بنی نیرنگ سنداں چرکنی رنگ لشکر کون

گہڑی یک لہو کی چہٹکیا تہی ہوا ہوی جہینٹ کے نمنی
دیا یو تی قلمکاری سورج کی پہر مشجر کون

کنول پہول آسماں تہا سو ھوا چرنگی کل جیبا
دکہائی لالہ زار آخر اوتس گلزار اختر کون

ھلایا لہو سوں سمدر بہر گنگن کون بر بڑ ہی نمنی
بچہر تخت الثری لک جا لگیا بایا کری تہر کون

سیاہ وحشا تکی جہکری تیں پریاں نمن ان اکلا
اکت رنگ لقم نمنی کیا بیچوں ہر یک پیسر کون

انی پرکار پرنی میں کیا جوں سٹ کمک آپن
شکست یکبارگی انپر پا سب اس باغی کہا لشکر کون

تاریخ اور دعا اور قصیدہ کا خاتمہ :-

سلگتی تہی جو گہر گہر سب ٹہنڈی ہوئی آگ فتنے کی
بجایا کہرک کا جل سٹ یو مشہد فتح کی اخگر کون

ہنگیا تاریخ کہنی میں تو تب نصرتی ھاتف سے
کہیا دل سوں کہ تندل ماری علی یک پل میں جوہر کون

الٰہی سو بلند اقبال اتہا عالم گیر ہے جگ میں
تلک ہم فتح و نصرت دی یو شاہ بوالمظفر کون

تیسرا قصیدہ اسی واقعہ کی ایک کڑی ہے یعنی جب بادشاہ صلابت خاں کی شکست کے بعد

بیجاپور واپس ہوتا ہے تو اس وقت پیش کیا جاتا ہے اس قصیدہ کے (٢٧) شعر ہیں یہ بھی بادشاہ کی مدح سے شروع ہوتا ہے۔ صلابت کی گستاخی جنگ کی حالت اور فتح کے بعد دارالخلافت کو واپسی کا اظہار ہے۔

اے شہ توں ہمنام علی شاہاں پو تیری سروری | دلدل فلک کا رام تیج کرتا زمانہ قنبری

سب دہر نت کی تختی پو توں جب شش جہت کو بند کیا | ونڈی معطل ہو پڑیا یکیک ہو مہرا ششدری

دس شعر کے بعد گریز کرتا ہے:-

جوہر کہ جس اے شاہ توں دہر سرفرازی کی نظر | کہکر صلابت خان اپن کیتا عطا سرلشکری

بخوتن کمی کا ات اثر بے مغز کی جب سر چڑیا | کرکشیں ہو وکھلانے لگیا مستی ہیں آ بدگوہری

پو ملک رانی کا کتاب اس بے سمج کی ہات پر | دیکھی کہ شہ ہونے پو ہی یکیک ورق کی ابتری

جنگ میں شاہی فوج نے خون کی ندیاں بہادیں۔

برسیا کھڑک کی ابر تی یوں تس پو پانی قہر کا | خشکی پو ساری بحر ابل چوندہر چلے لہو کی تری

دریا ہو سوں جوش کہا لنکا کون کیتا غرق جب | ہرجاں ستے پانی بہت کا ڈھل جا پڑلی راسری

کہایا شکست یوں پست ہوا اس نمک کی فوج سوں | تاریاں سوں ہوی یوں نس ہوا دیکھ آفتاب خاوری

جنگ کے بعد بادشاہ دارالخلافت کو واپس ہوتے ہیں:-

جب شہ کھڑک کے آب سوں جوں آگ فتنے کی بجھا | دارالخلافت کی طرف چلنے کیا عزم آوری

جوں اوچتے یکبارگی باجیا دمامان کوچ کا | جنگ کی خوشی کی مانگنے گوش فلک کوں کرکری

خاتمہ:-

یوں دھر محبت آگ سوں عالم جپیا یا برہمنی | خورشید تیں کین ایک انگارا اگر جلیکیا آذری

اوس شہ کی تعریف میں یو یک قصیدہ میں لکھیا | یو شعر اک کردل پری پڑتا ہوں جیوں تسبیح سری

چوتھا قصیدہ موسم سرما کی تعریف میں ہے اس کے (۲۳) شعر ہیں۔

اس میں ٹھنڈ کے واقعات جاڑے کی تعریف شبنم کی حالت باغوں کی کیفیت گل و گلشن کی پژمردگی کے سین کو پیش کیا ہے۔

ابتدا

دی ہے زمستان نو کزی دو لنگا اچا دھڑ کار آج
سردار ہو باد خزان ٹھنڈ کا رچیا ہے بہار آج

اپٹیا ہوا کا فوج یوں شبنم کی گو لیاں چہاں ٹنا
ڈر سوں اگن موج چھپا چپلے در رہی ہی تہاری ٹہار آج

شبنم جو اچھلا چہاچ سا آشیہ سی جگ میں پڑیا
ہر باغ میں ہوی ہر دہیں ہنڈی جم تہر سب یکبار آج

چالتے ہر یک جا بجا بلور کا درپن دسے
اسے چاندنی کی دیکھ لی تس بیچ اپس دیدار آج

ہر یک کون یارا نا رتیں پیلے ہوے ہیں پاٹ سب
ہر یک نگر باغ جہان ہے ٹھنڈ تی بیمار آج

نا سرفرازی پاسکے دولت تی ٹھنڈ کی کونپلی
نا ہل اپنی گو دستے لیتا کرے ہٹ بہار آج

گلشن کے آنگن اُپر پڑتا چلیا سردی سوں تگ
ہر خار و خس شبنم ستے ہوتا ہے جو سردار آج

بستہ رحم ہو کر کلی ہر شاخ گل پکڑی ہی چہور
کہا بانج کا ڈا باغ سب لیا نا سکی پہلبار آج

دیکھیے نہ جوں جوں ٹھنڈ تی کس یک کلی کوں خندہ رو
نغمے بسر جا بلبلان ہر تن میں ہیں بیکار آج

آخری خاتمہ کے اشعار۔

شبنم نہ ہوی مشہد بدل دستے مرصع صدر ہین
چلنے کنگن کی ہات نے تس کے ہی موتی جہاڑ آج

تس زر فشان کے ہت تی نت پڑہیں نظر کی گود یوں
پاتاں سوں پیلے باغ کا دامن ہی جوں زردار آج

سورج جنم کا تن ننگا مٹ ہٹ تی خلعت پای تو
کا نٹا نہ آتش تن اپر کا پنی پہنمر یکبار آج

میں اس قصیدے میں صفت کہتا ہوا کئی ولی
تس ٹھنڈ سوں کٹ میں تی ہپٹ نکلی نچک گفتار آج

اے نصرتی بہتر ہے تج پیلچ دل گرمی سبن
کہہ مطلع تازہ سوں پردہنی شعر شکر بار آج

پانچواں قصیدہ اس واقعہ کی تیسری اور آخری کڑی ہے صلابت خاں کے شکست کے بعد جب بیجاپور کو واپسی ہوتی ہے اور اس کے بعد اس فتح کا جشن ترتیب دیا جاتا ہے تو نصرتی بھلا کب ایسے موقع سے خاموش رہ سکتا تھا اس نے بھی اس جشن میں قصیدہ پیش کیا ہے۔ اس قصیدہ کے (۶۵) شعر ہیں۔

اس قصیدہ میں شہر کی آراستگی آئینہ بندی کا ذکر ہے بادشاہ کے گھوڑے کی تعریف کی گئی ہے۔ دوکانوں کی آراستگی کا بیان ہے۔ گھر گھر خوشی کے جلسے ہوئے دن عید اور رات شب برات تھی چراغوں کی کثرت سے رات شب مہتاب بن گئی تھی۔

بادشاہ کی آمد کی خوشی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی ہزاروں آدمی بادشاہ کے منتظر تھے جدھر دیکھو آدمیوں کا سمندر تھا ان میں حسینان جہاں بھی جلوہ گر تھیں غرضکہ ہر طرف خوشی اور مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

آخر پر اپنا تحفہ (قصیدہ) پیش کرنے کا ذکر ہے۔ بادشاہ کی مدح سرائی کے بعد اپنی بے سروسامانی کا ذکر اپنے گھر اور ہمسایہ کی تکالیف کا بیان ہے اور دعا پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

تمہید :-

اسے تو رہتی ہوگی سکھ تج ہو دینا ہوا سنری
بیت الشرف کے پاس جب آئے سو زہرا میں توں

چلپل سنواری تج اکین ہر دم دکھانے دلبری
رونق سوں گلشن ہو رہی یک دم کنکں ہو دہرتری

چندر تو لک لکتا کٹ اس جہت کوں مرلیا
اول سورج کی آگ پو عنبر انند ہار اجل کیا

تاریاں سوں تہ منظر کوں تس آئینہ بندی سب کیے
طبلہ ہوا کا تور کا بعد از فلک سٹ جھری

چندنی تی ہیں سب صاف ہو یونٹ عکس تاریاں کا دسی
پانی کیاں سب صد رات یوں ہوا کیتاب جھلک

چونی ہیں جیوں ابرک کلا سپی ہیں سارہی دھرتری
یعنی ہوا ہو معتدل دکھلاتے سیوت دلبری

تس خوشی ہوا کوں دیکھ کر سنہ شہر گشت آنی کی دنیا
سٹہ تج رچھانی چاند اہیں جیپر کھیلے کا بہا کلے

نکلیا جھلکتا سو تس رات میں چندنی بھتری
چرکر کنگن کی اوج پر کرنے لگیا بازی گری

سورج جو لعبت باز سب پتلی ستاریاں کی نچا
دین یو مبارک وقت پاکسوت شوانی شہ بنا
یک عمر اگر جب جب گنگن گھر گھر سورج کانت کنچن

بہار آکو پردی بیچ تی تشریف پایا زر زری
ایسا چریا تازی منگا جس ابرصن کی زیوری
جوری جو نازن کی زنن ویسی نہ ہوئی صفت گری

گھوڑے کی تعریف ملاحظہ ہو۔

ہے شہ کا تازی تیز پر کیا تازی کی تیزی پھر یا
خوش رنگ کس یک پھول کا ہر گز تنا دست نا کرے
کر آنبٹ پھرتی پاؤ کی پہیا پا فلک تس پانون میں

سکتی ہے جس طناز کن پرواز کس دن پھری
گاشن اپر چل جای تو جون باد صرصر سری
پیا پا ہمال کون صبا کر دہر تی پیا ہوا جون انبری

بازار دو کانوں کی آراستگی۔

جون کہکشان انور سہیں رستہ صفا بازار کا
دوکان ہر یک خوش سنوار رنگ برنگی صدان نکیں
خوش باس کا مہکار اوک ہفتم فلک میں جا پڑیا

یوں فرش کی روشن آدیس بکر لنگان مرمری
بیٹھے جتے سوداگران لیکر متاعان بندری
پروردگی پاکر زحل خوشبوی کھریا عنبری

شہ آئے سو آنند تی یون پائی آرائش محل
شہ کے قدم کا جگ ہوی عید گھر گھر بجنے
سلطان محمد کا چراغ انور شہ عادل علی
اس روشنی کا بھر خوشی دی مجلس آرائی کیا
سب شہر میں کی لکٹ یوں یون پل میں لاک لکنے لگے
عقد ثریا کے نمن قندیل کی جھیلی دسس

پرتو تی جس زینت دھریا سقف فلک نہ منظری
گلزار سارنگیں ہوا عالم سو ہر یک کشوری
شاہی کے گہر تی جب بھریا جس نور تی روشن تری
کیا شاہ کون مہمان اپین یک بزم کون ای زیوری
طبلے رتن کے کھول جو بیٹھے رین کی جوہری
ہور کہکشان نیں تاب دک ہر سیر معانی کی دھری

اپنے متعلق اظہار حال۔

خفا کہ ظاہر یوں کردن سحر حلال اسباب ہیں | جو منج قلم کا نڈ وہا لب سے اسے سحر سامری
پن کیا کروں اسے شاد میں کی بات بیان ہین | اول تو گہرا ایسا نہیں جاں ٹہا رہوئی راحت بہری
گہرئی نہا سادے ل دائم ہے بو علت اسے | پرکا تہ سوں ہمسایہ بد وسیع ہنگی بد تر ہی
مطلق ارازل قوم ہیں تس کر دایسی لے چلیا | سمجیں ادکال کہانوں کوں سمجیں ملک مہور مسخری
جنکی زبان تی لام و کاف آتا ہے شیطان سکی | ساپنچے ہنی سوں حبب کریں تعلیم جنگ زرگری

خاتمہ:-

فرمان سوں عالی حکم کی بخشش منج ایسا گہر دلا | جو صافتر منج طبع تی آہے جان صیفان بہتری
اسے نصرتی مشغول ہو شہ کی دعا لی دور میں | تا سن کریگا آمین کہیں خوش ہو ملایک ایتری

یا رب تلک محشر چتر کا سایہ بخت سر جم اچھو
خورشید کی پرتو تی نت حب ہوبی ذرہ پروری

چوتھا قصیدہ عاشورہ کے بیان میں ہے گویا اس کو مرثیہ کہا جا سکتا ہے اس کے (۱۴۸) شعر ہیں اس میں پہلے حمد ہے خدا کی تعریف اس کے مخلوقات پر اظہار خیال ہوا ہے اس کے بعد نعت ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے حضرت فاطمہؓ کی مدح ہے حسنینؑ کی تعریف ہے۔ اس کے بعد گریز کرکے نوحہ شروع کرتا ہے اور بیان کیا ہے کہ ہر سال علی عادل شاہ مجلس عزا برپا کرکے ماتم مظلومان تازہ کرتا ہے۔

اس کے بعد دوسرا مطلع شروع ہوتا ہے۔ تمہید میں اپنی نا اہلی کا اظہار ہے بادشاہ کی مدح ہے (۶۶) شعر کے بعد گریز کرتا ہے جنگ کے حالات اور واقعات بیان نہیں کئے بلکہ بادشاہ کی مجلس عزا قائم کرنے اور ہر سال مرثیہ خوانی ہونے وغیرہ کا اظہار کرتا ہے۔

کہتا ہوں اول حمد میں عالم کی سرجن ہار کا — افلاک کا اونچیا بندیا ہے محل کس بستار کا
دنیا کی کسی بام لاجور یا ہے تارنکی خنجر — کیتا ہے کامل بدر کوں تابان انوار کا

حسینؑ کی مدح کا آخری شعر:—

سکہے ہیں نبی پیارا او ہیچ جن جیبا دک السوں رکہی — میرا جو جو پیارا ہے سو او پیارا ہے کرتار کا

اسکے بعد گریز کرکے نوحہ خوانی شروع کردی گئی ہے۔

اے وائے ظالم کیوں دکھا ایسے جگر گوشیان کوں لتیں — جگ جگ جوانی پر غضب واجب کیا قہار کا

بعض مزید اشعار ملاحظہ ہوں۔

بو سرو بالا کاٹ کر سب خاندان کے باغ میں — بھوائی لہو کیاں ندیاں طوفان اچیا اجار کا
تب فاطمہ زاری میں آبولے جب کوئی بان نہوے — اے وائے کن ہاتم کرے اس سرو خوش رفتار کا
اتنے میں جبریل امین بہی آنبی کے پاس یوں — بولے کہ تا کچ غم دہرو اس ساعت دشوار کا
ہاتم یو مظلومان کی پہر تازہ ہو کرتا ہر برس — ہوی جون عنایت حشر تک دل حل کو سب ابرار کا
خدا کہ آرایش سو دن اب ہر سال کرنا عرس یو — پاتا ہے توفیق آج دل خسرو دیندار کا
سو اذ سوائی زینتی صاحبقران عادل علی — اول محبت پاکو دل ہے حیدر کرار کا
اس شاہ کی عالی وصف میں مطلع نوں کہ یون لکھو — خورشید تے روشن دسی ہر نکتہ جس طومار کا

دوسرا مطلع۔

دیکھیا ابندا حبیب صبا تس تک جو آیا ر کا — تس کے غنچے میں گل بہریا یعنی سو رج جہلکار کا
سحر کی شگفتہ طبع کا گلشن پو جس سایہ پڑی — ہر یک کلی کی ٹہار او بچہ ہوی گل کھلیا مہکار کا

اس مطلع میں بادشاہ کی تعریف و توصیف کے بعد قصر شاہی اور باغ سلطانی کی مدح کرتا ہے۔ اس کے بعض شعر ملاحظہ ہوں۔

بیلیک کمان اس دیک ہوے توس قزح سیلی ہری
ہے طاق کسریٰ پاہری طاق انگی سو بار کا

جس فرش بلوریں صفا عینک ہوا ہے چاند کوں
سورج کیا ہے آئینہ پھری کی پچ ہموار کا

پر عکس تاریاں کا دسی سب صحن جوں نیلک دریا
خورشید کی پرتو تی ہوی جو صدر ہے زرتار کا

چوکر تس رنگ رس بہریا ہے باغ ایسا جلوہ گر
کرنے میں ہوی رنگیں نظر نظارہ جس گلزار کا

ہرگز نہ کس پھول پر سورج کی لگ سکتی نظر
ہے چتر ایسا سبز ہر برگ سایہ دار کا

کہتے ہیں کالوی نیر کی یوں کالوی گلشن منی
جوں کیس کھری ہیادسی رخ مہ لقا دلدار کا

خوشبوں پھولاں کی چمن پائی تھی یوں پردرد کی
سنے جس پر بس باندی کمر کٹ بہانتی اغیار کا

مزید چند شعر کے بعد گریز کرتا ہے :-

دیسی عاشور آئی سو ایسے محل میں نامور
کینی شدی کرنے کھری رونق کینی بستار کا

اس قصیدہ کے بعض مزید اشعار ملاحظہ ہوں :-

جب صبح باری کا قلم لے خط زنجیری لکھے
خوش پیچ اپنے سطر ہو ہر یک نشان تس لہار کا

رونق سوں ات کت یو محل جگ میں بہشت آئیں ہوا
فرمائے اذن عام ستہ پائی کوں فیض انظار کا

دیکھن کوں جب ہر حوکتے یوں زیر عالم کا ہوا
یوسف کی کارن وقت تھا جو مصر کی بازار کا

ہر ہرشی کی تن اپر تھے کسوت ایسے نور کی
سورج کوں جس کے سامنے طاقت نہ تھا چک چار کا

اسمری ثوابت کی کہیں ہور کہکشاں سی نو سری
عقد ثریا تی اوک تھا ہر الاقہ ہار کا

دو دو ہر فرشتہ رحمتی پہریں الپس پر کی پنکی
حوراں کی چک کی ہٹ چھوڑ تھا طرۂ طرار کا

مجمر کی ہمکاراں ستی دن کا گریباں مشک بو
دامن رینکا عطر سوں نافہ ہوا تاتار کا

....

بہوتیں کہری بازی بچک اڑ اکو بجلی بہیں پری — بادل کی سب ل لربری ھت نال سن بہر ھار کا

کہتا چکر باناں ہت سو سنکے پہولان کا گرا — تہا چہت کلی کلریز کی چینی کلی کی ھار کا

مہتاب کی جب تاب اکیں ہو داغ صد چند کل کیا — ہو سن سورج ہو زرد رو بہاتا لیا بیمار کا

خوارسون غم کی کلی نمن عالم گریباں چاک تہا — تہا عندلیبان تے اوک مشہور شور نالہ زار کا

رونق اکٹ کا کوٹ کون یک چاند کر بانڈیا کہلا — رستہ ہوا تہا کہکشان مسجد تلک دربار کا

خاتمہ :-

جس بات میں بی لک تے یک سہی نہ آئس کی صفت — کرورداب اسے نصرتی دعوات کی تکرار کا

مینا کی خرم کاہ پر جب لگ سورج ڈہائی کنچن — یا رب تلک عشرت اچہو اس شہریار دادار کا

ساتواں قصیدہ ملیبار کی فتح کا ہے اس کے (۲۲۰) شعر ہیں۔ صلابت خاں کے تصفیہ کے بعد ملیبار کے زمیندار راجہ بہدر پانایک کے مطیع کرنے کے لئے شہزدہ خاں کے تحت فوج روانہ کی گئی۔ بہلول خان۔ شاہ جی۔ عبدالمجید خاں۔ ملا احمد شہزدہ خاں کے ساتھ روانہ کئے گئے تھے۔ اسکے بعد ۱۰۷۶ھ میں خود بادشاہ روانہ ہوا۔

شہزدہ خان راستے میں قلعوں کو فتح کرتا ہوا قلعہ سنڈہ تک جا پہونچا۔ اس کے بعد "بدنور" پہر کوہل دبرگ وغیرہ مقامات فتح ہوئے آخر راجہ نے خراج ادا کیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی اس طرح علی عادل شاہ ۱۰۷۷ھ میں منصور و مظفر بیجاپور کو واپس ہوا۔

قصیدہ کی تمہید میں بادشاہ کی مدح کی گئی ہے اس کے بعد گریز کرکے ملیبار کا ذکر شروع کرتا ہے۔ فوج روانہ ہوتی ہے پہر قصیدہ کا دوسرا مطلع شروع ہوتا ہے۔ اس کی تمہید میں باغ کی تعریف کی گئی ہے پہول پہل کا ذکر ہے۔ اکتیس شعر کے بعد گریز کرتا ہے۔ بادشاہ کی

مدح سرائی کے بعد فوج کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ آلات حرب فوج کا لڑائی کے لئے روانہ ہونا اور فوجی سرداروں کا ذکر ان کی تعریف لڑائی کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ کی فتح۔ اور اپنے قصیدہ لکھنے کا ذکر ہے۔ دعا پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

تمہید :-

ہوا ہے کون عالم کے شہاں میں شہ ترے بل کا
سچا توں ناوں کا رہی سٹ وہی شاہ رسل کا

سنو نے فتح آ دیکھی اچھوں واں آپنی صورت
پڑیا ہی عکس جس رن کہرک کی تیغ سینچل کا

گریز کرکے ملیبار کا حال لکھتا ہے۔

علی کا رنگ لکھے قلم ہوئی سیف دو جبھی
دسے ہر حرف شکر ونی دہرے نامی مقتل کا

سنو یک فتح شہ کی قصیدہ بے بدل یاران
کہ ہر یک مختصر مضمون دہری معنی مطول کا

چو شہ کے ملک نیری دہنی ملیبار کا سرکش
کیا تہا سرکشی جا کا کبل اس دا ست کابل کا

بلا کا بلکہ پنجرا تہا ازل کی بات کا ایسا
پڑے ابلیس بندا سمیں تو نے حاجت موکل کا

چراغ اسلام کا کوئی وہاں نہ لایا تہا جو پنچیا ہر
جدہ عالتی دیکھے کہر تل بہیا نزا کفر ازل کا

نوازیا شہ کے گہر کا ہوا تہا شہ سوں پہر باغی
نہ تہا ین فتنہ انگیزی فن اس گمراہ اتنکل کا

دوسرا مطلع اور باغ کی تعریف۔

عجب جگ میں تماشا ہی بہشت فرد اول کا
پہر یا ہے جمیع خوبی سوں الکریغنی تیری کل کا

نظر کی دور ہے جاں لگ ہاں لگ دل فقیر بستان
جتا دل چل سکے استی انکھیں لگ پہر سے چل کا

تیا کچ خوص ڈونگا ہے فلک جاں تیرنے سکنے
لے آیا کہور سا نگڑ آج کہاں ہی سٹ چندر کل کا

- - - - - - - - - -

چلیں باد صفاتی خوش صفا پانی یو موجاں یوں
کہ جوں محبوب کے مکھ ڈ ڈھلک زلف مسلسل کا

فلک سقا ہے خضری ہو پلانی نیر سو جگ کوں
سو بج کی جام سوں بہرتا ہے نت ان مشک بادل کا

دس آئے باغ کے آنگین صفائی خوش کی ایسی
سنواری دھن کہی ہے جون آنگین آئینہ صیقل کا

جنگ کے لئے فوج تیار ہوتی ہے۔

کیا جون سور نوبت کر وہیں چندر سی نیکون
لیکر آ فوج تازیان کی کیا پارہ جو ہل چل کا

سورج بہی تیغ لے نکلیا صبا کا یوز نیلا چہ
مقابل رہ نسک بہا کیا چندر اسوار ارجل کا

ہوا پر رنگ برنگ دہالان دکہایان یا دلان رنگس
جہلتا سجلے نمنے پہل ہر یک سے صیقل کا

چلے آئے سغہ کی بہاران یو ایسے حدانکی آئے
جو تہا نکیا نک عالم میں صفت جس ٹہار او کل کا

عادل شاہی فوجی افسروں کے نام۔

اتہا ہجول او عبد المحمد خان شر الیسون
سورج کی داغ دہرتا ہے صبا جس تیغ کی جہل کا

جوان و نوجوان طالع مظفر خان توی جب تہی
اُل صف تے قوی بارو اتہا اس فتح منزل کا

او تہا سید محمد ھور علی جس نانوں میں یک ہے
دلیری جنگ کے گہر کی کر قرار اس مرد اعقل کا

نکو نام اھل دانائی زمانہ مولوی احمد
اسیکی فوج لی نامی بد تہا اس کٹک پہل کا

شجاعت کیش بہی خان او خوانی تہی وزیران تے
ھوا کی رنگ وھالان سون گلستان صحن مندل کا

حملہ کا ذکر لڑائی کی حالت :۔

کیئے او چار کر اسی بلند یک کوہ پر حملہ
گگنگن پر پانچ پن لرزیا کلنیا ڈرسون منکل کا

لگیا سنے وار لک ڈہیر ہوی اوسان کی ٹکری
پہیا جا عکس تن پر نکی ٹاٹان کی جہل جہل کا

دمایان کی کرجنے نے زمین کا دل ہدرتا تہا
پہٹیا کرنے کی بجنی سون دروناکوہ ھور تل کا

سلح پوشان میں دو دہرکی لکی دسکا ہی آ ایسے
فلک کی ہیبت کی طالع بنہ نالی سیل تک کہل کہل کا

جم تھی سنک سوانکوں نو کند ہتی لی چلے سیدی — دبیاں کوں دانچ جاوا بے سید جان پاسے نچل کا
بہلے تیر و کماں اپنی کناری ہور بلم کھپوی — دیکھت ضرب فرنگ کردہ کتی ھور سیف زل کا

سواراں ہو کچے کچے اپہار ہی ہور یاں نمنی — چڑیاں سی کی پیادی اڑا چا کلمکاں کل کل کا

دیا گردوں شفق کی لب پیا اس کافراں کا ہو — ڈسی رنگیں کھلا لی جب زمیں کوں شکل منہل کا
اجل ہر تیغ کی جل میں کتی بار اتک دہو دہو کئی — ہزاراں کا رچوں کسل نجس کفار کسل کا

آخر پر بادشاہ کی مدح شروع کردی گئی ہے اور فتح کی مبارک باد دی گئی ہے۔

تجھے تحقیق توفیق ایسی حق دینے نو ہلیں تے — کیا منج نصرتی لکنے ثنا ہر فتح اکمل کا
لکھوں جے فتح عالم میں فلک طومار کوں تکے — سورج کی ہار انبرچی میں کریں ہیکل الیس کل کا

. . .

تیری عالی نظر سے نم ہوی ترپانی اسکے طالع کی — دسی دی آج پچ کا نہ تھا کیچ جل جسی کل کا
میری بخت آزمائی سے یو شعر ایسا کہیا ہوں میں — نظر تیری و طالع منج غرض کیا غرض اطول کا
دعا تج تانوں لے منگتا صفائی بخش ہر دل کوں — تو میری طبع پر دعوی سہا دی نت تخیل کا
جلک سے سو رہت یا رب یو ہفت اقلیم گردو تکی — تا ملک صاحب قراں ہوکرا چہوت سو ر سوندل کا

کلام پر ریویو نصرتی کی مثنویاں اور قصائد دیکھنے کے بعد اس کی قادر الکلامی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس کے زبردست شاعر ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔

گلشن عشق میں انسانی جذبات اور خیالات کی حسن عمدگی سے ترجمانی کی گئی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ علی نامہ ایک رزمیہ مثنوی ہے۔ اگرچہ رزمیہ حالات کے لحاظ سے یہ خاورنامہ کو نہیں پہونچتی مگر اسلوب بیان کی اصلیت (اچھی) کے لحاظ سے اس کو ضرور فوقیت دی جاسکتی ہے۔

"تاریخی حالات کے لحاظ سے یہ نہایت مستند ہے اور ادب میں سب سے پہلی سوانح عمری ہے۔ شہر بیجاپور کے حالات اہل شہر کی طرز معاشرت پر نصرتی نے نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

زمانہ مابعد میں قصائد میں عموماً جو امور بیان کئے گئے ہیں وہ اکثر و بیشتر حسب ذیل ہوتے ہیں۔

تمہید (اس میں یا تو موسم بہار کی تعریف۔ صبح کی تعریف۔ یا رات کی حالت بیان کی جاتی ہے) اس کے بعد گریز کر کے ممدوح کی تعریف اس کے گھوڑے کی تعریف اور تلوار کی تعریف۔ خاتمہ میں ممدوح کے لئے دعا ہوتی ہے۔

ان قصائد میں خیالات کی بلند پروازی تخیل کی جدت تشبیہہ اور استعارہ کی نزاکتیں قابل داد ہوتی ہیں مگر ان میں سے اکثر امور مبالغہ اور خلاف واقعہ ہونے کے باعث قابل تعریف نہیں قرار دیئے جا سکتے اور اس قصیدہ کی وقعت اس دروغگوئی کے باعث ایک حد تک گھٹ جاتی ہے۔

اور پھر ان قصیدہ میں مثنوی کی طرح تسلسل بیان نہیں ہوتا اور واقعہ نگاری کی جوہر ظاہر نہیں ہوسکتے۔

مگر نصرتی کے قصائد کی خوبی اور عمدگی ان ہی امور پر وابستہ ہے اس کے قصائد میں پورا تسلسل ہوتا ہے کسی واقعہ کو شروع کرنے کے بعد اس کا پورا حال بیان کرتا ہے اور پھر شروع سے آخر تک سلسلہ مربوط ہوتا ہے۔

اسی طرح اس کی واقعہ نگاری ہے اس کے قصائد میں نہایت تفصیل کے ساتھ حالات بیان کئے گئے ہیں۔ جنگ کے حالات، مقابلہ کی کیفیت۔ بہادران فوج کا ذکر۔ قلعہ کے حالات فوج کی روانگی۔ محاصرہ کی کیفیت۔ غرضکہ واقعہ نگاری کا بہتر سے بہتر نمونہ نصرتی کے قصائد میں ملتا ہے اور اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا زبردست واقعہ نگار تھا۔

ان کے سوا اس کے قصائد میں خیالات کی جدت اور تشبیہیں اور استعارات کی ندرت

بھی موجود ہے۔
قصائد کے ملاحظہ سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے بریں ہم بطور مثال چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

پھر نوح اس طوفان میں چڑتا تو کشتی موج او | ہر دم کنک پرخوی پہ کرتا پنکھا اوزار کا

دیدی بکھرسے جا جنگل ٹھہری سلیمانی دھریا | سنگ یہودی ہو دلان دامن بھریا کہسار کا

ہوییا رنگی جا سب کنکر یاقوت ریزے ہوئے ہے | چون مانکیان دستی لگے رنگیں ہو چرا گار کا

کنول پھول آسمان تہا سو ہوا چرنگی کل جیا | دیکھائی لالہ زار آخر اونس گلذار اختر کون

دریا اچھوسون جوش سن کہا النگا کون کیتا غرق جیب | سو جان تی پانی سیٹ کا ڈھل جاؤلی رامیسری

سورج کی چشمی کاروان آب آتشیں یو جم رہیا | کیون سینکنے بس آیگا نینان کون یک انگار آج

سورج چو لعبت باز سب پتلے ستاریان کے نچا | بہار آکو پردی بیچ تی تشریف پایا ندرتری

خوشبو عطر تاب کی پون سب جہان میں بھر رہے | جو صبح کی صفت تی فلک طبلہ ہوا عطار کا

مہتاب کی جب تاب اکین ہو داغ صد چند کل کیا | یو سن سورج ہو زرد رو بہاتا لیا بیمار کا

سورج اتہ منہ دیکھتا اکت کیا ہیبت سوں موں پیلا | فلک کے سر لگی کھیری کت سود یک منقل کا

دیا گردوں شفق کی لب پیا اس کا فران کا لہو | دتی رنگیں کہلائی جب زمیں کوں شکل منہل کا

سورج یوں ضمیر انگی جہر یا سوشمع کا جوں گل | توں یک گلزار ہے ہوراو بچار پھول بادل کا

دیوے نرگس کی دیدہی کوں نظر تریچ بینائی | سکی سوسن کی جیباں میں سکت ہر یات نزل کا

اس طرح جو امور زمانہ مابعد میں قصائد کی جان تصور کیے گئے ہیں ان سے بھی نصرتی کا کلام خالی نہیں ہے۔ اور ان کے ساتھ دیگر امور کی آمیزش (جن کا اظہار قبل ازیں کیا گیا ہے) کے باعث اس کے قصائد خاص وقعت کے قابل ہو جاتے ہیں۔

اگرچہ نصرتی کے قصائد کو زبان کی صفائی کے لحاظ سے زمانہ مابعد کے قصاید سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا مگر اس زمانہ کے نظر کرتے ان کو صاف اور سلیس کہا جا سکتا ہے اور ہر منصف مزاج زبان کی صفائی کے لحاظ سے ان کی وقعت کو کم نہیں کر سکتا۔

علی نامہ کے نسخے کمیاب ہیں انجمن ترقی اردو اور آغا حیدر حسن صاحب کے پاس اس کے نسخے موجود ہیں اور دفتر دیوانی و مال میں ایک ناقص الآخر نسخہ موجود ہے۔

شریعت نامہ

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ ۳۷ ورق (۴۸) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۱/۴ سطر (۶) خط نسخ

مصنف کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ :۔

> "دکھنی اشعار میں اسلامی شریعت کے احکام بیان کئے گئے ہیں مصنفہ شاہ ملک۔ اشعار کے درمیان سرخی سے تشریح کی گئی ہے۔ آخر پر سنہ تصنیف ۱۰۰۱ھ بھی نظم کیا گیا ہے"

اسپرنگر۔ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے۔ سنہ تصنیف ذیل کے اشعار سے واضح ہوتا ہے۔

سو پو شین الف ھے و میم لام کاف (شاہ ملک)	فرض کون سو دکھتی ہیں بولیا ہی صاف
سن یک ہزار صو ستر اپر سات	کیا ھون اسی سال ہیں یو حکات

شاہ ملک کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوسے۔ دکھنی شعرار کے حالات کا بڑا حصہ تو ان کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے مگر شریعت نامہ سے مصنف کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئے۔

مولف اردوے قدیم نے شاہ ملک کا ذکر کیا ہے اور مثنوی کا نام احکام الصلوٰۃ لکھا ہے۔ اس کے آخری اشعار اور شریعت نامہ کے آخری اشعار دونو بالکل ایک ہی ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ دونو نام ایک ہی مثنوی کے ہیں۔

بقول مولف موصوف شاہ ملک علی عادل شاہ ثانی کے عہد کا شاعر ہے۔

شاہ ملک مذہبی شخص پابندی شریعت حنفی مذہب کا پیرو تہا دربار شاہی سے اس کو غالباً تقرب نہیں تہا۔ ورنہ اس کی صراحت کچھہ نہ کچھہ ہوتی۔

اس مخطوطے کے سرورق پر درج ہے: "رسالہ در فقہ در زبان ہندی دکہن تصنیف شاہ ملک" مضمون کے لحاظ سے یہ حنفی فقہ ہے۔ اول حسب قاعدہ حمد ہے پہر بیان شریعت کا عنوان قایم کیا گیا ہے اس کے بعد نعت کا عنوان ہے اسی میں منقبت صحابہ بہی آگئی ہے۔ کسی بادشاہ کی مدح نہیں ہے۔ اس کے بعد سبب تالیف کتاب کا عنوان آتا ہے اور پہر اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس کے بتیس (۳۲) عنوان ہیں۔ بعض عنوانات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایمان کے احکام (۲) ایمان کے شرط (۳) ایمان کے واجبات (۴) شریعت کے فرض (۵) شریعت کے واجبات (۶) شریعت کے سنت (۷) شریعت کے احکام (۸) وضو کے فرض (۹) وضو کے سنت۔ اس کے بعد غسل۔ مسح۔ حیض۔ نماز۔ قیام۔ رکوع سجود کا ذکر ہے آخری عنوان سجدہ سہو کا ہے اسی پر کتاب ختم ہوئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد:۔

الہی دے توفیق انسان کون	جو بندگی کرین تیری دل جان سون
توں پیدا کیا محض بندگی کے تئیں	سو او چہوڑ کر پڑے ہیں گنہ کی کین

بیان شریعت:۔

شریعت تی خارج جو اسمان پر	اُڑیگا تو توں جان شیطان کر
شریعت سو پیغمبران کا ہے کام	شریعت پو سب مرسل چلیا ہیں تمام

نعت:۔

محمد کی صدق سون ای کردگار	توں ثابت کیا دو جہان برقرار

بھی آخر کون جسکی شفاعت ستی | چھٹک ہوی مسلم بانگوں دوزخ ستے

سبب تالیف :-

یو مسلیاں کون دکھنی کیا اس سبب | فہم کرکو دلمیں کرین یاد سب

فرض ہے نماز ہی یانی پڑنا اسے | مسلمان شریعت پو قایم اچھی

سکت تج تی کذریا تو اتنا تبے | کیا ہوں یو مسلیانکوں دکھنی ستے

ضرورت ہی لازم مسلمان پہ | یہی ہے حکم جو کچ سو ایمان پہ

سو یو مختصر دلہنی کر توں یاد | خدا تج رکھی دو جہان میان شاد

نمونہ :-

یو ارکان ایمان کی دوا ہیں | ولی عین ایمان سو یوا ہیں

جو اقرار اول زبان سون کری | یہی تصدیق دلمیں سو یو نکر دھری

خدا ایک دوجا شریک نے اسے | ہی بیمثل اسکے صفت نہ کسے

فرض احکام :-

اداکر یو بولیا ہوں یودا فرض | سو احکام وارکان کی میں فرض

اول آپ کون پاک رکھنا مدام | جنب ہور حدث سے نیے ویا احتلام

ہی دوسرا فرض پاک کپڑی سدا | جو چھپی تو تکر اچھیا یا ا

اچھی پاک جاکا سو تیسرا فرض | کہتا ہوں سطلے کون یو سب عرض

بھی چوتھا فرض وقتکون بوجھ سب | فجر ظہر ہور عصر و مغرب و شب

بھی سب طاعتاں ہیں سو ایمان پر | جو ہو تیاں ہیں ثابت مسلمان پر

حقیقت یو ایمان کا ہے سو کیا | و یا دین کیا ہے سو اسلام کیا

دیا کیا مسلمانی ستے سو توں بول | اسی جاب دی یوں کتا ہوں سو کہول
خدا کی سو فرمان کوں کر قبول | بہی کرنا ستے بولی خدا کی رسول
مفصل ستے ایمان اسکوں توں سیک | بہی مجمل ستے ایمان توں دلمیں لیک

خاتمہ :-

سو یو شین الف و میم لام کاف | قرض کوں سو دکھنی میں بولیا ہوں صاف
ایہی سو یو بیتاں نہ یا دہ ہیں چار | توں کوشش تے دل بہاکو کر یادگار
سن یکہزار ہور ستر پو سات | کہا ہوں اسی سال میں یو حکایات

انڈیا آفس کے اس نسخہ میں ہر شعر کے نیچے اس کا دکھنی نثر میں ترجمہ بھی موجود ہے
اور یہ اصل مثنوی کے ستر سال بعد لکھا گیا ہے (۱۰۷۷ + ۷۰ = ۱۱۴۷ھ) افسوس ہے
اس کے مترجم کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ اس کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"ایمان واجب ہونے کی دو شرط ہیں۔ اول عاقل ہونا دیوانی پہ نئی ہے۔ دوسرا بالغ
ہونا نابالغ پر واجب نئے ہے تمام عبادت جیسا نماز ہور روزہ وغیرہ واجب ہونے کا شرط سو
ایمان ہے۔ اگر مسلمان نئی ہوا تو سب عبادت اسپر واجب نئے ہے اگر کوئی پوچھیگا کہ ایمان کیا
ہے۔ ہور اسلام ستے ہور مسلمانی کسے کہتے ہیں اسی یوں جواب دی کہ خدا کی حکم کوں قبول
کرنی بولتے ہیں ہور ایمان ہور اسلام لفظ کی اعتبار فرق ہے ہور معنی میں یکساں ہیں"

اس مثنوی کا ایک نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں ہے نمبر ۱۳۰ سہ وری

مراثیہ بیجاپور

مرثیہ مرزا

دیگر دکہنی مرثیوں کی طرح اس کے مرثئے بھی علیحدہ نہیں ہیں بلکہ اڈنبرا کی بیاض میں شامل ہیں۔ یہ علی عادل شاہ ثانی کے عہد کا نامور مرثیہ گو تھا جس نے سوا ئے مرثئے کے کسی اور صنعت میں طبع آزمائی نہیں کی مرثیہ نویسی کا ایسا شوق تھا کہ انتقال کے وقت بھی ایک مرثیہ کا عنوان لکھ رہا تھا۔ بادشاہ کا تقرب حاصل تھا مگر کبھی کوئی قصیدہ لکھا اور نہ مدح گوئی کی بادشاہ نے خود اس سے خواہش کی مگر اس نے مدح کے بجائے ایک مرثیہ میں بجائے اپنے تخلص کے بادشاہ کا نام لکھہ دیا۔

مرزا اپنی مرثیہ گوئی کو ایک مذہبی فرض تصور کرتا تھا اسی انہماک کا نتیجہ تھا کہ اس کو خواب میں بھی اس کی تلقین ہوتی تھی چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا اپنا مرثیہ سنا رہا تھا ذیل کے شعر کے

دلاں پا کہاں انا راں کرہو سینہ طبق میانے

مصرع ثانی کے لئے مضمون نہ مل رہا تھا اس پر بیہوشی طاری ہوئی دیکھا کہ آنحضرت صلعم تشریف فرما ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ

نبی رو بینے محشر کون یوں تحفہ کرلے جاتا ہے

مرزا نے اس کو کہہ کر مرثیہ پورا کیا۔

(ص ۹۲) بساتین السلاطین برٹش میوزیم)

مرزا کی شہادت یوم عاشورہ ہوئی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرثیہ لکھہ رہا تھا کسی ظالم نے خنجر سے ہلاک کر دیا۔ شاہ مرتضیٰ قادری کی درگاہ میں دفن کیا گیا۔ افسوس سنہ وفات معلوم نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ ۱۰۸۰ھ کے قبل اس نے شہادت پائی۔

مولف بساتین السلاطین نے مرزا کی بڑی تعریف کی ہے وہ لکھتا ہے :-

"یکے از شعرائے مقبولین آں زماں مرزا مرثیہ خوانست کہ زبان خود وقف حمد و نعت سید المرسلین و منقبت آئمہ طاہرین نمود ہرگز برائے احدے از شاہ و گدا شعر نگفت مرثیہ ہا بے شمار کہ در ماتم شہدائے کربلا گفت زبان زد خاص مردم دکن و دیگر بلاد گردید" (ص ۹۲)

یہ سب کچھ ہے مگر افسوس تیقن کے ساتھ اس کے مرثئے پیش نہیں کئے جا سکتے مرزا تخلص کے سولہ مرثئے اڈنبرا میں ہیں۔ ان میں سے نہیں معلوم گولکنڈہ کے مرزا کے کتنے مرثیے ہیں اور بیجاپور کے کتنے چونکہ دونوں کا زمانہ قریب ایک ہے اس لئے ان کی تمیز کرنے میں بڑی دشواری ہے۔ بہرحال ہم ایک مرثئے کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔ جو بعض اندرونی شہادتوں کے لحاظ سے بیجاپور کے مرزا کا مرثیہ کہا جا سکتا ہے۔

شریعت اساسی پہ اپتا ستم	حقیقت شناسی پہ اپتا ستم
نبی کے نواسے پہ اپتا ستم	سب امت کے آسے پہ اپتا ستم
دیا زہر پانی میں با ظالمان	سولاگا کلیجے کون جاکر تدہان
جگر گوشہ حسن کا پڑا بے گمان	مدینہ کے باسی پہ اپتا ستم
حسین ابن حیدر خدا کا ولی	جگر گوشہ فاطمہ اور علی
بروج دہ دوہ کا بد جلی	نہ گھر اسی پہ اپتا ستم
...	...
مبارک بدن سون ہوا سر جدا	اسی غم سون کہتا ہے مرزا صدا
کیا کیا دو بدبخت نے اے خدا	شہنشہ پیاسے پہ اپتا ستم

ہاشمی کا ایک مرثیہ اڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض میں ہے۔

ہاشمی بھی علی عادل شاہ ثانی کا ہمعصر ہے سید میراں نام اور ہاشمی تخلص تھا جس کو اپنے مرشد سید شاہ ہاشم کی مناسبت سے رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مادرزاد اندھا تھا۔ مثنوی۔ دیوان اور مرثیہ اپنے یادگار چھوڑے ہیں مثنوی جو یوسف زلیخا سے موسوم ہے سنہ ۱۰۹۹ھ میں مرتب ہوئی جس کا نمونہ ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں دیا ہے۔ ریختی نظم کا بھی یہی موجد ہے۔ کیونکہ اس کے پہلے کسی نے اس قسم کی نظم نہیں لکھی ہے۔ مگر یہ امر ہنوز تحقیق طلب ہے کہ اس قسم کی نظم کا کوئی خاص نام اس وقت تھا یا نہیں ؟ میرا خیال ہے چونکہ اس قسم کی یہ ابتدائی کوشش تھی اس لئے اس کا کوئی خاص نام نہیں تھا زمانہ مابعد میں اس کو ریختی سے موسوم کیا گیا ہے۔

مصنف بساتین السلاطین نے تعریف کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"و نیز از جملہ ہندی گویان ان زمانہ میاں ہاشمی است کہ بفیض لعاب دہن مبارک حضرت پیر دستگیر شاہ ہاشم قدس سرہ زبان شیریں بیان کشادہ درمیان سخنوران گوی سبقت بودہ۔ ترجمہ یوسف زلیخا را بجا در آن وقت نظم آوردہ و دیوان غزل مشتمل بر مضامین سنجیدہ و تلازمات شعریہ ہم داد کہ مقبول طباع افتادہ در اشعار طرازی تا در روش غریب در زیدہ است کہ ہیچ کس بر آور دران سیاقت نزادہ۔ با وجودے کہ بصیر مادرزاد بود۔"

(صفحہ ۹۲ ب انڈیا آفس)

غرضکہ ہاشمی کی قابلیت مسلمہ تھی سنہ ۱۱۰۸ھ میں اس نے انتقال کیا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا اس کا ایک مرثیہ اڈنبرا میں ہے مگر افسوس ہم نے اس کو مکمل نوٹ نہیں کیا چند اشعار جو نوٹ کئے گئے پیش کئے جاتے ہیں:۔

دلبند مصطفیٰ کا تابوت لے چلے ہیں
فرزند مرتضیٰ کا تابوت لے چلے ہیں

سلطان دو جہان سرو اراولیا کا
مظلوم کربلا کا تابوت لے چلے ہیں

حضرت حسین حسن کا شاہ زمن کا
حضرت نبی منگا کا تابوت لے چلے ہیں

.. ..

حضرت کے تھے نواسے حیدر کے تھے خلاصے
ہو کے شہید پیاسے تابوت لے چلے ہیں

اے ہاشمی شہان کا سلطان دو جہان کا
مقبول اس جوان کا تابوت لے چلے ہیں

یہ مرثیہ زبان کی صفائی کے لحاظ سے ممکن ہے ہاشمی بیجاپوری کا شمار نہ کیا جائے مگر ہاشمی کے دوسرے کلام کی صفائی کو دیکھا جائے تو پھر اس مرثیہ کو ہاشمی کا تصور کرنے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔

دورِ مغلیہ کے مخطوطات

دکن کی بہمنی سلطنت محمد تغلق (۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ) کے عہد میں قائم ہوئی اس کے
بعد دہلی کے تخت پر متعدد خاندان حکمراں ہوئے مگر کسی نے بھی دکن کی جانب توجہ نہیں
کی شہنشاہ اکبر (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ) پہلا شخص ہے جس نے ۹۹۵ھ میں دکن پر
حملہ کیا۔ اس کے بعد شاہجہاں نے پے در پے یورشیں کیں اور آخر ۱۰۴۴ھ میں احمد نگر
پر قبضہ کر لیا اس طرح اب مستقل طور پر سلاطین مغلیہ کا تعلق دکن سے ہو گیا۔ اورنگ زیب
کی شہزادگی کا زمانہ بڑی مدت تک دکن میں بسر ہوا اور تخت دہلی پر قدم رکھنے کے بعد
تو دکن کی فتح کا ارادہ مستحکم ہو گیا ۱۰۹۷ھ میں بیجاپور اور اس کے ایک سال بعد ۱۰۹۸ھ
میں گولکنڈہ فتح ہو گیا اس طرح تقریباً پانچ سو سال کے بعد پھر دکن شمالی ہند کی اسلامی
حکومت میں شامل ہو گیا۔

گولکنڈہ اور بیجاپور کے درباروں سے شعرائے اردو کے ساتھ بیحد مراعات کئے جاتے
تھے انہیں ان کی تصنیفات کا معقول صلہ دیا جاتا تھا نہ صرف سلاطین بلکہ امرائے دکن
بھی اردو کی سرپرستی کرتے تھے۔ ان قدردانیوں کے باعث عام طور سے شعر و شاعری
کا رواج ہو چلا تھا قابل افراد بلا کسی امید صلہ یا قدردانی کے اب اردو میں اپنے خیالات کا
اظہار کرتے تھے۔ اس لئے اب ان سلطنتوں کی شکست سے اردو کی ترقی پر کچھ اثر نہیں پڑا۔

۱۰۹۸ھ میں پورا دکن سلطنت مغلیہ میں شامل ہوا تھا اور ۱۱۳۴ھ میں آصف جاہ اول
نے اپنی حکومت قائم کی اس ۳۷ سال مدت میں بھی اردو کو خاصی ترقی ہوئی۔ شعراء نے
مثنویاں اور دیوان لکھے۔ مرثیہ نویسوں نے مرثیے لکھے جو آج تک یادگار ہیں۔

قطب شاہی و عادل شاہی زمانہ میں گولکنڈہ اور بیجاپور علم و فن کے مرکز ان شعر و شاعری

کے منبع اور شعرا کے مرکز تھے۔ مگر مغلیہ دور میں اورنگ آباد نے اس کی جگہ لے لی تھی۔

اورنگ آباد کا نام ابتدا میں کھرکی تھا جس کو ملک عنبر (نظام شاہی سپہ سالار) نے اپنا صدر مقام بنایا تھا اسی وقت (۱۰۱۳ھ) سے اس کی رونق اور چہل پہل بڑھتی گئی۔ اگرچہ ملک عنبر کے بعد اس کی طرف کم توجہ ہوئی مگر مغلیہ تسلط ۱۰۴۲ھ کے بعد سے اس کی قسمت پھر سے جاگی۔ شاہجہاں کے صوبہ دار اورنگ زیب نے ۱۰۴۶ھ میں اس کو اورنگ آباد خجستہ بنیاد سے موسوم کر کے اپنا صدر مقام اور مستقر بنایا۔

اورنگ زیب نے (۱۰۶۸ھ تا ۱۱۱۸ھ) تخت دہلی پر جلوہ گر ہونے کے بعد بھی گولکنڈہ اور بیجاپور کے فتح کے خیال سے زیادہ حصہ اورنگ آباد ہی میں بسر کیا اور پھر ان کی فتح کے بعد بھی اس کی عمر یہاں ہی گزری اور پھر مرنے کے بعد بھی اورنگ آباد کے جوار میں سپرد خاک ہوا۔ جب اورنگ آباد شہنشاہ ہند کا مستقر ہو چکا تھا۔ تو ظاہر ہے اس کی ترقی اور رونق کا کیا حال ہوگا۔

یہاں گھر گھر شیریں پانی کی نہریں جاری تھیں۔ گلاب، انگور، سنترہ کے باغ تر و تازہ تھے [illegible] کے لحاظ سے بھی ترقی ہو رہی تھی۔ آج تک اس کے باقیات کا پتہ چلتا ہے۔ دولت آباد کاغذ سازی کا مرکز تھا۔ کاغذ بنانے والوں کے بیسیوں خاندان یہاں آباد تھے۔ سرکار کی جانب سے ان کو مراعات حاصل تھیں۔ انعام اور یومیہ مقرر تھے۔

سلطنت ہند کے مستقر کے باعث شمالی ہند علی الخصوص دہلی کے امرا، رؤسا، علما، شعرا کثیر تعداد سے اورنگ آباد میں آباد ہو گئے اور پھر گولکنڈہ اور بیجاپور کے باشندے بھی جوق جوق آ کر یہاں منظم ہو گئے۔ اس طرح اورنگ آباد نہ صرف سلطنت مغلیہ کے حکومت و سیاست کا مرکز بنا بلکہ نظام شاہی، عادل شاہی اور قطب شاہی تہذیب و تمدن کا سنگم بھی بن گیا۔

اورنگ آباد [illegible] دارالحکومت، تمدن و تہذیب کا گہوارہ، علم و فن کا مرکز، علما و فضلا کا مسکن بن جانے کے باعث اردو شاعری کو (جو گولکنڈہ اور بیجاپور کی تباہی کے بعد یتیم و بے سہارا ہو گئی)

سی کی حالت ہوگئی تھی) یہاں قدم جم گئے۔ اور بہترین تصانیف ہونے لگے۔

اس زمانہ کے اردو شعراء کی طویل فہرست ہے جنہوں نے ملک سخن سے داد لی اور اپنے کارنامے یادگار چھوڑ گئے۔

ولی اورنگ آبادی بھی اسی عہد کے یادگار ہیں اگرچہ ان کا انتقال ایسے زمانہ میں ہوا جبکہ آصفجاہ نے سلطنت آصفیہ کی بنا ڈال دی تھی۔

اب ہم تفصیل کے ساتھ اس زمانہ کے مخطوطات کا حال درج کرتے ہیں جو چمنستان یورپ کے علمی گلشنوں میں محفوظ ہیں یہ بھی ذہن رہے یہ کل مخطوطات صرف اورنگ آباد کے نہیں ہیں۔ بلکہ پورے دکن سے متعلق ہیں۔

نشان سلسلہ	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ
(۱)	قصہ ملکہ مصر	سید محمد عاجز	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۲)	قصہ بہو ساس	؟	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۳)	عشق صادق ؟	ضعیفی	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۴)	یوسف زلیخا	امین	سنہ ۱۱۰۹ھ
(۵)	جنگ نامہ سید	اشرف	سنہ ۱۱۲۵ھ
(۶)	روضۃ الشہداء	ولی ویلوری	سنہ ۱۱۳۰ھ
(۷)	منطق الطیر	وجہی	سنہ ۱۱۳۱ھ
(۸)	غزل ہائے عشرتی	عشرتی	سنہ ؟
(۹)	غوث نامہ	ذوقی	ــــ
(۱۰)	دعائے فاطمہ	ولی ویلوری	؟
(۱۱)	مرثیہ	اشرف	؟
(۱۲)	مرثیہ	ذوقی	؟
(۱۳)	مرثیہ	مقیم احمد	؟

قصہ ملکہ مصر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر ۳۲/۲ ورق (۱۲) سطر (۱۷) سائز ۸½ × ۵½ خط نستعلیق مصنف کیٹلاگ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ملکہ مصر کی کہانی مصنف عاجز: تاریخ تصنیف پنجشنبہ ۱۱ صفر سنہ ۱۱۸۱ھ درج ہے۔ گارسی ڈی ٹاسی نے اپنے نوٹ میں اس کو قصہ فیروز شاہ سے موسوم کیا ہے مگر یہ نام نہ تو کتاب سے واضح ہوتا ہے اور نہ اس کو اس نام سے موسوم کرنے کی کوئی وجہ ہے یہ فارسی کے اس قصہ سے بالکل جداگانہ ہے جس کا ذکر ولسن نے اپنے کیٹلاگ کے صفحہ (۳۳۶) پر کیا ہے جو قصہ فیروز شاہ سے موسوم ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے ڈی ٹاسی نے مصنف کے متعلق کوئی تفصیلی صراحت نہیں کی ہے۔ بلوم ہارٹ نے ایک دوسری جگہ (جس کا ذکر لعل و گوہر میں آئیگا) اس مثنوی کے مصنف کو ایک دوسرے عاجز سے ملا دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

دکن میں عاجز تخلص کے دو شاعر ہو گئے ہیں۔ ایک مغلیہ عہد میں جن کا نام سید محمد تھا دوسرے عارف الدین خاں عاجز جن کے باپ عالمگیر کے عہد میں ایران سے دکن آئے تھے۔ عارف الدین عاجز عہد آصفیہ کے شاعر ہیں جنہوں نے مثنوی لال و گوہر لکھی ہے۔ عارف الدین کے معاصر تذکرہ نویس شفیق نے ان کا حال درج کرتے ہوئے لال گوہر کو ان کی تصنیف ظاہر کیا ہے ملکہ مصر کی وضاحت نہیں کی ایک ہمعصر تذکرہ نویس سے ایسا

غلطی نہیں ہوسکتی۔ اس کے علاوہ "ملکہ مصر" کی مثنوی میں خود تاریخ تصنیف موجود ہے جس سے ۱۱۰۰ھ میں مرتب ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں عارف الدین کا وجود بھی نہیں تھا۔ اس کے بعد پھر کسی مزید تحقیقات کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جن اشعار سے تاریخ تصنیف واضح ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

مرتب ہوا یاں تلک قصہ تمام	کہوں اب سوں کس سوں پایا نظام
ایگیارا تھے تاریخ ماہ صفر	سو پنجشنبہ کا روز خوب تر
نبی کی جو ہجرت برس ایک ہزار	ہور یک سو پو ہویا ہوں یو یادگار
اے محمد داب پیر کا ناوں سلے	ختم کر وزاری سو بپا چھوڑ دے

آخری شعر سے شاعر کا نام بھی ظاہر ہوتا ہے اگرچہ مولف اردو سے قدیم نے اس کا نام محمد علی لکھا ہے۔ نہیں معلوم ان کا یہ خیال کس بنا پر ہے کیونکہ مولف صاحب نے اپنے ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

افسوس ہے کہ مصنف کے حالات پر کوئی روشنی اس کی مثنوی سے نہیں پڑتی مگر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا۔ سید اخوند میر شاہ سے بیعت تھی غالباً ان سے خلافت بھی حاصل تھی۔ بیان کرتا ہے جب اس نے فارسی قصہ پڑھا تو اپنے مرشد سے اجازت چاہی کہ اس کا ترجمہ کرے ان کا اعتقاد تھا کہ سوائے ان کی روحانی امداد کے یہ کام ان سے ختم نہ ہوگا۔

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر اپنے پیر و مرشد میاں سید اخوند میر شاہ کی مدح کی گئی ہے۔

اس کے بعد قصہ کا آغاز ہے اس کی مختصر صراحت سنو۔

بادشاہ ملک مصر کا انتقال ہوا اس کی جانشین اس کی ملکہ قرار دی گئی ملکہ نے گیارہ سال کے حکومت کے بعد وزیر اعظم کو طلب کرکے حکم دیا جو شخص اس کے سوالوں کا جواب

جواب دے گا تو اس سے شادی کروں گی اور بادشاہت سونپ دوں گی۔ صدہا آدمی آئے مگر کوئی کامیاب نہ ہوا کسی سے بھی سوالات کے جواب نہیں دئے۔ آخر کار ایک عقلمند شخص عبدالعلیم نام ہندوستان سے مصر آیا۔ ملکہ کے سوالات کے جوابات دیئے یہ سوالات عقائد اسلام تصوف وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد ملکہ مسلمان ہوئی اور اس سے شادی ہوئی۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

حمد میں کہتا ہے:۔

کہوں میں ثنا صفت اس کا اول
بنایا ہے جن یو جگت سب بدل

رکھیا جن معلق یو سات آسمان
چلاتا ہے جو نیت زمین و زبان

نعت:۔

دوجا نعت حضرت نبی مصطفےٰ
ازل تا ابد اسکوں ہے بادشاہ

نبی ہے جو یک لاک چوبیس ہزار
اونکوں اسے شاہ کا ہے ادہار

اپنے پیر کی مدح کرتا ہے:۔

کہوں اب میرے پیر کا نا تمہیں
دنیاں دین میں تھی جس پادشہیں

او حضرت میاں سید خوند میر شاہ
کہ جس فیض تھی خلق نت پاے راہ

نہ اوس سار اکوی حکمت میں دسی
اگر وہ اچھوں بھی دلیں بسی

ابتدا قصہ:۔

سنو اے عزیزاں کتا ہوں سو بات
نہ سمجھو کہ بعضی حکایت کی دہات

کہوں اب قصہ سب کوں اظہار کر
کہتے ہیں کہ تہا شاہ یک بخت ور

دہرے نام سلطان فیروز شاہ
اتہا مصر کا شہر سو تخت گاہ

تھی بیٹی تھا اسکوں فرزند سو	اچھے شاہ ایسے ساۃ دلبند ہو
ملیکا اچھے ناؤں اس نار کا	اتھا جگمیں مشہور اس اوتار کا

اس کے بعد میں شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ مصر کا انتقال ہوا اور ملکہ اس کی جانشین ہوئی اور اس نے وزیر کو بلا کر کہا جو شخص میرے سو سوالوں کا جواب دے میں اس سے شادی کروں گی اور بادشاہ مصر بناؤں گی وزیر نے اس تدبیر کو بہت پسند کر کے منادی کرادی بہت لوگ آئے مگر سوالوں کا جواب نہ دے سکے۔

اس کے بعد بیان کرتا ہے۔

کتے تھا ایک عالم ہندوستان میں	کتیک دن پچھیں یو خبر سن اونی
اوک اسکوں اسبات میں نام تھا	سو عبد العلیم اس کیرا نام تھا
بچارا یا او دل پچ جاؤ دہاں	کروں شاہزادی کی خاطر نشان
کی یوں دلمیں اسبات کا عزم ہر	جو پسند اوتس وقت پکڑیا سفر
نہ کم یک گھڑی کیں اوک اد داس	چہل دنکوں پونچا جو اس شہر پاس

اس کے بعد ملکہ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور اس کو طلب کر کے سوالات دریافت کرنے لگتی ہے ان سوالات میں عقائد تصوف وغیرہ سب ہی داخل ہیں ان سوالات کی ابتدا اس طرح ہے۔

کہو سب تھے اول یو رب الرحیم	جو پیدا کیا کیا سو کہ اے علیم
کہیا کاف ہور نون سب تھے اول	بنایا ہے اسی پروری پے بدل
تھی تب کے اوس کاف ہور نون سوں	ہوئی کیا او حاصل سو سمجھ بول توں
کہیا کاف نون سوں یو میدان سب	ہوا ہے سو تھا ادا جو تھا یو سب

لکھے کون آیت قران میں اول | ہی نطفہ نازل سو کہوں عارف بول
کہیا تب او عالم سمن ای سندہر | سینا تازل اول سو اقرار ککر
کہ حضرت نبی جو عمر میں تمام | کہتی ہیں علوقہ جو کہاسے طعام
کہیا سب عمر میں او صاحب میرا | جو کہاسے اتی طعام دو من کیرا

یو سب بات سنکر او تاری نچہل | کہو کون جنت میں جا وین اکل
ملایک بوہیں مرد یا عورتاں | کہو محبوں دو حرف کیرا بیان
کہیا جانیکی سو اول بہشت میں | گروہ ایک محمد کا امت میں
فرشتی نہیں مرد عورت کے سا | ولیکن نہیں او بہو قدرت سوں بہار

اس سوالوں کے بعد شادی ہو جاتی ہے۔ کہتا ہے۔

رضا لی کیا میز بانی بڑے | بندے عقد یک سعد امرت گہری

مثنوی کے آغاز میں بیان کیا گیا ہی کہ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے چنانچہ کہتا ہے۔

نزان ایک دن ذوق کے حال میں | دیکھیا اس قصہ کون سو خوش حال میں
اتھا یو قصہ فارسی نظم سب | کہنا ترجمہ کردہر یا دل میں تب
بچھیں مانگ توفیق اپن پیر پاس | کیا فارسی کون دکھن سال ہواس
دلی یک عرض ہے سنو ہی میرا | جو کوئی درس دیکھے یو قصہ کیرا
تو کچہ نا کہو اوسکی خامی پوچھا | بہر حال عاجز کون دیوے دعا

فارسی کے اصل قصہ کی تلاش کی گئی مگر افسوس یورپ میں کوئی قصہ دستیاب نہیں

ہوا۔ انڈیا آفس میں قصہ فیروز شاہ[۵] کے متعلق دو کتابیں ہیں ان کا قصہ بالکل علیحدہ ہے اس لئے مقابلہ غیر ضروری خیال کیا گیا۔

اسی طرح اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ بھی دستیاب نہیں ہوا اس لئے اختلاف ظاہر کرنے کا بھی موقع نہیں ہے

اس مثنوی کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں موجود ہے ۵۶ سروری۔

---

۵ یہ قصہ ملک مصر سے بالکل نہیں ملتا۔ چنانچہ ابتدا اور آخر کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

"در شہر بدخشان بادشاہ بود خجستہ اطوار و مبارک کردار کہ در عصر تمامی خود نداشت و بفراغ دل انتظام امورات پادشاہی میدارد و آخر بخواہش تمام عروسان اہل جمال را در عقد خود آوردہ روزگار را بخوشی و خرمی میگذرانید در قضا را زنے پسر زندی تولد شد نامش فیروز شاہ نہاد چو فیروز شاہ بعمر دو سالہ رسید از زنے دیگر پسران متواتر پیدا کردید ندیکی را نام نوروز کردند دیگرے را نام بہروز شاہ گفتند چوں ہر سہ بحد بلاغت رسیدند روزی از روزہا باشاہ بہادر فیروز شاہ بر غضب شد"

شروع سے آخر تک اس میں قصہ فیروز شاہ کا ہے اور وہی اس کا ہیرو ہے ملکہ مصر والی کتاب سے اس کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔

خاتمہ ملاحظہ ہو:۔

تمام اختیار کار بادشاہی بدست فیروز شاہ گذاشت و مالک مملکت گردانیدہ خود بعبادت حق سبحانہ تعالیٰ در گوشہ نشست۔ فیروز شاہ چو بر تخت بادشاہی نشست و دست عطا بجمہور انام بکشاد و داد سخاوت داد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تمامی خلائق بحسن و خلق او شادان شدند۔

قصہ بہو ساس (۹)

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۳۴۷) ورق (۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

مصنف کیٹلاگ کی وضاحت: "میاں بی بی اور ساس کے سوالات درج ہیں۔ گیارھویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے۔"

کیٹلاگ سے جس طرح مثنوی کا نام اور مصنف کا نام ظاہر نہیں ہوتا اسی طرح اصل مثنوی سے بھی کوئی مدد نہیں ملتی۔ مضمون کے لحاظ سے اس مثنوی کا نام حسب مندرجہ صدر رکھا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ باوجود تلاش اس کے مصنف کے متعلق کوئی معلومات فراہم نہیں ہو سکے۔ سنہ ۱۱ھ میں مثنوی کے مرتب ہونے کی وضاحت حسب ذیل شعر سے ہوتی ہے۔

زمانہ اسے یو اگیارا صدی
گئی نیک نیکی رہی ہے بدی

مثنوی میں حمد و نعت کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔ اول ساس جھگڑا پیش کرتی ہے۔ بہو اس کا جواب دیتی ہے مرد درمیان میں آتا اور ماں کی جانب داری کرتا ہے بی بی لڑ کر اپنے میکے چلی جاتی شوہر سے قطع تعلق ہو جاتا اور وہ آوارہ ہو جاتی ہے۔

ابتدا ان اشعار سے ہوتی ہے۔

کہوں میں اول صفت سبحان کا	دیا ونت دے دان ایمان کا
نہیں جس میں ایمان ہے بے حیا	نچانو دنیا بیچ ادس کا جیا
کھوں میں یو قصہ بہو ساس کا	لکیا دو میں جھگرا سو لیں انکا
کرانا جو جا ساس جکیں کو ہی	سدا ہاۃ اپنی سو چرتے پھری

انتھا گہر میں ایک منجہ سو بیٹیا برا
سو اس آج خاطر میں چونڈا چرا

ھلانی چلانی ملانی سو میں
بلا سیں اپنی ستم لائی ہیں

کھی دیکہ دلمیں سو کہ کرتی ھی یو
زرا آج منجکون ندرتے ھی یو

سکل بات سن بہوکھری او ٹکر
سینا سیر اپنا لیتی کوٹ کر

جوراکھول اپچپ لتان تور کر
کنکن ہاۃ بنکر یان ستم پھور کر

ستم سر ماتی اپس کھال لی
لکی تورنی ھت لتان بال لی

کھا مات کون جاوو رکہہ پاؤں یون
نکو آج تجھی لیو تمیں ناؤ یون

ھوی ہیں تمیں بہی بودی ھور بہی
سبب کیا جو چھوری کی خیالوں پری

آخری شعر

میری باۃ ہرگز توں آج تجھی منجا
تیری پوۃ کون توں اپس کھر سجا

سینا کار کھری رہ کہ نینو کھولا
کتکر مار کیتا نکون فنیتی بولا

نکو کی اس زنکون تو کھنا سکی
اوک اپچلی اوسکون کوہی کیا رکھی

جنی قید کرتی اونکوں تکھی
سورنک بھید کر آج اسکون تکھی

زمانہ اھی یو ایکارا صدھی
کئی نیک تنکے رھی سے پری

مثنوی عشقِ صادِق (؟) ضعیفی

اس مثنوی کا بھی ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

بلوم ہارٹ (۳۴۷) ورق (۲۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۲) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت :—

"ایک عورت کا قصہ ہے جس نے اپنے آپ کو پیغمبر اسلام کے عشق میں جلا کر خاک کر دیا۔ فارسی سے ترجمہ ہوا ہے۔ مصنف ضیعفی ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کسی کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں جس کے باعث ان لوگوں نے کوئی صراحت اس کے متعلق نہیں کی ہے۔

مثنوی میں تاریخ کی کوئی صراحت نہیں ہے مگر دیگر شہادتوں سے پایا جاتا ہے اس کی تصنیف ۱۱۰۰ھ یا اس کے قریب ہوئی ہے۔

ضیعفی کا نام شیخ داؤد تھا قطب شاہی دور کے آخر عہد میں ان کی پرورش ہوئی ان کے زوال کے بعد ہی ان کی مثنویاں لکھی گئیں۔

ضیعفی عالم اور صوفی شخص تھا اس کی تصنیف ہدایت نامہ سے اس کے بہت بڑے عالم ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ ان کے ہندی سے بھی واقف ہونے کی توثیق ہوتی ہے کیونکہ زیر بحث مثنوی میں ہندی الفاظ کا استعمال بکثرت ہوا ہے۔

اب تک ان کی دو تصانیف کا پتہ چلتا ہے (۱) مثنوی عشق صادق (؟) اور (۲) ہدایت نامہ۔

ہدایت نامہ میری نظر سے نہیں گذری اس لئے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی جا سکتی

دوسری مثنوی میں رواج مروجہ کے خلاف حمد ونعت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے بسم اللہ کے ساتھ ہی اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے ممکن ہے یہ نسخہ ناقص ہو۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ یہ بی بی سچے دل سے رسول خدا پر فدا اور فریفتہ تھیں۔ اور ہر روز آپ کے دیکھنے کے لئے جایا کرتی۔ شوہر نے صبح سویرے جانے کی وجہ دریافت کی جب بی بی نے واقعہ بیان کیا تو شوہر نے اجازت دی کہ صرف رسول اللہ کو دیکھا کر اگر کسی اور کو چہرہ بتائے تو اس کو طلاق ہو جائے گی۔ ایک دن راستہ میں ایک یہودی نے راستہ روک کر دریافت کیا کہاں جارہی ہے اس نے بیان کیا رسول اللہ کے پاس۔ یہودی نے کہا اگر تجھ کو رسول اللہ کا سچا عشق ہے تو اپنا چہرہ بتا اور رسول اللہ کی قسم دی۔ اب اس بی بی کے لئے نہایت سخت آزمائش کا وقت تھا متفکر ہوئی اس کے بعد اس نے خیال کیا کہ جب رسول اللہ کا واسطہ دیا جا رہا ہے اور آپ کی قسم دی گئی ہے اب اگر میں اس کو قبول نہ کروں تو میرا عشق جھوٹا ہو گا۔ گو چہرہ بتانے سے اس کو طلاق ہو جائے گی مگر طلاق منظور کیا مگر اپنے عشق کا جھوٹا ہونا پسند نہ کیا یہودی کو چہرہ بتا یا وہ اس کو دیکھکر بے ہوش ہو گیا۔ اب وہ عورت آنحضرت کے پاس آئی اور بعد زیارت واپس ہوئی اور کُل حالات اپنے شوہر سے بیان کئے۔ شوہر نے اس کو کسی اور بات پر محمول کیا اور کہا تیرے عشق کا امتحان لیتا ہوں اس کے بعد اس نے لکڑیاں جمع کیں تین دن تک تنور کو آگ سے روشن کیا۔ تنور آتش کے شعلوں سے سرخ ہو گیا اب اس نے عورت سے کہا اگر تو رسول اللہ سے عشق رکھتی ہے تو اس تنور میں چلی جا۔ اس نے نماز پڑھنے کی اجازت چاہی اور بعد ادائے نماز تنور میں چلی گئی اور دھوئیں کے باعث نظر سے پوشیدہ ہو گئی اب شوہر کو اس کی صداقت کا یقین ہو گیا اور اپنے امتحان لینے پر افسوس کرنے لگا۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا حالات بیان کئے۔ آنحضرت خود تشریف فرما ہوئے۔ تنور میں دیکھا تو نظر آیا وہ عورت نماز میں مشغول ہے اور اس کے اطراف باغ لگا ہے۔ ایسی

عرصہ میں جبریل علیہ السلام آئے اور خبر دی جو مرد اور عورت آپ سے سچی محبت رکھے اس کو بہشت دی جائے گی اور اس عورت کو اس صلہ میں بہشت عطا کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس عورت کو باہر نکالا گیا وہ جان بحق ہو چکی تھی آنحضرت نے خود اس کو دفن کیا۔

یہ ہے مثنوی کے قصہ کا خلاصہ اگرچہ یہ قصہ صرف قصہ ہی ہے صداقت سے اس کو کوئی سروکار نہیں۔ مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا مقصد اپنے ہم مذہبوں کے دل میں آنحضرت کی محبت پیدا کرنا تھا۔ کلام کا نمونہ

اتا سن کہوں نقل اس نار کا ۔۔۔ جو ثابت قوم نار او تار کا
سنیا ہوں نبی زمانے میں ایک ۔۔۔ اتھا جو مسلمان کوئی مرد نیک
نوا نبی کی سو اسلام میں ۔۔۔ اتھا نیک نیکی کیری کام میں
سو نجتاں سوں ہوی دیک یاری ہسی ۔۔۔ ملی ایک عجب نیک ناری اسی
نچھل پاک پیکر پری سار کی ۔۔۔ پری بلکہ اچھی نہ اسار کی

نبی کی محبت کا سو کند تجی ۔۔۔ دیکھا کار برقی متی موں منجی
تجی سوں نبی کی سو دیدار کا ۔۔۔ دیکھا دید تیرا منج یکبار کا
اگر توں نبی کا جو دھرتی ہی چار ۔۔۔ تو دکھلا تیری موں کوں برقی تی کار
دکھائی تو سمجھو نکا تج کون مکری ۔۔۔ محبت سچا توں نبی پر دھری

سو بولی کہ ای خاص خیر البشر ۔۔۔ سلام حق نی بو لیا تماری اوپر
بھی یوں بول بھیجا ہی تمنا کوں آج ۔۔۔ کہ ای شاہ نبیاں ای امت کی تاج
تماری جو امت متی کوئی اگر ۔۔۔ کہ جس میں محبت کا ہو دی اثر
مرد ہو ویا کوئی عورت اچھی ۔۔۔ کہ جس میں تمارا محبت اچھی

غوث نامہ

اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔
نمبر (۶۵۰۵) ورق (۱۶) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۹ تا ۱۳) خط نسخ تاریخ کتابت ۸ ربیع صفر ۱۲۷۴ھ

یہ مخطوطہ بلوم ہارٹ کی کیٹالاگ کے مرتب ہونے کے بعد میوزیم میں داخل ہوا ہے۔ اس لئے کوئی صراحت نہیں کی جا سکتی۔

یورپ کے کسی دوسری کیٹلاگ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس مثنوی کا مصنف ذوقی ہے اور ۱۱۰۹ھ میں تصنیف ہوئی جس کی صراحت مصنف نے بھی کر دی ہے۔

اسے سوا گیارا ہی اس پہ نو ۔۔۔ ہوا ختم یہ نسخہ نغز بو (؟)

ذوقی کا نام سید شاہ حسین تھا ان کے مرشد شاہ خان محمد نے ان کو بحر المعرفان کا خطاب دیا تھا۔ ایک مذہبی آدمی تھے مگر شعر و سخن میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ وہ اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ اورنگ زیب جیسے ولی صفت اور مذہبی بادشاہ کے عہد سے وہ تعلق رکھتے ہیں۔

ان کو اپنی شاعری پر دوسرے شعرا کی طرح فخر و ناز بھی ہے خود کو نصرتی سے بلند مرتبہ اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے سحبان اور احسان ہند تصور کرتے ہیں۔

ان کی مختلف مثنویاں مشہور ہیں جن میں وصال العاشقین زیادہ شہرت رکھتی ہے ذوقی کی غزلیں اور مرثیے بھی مشہور ہیں جن میں سے چند کا ذکر آگے آئے گا۔

اس مثنوی میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی مدح کی گئی ہے۔ مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے بسم اللہ کے بعد ہی مدح شیخ سے ابتدا ہوئی ہے اس کے بعد مختلف عنوان اور حکایت کے تحت بیان ہوا ہے جس میں شیخ کے حالات اور کرامات بیان کئے گئے ہیں۔

ابتدا:—

محی الدین کا نام بس ھی مجے
محی الدین کا یاد جس ھی مجھے

جہان میں ہریک کا ہریک پشتبان
میرا پشتبان او چہ ھی در جہان

وھی پیر امیرا وھی دستگیر
پکاروں اوسی اوس بدل پیر پیر

میری جان و دل کا سدا یار او
غم و ھم میں مجکو مددگار او

میری جان و دل میں لبسی او چہ جم
نہ غم سون مجہی غم ہٹے نا ھم سون نہ ھم

بقا ابن بطو کھی ایک روز
تھی منبر پو اوسرور یک روز

تجلی کیا انکی دلپر خدا
ھوی اوس تجلی میں خود سون جدا

کریں اونکوں بیخود تجلی رب
لگی کہوین پو کرنی نہ لا تاب تب

رسول خدا ھت پکڑان کے تین
رکھی ثابت اوس وقت منبر پو وین

تجلی مناسب نبیان کی تھی او
نرھی اوس سبب نشہ میں طاقتکی بو

مبتدیٔں کسو لیکون یو حال
اگرچہ مراتب میں پاوی کمال

یزدان حق جلالی تجلی کیا
چربی تمن شاہ لاغر ہوا

کھٹیا جسم شہ کا ھوی ناتوان
جمال تجلی کیا بعد ازان

پریا شیخ کا جسم اوستی تیا
کہ ھوی ھول دیکھن سون اوسکی سدا

مجی اوس کبھی کچھ نہ آیا نظر
وسیا نین مجہ کچھ تماشا دیگر

بحمد اللہ این نامہ بی مثال
دو دن بیچ پایا ھی وصف کمال

عبارات اسکی سکل دلکشا
اشارات اسکی مسرت فزا

ھی مطلوب و مرغوب جانکا سی
نہ کوئی اسا بولیا نہ بولی کبھی

کری دنکون اسکا جھلک آرسی — نہ پوچھی یہ دکھنی کتیں فارسی

اتھا نصرتی گرچہ دکھنی میں فرد — ھوا مثنوی سون میری زرد

اگرچہ او صنعت سخن میں کرے — یتی کان ھی اسمیں فصاحت بری

اگر نصرتی ھوی اسوقت پہ — رھی اس سخن سامنی سنہ لبسہ

میں علم و ھنر میں ھون سبحان ھند — فصاحت بلاغت میں احسان ھند

نھیں شعر میرا بدایع سون دور — بیان ھی میرا سب معانی سون دیور

مشہ اولیا کا جو ھی مدح گو — مشکل شاعران کا اچھی شاہ او

اتھی سو اگیارہ بہی اس پو نو — ھوا ختم یو نسخۂ نغز بو

شب جمعہ شعبان کی دوسری — سو تائید حق تس مرتب کری

اکر اسکی بنیان گنی تون تمام — ھوی چار سو آٹھ ای نیک نام

یہہ ھی غوث کی فضل سون جب تمام — کیا غوث نامہ یو نامہ کا نام

اس کے بعد (٢٦) شعر ہیں جس میں مناجات کی گئی ہے جس میں یہ شعر بھی ہیں :-

محی نام کر شاہ کا حرز جان — تصدق سون اسکی دی اپنی امان

یہ عاصی کی اوپر تو احسان کر — جتی مشکلاں اسکی آسان کر

ھی ذوقی غلام اوسکی درگاہ کا — بھکاری ھی دایم اوسی شاہ کا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا مجھے پتہ نہیں چلا ممکن ہے ہندوستان میں کوئی نسخہ ہو۔ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں ایک کتاب اس نام کی موجود ہے مگر وہ دوسرے شخص کا مصنفہ ہے اور زمانہ مابعد کی تصنیف ہے۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (اڈیشنل ۱۵۹۰۱) ورق (۲۶) سطر (۱۷) سائز ۸½ × ۴½ خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"آنحضرت کے داماد حضرت علی کے جنگوں کا حال دکھنی نظم میں مصنف سید اشرف۔ مثنوی کے آخر مصنف نے اپنے نام تعداد اشعار (۸۰۶) اور سنہ تصنیف ۱۱۲۵ھ ۱۷۱۳ء کا بھی اظہار کیا ہے۔"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔ البتہ اسپرنگر نے ان کو ولی کا ہمعصر بتایا ہے۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا اس کی تصنیف ۱۱۲۵ھ میں ہوئی چنانچہ اس کے متعلق مصنف کی صراحت بھی موجود ہے:۔

کیا ہوں بڑے شرف کی بھر جان
اگھیار اسو پچیس سن ہجری جان
کیا جنگ یو مختصر بات میں
کیا اٹھ سو پر چھ ابیات میں
کیا جنگ یو سید اشرف تمام
بحق محمد علیہ السلام

مثنوی سے مصنف کے حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے۔ جو حالات واضح ہوتے ہیں

اس سے معلوم ہوتا ہے ان کا نام سید اشرف تھا مذہب کے لحاظ سے شیعہ تھے۔ عالمگیر کا زمانہ دیکھا تھا۔ غربت میں بسر ہوتی تھی دہلی ہی گئے تھے۔ مثنوی غزل کے ساتھ مرثیہ بھی کہا کرتے تھے خوش قسمتی سے اڈنبرا کے مجموعہ میں ان کے مرثئے موجود ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔ شفیق، حمید، میر حسن اور میر نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ مگر کسی نے بھی کچھ حال نہیں لکھا البتہ بعض صرف ولی کے ہمعصر ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد حضرت علی کی منقبت پھر مناجات اس کے بعد کتاب کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔ فارسی سے ترجمہ کرنے کا بیان ہے اس کے بعد قصہ شروع کیا گیا ہے۔ بلوم ہارٹ کی وضاحت سے شبہ ہوتا ہے کہ اس مثنوی میں حضرت علیؓ کے حالات ہوں گے مگر ایسا نہیں ہے بلکہ ایک فرضی قصہ لکھا گیا ہے جس کی مختصر صراحت حسب ذیل ہے۔

ملک روم کا ایک بادشاہ فضل نام تھا اس کی دختر سحل نہایت حسین و جمیل تھی ساتھ ہی شجاعت و مردانگی میں شہرۂ آفاق۔ حضرت علی آنحضرت کے حکم سے اس ملک کو فتح کرنے اور تبلیغ اسلام کے لئے روانہ ہوئے۔ بڑی جنگ ہوئی، حضرت علی نے فتح پائی فضل اسلام سے مشرف ہوا اپنی دختر آپ کی کنیزگی میں دینے پر آمادہ ہوا آپ نے قبول کیا۔ اس تقریب میں فضل نے بڑی ضیافت دی۔ اس کے بعد لشکر اسلام کامیابی کے ساتھ واپس ہوا مدینہ کے گھر گھر میں اس کی خوشی ہوئی۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

خداوند اکبر ہے صاحب کرم
نہ مادر پدر اسکوں نا نار ہے

کہ جس کا نہ ہے نائب مقیم
وہ جیکا او پیدا کرنہار ہے

عجب کہیل اوسکا ہی قدرت اول | کری بوند بانی سوں صورت شکل

بذان احد سوں ایک احمد کیا | محمد ازل تا ابد کر دیا
عجب نام حیدر علی مرتضی | کہ جس سر ردی تہی نبی مصطفی

توں اشرف انا عاجزی بانکر | لکر پیت حقکن مناجات کر

بہوت جنگ حیدر کئے ہیں حرب | ولی یک شہر کا سنیا جنگ عجب
ہوس دلمیں ایا کروں ترجمان | کروں فارسی کا یو دکہنی بیان
بزان چاکو دیکہا اوہی یوں بیجل | بہوت جنگ میں آتہا یو اول
بزان فارسی کوں دکہن سالمیں | بہرا یا ہوں اسکو ہر یک حال میں

اپنا چل توں اشرف تجی کام سے | انگی جنگ سحل کا سر انجام سے

اپنا جنگ سحل کا تنا بے کہوں | علی شیر کے فتح پابی لکہوں

مدینے تے مغرب طرف یک شہر | کہتے دور تہی بہوت اسکا سفر
برس ایک پہ چہہ مہنی کی راہ | اتہا روم کی ملک میں بادشاہ
بڑا شہر کہتے کوہستان میں | نہ ایسا کہیں ملک اسمان میں
عجب نام اسکا حصارا سکتے | اوکافر ملک دھر نکارا سکنے
کہی نام اس بادشہ کا قضل | اتہی ایک دختر اسے خوش شکل

اتہا انام اوسکا سحل دختری — اوشیری خدا کی اتہی استری
عجب خوب صورت تہی رو خوش نگار — جو قربان تہی اسپو پریاں ہزار

کہاتم کمندیہیں چالیس ہزار — کرو ہر طرف سوار دس دس ہزار
کمندان سو اسپو چالیس ہزار — پکرلاو منج پاس چلتا سوار
کمندی چلی فوج پر فوج آر — جوں سمدور کی موج پر موج آر
لی ہر طرف اکو دس دس ہزار — تہی تنہا اپی شاہ حیدر کرار

.. ..

رہے دیک جبار کمند انہیں پر — لگی کھینچنی کافران زور کر
کتنک زور کرنی لگی شاہ ادہر — سو کرنی لگی کافران زور ادہر

.. ..

موی کافران کی ہزاران بہوت — جہنم ہوا شاد شادان بہوت
کمندان کیا توت سب ایکبار — لکت پہر کمندان ستی دسری بار

دیکہی شاہ نے پوچہی نیر اکیا ہی تام — فضل نے کہا میں ہوں کافر غلام
سنیا ہوں تمارا جو آکر خدا — برا سے خدا بخش میرا خطا
غلاموں میں عاجز کو ثابت کرو — زبان دلکون میری ہدایت کرو
مشرف کرو منج نبی دین سوں — ستوں تور دل کفر پلید ینسون

اسی بادشاہی بہی بخشی تمام — فضل نے کیا عرض ہے یا امام
سحل نام ہے یک مجی دختری — عجب پاک صورت ہی جوں شہپری

مہری دلمین آیا ہے یو خو بتر
تصدق کردن مرتضیٰ کے اوپر
حکم تہا خدا کا قبولے نبی
سحل کون نکاح بیچ لاے علی

فضل سون تعظیم تکریم کر
کتک دن ضیافت خرچ دہوم کر
ترناک ایک خلعت ہر یک سوار کون
سو اسوار پیادی جلودار کون

جو داخل ہوی شاہ او شیر نر
سو خاتون جنت نی تعظیم کر
اپر کرلئی ہاتسون ذوالفقار
بہوت خوش ہوی شاہ حیدر کرار

بدولت حرم میں ہو شادی تمام
مدینی میں گہر گہر دکر خاص عام

خاتمہ۔

سو اوقدم ہے سب حکمت کا طبیب
سو اس حکمیں اشرف ہے عاجز غریب
الہی کیا ہون میں یو مہلاست
ولیکن ہے امید علیکی صفات
جکوئی صفت انکی سبکی تمام
یقین جان اشرف ہے اسکا غلام
کیا شعر غریب کری طور میں
سو فرخ سیر کی کیا دور میں
کیا ہون بری شرف کی بہر جان
اکہارا سو پچیس ہجری جان
کیا جنک یو مختصر بات میں
کیا ات سو پر چہرا بیات میں
کیا جنک یو سید اشرف تمام
بحق محمد علیہ السلام

اگرچہ یہ مثنوی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے مگر چونکہ اصل فارسی کا کوئی نسخہ نہیں ملا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اور اس کا اور کوئی نسخہ بہی نہیں ملا اسلئے اختلافات بہی ظاہر نہیں کیے جا سکتے۔

روضۃ الشہدا

اس کے تین نسخے یورپ میں ہیں دو انڈیا آفس میں اور ایک رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۳) ورق (۱۸۶) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۳/۴ سطر ۱۱ تا ۱۵ خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲۵ رشعبان ۱۲۱۶ھ کاتب سید جعفر عرف میاں صاحب دریال گھاٹ۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۲/۳) بر حاشیہ ورق (۱۲۱) سائز ۹ ۳/۴ × ۵ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۱۵۸ھ

رائل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر (۴) ورق (۱۹۲) سطر (۱۵) سائز ۸ ۱/۲ × ۵ ۱/۲ خط نستعلیق کتابت ۱۲ جمادی الاول ۱۱۸۸ھ۔

بلوم ہارٹ نے ولی اورنگ آبادی اور ولی ویلوری میں کوئی تفریق نہیں کی ہے وہ دونوں کو ایک ہی تصور کر کے ملا دیا ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

نفس مخطوطے کے متعلق جو وضاحت اس نے کی ہے اس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ ولی کے حالات کے متعلق جو نوٹ لکھا گیا ہے اس کو دیوان ولی کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ روضۃ الشہداء سے بالکل غیر متعلق ہے۔

حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کے حالات خصوصاً حسنؓ اور حسینؓ کے واقعات دکھنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ حسن بن علی کاشفی کی تصنیف کا ترجمہ ہے۔ ایتھے اور ریو کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک ہے اس کا مصنف ولی ہے اس نے اپنے آپ کو ولی شاہ سے بھی موسوم کیا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں یہ دکھن کے مشہور شاعر ولی اللہ ہیں۔۔۔۔۔۔

روضۃ الشہدا دس مجلس میں منقسم ہے مجلس اول میں آنحضرت کی وفات کا بیان ہے۔ دوسری میں فاطمہ زہرا رضؓ کی وفات تیسری میں شہادت حضرت علیؑ چوتھی مجلس میں شہادت امام حسنؑ پانچویں میں ذکر امام حسینؑ و شہادت مسلم بن عقیل وغیرہ چھٹی مجلس میں فرزندانِ مسلم کی شہادت ساتویں مجلس میں حضرت حسینؑ کی روانگی مکہ سے کربلا کو اور شہادت حر آٹھویں مجلس میں شہادت احباب اور اقربا حسین علیہ السلام۔ نویں مجلس میں شہادت امام حسین و صاحب زادگان امام کا ذکر ہے دسویں مجلس میں شہادت کے مابعد واقعات کا بیان ہوا ہے اس کی تصنیف ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ء) میں ہوئی ہے۔ یہ بمبئی میں دو مرتبہ ۱۸۷۵ء و ۱۸۷۹ء میں طبع ہو چکی ہے "

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شریک ہے اس نے مصنف کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے بلکہ کربلا کے حالات اور امام حسین کی شہادت وغیرہ کے متعلق صراحت کی ہے نفس کتاب کے متعلق جو نوٹ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"روضۃ الشہدا یعنی شہیدوں کا باغ ایک دکھنی نظم ہے جو امام حسین کی شہادت کے مرثیوں اور کربلا کے حالات پر لکھی گئی ہے ایک اور مصنف "سیوا" نے بھی ان کو لکھا ہے یہ عشرہ محرم میں امام باڑہ میں پڑھے جاتے ہیں ۲۱"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔

مولف اردوے قدیم نے تاریخ تصنیف کا شعر حسب ذیل درج کیا ہے جو مطبوعہ نسخہ سے ماخوذ ہے۔

کیا ہوں جب ختم یو درد کا حال اگیارہ سو پونہا انیسواں سال

مگر یورپ کے تینوں نسخوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ وہاں کے نسخوں سے ۱۱۳۰ھ ظاہر ہوتا ہے۔

کیا ہوں ختم جب یو درد کا حال
اگیارہ سو او پر تہا تیسواں سال

میرے پاس جو نسخہ ہے اس سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے اگرچہ وزن کے لحاظ سے یہ شعر موزوں نہیں ہوتا مگر ایک سے زائد نسخوں میں اسی سنہ کا لکھا جانا خالی از تعجب نہیں۔ مولفہ "اردو شہ پارے" نے سنہ تصنیف کے متعلق کوئی قطعی رائے نہیں دی ہے۔

ولی تخلص کے دکن میں ایک ہی زمانہ میں دو شخص گزرے ہیں۔ ایک اورنگ آباد کا باشندہ تھا جو بقول آزاد اُردو شاعری کے باوا آدم سے ملقب کیا گیا ہے۔ دوسرے ولی ویلوری (علاقہ مدراس) جو اس وقت ہمارے زیر بحث ہے۔

ولی ویلوری کو مولف اُردوئے قدیم نے سید محمد فیاض کے نام سے ملقب کیا ہے۔ مگر میری تحقیقات کے لحاظ سے ان کا نام میر ولی فیاض تھا۔ اس کی تائید نہ صرف رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطے سے ہوتی ہے بلکہ اس لئے بھی قرین قیاس ہے اکثر شعرا اپنا تخلص اپنے نام کے جزو ہی کو قرار دیتے تھے اس لئے بھی بجائے محمد فیاض کے ولی فیاض صحیح نہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے ان کے ایک رشتہ دار کا نسب نامہ دیکھا ہے جس سے میر ولی فیاض ہی کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ شیعہ مذہب کا پیرو تھا۔

شاعری ان کا پیشہ نہیں تھا۔ ابتدا میں وہ فوجی ملازمت رکھتا تھا۔ اس کی پیدائش ویلور علاقہ مدراس میں ہوئی اول حراست خاں صوبہ دار ساتت گڑھ[۵] کی ملازمت اختیار کی اس کے

---

[۵] ساتت گڈھ بھی صوبہ مدراس میں واقع ہے۔ آج کل ایک ویلج ہے۔

بعدہ وہ قلعہ داران سدہوٹ[۵] کا ملازم ہو کر کڑپہ آیا جہاں اس وقت نواب عبدالمجید خاں قلعہ دار تھا چیت پٹہ ان کی جاگیر تھی ارکاٹ کے محلہ اسدپور میں ان کا مزار ہے۔

ان کے مختلف تصانیف کا پتہ چلتا ہے جن میں سے دو زیادہ مشہور اور خاصے ضخیم ہیں (الف) روضۃ الشہدا (ب) رتن و پدم۔ اس کے علاوہ بعض اور مثنویاں بھی ان کی تصنیف خیال کی گئی ہے جن میں ایک مثنوی دعار فاطمہ (؟) قرار دی جا سکتی ہے۔

مثنوی رتن پدم کے چار ہزار شعر تھے جو کڑپہ میں تصنیف ہوئی تھی اس میں چتور کے راجہ رتن سین اور سرندیپ کی رانی پدماوت کی عشقیہ داستان منظوم کی گئی تھی اس کا کوئی نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی جا سکتی یہ مثنوی بقول اسپرنگر شاہان اودہ کے کتب خانہ میں موجود تھی۔

روضۃ الشہدا ولی کی غالباً پہلی تصنیف ہے مثنوی کے مطالعہ سے اس امر کی صراحت نہیں ہوتی کہ وہ کہاں مرتب ہوئی ہے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس کی تصنیف ان کی سدہوٹ کی ملازمت کے پہلے ہوئی ہوگی۔ ورنہ مثنوی رتن و پدم کی طرح اس میں بھی اپنی ملازمت کا حال ضرور نظم کرتے۔ تیسری مثنوی دعار فاطمہ کے متعلق علیحدہ صراحت کی گئی ہے جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

زیر بحث مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت اس کے بعد بطور تمہید بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن امام حسین علیہ السلام نئے کپڑے پہن کر آنحضرت صلعم کے پاس تشریف لائے آپ نے ان کے شہادت کی خبر دی اس کے بعد پہلی مجلس شروع ہوتی ہے ان کے اندراج کی صراحت قبل ازیں ہو چکی ہے۔ اس لئے اب کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا

---

[۵] قلعہ داران سدہوٹ نے بھی اردو کی بڑی خدمت کی ہے ان کے زمانے کے مخطوطے جو یورپ میں موجود ہیں ان کا ذکر آگے درج ہوگا۔

ابتدا :-

کروں تا ہیں کوں بسم اللہ سوں آغاز
اچھوں تا ہیں فصاحت تائیں سرفراز
سراؤں کیا او صفے جن پاک سخن میں
پیدا یا جیو دم کے رشتہ سوں بدن میں

مثنوی جنگ سے نمونہ کلام ملاحظہ ہو —

مجلس دوم وفات فاطمہ :-

کروں میں مجلس دوئیم پر غم
وفات فاطمہ کر کر رقم
تولد بولنا لازم اول
مناقب تس لکھا کرنا مسلسل
خدیجہ سوں جو اولاد پیمبر
انھے سب دو پسر ہور چار دختر
نہنی تھے فاطمہ سب دختراں میں
وا چھا چاند جیوں سب اختراں میں
شکم میں مانگی تھی جوں انکوں آرام
رکھے حضرت نے انکوں فاطمہ نام
نبوت سوں پچھے کے پانچویں سال
ولادت کا ہوا نیز دیکھ تو حال
خدیجہ نے بشارت یوں سنائے
قبیلے کے زناں کوں سب بولائے
قبیلا تھا او نو کا سب تو سنکر
خدیجہ کوں سمجھتے تھے عقر بار
مدد کرنے کوں انا سو نہ آیائے
سعادت دین دنیا کی گنوائے

انا بیان سوں کہوں حر کا حکایت
سو او سر شیر بہادر کا حکایت
جو حر نے شاہ کا او حال سب دیکھ
کہیا جو شاہ پر جنجال سب دیکھ
سو پیہ یک دم میں دنیا سوں ہو سرفراز
دیکھو کیوں راہ عقبی کا کیا ساز
اتاولیا پو آکیا شہ کا دلا یاد
بلا کوں دیکھ کر فالو بلا یاد
تنکہ کوں تہل کر تو جا عمر پاس
کہیا ای لعنتی مردود خناس

مکر دنیا کا دل میں دہر کو سو رات
رکیا تون حسین ابن علی سات

چرندے سب جنگل کے ہوو دکھاری
کھڑے روتے تھے چرند ہور ساری

پہاڑاں شور سوں پھوٹے تھے سینہ
کھڑے تھے سوں کر یکے لک سینہ

دریا میں کے مگراں سب چھوڑ اپنے
لگے خشکی پو آ پچھلیاں تڑپنے

کیسے پیشا دی تھا پیاس کا غم
کیسے پر تشنگی تھا عرشیکا ماتم

دنیا میں بھر رہیا تھا شور سارا
دھوا اٹھا درد و غم حضرت کے پونیارا

کھپائی کیوں امام با وفا کون
بوجھائی کیوں چراغ مصطفیٰ کون

گیا کیوں آج او سلطان عالم
ملک حضرت سوں تل تھا جان عالم

پڑیا کیوں آج آوندھا تخت شاہی
ہوا کیوں آج عالم پر تباہی

جہان میں سب قیامت کا مچیا سور
لگے موجاں سوں کھلبلنے کوں سمدور

غبار سرخ ہو کر آسمان کا را
جگت پر چھا کیا تھا سب اندھارا

زمیں سب لال تھے ہور آسمان لال
منگیا ہونے کوں سب قدرت پو بھنچال

فرشتے ہاتیں سے گزر آہیں
کھڑے تھے ہور لئے ہیں کوت کہنا ہیں

حالات جنگ :-

یزاں طارق کا بیٹا یک عمر تھا
جدے یکے فن میں غرسا بے خبر تھا

اوسے اکبر کا آتیں دار کھایا
جہنم میں پیدر کوں جا ملایا

دوجا کھا طلحہ کر طارق کا فرزند
اٹھا ملعون حملے سا تنو مند

جل اپنے باپ ہور بھائیکے غم سوں
تڑ شہزادے پر دھایا منہ کوں ان

سو اکبر کا گریبان ہات سوں دھر
منگیا تھا کھینچ کر سینے نو ہیں پر

تلک اکبر نے جلالی کر صفت سات
پکڑ قوت ستے ایسا مروڑ ہی
پچھیں اون زین سوں نے کھینچ کاڑ ہی
دیکھت اکبر کے مردی ھور اور زور

ستے ملعون کے گردن اوپر ہات
جو گردن کی رگاں ھور ہاڑ توڑ ہی
او چاکر زور سوں بھوئیں پر پچھاڑ ہی
لعیناں کے پڑیا سب دل میں شور

منکیا مصرع نے تو شمشیر کاری
کفر ک او اوس کے سر میں جا لگیا سو

تلک اکبر نے بھی شمشیر جھاری
کٹیا کافر کمر لگ ھو گیا دو

اوپٹ یو دو ھزاران سار یکبار
ایدھر کوں بھجے گئے اکبر نے حملا

کیئے اکبر یو حملہ آکر کے ھنکار
سو تیاں پر جیوں کے شیر نر نے حملا

جب اکبر یو بشارت باپ سوں پائی
تلک بی رحم موزیاں کا سب دل
سکاں اوس شیر کوں درمیان لیا گھیر
دندی جو دھروں چھپ جہان او نو پہ

سو پھر خوش وقت ہو میدان پہ دھائی
گئی تنہا علی اکبر ادھر جل
لگی بھیانے سناں ھور گرز و شمشیر
ہوئی شاہ کی نظر سوں غیب اکبر

سو حلقہ کر کہ سب کفار جو پھیر
دندی سب جو کر کے بھالے سوں بھالا
چھڑیا شیکوں خدا وصل کا کیف
کھیں پھر کھیر بچاتے وقت تروار
کرتا ہے اس صدا سوں قوم جاہل

کھڑی ہی شیر خدا کی شیر کوں گھیر
گئی چوگرد جیوں سورج کوں ھالا
جلالت سوں بچاتے تب چلے سیف
انا ابن رسول اللہ ہر بار
کریں معلوم اپنا کور سے دل

او لعرا کھیلا عرش برین کون | ھلاتا تھا سب ارکان زمیں کون

سو حملہ کرتا لگ چودھر سون کفار | لگے کرنے بدن پر شاہ کے وار
لگی تب شہ کون زخماں تن پو ساری | او چلنے کون لگی لھو کے فواری
دکھی نین ہانس ہلنے کون قوت | نکچہ تیز نہیں ھی چلنے کون قوت

اچھے او سس مرد پنت رحمت اللہ
اچھے قاتل پو او سکے لعنت اللہ

یہ آخر الذکر نثر ان اشعار کے بعد آتا گیا ہے جس میں آل حسین اور اصحاب حسین کی شہادت کا حال مذکور ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے۔ روضۃ الشہدا کے یورپ میں تین نسخے ہیں ان کے مقابلہ سے واضح ہے ان میں چنداں اختلاف نہیں۔ اشعار کی تعداد حمد و نعت اور ہر مجلس میں تقریباً برابر ہے۔ البتہ بعض جزی اختلاف سہو کتابت کے پائے گئے جن کو نظر انداز کیا جاتا ہے کیونکہ یہ چنداں اہم نہیں تھے۔

یہ دکھنی روضۃ الشہدا فارسی کے اسی نام[۱] کی کتاب کا ترجمہ ہے جو ملا حسین الکاشفی متوفی سنہ ۹۱۰ھ کی تصنیف تھی۔ ملا حسین کی تصنیف فارسی نثر میں لکھی گئی ہے ذیل میں اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

---

[۱] برٹش میوزیم میں اس کے متعدد نسخے ہیں سنہ ۱۲۸۵ھ میں یہ کتاب لاہور میں طبع ہوئی ہے اس کا ترجمہ ترکی زبان میں بھی ہوا ہے۔ (۶۸۹) ریو

فارسی روضۃ الشہدا
جنگ ہاشم بن عتبہ وقاص

درین محل ناگاہ از دست راست
امام حسین از میان بیابان سوارے بیرون
آمد بر جنگی تازی نژاد نشستہ و بر گستوان
با جلال از زین و سیمین بر روکشیدہ ترکی
در عہادی معرکہ چون قطرات غمام فرود
دیدی و بر مصاعد معرکہ چون دخان
بانگ زبان بدامن آسمان رسیدی نظم
برق روانکہ بر فتار خوبش
شام بودے دیدنش کہ صبح بودی دیدنش
مرکی بدین زیبا بے بجولان در آوردہ در
آکیش خفتان بغل جوان چہرہ مریخ درخشان
پوشیدہ و خودی اعادی چون افسر
کیوان بر سر نہادہ نیزہ چون مار ارقم
در دست گرفتہ و کمان بلند در بازوے
ارجمند افگندہ جعبہ پر از خدنگ بر میان
بستہ و شمشیر یمانی بزہر آب دادہ حمائل
کردہ و سپر یکے و از پشت در آویختہ چون
شیر ژیان بجوشش و چون ببر بیابان

دکھنی روضۃ الشہدا
ایضاً

سو ہاشم ابن عتبہ ابن او وقاص
کر اپنی کوہ سین تازیکون رقاص
یکایک حملہ ہو کر جیون کے بالا
بیابان میں سو دہا یا کو پالا
سادہ پر خود عادی تن میں بکتر
سپر چو پیت پر بدر منور
حمایل کر کو شمشیر یمانی
کتف اپرال یو قوس او کیانی
بھریا تہا تیرون سون ترکش بہالی
بہی نیزا ہات میں جیوں اژد ہالی
سپیدے بازو سون شہ کے آگو نکلیا
دنیا یاں کی آ کو او سنے کون چکلیا
سنی سو اس کا آوازی جلاجل
دلیران کی لرزنے کون لگے دل

- - - - - - - - - - - - -

فارسی روضة الشہدا

بقرش درآمد و سر و پائے میدان بگردید۔

. . . . . .

پس روے بہ لشکر امام حسین نہادہ گفت
السلام علیک یا ابن رسول اللہ اگرچہ پسر
عمم عمر سعد با دشمنان ماست من از جان
و دل دوستان شما ہوا دار دوستی شما
بالغایت وفادار است ....
.......سمعان حملہ کرد و نیزہ بر نیزہ یکدیگر
افگندند۔ آخر سمعان نیزہ راست کردہ
بود ہاشم پشت شمشیر بر نیزہ او زد نیزہ
از دستش بنہاد۔ و خواست کہ شمشیر
برکشید ہاشم امانش نداد شمشیر برق آثار
برق او زد تا تجاتہ زین بدو نیم شد۔ آواز
تکبیر از سپاہ امام حسین علیہ السلام برآمد۔

دکھنی روضة الشہدا

کہا پھر ہون شہنشہ کے طرف کر
سلام آتا ہے چا کر کا تم اوپر
عمر بن سعد میرا ہو پسر عم
اگرچہ دشمنان کا ہے مقدم
ولی میں دل سوں تیرا ہون ہوادار
تیرے وندیاں لہ نیکوں وفادار

. . . . . .

سنیا یوت سمعان مقاتل
ہوا وین جا کو ہاشم سوں مقابل
سوا و سردار تہا فوج حلب کا
اتہا مغرور دنیان کی طلب کا
چلیا ہاشم نے نیزہ ایدہر سون
کھرا نیزا اسماں سمعان اودہر سون
یکس پر چلائے تول نیزے
ہوی دونوں میں کولا کول نیزے
کئی پس منالی تور دونو
کھرے نیزے سون نیزہ جور دونو

دکھنی روضۃ الشہدا

فارسی روضۃ الشہدا

دو تو تھے تیرہ بازی ہیں ہنر مند
دونو بہی ہات کرتے سوں رہی بند
کسی پر کوئی کچہ سر بر نہ ہوے
کسی کا ہات کسپر در نہ ہوے
تلک شمشیر نے علم کر
سمیا سمعان کی نیزے کون قلم کر
او نی بہی ہات والیا تیغ پر دان
ولی ہاشم نے کچہ فرصت دیا نہیں
کیا بہی وار اسپر ہانک کر کر
سمیا دین زین لک دو تہان کہ کر کر
جب اس خواری سون او سمعان مواہے
ترا افسوس موزبان کون ہوا ہے

او ٹہیا سمعان کا نعمان برادر
ہزار سوار لے اپنے برابر
ہزار سوار ل نعمان سون یکہ بار
پرے ہاشم پو کر نے شور ہنکار
ولی ہاشم منی ایسا اس تہا
چو سارا دل نظر میں آکی خس تھا

اما چوں سمعان بدان خواری کشتہ شدہ
برادرش نعمان بن مقاتل با ہزار مرد کہ ملازم
سمعان بودند یکبار بر ہاشم حملہ کردند
ہاشم ذرہ نہ اندیشیدہ پیش حملہ ایشان
باز شدہ دو دست بازو بکار در آوردہ دست
بروے مے نمود اگر رستم دستان بودے

فارسی روضۃ الشہدا

بچشم انصاف مشاہدہ کردست و سمند اورا
توتیاے دیدہ ساختی اگر سام زبان
بودے وان جنگ را بدیدی رشتہ
خدمت اورا بجاے طوق مرصع در گردن
انداختے۔ ترک خنجر وار کہ دون ہر دم از
چرخ برین روے میدید وگفت آفرین
برآفرین۔

دکھنی روضۃ الشہدا

سو ہاشم ول میں اس کہا کہا کو کرکے
لگیا ہاشم شمر کے دینے کون پہر کے
اوکہ شمر کے پھریان سون اوچہر
دہران پر دہر کرتا تہا دہرا دہر
کہے حضرت نے ہاشم سے یکیلا
ہزار سوار کا ہی اسپہ ریلا

راوی گوید کہ ازین چند تن سوار و
پیادہ کہ بر حضرت شاہزادہ حرب میکردند
نزدیک او رسید یکے قدم پیش نہادہ بر گرد
امام حسین نمی توانستند آمد و از ہیبت امام
حسین چشم نمی توانستند کشاد آخر عزم تیر
باران کردند۔ امام حسین از مرکب فرود آمد
تا زخمے بر اسپ نرسد کہ یادگار جد و پدر او
بود۔ لشکریان کہ اورا پیادہ دیدند دلیر شدید
آہنگ وے کردند و روے تیری بر پیشانی
آنحضرت زدہ۔ امام حسین آن تیر را بیرون
کشید۔ از موضع جراحت خون مانند جوے
آب روان شد۔ آن سرور دست مبارک

ولیکن شاہ کا او دبدبہ دیک
صلابت ہور عالی مرتبہ دیک
قدم شوخی سون آگے نا رکہے کوئی
نا انکہیان کہول کر مکہ پر دیکہے کوئی
سو ہو ناچار تب سب نابکاران
لگے کرنے کون شہ پہ تیر باران
ترنگ اوپر سون اوترے شاہ شبیر
کہ تا تیزے کون تا حق نا لگے تیر
او تہا جد و پدر کے یادگاری
کلر کے کرون جیب او سکے خواری
و دیکہے جب کافران نے شاہزادا
ترنگ کون سٹ ہوا ہے یک پیادا

فارسی روضۃ الشہدا

بران زخم می نہاد و چون دست پُر خون شدے
بر سر و روے می مالید و می فرمود کہ
با جد خود بدین ہیات ملاقات خواہم کرد۔

دکھنی روضۃ الشہدا

ولا در ہو لگے بہانے کوں تیران
لگے مشہ جب کہرے کہانے کوں تیران
پشانی پر لگیا یک تیر کاری
او کہاڑ ہی سو ہوا لہو وان سے جاری
بہرا و بیا لہو سینے او سس ہات سرور
ملیں او سس لہو کون لی مکہ سات سرور
رکت ہیں چہرہ پر نور پیشانی
ہوا تہا جیون شفق میں سورِ پنیانی
کہتے تہے یوچ میں اس لال مکہ سات
کرون گا جد سون اپنے جا ملاقات

مولف کیٹلاگ نے جس شعر سے "ولی شاہ" اخذ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے ولی تخلص کے بعد شاہ کی اضافت ولایت کی طرف ہے چنانچہ شعر حسب ذیل ہے۔

ولی شاہ ولایت سون مدد منگ آ تا کر مجلس شہ میں امنگ

ولی کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک کہنہ مشق شاعر تہا جس پر مذہبیت اور تصوف کا رنگ غالب تہا یہ تصنیف شاعرانہ خصوصیات اور نکات سے خالی نہیں ہے جس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ شاعر کا پایہ اس فن میں کس قدر بلند تہا۔ واقعہ نگاری، جنگ کے حالات حملہ کا سماں وغیرہ حسب خوبی سے بیان کئے گئے ہیں وہ شاعر کی اعلیٰ قابلیت کے شاہد ہیں۔ اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں انجمن ترقی اردو، کتب خانہ آصفیہ کے سوا میرے پاس بہی اس کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔

منطق الطیر (پنچھی باجہ)

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۱) ورق (۱۴۴) سائز ۹ ½ × ۶ ½ سطر (۱۱) خط نسخ۔

یہ وجدی کی مشہور تصنیف ہے جو پنچھی باجہ اور پنچھی نامہ سے موسوم ہے چونکہ انڈیا آفس کے اس نسخہ میں "منطق الطیر" لکھا ہوا ہے اس لئے کیٹیلاگ میں یہ اسی نام سے درج ہے۔ اس کی تاریخ کتابت ۲۶ ذیحجہ ۱۲۰۶ھ ۱۷۹۱ء ہے۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"شیخ فریدالدین عطار کی مثنوی کا دکھنی منظوم ترجمہ ہے جس میں خدا کی تمثیلی طور پر حمد کی گئی ہے۔ اس کا مصنف ضعیف ہے منطق الطیر کا ذکر ریو اور اینھے نے کیا ہے۔ اس کا دکھنی نام پنچھی باجا بھی دیا گیا ہے۔ ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۹ء میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔ کاتب محمد حسین ہے"

یہ کتاب نہ تو اسپرنگر کی کیٹیلاگ میں شریک ہے اور نہ اسٹوارٹ کی ان اصحاب نے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ کو دھوکہ ہوا ہے وہ ذیل کے شعر کے لحاظ سے اس کے مصنف کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

جی موافق فہم اپنے کی ضعیف	اس کتاب خاص کا نظم شریف

مگر یہ کتاب عام طور سے مشہور ہے اس کا مصنف وجدی ہے۔ ذیل کے اشعار سے اس کی تصدیق ہوتی ہے :-

یوں دعا مانگی ہے گرچہ شیخ اپس	بخش وجدی کوں بھی اے فریادرس

(صفحہ ۱)

جنی خلاصی تجکوں بھی دوزخ کی ہوئی   آسرا وجدی کوں نہیں تجہ باج کوئی

(ص ۴۱)

اس طرح بیسوں مقامات پر وجدی نے اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے۔

اس کی تاریخ تصنیف کے متعلق بھی اختلاف ہے مولف اردوئے قدیم نے ذیل کے شعر کے لحاظ سے ۱۱۴۶ھ قرار دیا ہے۔

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب   تب ہوا میزان میں کیا خاصا کتاب

چنانچہ مولف موصوف کی رائے حسب ذیل ہے۔

"پروفیسر ٹاسی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ۱۱۲۴ھ میں اختتام کو پہنچی ہے
ببلیوتھیک ڈرمارگن لینڈشن گیشل شافٹ میں اس کا جو نسخہ ہے
اس سے ۱۱۵۰ھ میں تصنیف ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن ہم نے جس قدر
قلمی نسخے دیکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۱۴۶ھ میں تصنیف
ہوئی ہے" (ص ۹۳)

کتب خانہ آصفیہ کے قلمی نسخے سے اس کا سنہ تصنیف ۱۱۵۵ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح درج ہے۔

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب   تب ہوا میزان میں کیا خاصی کتاب

بلوم ہارٹ نے ۱۱۳۱ھ اسی شعر سے نکالے ہیں جس سے مولف اردوئے قدیم نے ۱۱۴۶ھ اخذ کیا ہے

ہم نے بھی اس شعر کے موافق حساب کر کے دیکھا جس سے بلوم ہارٹ کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے جو نسخہ کتب خانہ نواب صاحب کلیانی کے کتب خانہ میں ہے اس سے بھی ۱۱۳۱ھ کی تصدیق ہوتی ہے۔

وحیدی کا نام وجیہہ الدین ہے بقول مولف اُردوے قدیم کرنول کے باشندے تھے۔ صوفیانہ مشرب تھا عطار کے تصنیفات سے خاص ذوق رکھتے تھے عالمگیر کے آخر دور میں موجود تھے۔

ان کی تین مثنویاں مشہور ہیں تحفۂ عاشقاں جس کی تصنیف ١١١٥ھ میں ہوئی ہے دوسری زیر بحث مثنوی پنچھی باچہ تیسری مثنوی جو باغ جانفزا سے موسوم ہے اس کی تصنیف ١١٤٥ھ میں ہوئی ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد مناجات پھر نعت اس کے بعد منقبت اس کے بعد نفس مضمون شروع ہوجاتا ہے۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

ای پنچھی پیاری سخن آغاز کر — حمد سون حقکی بلند آواز کر
شوق سون ایسا او چا بانک پہچا — جسمی رہی ترلوک کا عالم لو بہا
گلشن وحدت ہی تیرا آشیان — احدیت کا راز سب تجپر عیان

ای میری پیاری پنچھی جیو کی سجن — بول میٹھی لب سون کچہ میٹھی بچن
ای شکر گفتار را دین بات کر — بات ہر یک ذات الٰہی تا بات کر
نعت سون احمد کی کھول اپنی زبان — جنی ہی او سیمرغ قاف لا مکان

تہا ولی جیو فارسی میں او کلام — کم سمج سکتے ہیں اسکون خلق عام
بلکہ بعض فارسی خوانے کین — نعت مشکل کون سمج سکتے نہیں
کرچہ ہیں یو کچہ نہیں معنی شناس — کان منجے اسکو سمجھنگے قیاس
لیکن اسکو دیکھکر دل چپ نہ بول — یک بیک یون دل منے آیا کلول
جی موافق فہم اپنے کے ضعیف — اس کتاب خاصہ کا نظم شریف

قصد کر دکھنی زبان میں لیکہ آؤن	تا رہے دنیا میں میرا بھی ناون
پس مدد منگ شیخ کی ارواح سون	التجا کر عجز ہور الحاح سون
میں قلم جاری کیا اوراق پر	جب ہوا پورا یو نظم مختصر
ناون اسکا میں پنچھی باچا کیا	یادگاری خلق عالم پر رکھیا

خاتمہ مثنوی

اسمیں یارب میرا ہوتا ہی کام	شکر ہے جو ہوئی پنچھی باچا تمام
جب کیا تاریخ کا دل میں حساب	تب ہوا مبزاں من یو خاصا کتاب

بدہ توفیق یارب گنج مارا
جزاک اللہ فی دلدارین جزا

اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ انگلستان میں نہیں ہے اس لئے اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔ البتہ شیخ عطار کی اصل فارسی منطق الطیر سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ابتدا حمد و نعت وغیرہ کو وجدی نے متروک کر دیا ہے۔ قصہ جہاں سے شروع ہوتا ہے وہاں سے ترجمہ منظوم ہوا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

عطار	وجدی
مجمعی کردند مرغان جہان	ایک دن سب جگ کی پنچھی جانور
انچہ دیدند آشکار و نہان	ملک بھی جمع ہو یک ٹہار پر
جملہ گفتند این زمان در روزگار	شوق سون دل کی لگی مرغول نی
نیست خالی ہیچ شہر از شہریار	یک نکیسنی راز دل کا بول نے

عطار

چوں بود کاقلیم ما را شاہ نیست
پیش ازیں بی شاہ بودن راہ نیست

ہدہد آشفتہ دل در انتظار
درمیان جمع آمد بیقرار
حلہ بود از طریقت در برش
افسری بود از حقیقت برسرش
تیز فہمی بود او در رہ شدہ
از بد و نیک جہاں آگہ شدہ
گفت ای مرغاں منم بی ہیچ ریب
ہم مرید حضرت و ہم پیک غیب
منم ز حضرت من خبردار آمدم
منم ز فطرت صاحب اسرار آمدم

وجدی

کہاں باتاں میں نکلی بات یون
جی پنکھیاں میں بادشاہ کوئی نہیں سو ان کہو نا
ہی ہر یک فرقی میں ہر یک بادشاہ
نہیں ہمنی کون بادشاہ سون کیا گناہ

اسو ضا پنچھی لگی کرنی سچار
بول اوٹھا و سین ہدہد نامدار
ای عزیزان بات یو کرتی تہی کیا
دلمیں چپ و سواس یون دھرنی کیا
کی پرہی اسو ضا غفلت منی
کفر ہی یو ملک سہور ملت منی
کفر سون توبہ کرو توبہ کرو
بادشاہ کی ذات میں شک نا دہرو

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ میں ایک نسخہ موجود ہی نمبر (۱۲۸۲) اور ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں بھی ہے۔ نمبر ۱۶ صرورری

دُعائے فاطمہ (؟)

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ ۳۷/۱۲ ورق (۲۴) سطر (۸) خط نسخ حاشیہ پر درج ہے مثنوی کا کوئی نام درج نہیں ہے اور نہ مصنف کا پتہ چلتا ہے میرے خیال میں اس کو ولی ویلوری کی تصنیف قرار دے سکتے ہیں اور نفس مضمون کے لحاظ سے دعائے فاطمہ سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:-

"ایک نامعلوم قصہ حضرت محمد کے متعلق ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ایک رات خدا کا عذاب دیکھ کر جنگل میں چلے گئے آپ کے خلفائے علیؓ۔ ابو بکرؓ۔ عمرؓ عثمانؓ اور بی بی عائشہؓ اور فاطمہؓ وہاں گئے اور بڑی کوشش کے بعد واپس مدینہ کو لوٹے"

جن وجوہ سے اس مثنوی کو ولی کی تصنیف قرار دی جا سکتی وہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) بعض اشعار میں ولی تخلص لایا گیا ہے مثلاً

ولی کوئی سعادت کے گھر یار ہیں | خرابات میں روز و شب خوار ہیں
(ص ۲۴ ا)

ولی غم امت کا مشکل تمام | نہ ہس غم میں رہتا عقل ہوش و قام
(ص ۱۹ ا)

اگرچہ بعض وجوہ سے اس کو "ولے" بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(ب) زبان کے لحاظ سے یہ اسی عہد کی تصنیف ہے۔

(ج) اسلوب بیان کے لحاظ سے روضۃ الشہدا سے بہت مماثل ہے۔

ممکن ہے اس کے بعد مزید تحقیقات سے اس مثنوی کا اصل نام اور مصنف کا پتہ چل جائے۔
مثنوی میں حمد و نعت کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے جس کی صراحت اس طرح ہے۔
ایک رات آنحضرت صلعم بی بی عائشہ صدیقہ کے مکان میں استراحت فرما رہے تھے۔
جبرئیل نے وحی لائی کہ امت کو بخشا نہ جائے گا۔ یہ سنکر آنحضرت کو سخت رنج ہوا اور اسی غم
میں آپ مکان سے باہر نکل کر جنگل کی جانب روانہ ہو گئے۔ بی بی عائشہ نے آپ کے اصحاب
کو اس سے آگاہ کیا تمام صحابہ آپ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ تین دن تک آپ کا کوئی پتہ
نہ چلا چوتھے روز ایک بوڑھے سے آپ کا حلیہ بیان کر کے دریافت کیا گیا اس نے کہا میں نے
کوئی ایسا شخص دیکھا تو نہیں۔ مگر چار دن سے جنگل کی حالت بدلی ہوئی ہے تمام درخت کے
پتے خشک ہو گئے ہیں اور جنگل کے جانور نہ تو گھانس کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے ہیں ایک
شخص امتی امتی کی صدا لگا رہا ہے یہ معلوم ہونے پر صحابہ جنگل کی جانب روانہ ہوئے اور ایک
غار میں آنحضرت کو پایا آپ سجدہ میں ہیں اور خدا کی حضور میں التجا کرتے ہیں "اے خدا میری
امت کو بخش دے" اس کے بعد ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان۔ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم
نے مختلف طریق سے آپ سے درخواست کی کہ واپس مدینہ کو تشریف لے چلیں مگر آپ
رضامند نہ ہوئے آخر صحابہ نے مشورہ کر کے حضرت فاطمہ زہرہ امام حسن اور امام حسین کو آپ
کی خدمت میں روانہ کیا وہ آئے اور آپ کا منشا معلوم کیا حضرت فاطمہ نے خدا کی درگاہ میں
دعا کی اس کے ساتھ ہی آنحضرت پر وحی آئی۔ خدا نے ارشاد فرمایا امت کو بخش دیا گیا آنحضرت
کو تعجب ہوا اور وجہ دریافت کی جبرئیل نے کہا خدا نے فاطمہ کی دعا قبول کی خدا ان سے شرمندہ
ہے اس لئے ان کی ہر دعا کو قبول کرتا ہے کیونکہ ان کے دونو فرزند سخت مصیبت سے شہید ہوں
گے اس کے بعد آنحضرت مدینہ کو واپس ہوئے۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتداء مثنوی:—

حکایت عجب ایک سنو دو رشد | سنین تو کھیلا دل کے فضلان کے بند
سنو اس کے تئیں کان دھر دل سون سب | کہتے ہیں محمد رسول عرب

گئی عائشہ کے محل ایک رات | سُتی تھی ہے خواب آرام سات
گئی تھی بنہ سیتی تمام | سولی تھی فراغت تون خیرالانام
سنی اس خدا ہو کہ حبیب دل آشاد | ھوی وہ کہ پھر رات سون کچھ زیاد
سو بھیجی ہیں جبرئیل پونچی شتاب | لی آئی خدا سون پیام عتاب
اوٹھائی نبی کون ادب سون تمام | ہزاران نیازان سون کینی سلام
کہی ای رسول خدا نامدار | ھوئی آج کیون تم نے فراغت شعار

عبادت کو کیون نہیں اٹھیا رات کون | سوتا کیون زیادہ ھی رات کون

سب تیری غفلت کے لیکا سبب | کرون تیری امت کون اب خراب
دھرون تجہ امت پر عذابان گھٹنی | جلاؤ نکا دوزخ مین رات دن

گئی مشورہ جب صحابہ کرام | گئی فاطمہ کن گھر سب تمام
سنی فاطمہ جب ھوی بیقرار | چلی ساتھ یاران کی حضرت کی ٹھار
لئی ساتھ اپس قرۃ العین کون | حسن شہ حسین طاہرو سیدین کہن

کئی عرض ای شاہ [illegible] دنیا و دین | کہا رب نے تجہ پر سلام و درود

کرم سون حکم یون کیا ای رسول | قبول ھمین اب دعائی بتول
خلاصی دئی تیری امت کون ھم | رکھیں تیری امت کون جنت میں جم

خاتمہ :-

الٰہی نوازندہ تون یا غفور | دے جنت منجے تون ہزاران سون حور
جو کوئی اسکون پڑکر منگے منجہ دعا | خدا دیویگا اسکون نادر جزا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا -

عشرتی کی تین غزل انڈیا آفس میں موجود ہیں۔

نمبر (۱۷) بلوم ہارٹ

مثنوی ابو شحمہ کے آخر پر تین فارسی اور تین اُردو غزلیں آنحضرت صلعم اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح میں لکھی گئی ہیں ان کا مصنف عشرتی ہے۔

{ عشرتی کے متعلق تمام قدیم اور جدید تذکرے ساکت ہیں البتہ عبدالجبار ملکاپوری نے اپنے تذکرہ شعرا میں اس کا ذکر کیا ہے مگر بہت کچھ صحت طلب ہے وہ ۱۰۳۰ھ کو ان کے انتقال کا سنہ بتاتا ہے۔ جو کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔ مولف اُردو شہ پارے نے تفصیل کے ساتھ ان کا حال لکھا ہے اور عالمگیر کے عہد میں ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ان کی مثنویاں دیپک پتنگ۔ چیت لگن۔ نیہ درپن وغیرہ ہیں۔

سید محمد خاں ان کا نام تھا عالمگیر نے نجابت و لیاقت کے مدنظر سرپرستی فرمائی جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ آصفی دور میں ان کی اولاد باعزت عہدوں پر سرفراز تھی۔ ان کا مزار شاہ راجو حسینی کے گنبد (حیدرآباد) میں واقع ہے۔ حال میں مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو نے ان کے متعلق تفصیل سے مضمون لکھا ہے۔ جو رسالہ اردو بابتہ جولائی ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا ہے۔

انڈیا آفس کے غزلوں کے مطلع اور مقطع یہاں درج کئے جاتے ہیں جن کو ہم نے نقل کیا تھا۔

پلپل میں جیو جان سون قربان تم پر یا نبی | با صدق ہور ایمان سون قربان تم پر یا نبی

تجہ کار ہے دنیا ہے تیراں سبے باناں سبھے | آفت ستے دنیا تجے قربان تم پہ یا نبی

سلکہن نام کسے میران محی الدین قطب بانی | کہون ہر دم توئی میران محی الدین قطب ربانی

کمینہ عشرتی بولے دنیا نہیں اس پر ہی جہولی | جتی مشکل تی کہو لے محی الدین قطب بانی

قیامت کا کٹھن دن ہی نبی منجہ اسرا دنیا | گنہ منجہ سر پو سنگیں ہے نبی منجہ اسرا دنیا

.. .. | .. ..

رکہیا غفا سر آکر مبارک اس قدم اوپر | دونو نتیان سون رنجوان بہر نبی منجہ اسرا دنیا

مرثیۂ ذوقی

ذوقی کے مرثیے اڈنبرا کے مجموعہ میں موجود ہیں۔ ان کی مثنوی غوث نامہ کا حال گزر چکا ہے ذیل میں ان کے مرثیوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان کے مرثیے اکثر غزل نما ہیں ان کی زبان تو صاف ہے مگر اثر کم پایا جاتا ہے۔

اے شمع بزم مرتضیٰ گھر آج آتے کیوں نہیں
تاریک ہے تم بن جہان جلوا دکھاتے کیوں نہیں

وہ جاہل دوزخ وطن آئے ہیں بادل کے نمن
جو برق تیغ صف شکن شہ جگمگاتے کیوں نہیں

وہ شمع بزم مصطفیٰ باد اجل سوں گل ہوا
سب سوز دل سوں تن ہوا سدا باران نکلاتے کیوں نہیں

چھوڑو سگل دنیا کے کام دس دن تلک اے خاص و عام
ماتم کے آتش میں مدام تن کو جلاتے کیوں نہیں

سنتے ہو تم اے مومناں شہ کی شہادت کا بیان
سب خاک و خون کے درمیان تن کو ملاتے کیوں نہیں

ذوقی تمارا ہی غلام فضل و کرم سے یا امام
اپنی زیارت کو مدام اس کوں بلاتے کیوں نہیں

دیگر

شاہ ماتم تخت گردوں پر دسا ماہ محن | فوج غم نے ملک دل ویران کیے ہیں جیو کو حزن

تب ہزاران دردو غم سون شہربانو نے کہا | مجہ کون کس کون سونپ کر جاتے ہوا سے سرورتن

تم بنان اے جان جاناکیون کرون میں زندگی | تم بنان کس کون کہون ہیں یہ اپس کا دکھ کہٹی

تم بنان ہرروز مجہ سینے جنلے یک سال ہے | تم بنان ہررات غم سون مجہ اوپر یک قرت

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

گرچہ اے ذوقی ترے بے حد گناہان ہیں ولے | شکر اللہ ہیں شفیع روز محشر پنجتن

بعض دیگر مرثیوں کے چند شعر :۔

محرم کا پہر آیا ہے مہینا | کریگا تیغ غم سون چاک سینا

در سجر امامت ہر شہ دین | پیمبر کے انگوٹھی کا نگینا

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

نگاہ مہر سون ذوقی کو دیکھلاؤ | منور روضہ بدر مدینا

دیگر

گرے جس وقت وہ سرور زمیں کربلا اوپر | ہوئی اوس وقت غم کیں قدسیان عرش علا اوپر

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تون ہے گر صدق سون ذوقی غلام آل پیغمبر
در وہ دان ہیچ بہرام شاہ دشت کربلا اوپر

دیگر

ملک سب افواج شام آہ دریغا دریغ | شہید کیا احمد امام آہ دریغا دریغ

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

شہ کے الم میں مدام رکھ توں زاری سوں کام
بول توں ذوقی دوام اہ دریغا دریغ

دیگر

اصغر کے جب گلو میں لگا تیر ہے دریغ | تھا بیقرار طفل وہ شبیر ہے دریغ

سلام کا نمونہ:-

شمس الضحیٰ پہ سلام بولو | بدر الدجا پہ سلام بولو
شیر خدا پہ سلام بولو | آل عبا پہ سلام بولو

.. ..

ذوقی کہتا ہے صبح و مسا میں
اس رہنما پہ سلام بولو

مرثیۂ اشرف

یہ کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے بلکہ اڈنبرا یونیورسٹی کے مجموعہ میں شامل ہیں یہ تیرہ مرثیے ہیں
جن کے (۱۴۰) شعر ہیں۔

ان کے بھی اکثر مرثیے غزل نما ہیں۔ بعض مرثیے نہایت لاجواب ہیں۔

بانو کہیں اصغر نہیں اب میں جھولاؤں کس کے تئیں
سونا ہوا ہے پالنا اب میں سولاؤں کس کتئیں

نہلا کے میں کپڑے پہنا اس کوں بتاتی گل بدن
وہ پھول کھانیر مس اب میں بتاؤں کس کتئیں

سوتا تھا وہ جب نیند بھر چینے اوٹھاتی دور کون
بیدم ہے دیکھو آج وہ اب میں جگاؤں کس کتئیں

جب مسکراتا وہ بچا میں شاد ہوتی دل سے
بے جان پڑا ہے گود میں اب میں ہنساؤں کس کتئیں

جب شہ کو غمگیں دیکھتی لیجا کے دیتی گود میں
سوتا وہ کفن اوڑھ کر اب میں لیجاؤں کس کتئیں

جاتے تھے شہ جب ان نے اصغر کو میں چھاتی لگا
دکھ میں بھولاتی اس کہلا اب میں کھلاؤں کس کتئیں

کہاں ہے وہ دلی والی حیدر حسن میرا — کہاں ہے وہ حسین ابن علی صفدر شکن میرا
اگن سوں تام شہ کے جلا ہے بدن میرا — بزنگ برق خرمن سوز دل ہے ہر سخن میرا

لگا ہے بسکہ تیر ماتم شہ دل منے کاری
مشہد کربلائے غم ہوا ہے جگ میں من میرا
ہوس گلگشت رضوان کی کرے کیون عندلیب دل
محبت کی گلی میں شاہ دین کے ہے وطن میرا

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

کیا ہون بے بدل یو مرثیہ جب سون اماموں کا
ہوا مشتاق ہر یک شاعر ملک دکہن میرا

جو کوئی ہے صدق دل سون دوستدار آل پیغمبر
اے اشرف اس کے پگ کی خاک ہے کحل نین میرا

دیگر

اس شاہ دوسرا پہ بولو درود یاران
سلطان کربلا پہ بولو درود یاران
اوس جان مصطفےٰ پر فرزند مرتضیٰ پہ
زہرا کے دلبرا پہ بولو درود یاران

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

اس ماحی خطا پہ ہر درد کے دوا پہ
اشرف کے مدعا پر بولو درود یاران

مرثیہ یتیم احمد

یتیم احمد کے مرثیے بھی اڈنبرا میں ہیں۔ احمد تخلص کے دکن میں متعدد شعرا ہوئے ہیں۔ قطب شاہی دور میں ایک احمد تھا جو وجہی کا ہمعصر تھا۔ دور مغلیہ کا یہ دوسرا احمد۔ جو برھان پور کا باشندہ تھا، شمالی ہند کے تذکرے نویسین میر حسن اور قایم احمد گو گجراتی تے ہیں، عمدۂ منتخبہ اور عیار الشعرا میں اس کو غلام احمد علی کے نام سے برہان پور کا باشندہ بتایا گیا ہے اسپرنگر نے بھی اسی احمد کا ذکر کیا ہے ممکن ہے ان دونو احمدوں کا وجود ہو مگر ہم جس احمد کا ذکر کرتے اور اس کے مرثیے پیش کرتے ہیں وہ ان دونوں سے جداگانہ ہے اس کا نام یتیم احمد تھا اور یہی تخلص کرتا تھا۔

اڈنبرا میں اس کے سات مرثیے ہیں جن کے (۱۴۰) شعر ہیں۔ ان میں سے دو مرثیے گویا امام حسین کی مدح میں قصیدے ہیں دو میں آپ کے خاندان کی تکالیف بے سروسامانی حیرانی و پریشانی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

مرثیوں کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حیف گھایل حسین تن تیرا | جسم پر خون ہے پیرھن تیرا
تو کہاں ہور کیدھر تن تیرا | کیوں بسیرا ہوا ہے رن تیرا

نہیں ملتا بوند کس کتیں پانی
سخت طفلاں کی سر پو حیرانی

حیف اصغر نے تجکوں رہا نی | جگ سوں پیاسا گیا تن تیرا
تیر لگ کر سوں لہو جوا ہے ہے | وا مصیبت میں بال پن تیرا
اے توں دلبر حسین کے اصغر | آج روتا نہیں توں ہت کر

تیر لگ حق سب لہو سون بہر
کیوں چوپی لے رہا دھن تیرا

بعض دیگر مرثیے :-

کیون ظالمان شہ کون مار رہے ہیں | یون ظلم کر بیشمار رہے ہے

دیگر

اے تون سرو دے روان سلام علیک | گل باغ جنان سلام علیک
شاہ کشورستان سلام علیک | قائل گمرہان سلام علیک

اے شفیع الامم امام ہدا
یو یتیم احمدا کا دردسرا

سدہوٹ کے مخطوطات

جب سلطنت مغلیہ کا شیرازۂ حکومت برہم ہوگیا تو پھر دکن میں متعدد سلطنتیں قائم ہوگئیں ان میں سب سے مقدم الذکر سلطنت آصفیہ ہے مگر چونکہ اس عہد میمنت مہد کے پہلے چند اور سلطنتیں قائم اور معدوم بھی ہوچکی ہیں اس لئے ان کے کارناموں کا ذکر اولاً کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ان میں سب سے پہلے قلعہ داران سدہوٹ کے کارنامے پیش کئے جاتے ہیں ان کی مختصر تاریخ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

بہلول خاں میانہ نوری عادل شاہی امیر تھا اس کی اولاد سے نبی خاں عرف مست خاں میانہ بیجاپور کے دربار کا آخری ذی عزت امیر تھا اس کے بعد علی عادل شاہ ثانی (سنہ ۱۰۶۷ھ تا سنہ ۱۰۸۳ھ) کے عہد میں اس کے تین لڑکے اعظم خاں، رحیم خاں اور کریم خاں (جو عبدالرحیم خاں اور عبدالکریم خاں سے بھی موسوم ہیں) بیجاپور سے کنارہ کشی کر کے اورنگ زیب کے ساتھ مل گئے۔ خان جہان خان کی وساطت سے دربار عالمگیری میں باریاب ہو کر منصب اور جاگیر سے سرفراز ہوئے۔ اعظم خاں اپنے حسن کارگذاری سے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا اور اپنے بھائی کریم خاں کو میر سامان مقرر کیا۔ رحیم خاں نے قطب شاہی سلطنت کی راہ لی میر جملہ کے توسط سے سلطان عبداللہ قطب شاہ (سنہ ۱۰۳۵ھ تا سنہ ۱۰۸۳ھ) کے دربار میں باریاب ہو کر منصب سہ ہزار سے سربلند ہوا۔ بعض معرکوں میں داد شجاعت دیکر نام آوری حاصل کی مگر زندگی نے وفا نہ کی اس کی جگہ اس کا فرزند نیک نام خاں مامور ہوا۔ بالا گھاٹ کے معرکہ میں میر جملہ کے ساتھ رہا واپسی میں قلعہ سدہوٹ کا محاصرہ ہوا مگر نائر پالیگار نے صلح کر لی۔ اس کے بعد جب میر جملہ پایاں گھاٹ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا تو نیک نام خاں کو عہدۂ خدمات کے صلہ میں نہ صرف پرگنہ چتور جاگیر میں دیا گیا بلکہ علم و نوبت اور نقارہ سے بھی سرفراز کیا گیا۔

میر جملہ کی روانگی کے بعد نیک نام خاں نے قرب و جوار کے دیگر مقامات مثلاً کنچی کوٹہ۔ بدویل۔ جل ورک وغیرہ فتح کئے اور آخر ش ان کا صدر مقام قلعہ سدہوٹ بھی تسخیر کر لیا۔ اس کامیابی کے صلہ میں دربار قطب شاہی سے مفتوحہ ممالک سے پچاس لاکھ کی جاگیر مرحمت ہوئی اس نے قلعہ سدہوٹ کو اپنا صدر مقام قرار دیا۔ قلعہ کے باہر جہاں ایام محاصرہ میں میر جملہ کا کیمپ قائم ہوا تھا اپنے نام سے ایک شہر آباد کیا۔

اس عرصہ میں بیجاپور اور گولکنڈہ مغلیہ قلمرو میں شامل ہو چکے تھے اور دربار عالمگیری سے داؤد خاں پنی فرزند خضر خاں پنی ذوالفقار خاں کی نیابت میں کرناٹک کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ داؤد خاں اپنے مستقر کرناٹک کو جاتے ہوئے نیک نام آباد میں قیام کیا کیونکہ اس وقت نیک نام خاں بیمار تھا آخر ش اسی زمانہ میں اس کا انتقال ہو گیا داؤد خاں نے اس کے بھانجے لعل خاں کو اس کا جانشین نامزد کیا۔

عالمگیر کے بعد محمد معظم اور محمد اعظم کی خانہ جنگیوں میں اعظم خاں اور کریم خاں نے خاصی ترقی کی اور محمد معظم بہادر شاہ کی رفاقت میں مردانہ وار لڑے اور مارے گئے چونکہ اعظم خاں کی کوئی اولاد نہ تھی اس لئے عبدالنبی خاں فرزند کریم خاں کو مناصب قدیم سے سرفراز کیا گیا اس کے بعد سدہوٹ بھی اس کی جاگیر میں شامل ہو گیا اور یہاں یہ اور اس کی اولاد کے چھ شخصوں نے تقریباً خود مختارانہ ۱۱۹ء سے ۱۱۹۱ء تک حکمرانی کی اور تاریخ میں قلعہ داران سدہوٹ سے موسوم ہوئے۔

﴿عبدالنبی خاں[ل] ابن کریم خاں جو رحیم خاں کا داماد بھی تھا مغلیہ سلطنت کی جانب سے سدہوٹ

ل اس کے بہادری اور شجاعت کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت عبدالنبی خاں کو اس کے آبائی جاگیر کے لئے طلب کیا گیا تو عزیز خاں (جو نیک نام خاں کا خواص زادہ تھا) بھی دعویٰ دار بنا فیصلہ کے لئے دونوں کو شیر کے سامنے چھوڑا گیا عزیز خاں تو شیر کا لقمہ بنا مگر عبدالنبی خاں نے اس کو ہلاک کر دیا۔

کا قلعہ دار بنایا گیا اپنے لواحقین اور متخلین کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ خاصی فوج جمع کر لی قرب و جوار کے زمینداروں (جو اس وقت پالیگار سے موسوم تھے) پر فوج کشی کر کے اپنے علاقہ کو وسیع کر لیا نو آباد شہر کو بجائے جدید نام (نیک نام آباد) کے اس کے قدیم نام کرپہ سے موسوم کیا یہاں جدید محل تعمیر کئے دل کشا باغ لگائے علم و ہنر کی ترویج کی محمد بن رضا اس کے دربار کا شاعر تھا جس نے قصیدہ بردہ کا دکھنی نظم میں ترجمہ کیا۔ اپنے یادگار چار لڑکے چھوڑے سنہ ۱۱۲۷ھ[۱] میں انتقال کیا۔

---

[۱] تذکرۃ البلاد والحکام کے جو تین نسخے (ایک دفتر دیوانی ومال کے کتب خانہ کا اور دوسرا میرا ذاتی اور تیسرا میرے ایک عزیز کے کتب خانہ کا) میری نظر سے گزرے ہیں ان میں عبدالنبی خاں کا سنہ انتقال سنہ ۱۱۰۱ھ لکھا ہے مگر یہ کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ خود کتب مذکور کی عبارت سے ظاہر ہے کہ عالمگیر کے انتقال کے بعد شہزادہ اعظم و معظم کی لڑائیوں میں اعظم خاں اور کریم خاں مارے گئے اور اس کے بعد عبدالنبی خاں کو جاگیر سے سرفراز کیا گیا چنانچہ اس خصوص کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"عالمگیر بعد اسیر شدن ابوالحسن قطب شاہ عرف تانا شاہ حیدرآبادی از راہ اورنگ آباد سمت احمد نگر شتافت و ہمونجا انتقال فرمود بعد او درمیان برادران یعنی محمد معظم بہادر شاہ و سلطان محمد اعظم ابنائے عالمگیر در سواد سر آخر حد دکن جنگ واقع گردید۔ اعظم خاں میانہ و کریم خاں پیش ازیں ذکر شان بر سبیل اجمال رفت دراں وقت امرائے ذوی الاحتشام شدہ بودند پیش قبل از دوسے خاص بہادر شاہ با سپاہ خصمش درآویختہ ہنگامہ رزم کشاکش برپا ساختہ مردان دار کشتہ شدند نسیم فتح و نصرت بر پرچم رایات بہادر شاہی وزیدن گرفت و محمد اعظم سلطان بہنزم و اسیر گردید تا شاہ ظفر مسند جانبازی و دلاوری خوانین مقتول پسندیدہ فرمود کسی را از خوا ماندگان اعظم خاں حاضر سازید کہ اولا وند بود

اس نے چار لڑکے چھوڑے یعنی عبدالمحمد خان. عبدالحمید خاں محسن خاں. حسینی میاں ان کے منجملہ اولذکر تینوں نے یکے بعد دیگرے یہاں حکومت کی۔

عبدالمحمد اگرچہ نابینا تھا مگر باپ کے بعد جانشین ہوا بھائیوں نے اطاعت کی۔ چونکہ عقل و دانش میں دیدہ بصیرت رکھتا تھا خویش و بیگانہ کو تالیف قلوب سے گرویدہ کرلیا۔

اسی زمانہ میں جب کہ داؤد خاں برہان پور میں قتل ہوگیا تو خان جہان خاں نے سید عرب خاں کو کرناٹک کی طرف انتظام کے لئے روانہ کیا۔ عبدالمحمد خان نے اول تو دوستی ظاہر کی مگر جب کرپہ کے قریب پہونچ گیا تو اپنے بھائی عبدالحمید خاں کے تحت ایک لشکر لڑائی کے لئے روانہ کیا مگر کامیابی کی صورت نہ دیکھی تو خود ایک ہزار آہن پوش سواروں کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا اور عرب خاں پر فتح پائی اس کو قتل کردیا اس طرح مغلیہ لشکر پر فتح یاب ہوکر کامیاب ہوا اس کے بعد چنبل درگ کے زمینداروں پر فوج کشی کی اور کامیاب ہوا۔

جب نظام الملک آصفجاہ صوبہ دار دکن ہوکر اورنگ آباد آئے تو آپ کے حسب الطلب

گذشتہ سے پیوستہ :- علی مردان خان سپہ سالار عبدالنبی خاں بن کریم خاں را کہ برادرزادش بود حاضر کردہ از عہدہ سفارشہا برآمد شاہ موصوف عبدالنبی خاں را اول خلعت ماتم بعد از آن خلعت جاگیر و شمشیر و تسلی ظاہر و باطن عطا فرمودہ در وبست پرگنہ جنور و سلمبر وغیرہ جاگیر دادہ رخصت فرمود"

اس عبارت سے بخوبی واضح ہے کہ عبدالنبی خاں کو جاگیر وغیرہ عالمگیر کے بعد یعنی سنہ ۱۱۱۸ھ کے بعد مرحمت ہوئی اس لئے یہ کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا کہ عبدالنبی خاں کا انتقال سنہ ۱۱۰۰ھ میں ہوا۔ میرے خیال میں صحیح سنہ ۱۱۲۷ھ ہے۔

دربار آصفی میں حاضر ہوا۔ شکر کھیڑہ[51] کی لڑائی میں آپ کی جانب سے شریک ہوا۔ بہادری دکھائی سرخ رو ہو کر مورد عنایت آصفی ہوا۔ آپ کے حیدرآباد روانہ ہونے پر اپنے مستقر کی جانب روانہ ہوا اور اس کے بعد مرہٹوں کی جنگ میں بھی ساتھ رہا ۱۱۳۷ھ[52] میں انتقال کیا۔

عبدالمحمد خاں کی جگہ اس کا بھائی عبدالحمید خاں مسند نشین ہوا۔ آصفجاہ کی اطاعت اختیار کی چند روز تک شریک رزم بزم ہوا جس وقت آصف جاہ اور آپ کے فرزند ناصر جنگ میں جنگ ہوئی تو عبدالحمید خاں نے ناصر جنگ کا ساتھ دیا جنگ ختم ہونے پر آصف جاہ نے چشم پوشی

---

۵۱ شکر کھیڑہ کی لڑائی محرم ۱۱۳۷ھ میں آصف جاہ اول اور مبارز خان میں ہوئی تھی اولذکر کامیاب ہو کر دکن کے خود مختار حکمراں ہوئے۔ (تزک آصفیہ صفحہ ۴۸ حدیقۃ العالم صفحہ ۱۳۶ تاریخ رشید الدین خانی صفحہ ۱۴۴)

۵۲ عبدالنبی خاں کے سنہ انتقال کی طرح عبدالمحمد خاں کے سنہ انتقال کو بھی تذکرۃ البلاد میں ۱۱۳۶ھ غلط لکھا گیا ہے۔ تاریخ مذکور سے اس امر کی پوری صراحت ہوتی ہے کہ عبدالمحمد خاں آصفجاہ کے رفاقت میں جنگ شکر کھیڑہ میں شریک تھا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"چوں نظام الملک آصفجاہ بنظامت شش صوبہ دکن مقرر شدہ بہ اورنگ آباد رسید خاں مسطور حضور طلب شد و چندے ہمراہش بود و در جنگ شکر کھیڑہ کوشش نمایاں بعمل آورد و خصم او را زیر کردہ مورد الطاف اعطاف ناظم دکن گشت"

اور تاریخوں سے یہ امر مسلمہ ہے کہ جنگ شکر کھیڑہ ۱۱۳۷ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے عبدالمحمد خان کا انتقال ۱۱۳۷ھ میں فرض کرنا چاہیئے نہ کہ ۱۱۳۶ھ میں۔

اسی طرح کتاب مذکور کا بیان اس کے اٹھائیس ۲۸ سالہ حکومت کے متعلق صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ دس سال صحیح ہو سکتا ہے۔

کی بلکہ ۱۱۵۵ھ میں جب پائین گہاٹ کے بندوبست کے لئے روانہ ہوئے تو اس کو عنایات خسروانہ اور عطایا بیش قیمت سے سرفراز فرمایا۔ ہنٹر نگر (ارکاٹ) کے واپسی پر عبدالحمید خاں نے رخصت چاہی اور اپنے مستقر کو واپس ہوا یہاں چند روزہ قیام کے بعد ۱۱۵۹ھ میں انتقال کیا۔

اس کے عہد میں شہر سدہوٹ کو خاصی ترقی ہوئی نئی نئی عمارتیں بنیں باغات لگے علم و ہنر کی سرپرستی کی گئی نہ صرف قلعہ دار بلکہ اُمرا کو بھی اس کا شوق تھا خاندان قلعہ دار بھی اس کا شائق تھا۔ محمد حیدر ابن جعفر اسی عہد کا مشہور شاعر ہے جس نے ابن نشاطی کی پھول بن کا اضافہ کیا۔

عبدالحمید خاں کے انتقال پر اس کا بھائی محسن خاں مسند نشین ہوا۔ فرانسیسیوں سے جو پھلچری میں تھے مدد لیکر زمینداران جڑلہ وغیرہ پر فوج کشی کی کامیاب ہوا پھر بنگین پلی کا رخ کیا مگر وہاں کے قلعہ دار میر غلام علی خاں عرف کلو نے شکست دی دوبارہ اپنے بھانجے عبدالمجید خاں کے سرکردگی میں پیش قدمی کی فرنچ فوج بھی ہمراہ تھی بنگین پلی فتح ہوا قلعہ دار نے پیشکش اور نذرانہ قبول کیا۔

۱۱۶۱ھ میں جب آصفجاہ کا انتقال ہوا اور ناصر جنگ دکن کے حکمراں ہوئے تو ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ ماموں کے مقابلہ میں سلطنت کے دعوی دار بنے چندا صاحب دعوی دار سلطنت ارکاٹ اور فرانسیسیوں نے ان کا ساتھ دیا محسن خاں اول تو ناطرفدار رہا مگر اس کے بعد ناصر جنگ کی حمایت میں مجید خاں اور اپنے لڑکے کریم خاں کے تحت ایک زبردست فوج روانہ کی۔ مگر اثنا راہ میں لگاڑ ہو گئی ناصر جنگ شہید ہو گئے۔ ہدایت محی الدین خاں فرانسیسیوں کی مدد سے سریر آرائے سلطنت ہو کر حیدرآباد کی جانب روانہ ہوئے مگر رائچوٹی کے مقام پر فرانسیسیوں اور افغانوں میں پھر بگاڑ ہو گئی گو یا فانہ جنگی برپا ہوئی۔ ہدایت محی الدین خاں مارے گئے محسن خاں اونٹ پر سوار ہو کر فرار ہو گیا صلابت جنگ دکن کے

حکمراں بنے۔ اور محسن خاں اپنے مستقر میں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

چونکہ محسن خاں نے ملازمین کی تنخواہیں کم کر دی تھیں اس لئے امرا بد دل ہو کر اس کو مقید کر دیئے اور عبدالحمید کے فرزند عبدالمجید خاں کو مسند نشین کیا۔ مجید خاں نے اول نو قلمرو آصفی پر بھی تاخت کا ارادہ کیا مگر پھر مطیع ہو گیا آصفجاہ نے اس کو عبدالنبی خاں کے خطاب سے سربلند کیا اور جاگیر بھی عنایت فرمائی۔ اس نے پالیکاران بالاگھاٹ سے لڑ کر کھٹ کمیز۔ پنکنور۔ مدن پلی وغیرہ مقامات فتح کیے اس کے بعد بلونت راؤ مرہٹہ نے سدھوٹ پر فوج کشی کی۔ ایک موقع پر مرہٹوں نے مجید خاں کے ہمشیرہ کے بدرقہ پر چھاپہ مارا۔ اس واقع سے مطلع ہو کر مجید خاں برافروختہ ہوا اور ایک ہزار جانباز سواروں کے ساتھ روانہ ہوا نکلنے کے پہلے اس نے اس امر کا اعلان کر دیا تھا جو شخص مرنے کے لئے تیار ہے وہی ساتھ ہو اور جس کو جان پیاری ہے وہ ساتھ نہ آئے۔ مرہٹوں کے مقابل مجید خاں کی فوج کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ بریں ہم بڑے معرکہ کا رن پڑا۔ صدہا آدمی طرفین کے قتل ہوئے آخر خود عبدالمجید خاں بھی بڑی جوانمردی اور بہادری کے بعد قتل ہو گیا۔ لاش سدھوٹ لائی گئی اور باپ کے پہلو میں دفن کی گئی۔

اس کے زمانہ میں بھی دکھنی شعر و شاعری کا رواج تھا۔

ولی ویلوری اسی کے دربار کا شاعر تھا جس نے اس کے عہد میں اپنی مشہور مثنوی رتن و پدم تصنیف کی۔ غالباً ولی کا یہ زمانہ اس کی ضعیفی کا ہوگا کیونکہ اس کی پہلی مثنوی روضۃ الشہدا سنہ ۱۱۳۳ھ میں مرتب ہوئی ہے اگر اس وقت اس کی عمر تیس سال تصور کی جائے تو اس عہد میں وہ ساٹھ سال کا بوڑھا تھا۔

عبدالمجید خاں کے بعد محسن خاں دوبارہ قلعہ دار بنا اس عرصہ میں پالیکاران رائے ورک وغیرہ مقامات پر قابض ہو گئے تھے فرانسیسی فوج کی ماہوار کئی ماہ سے ادا نہیں ہوئی تھی جس کے باعث وہ جنگ پر آمادہ ہو گئے سرور خاں ابن عبدالنبی خاں نے ان کا ساتھ دیا۔

مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی تنخواہ ادا کر دی گئی۔ فتنہ فرو ع ہوا۔ چند سال بعد پالیگاروں سے وصولی پیشکش کے لئے روانہ ہوا مگر اثنار راہ میں پیمانہ عمر لبریز ہو گیا۔ لاش سدہوٹ میں سپرد خاک کی گئی۔

محسن خاں کی کوئی اولاد زندہ نہیں تھی عبدالمجید خاں کا بڑا لڑکا عبدالحلیم خاں جانشین ہوا سلطنت آصفیہ کی جانب سے فوجداری بالا گھاٹ اور قلعہ داری سدہوٹ وغیرہ کی سند مرحمت ہوئی جاگیر بھی ملی۔ سرور خاں دعوی دار بنا مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد پالیگاروں سے مقابلہ ہوئے۔ پھر حیدر علی والی میسور نے حملے شروع کئے آخر ش ۱۱۹۱ھ میں قلعہ سدہوٹ فتح کر لیا عبدالحلیم خاں کو متعلقین کے ساتھ گرفتار کر کے گنجام کے قلعہ میں مقید کیا گیا اور حیدر علی کی جانب سے علی رضا خاں سدہوٹ کا قلعہ دار بنایا گیا۔

عبدالحلیم خاں کے داماد سید محمد نے فوج فراہم کی اور انگریزوں سے جو مچھلی بندر میں تھے امداد لے کر ۱۱۹۷ھ میں سدہوٹ کو واپس لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہا حیدرآباد فرار ہو کر آیا یہاں چند روز کے بعد انتقال کیا۔

اس طرح سدہوٹ ۱۱۹۱ھ میں قلمرو میسور میں شامل ہو گیا مگر ۱۲۰۷ھ میں آصفجاہ ثانی نواب میر نظام علیخاں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا پھر چند سال بعد ۱۲۱۵ھ میں انگریزی فوج کی تنخواہ کے لئے دیدیا گیا اور اب تک کرپہ اور سدہوٹ برٹش انڈیا میں شامل اور صوبہ مدراس کے تحت ایک تعلقہ ہے[۱]۔

---

[۱] سدہوٹ کے تاریخی حالات حسب ذیل مخطوطوں وغیرہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

(۱) تذکرۃ البلاد والحکام مولف حسن علی ولد سید عبدالقادر کرمانی مرتبہ ۱۲۲۵ھ

(۲) نشان حیدری مولف ایضاً مرتبہ ۱۲۱۷ھ

(۳) حدیقۃ العالم مولف میر عالم — (۴) تاریخ رشید الدین خانی مولف غلام امام خاں۔

(۵) سوانح دکن مولف منعم خاں

(۶) کاغذات دفتر دیوانی ۱۱۸۰ھ

اس تفصیل سے واضح ہو سکتا ہے کہ ان قلعہ داروں کی پوری مدت جدال و قتال میں بسر ہوئی شروع سے آخر تک میدان جنگ سے فرصت نہیں ملی ان کو اتنا موقع نہیں ملا کہ اطمینان اور دلجمعی سے کسی علمی کام میں مصروف ہوتے اور علم و ہنر کی ترویج کی جانب متوجہ ہوتے باوجود ان تمام امور کے جب ہم اُردو ادبیات میں ان کے کارہائے نمایاں دیکھتے ہیں تو ہم کو ان کی علمی قدردانی اور علمی سرپرستی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ باوجود اپنی جنگی مصروفیت کے اُنھوں نے بہت کچھ کیا اُردو کی ترقی میں اُنھوں نے جو حصہ لیا اس کی پوری تفصیل اسلئے ناممکن ہے کہ زمانہ کے دست برد سے تصنیفات معدوم ہو چکے ہیں۔ شعراء اور مصنفین کے نام پوشیدہ ہو چکے ہیں۔ ان کے کارنامے گوشۂ گمنامی میں پنہاں ہیں مگر جو کچھ بھی ہے اس امر کے لئے کافی ہے کہ ان کے سرپرستوں کے ناموں کو زندہ رکھیں اور تاریخ اُردو میں ان کو مناسب جگہ دی جائے۔ اب یہاں ان مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو یورپ کے کتب خانوں میں ہیں۔

ترجمہ قصیدہ بردہ

اس کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۳۲) ورق (۵۰) سائز ۷ ½ × ۵ سطر (۸ تا ۱۱) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت: "قصیدہ بردہ عربی نظم کا دکھنی ترجمہ مصنف سید محمد۔ اصل عربی نظم سیاہی سے اور اس کے نیچے سرخی میں ترجمہ ہوا ہے"

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے جیسا کہ بلوم ہارٹ نے ظاہر کیا ہے اس کا مصنف سید محمد ہے اس کی تائید دیباچہ کی نظم سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک مختصر نوٹ فارسی نثر میں مرقوم ہے اس سے بھی مصنف کے نام کا پتہ چلتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

"شروع قصیدہ بردہ با شرح دکھنی کہ احقر العباد سراپا اتحاد سید محمد کہ راہ وداد ازقدم سداد ثابت است ایں لولوآبدار از لجہ افکار بساحل اظہار آوردہ برشتۂ انتظام منسلک کردتا بزیور قبول خاص و عام موصول گشتہ زینت عرائس طبائع شود۔"

شاعر کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہیں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبدالنبی خاں کے عہد کا شاعر تھا اور نہ صرف شاعر بلکہ باکمال عالم تھا۔ عبدالنبی خاں کے بچوں کا استاد تھا اور اتالیقی کے فرائض بھی سنبھالتا تھا۔

زیر بحث نظم میں ابتداً (۲۹) شعر بطور دیباچہ ہیں۔ اس کے بعد اصل اشعار شروع ہوتے ہیں نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد حق کا کرا اول تو صفحہ دل پر رقم | نام پاک اوس پاک کا ہے زینت لوح و قلم

ہے سورج ہور چاند اوس کے صنع پر عادل گواہ | مہر گویا ہی ستارے صفحۂ محضر پو کہم
شکر اوس کا کب ادا ہووے کا ہم سوں جب کیا | مصطفےٰ نبی مہرباں کوں ہم اوپر ہے جم

اوس ولی دو جہان کے گنج کا گنجینہ دار | واقف راز نہان ہور مشفق صاحب کرم
در دریائے سیادت شاہ عبد اللہ ہی | پادشاہ ملک دل کا جان اوسکو بے وہم
خاک راہ اوس شاہ کے درگاہ عالیجاہ کا | ہو یقین دل سوں اوس کا ہی غلام بے درم
خادم آل محمد یو محمد بن رضا | رحمت باری تعالیٰ اوس پو ہووے ہر دم بدم

جس کے نصف روشن دل محمد موصلی | قدوہ اہل عرب مشہور در ملک عجم
شیخ اوسکی تیں کئے ہیں فارسی میں خوش کلام | مولوی جامی کہ جس کا دل اتھا جیوں جام جم
لیک اوسکی نکتہ کوں پانے تی عاجز ہی تمام | کیوں کہ کوزہ میں کہیں ہی لیا او آب ہفت یم
اوس بدل یو خوشہ چیں خرمن اہل کلام | شرح دکہنی سوں کیا صفحہ اوپر شیریں رقم

نمونہ ترجمہ در اشعار

اولاً عربی شعر لکھتا ہے اس کے بعد اس کا ترجمہ شعر میں کیا ہے اور یہ سرخی سے لکھا گیا ہے

ملاحظہ ہو:—

ای محب کر یاد توں ہمسایہ شہر سلم | چاٹ کئے انجواں سوں ملا جا ہی کیا لہو دم بدم
یا چلی ہی باد خوش بو کاظمہ کے شہر تھی | یا چمک بجلی کے دیکھا رات از کوہ اضم
کیا ہوا تجھ چشم کوں جو بس کہی تو ہوئیں زیاد | کیا ہوا تجھ دل کوں جو کہیں ہوش پا تو ہوی ندم
چاہی عاشق کر چھپا دی عشق تو چھپتا نہین | دل چلی جب آگ سوں ہور چکپا چھپن غم سوں الم
عشق میں لیا اشک نین پر تے نشان یار دیکھ | یاد کر کو دو شہر کرین شیم ہو گیں بیخواب جم

خاتمہ:۔

ہوتوں راضی ای خدا بوبکر ہور فاروق سوں	ہور عثمان ہور علی سوں جو اتہا صاحب کرم
آل ہور اصحاب ہور ست تابعین سوں جو اتھے	صاحب تقویٰ وصافی ہور تمکیں و کرم
شاخ جہاران کے ہلائے جب تلک باد صبا	خوش کرنگا اوٹ کتیں سایاں کہ کر نغم

بخش یارب توں گنہ قاری کے ہور شارح کے سب
بخش سامع ہور کاتب تیں توں اے صاحب کرم

کتاب کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"تمام شد شرح قصیدہ بردہ بموجب امر واجب الاذعان لا ایقان
خورشید اوج سخاو مہتاب برج صفا ــــــــ ......

کریم ابن کریم ابن الکبریم است	گل باغ نواب عبدالرحیم است
در بحر نواب عبدالنبی خان	سخی با کرم ہم جود و احسان

"امیر امرائے عظیم الشان یعنی نواب عبدالحمید خان سلمہ الرحمان ....
بیکے از ایشان قدوی صمیم فقیر خوان قدیم الراجی الی رحمت الیہ الصمد اقل
خلق اللہ سید محمد"

کتاب کے آخر فورٹ ولیم کالج کی مہر ہے۔ اس میں انگریزی الفاظ نہیں بلکہ اردو اور کوئی اور
دیسی زبان الفاظ درج ہیں۔

اسی جلد میں ایک اور فارسی رسالہ شعب الایمان بھی شامل ہے جو صاحبزادہ عبدالحمید خاں
کے لئے لکھا گیا ہے۔

اضافہ پھول بن

یہ کوئی علیحدہ مخطوطہ نہیں ہے بلکہ ابن نشاطی کے پھول بن ہی میں اضافہ کیا گیا ہے اسلئے اسی مخطوطہ کا نمبر درج کیا جاتا ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۰۳) سائز ۱۲ × ۸ ½ ورق (۱۳۳) خط نسخ

انڈیا آفس کا یہ نسخہ قلعہ داران سدہوٹ کے لئے ہی مرتب ہوا ہے اگرچہ کسی قسم کی کوئی تحریر درج نہیں ہے مگر مخطوطے کے مطلا رکام اور بہترین تصاویر سے اس امر کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی صاحب دولت کے لئے تیار ہوا ہے۔

کیٹلاگ میں اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہے اور ہو کس طرح جب کہ آج تک کسی نے بھی اس پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

محمد حیدر جو اس اضافہ کا مصنف ہے اس کے متعلق خارجی معلومات بہت کم ہیں اصل مخطوطہ سے جو حالات معلوم ہوتے ہیں اس کی صراحت کی جاتی ہے۔

محمد حیدر نام اور تخلص بھی یہی کرتا تھا محمد جعفر کا لڑکا ہے ابن نشاطی کی طرح یہ بھی خود کو ابن جعفر سے موسوم کرتا تھا سدہوٹ کے قلعہ داروں کے پاس اس کا خاص رسوخ تھا بلکہ گمان غالب ہے کہ عبدالحمید خاں کے دربار کا شاعر تھا کریم خاں ابن محسن خاں ابن عبدالنبی خاں کی فرمایش سے تقریباً تین سو شعر پھول بن کے آخر میں اضافہ کئے گئے۔ اس کے متعلق اس نے صراحت کی ہے کہ کریم خاں کو قصے سننے کا بہت شوق تھا جب اس نے پھول بن کے قصہ کو سنا اور ہمایوں فال اور سمنبر کی شادی کے حالات نہ پائے تو اس امر کی خواہش کی اس کی تکمیل کی جائے اور ابن جعفر کو حکم دیا کہ وہ اس کو مرتب کرے۔

اس اضافہ شدہ اشعار میں شادی کے حالات رسومات کی تفصیل کے ساتھ صراحت سے

ابن جعفر قصہ میں بیان کرتا ہے۔ کہ سُنبر اور ہمایون شاہزادہ جب اوس
ملک میں (؟) قیام کئے تو شاہ عجم نے اپنے وزیر کے ہاتھ نامہ روانہ
کیا وزیر قطع منازل کرتا ہوا ہمایوں شاہ کے پاس پہونچا اور نامہ پیش کیا
ہمایون شاہ سنبر کے ساتھ عجم کو روانہ ہوا بادشاہ ملک عجم نے نہایت
تپاک سے ان کا استقبال کیا اور دونوں کی شادی کا انتظام ہوا۔
اول تو کاریگروں کے ہاتھ محلسرائیں قصر تیار ہوئے جو روم و شام
کے وضع کے تھے پھر امیروں اور بادشاہوں کو دعوت نامے روانہ کئے
گئے سب جمع ہوئے اس کے بعد شادی ہوئی (اس نے اس وقت
کے تمام رسوم ہلدی مہندی شب گشت وغیرہ کا ذکر ہے) اور تفصیل
کے ساتھ عقد خوانی محفل رقص ضیافت، کھانوں کی تفصیل، پھر سامان
جہیز کا مفصل ذکر ہوا ہے۔

ابن جعفر کے کلام سے اس زمانہ کے مسلمانوں کی شادی بیاہ کے متعلق جو جو رسم و رواج
تھے۔ ان کا حال معلوم ہوتا ہے کھانوں کے نام نہایت تفصیل سے معلوم ہوتے ہیں۔ جہیز
کے سامان میں زیورات اور کپڑوں کی صراحت ہوتی ہے۔ بہرحال اس سے اس وقت
کے تمدن اور معاشرت پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ اضافہ ابن نشاطی کے ذیل کے شعر کے بعد شروع ہوتا ہے۔

عدالت کا رکہ اپنی سیس پر تاج   فراغت سوں سدا کرتا رہا راج

ابتدائی شعر یہ ہیں۔

محمد حیدر جعفر زبان کھول | نچھل دریا سوں دل کے ڈر بچن رول
سنبر ہور ہمایوں شاہزادہ | سکونت جب کئی اس ملک میں آ

ونوآئے سو خوش خبری سنیا جد　　اوک شاہ عجم شا واں ہوا تد
روان کر یوں محبت سات خامہ　　لکھیا تب یوں ونوکوں شاہ نامہ

چند دیگر مقامات سے ابن جعفر کے کلام کا نمونہ پیش ہے۔

وزیر کون بہوت لشکر دیکہ سنگات　　روانہ تب کیا نامہ بہی دی ہات
وزیر اُس شاہ کن سے تب وداع ہو　　چلیا ہے جلد شہزادی طرف وو
ہریک منزل مراحل قطع کرتا　　ہریک جنگل و بستی سوں گذرتا
کتی دن راہ چل کر اس وضع سوں　　و شہزادی کی آ پونچیا شہر کون
سو شہزادیکو نامہ شہ کا دیتا　　زبانی بہی سکل اظہار کیتا

شب شہ گشت آئی جلوہ کر ہو　　نتھی شب بلکہ رشک روز تھی وو
فلک پر آ کہ شاہ روم تا شام　　کیا جاری سکل اطراف احکام
کیا مغرب میں پہر کر نیکوں شاہے　　چہپا تخت فلک پر بدر لاسے
ہوا روپوش جب وو شاہ گل رنگ　　پہریا سب حکمتی آ لشکر زنگ

مٹھائی بہوت خوش بادام کے کر　　جلے بیان ہور سموسی بہے رکھی بھر
مٹھائے ہیں تھی موصوفے بہوت خوب　　انتھا بادام کا حلوہ بہی محبوب
ترنجی ہور نارنجی مربا　　رکھے پیٹھی کا ہور بہی آم کا لیا
انتھی انگور انجیر و انار ان　　پھنس ہور آم خربوزی بہی تھی وان
انتھی تربوز ہور شہ توت مرغوب　　ہریک میوہ انتہا ٹیکے یک خوب

جدان فارغ ہوی سبکون دہلا ہات　　عطر دانیان بہی لائی یاں خوش دہات

گلاب و عطر کل سبکوں دیئے پان | اوک صدیان کتیں سب سوں دئی مان
نذان خلعت کتی لائی ہیں نادر | انکی خلعت پکستی نیک فاخر
دئی ہر یک کوں اس کا مرتبا دیک | نہیں باقی رہیا مجلس کوئی ٹیک

رسم سب تیل کا بہی کر کہ تیار | چلے عارس طرف دن نوشو کی دربار
نقاری نوبتان ہور دبدبی سات | لجا پونچا ہی نوشو کے گھر کون خوش دہات
بھوت دن یو پنچ تہی شادی دو طرفا | وہان کھلاتے تہی کھانا لوک سب آ
اتہی مجلس محلیں یو پنچ دن رات | کھلے گلشن منی جیون کل خوشی سات
رسم ہلدی بری ہور جہیز کے جب | بجا لائی اوک ترتیب سوں سب

قصہ کے ابتدا اور ختم پر جن اشعار سے مصنف وغیرہ کے متعلق حالات واضح ہوتے ہیں وہ بہی ملاحظہ ہوں۔

صفت ان بزرکان کی بیشتر ہیں | ولیکن یان کیا ہوں مختصر میں
مردان کا امیر نامور ہی | شجاعت ہور سخاوت میں نڈر ہے
بھوت آتی ہیں وان شہری شہر کے | سدا جاتے ہیں بیبج مال زر لے
مسکل آقا تہیں وو یوں ہی مشہور | ہی جیوں مشہور کھنگی اوج پر سور
اہی قانونیر وو بزرکان کی | ہی ظاہر سب امیران میں جہانکی
نواب عبد النبی خاں کا ہی فرزند | نواب عبد الرحیم کا وو ہی دلبند
کرکمی بحر کا رخشان کہر ہے | نوا بہلول خاں کا وو جگر ہی
نواب عبد الحمید ہی نام اسکا | عدل انصاف سے جم کام اسکا
ہوا آفات سب ملکی ملک میں | رکھیا حق اسکتیں امن و امان سیں

.... مزید (۱۲) اشعار اس کی تعریف میں ہیں۔

اس کے بعد

قلعہ سد ہوتٹ کیر انکوں مکان ہے | مکان اسکے نمن جگمیں کہاں ہے
قلعہ بہی کوئی نیں ثانی ھی اسکو ن | ندی لائی ہی سمہ اسکی چرنسو ن

اس کے بعد قلعہ اور شہر کی تعریف میں اشعار ہیں اور پہر محل کے آرام اور آسائش کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد لکھتا ہے۔

بو عین استاد کا حق جان و دل سات | انو کی فرزندان کا بہی اتھی دعا ت
کریم صاحب اتھے اس نیک کا نام | اتھی جیوں نام ان کا نیک نام
کریم انکوں دیا ہے نام بہی نیک | دیا ھی اس موافق کام بہی نیک
چندر ھی پارسائی کی کنکس کی | اسے وو مشتری عصمت کے گھن کی
اچھی قصیان ستی انکوں اوک ذوق | کہانیان سوں اچھی دن رات لیے شوق
قصی کون پہول بن کے دو سنی جب | بچاری یوں اپس دل میں انو تب
حکایت ہے سمنبر کے بہوت خوب | سکل اسکا بیان ہے بہوت مجبوب
دلی نہیں بیچاؤ کا مذکور ہے کچہ | نہ ہلدی تیل کا دستور ھی کچہ
کچہ یک شمہ سخن کا مج منی پائی | سو یوں اس بیچاؤ کا مج حکم فرمائی
کر دیکچ ذکر اسکی بیچاؤ کا اب | لکہا دین یو قصا تصویر سوں سب
کر ھی جب حکم سوں یوں مج سرفراز | حکم پر میں کیا کچ سخن بانہ

- - - - - - - - - - - - -

سخن گرچہ نہ تہا کھنی کے لائق | ہیں شاعر جکب ہین یکسوں نیک فائق
نہ رکہ خام سخن کا ننگ ھور نام | لکہیا وو حرف جیوں تیوں پختہ و خام
گر اس مین عیب چن تے جاد گے تم | تو پنچتا لفظ یک نہ پاؤ گے تم

سراپا شعر ہے کچا سراسر	رکھو معذور فضل و کرم کر
کرو سکتے ہو گر اصلاح کوشی	وگر نہیں تو کرو تم عیب پوشی
ختم کر ابن جعفر گوشش تون دہر	اتا ابن نشاطی کے بچن پر

اگرچہ صفحہ (۳۹۹) شعر ۲ سے خیال ہوتا ہے کہ ابن جعفر کا ممدوح کوئی عورت ہے مگر ہم نے اس کے متعلق تحقیق کر لی ہے دراصل اس کا ممدوح کریم خاں ابن محسن خاں ابن عبدالنبی خاں ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس مخطوطہ کا کوئی اور نسخہ نہیں ہے اس لئے مقابلہ وغیرہ کا کوئی موقعہ نہیں ہے۔

میسور کے مخطوطات

اب ہم حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے عہد کے مخطوطات کو پیش کرتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے مختصراً ان کے تاریخ کی صراحت ضروری ہے۔

حیدر علی عربی النسل تھا اس کے آبا و اجداد ہندوستان آئے سپاہ گری کو اپنا پیشہ قرار دیا عادل شاہی سلطنت میں ملازمت اختیار کی۔ بیجاپور کے آخری دور میں اس خاندان کے تین بھائی محمد فتح اللہ، غلام حیدر۔ اور غلام علی بیجاپور سے نکل کر کولار پہونچے۔ محمد فتح اللہ نے دلیر خاں "نواب سریکے" کی ملازمت اختیار کی غلام حیدر نے "مدگیر" کے راجہ بلراج کی اور غلام علی نے بالاپور میں ملازمتیں پیدا کیں۔

فتح اللہ ملازمت ہی کے سلسلہ میں "چیتل ورگ" کے معرکہ میں مارا گیا۔ اس کے دو لڑکے شہباز صاحب اور حیدر صاحب اپنے چچا غلام حیدر کے پاس چلے آئے اور ان کے مرنے پر بلراج کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد راجہ بنگلور نے حیدر صاحب کو اپنے ملازمت میں لے لیا۔ جہاں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اپنی بہادری اور دلاوری سے راجہ کا تقرب حاصل کر لیا اور حیدر نایک کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کی اسی دلاوری اور شجاعت نے میسور کے راجہ کے دل میں گھر کر لی اور اس نے حیدر علی کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ یہاں حیدر نائک حیدر علی سے مخاطب ہوا اپنے زور بازو سے ترقی کرتے ہوئے فوج کی سپہ سالاری حاصل کر لی اور راجہ کے لاولد فوت ہونے پر میسور کا والی بن گیا۔

حیدر علی نے اپنے زمانہ میں کامیابی سے حکمرانی کی اپنی سلطنت کو وسیع کر لیا۔ ۱۱۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

حیدر علی کا جانشین اس قابل فرزند ٹیپو سلطان ہوا مگر گردش زمانہ نے اس کا ساتھ نہ دیا اپنے باپ کے نقشِ قدم پر شجاعت اور جوانمردی کے ساتھ ۱۲۱۳ھ میں شہادت پائی۔ اس کے شہادت پر ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔[۱]

حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی عہد حکومت کا بڑا حصہ لڑائی اور جھگڑے میں بسر ہوا ایک طرف مرہٹوں نے تنگ کر رکھا تھا تو دوسری طرف انگریزوں سے معرکے ہوتے رہے ٹیپو سلطان کے زمانہ میں تو تین زبردست حکومتوں سے دقت واحد میں معرکے ہوئے آخر اس کا خاتمہ ہو گیا اس طرح ان کو اتنا وقت نہیں ملا کہ اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ علم و ہنر کی ترویج میں کوشاں ہوتے مگر یہ امر حیرت انگیز ہے کہ انہوں نے بہت کچھ کیا خصوصاً اردو پر اپنا احسان چھوڑ گئے۔

جس وقت ان کی سلطنت کا آغاز ہوا اگرچہ اس زمانہ میں دکھنی زبان عام طور سے مروّج تھی اور دکھنی ادب کا بہت کچھ مواد موجود تھا نظم و نثر کی کتابیں تھیں مگر پھر بھی فارسی کو امتیاز حاصل تھا علما روقت عموماً فارسی میں اپنے تالیفات کرتے تھے اس طرح گویا اردو کی ترقی کے ذرائع بند تھے ٹیپو سلطان نے اردو کی سرپرستی کر کے اس کو ترقی دی اور اپنی خاص نگرانی میں کئی ایک کتابیں لکھوائی۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فرانسیسی اور انگریز ہندوستانی فوج کو اپنی اپنی زبان میں فوجی قواعد اور ضوابط کی تعلیم دیا کرتے اور آئین جنگ سکھاتے تھے اور یہ قواعد داں فوج ہر طرح غیر قواعد داں فوج پر سبقت رکھتی اور بوقت مقابلہ ان سے بازی لے جاتی تھی ٹیپو سلطان نے فوج کی تعلیم اور تربیت اور فنون حرب کے لئے یورپین قواعد کی خوبی معلوم کی اور اس کو اردو زبان میں منتقل کر دیا اور فوج کو ان ہی کی زبان دکھنی میں فنون جنگ کی تعلیم دیجانے

---

[۱] ماخوذ از حیدر نامہ و نشان حیدری۔

لگی۔ فوجی اصطلاحات۔ طریقۂ معرکہ آرائی۔ قلعہ پر دھاوا۔ فوج کی ترتیب ان کی تنظیم وغیرہ کے متعلق ایک کتاب ترتیب دی گئی جس میں تفصیل کے ساتھ ہر ایک امر کی صراحت کی گئی اس کا نام فتح المجاہدین رکھا گیا۔

ٹیپو سلطان کا یہ ایک کارنامہ بھی اردو زبان کے محسنوں کی فہرست میں اس کا نام شامل کرنے کے لئے کافی ہے مگر یہی ایک کتاب اس کی یادگار نہیں بلکہ دیگر تصانیف بھی ہوئے ہیں۔

یہاں یہ تو مقصود نہیں ہے کہ ٹیپو سلطان کے اردو کے کارنامے بتائے جائیں بلکہ یورپ کے موجودہ مخطوطوں کی صراحت مقصود ہے لہٰذا ان کی تفصیل کی جاتی ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) حیدر نامہ (۲) فتح نامہ ٹیپو سلطان
(۳) خلاصہ سلطان (۴) مفرح القلوب
(۵) ریاض العارفین

حیدر نامہ

اس کے دو نسخے لندن میں ہیں ایک انڈیا آفس میں اور دوسرا برٹش میوزیم میں۔ انڈیا آفس نمبر بلوم ہارٹ (۴۲) ورق ۱۰۰ سائز ۷ ۳/۴ × ۴ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

برٹش میوزیم (۱۰۷۶ - اڈیشنل) ورق (۱۱۵) سائز ۸ ۳/۴ × ۵ ۳/۴ سطر (۱۱) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"حیدر نامہ یعنی حیدر علی خاں راجہ میسور کے تاریخی حالات سترہ باب میں منقسم ہیں کتاب کی ابتدا کرشنا راجہ (۱۷۱۴ تا ۱۷۳۱ء) کے حالات سے شروع ہو کر حیدر علی کے انتقال پر (جوارکاٹ میں ۱۷۸۲ء میں ہوئی) ختم ہوتی ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ کتاب شامل نہیں ہے مصنف کے متعلق کوئی معلومات اس مخطوطہ اور خارجی ذرائع سے معلوم نہیں ہوئے۔

انڈیا آفس کا نسخہ حیدر علی کے انتقال پر ختم ہو جاتا ہے مگر برٹش میوزیم کے نسخہ میں مزید حالات کا اضافہ ہے جس میں ٹیپو سلطان کی شہادت تک حالات بیان کئے گئے ہیں اس میں بتایا گیا ہے کہ حیدر علی کے پہلے میسور کے راج کی کیا حالت تھی وہاں کے راجہ کے پاس کس قدر ملک تھا اور سلطنت کی کیا حالت تھی۔ اس کے بعد حیدر علی کے خاندانی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ وہ کس طرح میسور کے راجہ کے یہاں ملازم ہوا اور کس طرح داد شجاعت دے کر ترقی کی۔ ان ہی حالات کے سلسلہ میں ناصر جنگ اور ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ کی باہمی لڑائی ناصر جنگ کی شہادت چندا صاحب کا عروج پانا وغیرہ امور کی صراحت ہے۔ اس کے بعد راجہ میسور کا مرہٹوں سے جنگ کرنا اور حیدر علی کا

عروج پانا اور پھر اس کا میسور کی حکومت میں مختار کل بن کر ملک کا انتظام کرنا اس کے حسن انتظام سے تمام رعایا خصوصاً ہندوؤں کا خوش و خرم رہنا مذکور ہے۔ اس کے بعد حیدر علی کے فتوحات کا ذکر ہے پھر مرہٹوں اور حیدر علی کے جنگ کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد حیدر علی کے دیگر معرکوں یعنی صلابت جنگ سے لڑائی۔ ابراہیم خاں دہونسے سے جنگ عبدالحلیم خاں سے کڑپہ سدھوٹ فتح کرنے کے حالات مذکور ہیں۔ ان فتوحات کے بعد حیدر علی ارکاٹ کے فتح کے ارادے سے روانہ ہوتا ہے فرانسیسیوں سے امداد طلب کر کے انگریز جنرل کوٹ سے برسرپیکار ہوا مگر اسی معرکہ میں علالت کے باعث اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ ایک چوبدار ابو محمد نے کمال عقلمندی سے حیدر علی کی موت کو پوشیدہ رکھ کر ٹیپو سلطان کو جو وہاں نہیں تھا خبر دی اس کے آنے کے بعد حیدر علی کے مرنے کی خبر ظاہر کی گئی۔ ان واقعات کے بعد ٹیپو سلطان کے حالات شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر اس کے تولد یا تعلیم وغیرہ کے حالات نہیں ہیں بلکہ اس کی مسند نشینی کا بیان شروع ہوتا ہے۔

مسند نشینی کے بعد ٹیپو سلطان نے ادہونی کے قلعہ کو فتح کیا یہاں مرہٹوں اور آصف جاہ ثانی سے مقابلہ ہوا پھر انگریزوں سے مقابلے شروع ہوئے "ستی منگل" کی جنگ کے بعد صلح ہو گئی قلعہ بنگلور انگریزوں کو دیا گیا۔ پھر انگریزوں سے دوسری جنگ ہوئی اور نندی ورگ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اس کے بعد پھر صلح ہوئی۔ ٹیپو سلطان اپنے بچوں کو انگریزوں کے حوالہ کیا۔ اس کے بعد ٹیپو سلطان فرانسیسیوں سے امداد طلب کیا۔ سلطان روم اور قندھار کو اپنے سفیر روانہ کئے جس کے باعث تیسری مرتبہ انگریزوں سے جنگ ہوئی اور ٹیپو سلطان شہید ہو گئے۔

عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا:- "کشن راج مہاراج تخت سرینگ پٹن کا ملک میسور پر مختار تھا۔ اور

دوسرے پالیگر اور راجوں سے یہ عمدہ اور مشہور تھا۔ پالیگران کے کتنے ایک فرمان بردار سرداران ہر سال پیشکش روانہ کرتے تھے"

"جب بزرگان نواب حیدر علی خاں بہادر کے ملک عرب سے بیجاپور کو آئے اور کتنے ایک دن پیچھے بادشاہ بیجاپور کے سرکار میں نوکر ہوئے لیکن اس وقت یہ عمدہ اور معتبر سردار تھے اور ان کی تابع داری میں بہت لوگ تھے۔ اس باعث اطراف کے ملکوں پر نام آوری اور بزرگی سے مشہور تھے اور یہ آپس میں تین بھائی تھے یعنی محمد فتح اللہ، غلام حیدر اور غلام علی۔ بڑے جوان مرد عقل مند تھے اپنی دانائی و باہوشی کے سبب سے بادشاہ کے دربار میں بہت مرتبہ و بزرگی پیدا کئے اور کئی برس تک اسی طرح اپنے اپنے کام پر مشغول و سرگرم تھے"

"نواب ناصر جنگ فقط ہدایت محی الدین خاں کو نے جانے پائیں گھاٹ تشریف لائے تھے اور ان کو دوسرے کسی کام کی خواہش نہیں تھی۔ چنانچہ ارکاٹ سے دو تین بار ہدایت محی الدین خاں کو بلا بھیجے تھے تو وہ نہیں آیا اسی واسطے نواب خفا ہو کر جنگ کرنے کے لئے ارکاٹ سے کوچ کئے اس وقت فرانسیسی کا لشکر کنجی پر اترا تھا۔۔۔۔۔۔

ان دنوں وہاں ایسا برسات شروع ہوا کہ پینتیس روز تک رات دن میں آدھی گھڑی کی فرصت نہیں ہوتی تھی اس باعث سے ناصر جنگ کا لشکر حد سے زیادہ حیران پریشان ہوا اور اطراف سے رسد آنا بھی موقوف ہو گیا لشکر میں اناج کی گرانی اس قدر ہوئی کہ ۱۰ روپیے کو آدھا سیر چانول کا آٹا بکتا تھا اور تھوڑے روز تو یوں بھی نہ مل سکا"

خاتمہ :-

"شاہ باش و مرحبا ہے دولت انگریز پر کہ بہت لوگ بالاگھاٹ کے خوشی و خورمی سے بے فکر اپنی اپنی گذر اوقات کرتے اور دعا دیتے ہیں۔ تمت تمام شد کار من نظام شد

اس کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا

یا

(اضراب سلطانی)

اس کتاب کے دو نام ہیں جس کی عنوان میں صراحت کی گئی ہے اس مثنوی کے دو نسخے لندن میں ہیں ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے اور دوسرا رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۴۵) ورق (۴۴) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

سوسائٹی نمبر (۵) ورق (۸۶) سائز ۶ ½ × ۵ سطر (۱۱) خط نستعلیق

کاتب اسد اللہ

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"دکھنی نظم میں ٹیپو سلطان والی میسور اور مرہٹوں کی لڑائی کا بیان کیا گیا ہے جو ۱۷۸۵ء میں ہوئی تھی اس کا مصنف ایک شیعہ شخص متخلص طرب ہے۔ جو واقعات اس میں بیان کئے گئے ہیں ان کا مختصر خلاصہ تاریخ مرہٹہ مصنفہ ڈف میں موجود ہے۔ مگر یہ بیان تمام تر مرہٹوں کے خلاف نفرت و حقارت سے ملو ہے ٹیپو سلطان کے غلط اور بے بنیاد دعوے حملہ بیجاپور کے نسبت جو سبب مصنف نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ مرہٹوں اور مغلوں کی متحدہ ارادہ کو جو ٹیپو کو اس کی حکومت سے بے دخل کرنا چاہتا تھا اس کے خلاف تھا۔ وہ دغابازانہ

طریقہ جس کی بدولت سلطان نے نرگنڈ کو فتح کیا اوس کو مصنف
نے کافروں کے مقابلہ میں ایک بھاری فتح شمار کیا ہے یہ کتاب
بلا تاریخ سلطان کے زمانہ حیات میں لکھی گئی ہے"

طرب کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئے۔ اصل مخطوطہ سے کچھ حالات
منکشف نہیں ہوئے مگر کریم الدین نے اپنے تذکرہ میں جس کا مواد فیلین نے دیا تھا حسب
ذیل صراحت کی ہے۔

"حسین علی۔ اس مصنف نے ایک تاریخ نظم میں فتوحات ٹیپو کے کارناموں پر
تھی لکھی ہے اور اس میں لڑائی نظام علی خاں اور مرہٹہ وغیرہ کی بھی
صراحت ہے اس کا نام فتح نامہ ہے۔ اس کی ایک جلد سرکار کمپنی
کے کتب خانہ میں ہے" ۲۱۲

اس کے سوا کوئی اور معلومات نہیں ہوئے۔

نفس مضمون کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

مغلیہ فوج اور مرہٹہ بالاجی پنڈت ہری پنڈت اور اس کے لڑکے کی سرکردگی میں
سرنگاپٹن کی جانب پیش قدمی کی جب ٹیپو سلطان کو اس کی اطلاع ہوئی تو نہایت خوشی
کے ساتھ مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں کئی قلعہ فتح کئے۔ سلطان کی آمد سے
بالاجی فرار ہوکر پونہ میں پوشیدہ ہوگیا۔ ٹیپو نے اس کا تعاقب کیا ادھونی کے نواب نے قلعہ
چھوڑ کر حیدرآباد میں پناہ لی۔ ٹیپو نے ادھونی پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد دریائے تنگ بھدرا
پار کیا یہاں مرہٹہ فوج نے سلطان پر شب خون حملہ کیا مگر اس کے باوجود شکست پائی۔
کچھ عرصہ کے بعد پھر دریائے کرشنا پر جمع ہوئے ٹیپو آگے بڑھ کر قلعہ بہادر بنڈہ پر قبضہ
کرلیا اہل قلعہ کی امداد کے لئے غنیم کی فوج آئی مگر شکست کھائی۔ اور ادھر دریائے کرشنا
والی فوج میں پلیگ نمودار ہوا جس کے باعث کثیر آدمی طعمہ اجل ہوگئے۔ ٹیپو اس سے

مطلع ہوکر آگے بڑھا آخر مرہٹوں نے صلح کی درخواست کی سلطان اپنی جانب سے بدرالزماں خاں بہادر اور محمد رضا کو صلح کے لئے روانہ کیا بعد صلح ٹیپو سلطان مظفر و منصور اپنے دارالحکومت کو واپس ہوا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ کے بعد پہلا عنوان ہے۔

(۱) ''داستان آمدن مراتھہ و مغل از عزم جنگ برادہونے وغیرہ بر طبق اجمال نوشتہ شد''

عجائب سنو دوستان داستان
کہ جسکی بیان میں ہی قاصر زبان

مراتھہ مغل فوج سب جمع کر
خوشی سات سلطان کے سن خبر

کئے سب نے یوں شرط سو کند بات
لیویں ملک جلدی سوں اب ہاتی ہات

سبھی مال و ملک و دیار و حصار
دونوں مل لیویں بانٹ ہی یہ قرار

حجام للی راستہ ہوکر
بہر یالاجی پندت سک بد سیر

ہری پندت لیر کئے فاجرہ
لے سکات افواج سب باکرہ

منازل کوں طے کرکے جلد و شتاب
چلے آہی لے جنگ دیب ور باب

---

(۲) داستان آمدن فوج کفار برائے دیدن لشکر سلطان و ذکر شبخون وغیرہ و ہزیمت خوردن اہل ضلال از فوج اسلام بر طبق اجمال نوشتہ شد۔

شب خون:۔

ہو لاچار یکرات شبخون کر
کئے ان کے لشکر کوں زیر و زبر

سپاہان و کوحول کا ہوکر ہجوم
یرپا چوطرف انکی لشکر میں دہوم

کہر یا وقت ایسا قیامت کر
ہوے گویا قائم زمانے اوپر

انکھیاں مل اوٹھی نیند سے تمام
لگی ذکر کو کہنے ارہی رام رام

بلا کان سوں آئی ہے یہ ناگہان
کہ گویا پڑیا لوٹ کر آسمان
یہ گولے شہابان و گولیا کا مار
ہی بارش غضب کا کہر ٹہار ٹہار
یہ کہہ کر لگی کا سپنے کمر ہان
زن و مرد و اطفال و پیر و جوان

غرض نفسی نفسی کا تہا وہ مقام
قیامت کے تہی رات گویا تمام
ہوئی صبح جب شاہ خاور زمیں
نکل سب کے پردے سوں سر بام وچین

شہابان و بندوق چہٹنے لگی
غضب کے پتیاقون نے بٹہنے لگی
ہو وین جب شہابان سے جل کر تمام
نکل اس سے کو لے کری اپنا کام
تہنکہ میں ہر یک کے کہس کہس شہاب
اڈک رہ رستے گزر کر شتاب

صبح ہوئی پہ سلطان بطیش کمان
سے کئے حکم یورش بر اہل ضلال
ہر تان ہیں توپان سکنے آپ جا
نشانہ اوپر خوب اول سنبہا
اپس ہات سوں داغ توپان کتین
جہنم میں بہیجے بہوت مشرکین
قضا را نظر جا پڑی کس اوپر
کہریا تہا جو قہاری پو سر کون سپر
پچہانے اسے دیکہہ سلطان دین
قلعدار بیشک یہی ہے یقین

یہ کہکر بہرا توپ جلدی کے سات
پلانے کون اس سگ کون آب ممات
سنبہا خوب اسکون گئے توپ سر
فلک اور ملک اور قضا و قدر
کہا یک نے تحسین و یک مرحبا
کہا آفرین یک و یک جندا
سر اوسکا گیا اور شتابی کے سات
جہنم میں ملنے کون یاران سنگات

یہان سون بہی سلطان نے لشکر سکل
چلی انکی پوچہا ہیں کرنے خلل

مقابل ہو لشکر سون انکی شتاب
لگے مارنے چوطرف سون شہاب

بہے توپان و بندوق چلنے لگے
حدر کر پہاران تے ہلنے لگے

تہیکہ مین یکبیک کے گولہ شہاب
لکہیا لگنے قوت سون ہس ہس شتاب

کہیے انکی والد کے اسفل کہیے
کہیے انکی مادر کے باطن وہیے

. . . .

گئے بہاگ سب لو مریان مار کر
اوسی طرح سون راستہ ہولکر

لکہا تون سنے کر مختصر یہ بیان
وگرنہ بہوت طول تہا داستان

کیا مختصر سو اپنا کچہ ہوا
اگر سب وہ کہتا تنہا نوبس کہا

خاتمہ :—

جو دیکہے سنجہا کریں طرب
سبہی سمجہے پڑہے کذب د لہو و لعب

تو اب رہ دعا بیچ ہر صبح و شام
بجز اسکے دوسرا نہیں تجکون کام

الہی سدا جب لگ مہ و آفتاب
ہوین رکہہ تون سلطان کون باآب و تاب

مظفر و منصور بر مشرکین
بحشمت و اعزاز تا روز امن

اس مثنوی کی ترتیب خود سلطان کے حکم سے ہوئی چنانچہ رائل ایشیاٹک والے نسخہ میں مرقوم ہے۔

"کتاب ضراب سلطانی در ذکر جنگ مرہٹہ و نظام علی بطریق اجمال
حسب الارشاد جہاں پناہ ٹیپو سلطان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ"

یورپ کے دونوں نسخوں میں کوئی اختلاف پایا گیا نہیں جزوی اختلاف کو سہو کتابت پر محمول کر کے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ کسی فارسی سے ماخوذ نہیں ہے اس لئے مقابلہ کا بھی موقع نہیں ہے۔
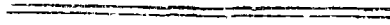
خلاصہ سلطانی (احکام النساء)

یہ دونوں نام ایک ہی مخطوطہ کے ہیں اس کے دو نسخے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہیں۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۶) ورق (۸۶) سائز ۸ ۱/۲ × ۵ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۲) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ نمبر (۱۷) ورق (۳۳) سائز ۸ ۱/۲ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کا خلاصہ: "دکھنی زبان میں مسلمانوں کے فقہی مسائل ہیں مصنف قاضی غلام احمد۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں قسم اول میں اعتقاد کا بیان اور دوم میں احکام شریعت کا حال مذکور ہے یہ کتاب ٹیپو سلطان کے دور حکمرانی میں (۱۷۸۲ء–۱۷۹۹ء) مرتب ہوئی ہے قاضی صاحب دو اور کتابوں کے مصنف ہیں زاد المجاہدین اور جواہر القرآن یہ دونوں کتابیں برٹش میوزیم میں نمبر (۲۶۴۱) و (۲۶۰۹) پر موجود ہیں مصنف نے اپنے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے مثنوی اول حمد سے شروع ہوئی ہے۔"

کریم الدین نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔

"قاضی غلام احمد مصنف ایک کتاب اردو احکام النساء کا اس کی دو جلد آج تک سوسائٹی میں موجود ہیں۔ ۴۸۰"

قاضی غلام احمد صاحب اپنے وقت کے جید عالم و فاضل تھے ٹیپو سلطان نے ان کو دار السلطنت سرنگ پٹن کی قضائیت پر ممتاز کیا تھا تصنیف و تالیف کا شوق تھا اکثر تصنیفات فارسی میں مرتب کیں جن میں دو کا اوپر ذکر ہوا شاعر بھی تھے۔ زیر بحث کتاب دکھنی نثر میں لکھی ہے۔ افسوس ہے کہ قاضی صاحب کا سنہ ولادت اور انتقال معلوم نہیں ہوا۔

کتاب میں اول حمد و نعت نثر میں ہے اس کے بعد ٹیپو سلطان کی تعریف کی گئی ہے اسی

سلسلہ میں ایک غزل بھی درج کی گئی ہے۔

اوشہ کہ جنکی فتح جہان میں ہیں آشکار
تیغ انکی دشمنان کے یو سر کوں کرے شکار

روشن کئے ہیں دین کوں توڑے ہیں کفر کون
کفار انکے عصر میں ہیں ذلیل و خوار

ہیبت سوں انکے شاہ فرنگوں کا دل جگر
ٹپکے ہیں جیوں کی شیشہ سیں یاقوت خام کا

فیاض جنکے ہات سین ہے ابر بھی خجل
او قطرہ بخشی آب کا یو در کرے نثار

شاہ جہان سے او ٹیپو سلطان دین کے
عالم کوں انکے فیض سوں راحت ہے بے شمار

اصل کتاب دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ اعتقاد اور شریعت۔ پھر ان کا بیان فصلوں میں ہوا ہے بعض فصلوں کی صراحت حسب ذیل ہے۔

وضو غسل۔ نماز۔ حیض۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ نکاح۔ رضاع۔ نفقہ۔ آداب شوہر۔ حقوق مرد ہر عورت پر۔ حقوق عورت ہر مرد پہ۔ طلاق۔ ایلار۔ قربانی۔ ذبیح۔ حلال حرام وغیرہ

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"کہتا ہے کہ کتب معتبر میں لکھی ہیں کہ جو کوئی مسلمان ہور مسلمانی کہ احکام سنین ضروریات دین کی نماز کی روزہ کی حیض کے نفاس کے واقف نہ ہوی۔ نماز اوس کی درست نہیں ہی اور نکاح ان کا جائز نہیں ہے کہانا ہور پانی ان کی ہات کا روا نہیں ہی بلکہ امام ابو حفص بخاری کہتا ہے کہ کافر ہوتا ہے۔ نعوذ و باللہ منہا۔

افضل امامت کوں پادشاہ ہے اگر حاضر نہوی تو قاضی ہی اگر حاضر نہوی تو امام ہی اگر حاضر نہ ہو تو والی میت کا ہی اگر اون سون ولی کے غیر امامت کیا تو جائز ہے۔

مریض کہ زیادتی سے مرض کے ڈرتا ہی اسکی تین افطار کرنا۔ واہی مسافر کے تیں جائز

ہی کے سفر میں افطار کری اما اگر سفر میں محنت نہ ہوی تو روزہ رکہنا مستحب ہے۔ اگر مسافر اس سفر میں موا یا مریض اس مرض میں موا فدیہ اس روزان کا کہ اس سفر میں یا اس مرض میں افطار کیا تہا دینا واجب نہیں۔

اول مہر ہی مرد کے ذمہ پر ادا کرنا اس کا فرض ہے اگر دنیا میں نا دیونیگا تو آخرت میں پکری جاونیگا۔ دویم نفقہ دینا عورت کون مرد کے اوپر واجب ہے دونو کے حال موافق۔

سویم کپرا دینا عورت کون دہوپ کا لے میں ہور ٹہنڈ کا لے میں اسکی حال موافق۔

چہارم صحبت کرنا عورت کے ساتہ فرض ہے چاہیئی کہ چہار روز سے زیادہ درمیانی نا چہوڑ سے"

مفرح القلوب

اس کے نو نسخے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہیں۔

نمبر (۲۴۳۳) ورق (۱۸۵) سائز ۷ ۷/۸ × ۵ ۳/۴ سطر (۹ تا ۱۱) خط نستعلیق

نمبر (۲۴۳۴) تا (۲۴۴۱) بلوم ہارٹ۔

کیٹلاگ کا خلاصہ: "میسور کی موسیقی کے متعلق ایک رسالہ ہے جس میں سُر اور تال وغیرہ کی وضاحت فارسی اور ہندوستانی میں کی گئی ہے مصنف حسن علی عزت ہے یہ کتاب ٹیپو سلطان کی تخت نشینی کے پہلے سال شروع لکھی گئی (۱۱۹۷ھ ۱۷۸۲-۸۳ء) اور دو سال میں ختم ہوئی ہے"

کتاب کے ابتدا میں ایک طویل دیباچہ فارسی میں درج ہے۔ اس دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف عباد اللہ ہے نہ کہ حسن علی عزت۔ آخر پر تاریخ تصنیف ۱۱۹۹ھ بھی مرقوم ہے۔

مصنف کے متعلق ہمارے کوئی معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ٹیپو سلطان کا مصاحب تھا۔ اور موسیقی سے کافی دستگاہ رکھتا تھا اور شاعر بھی تھا۔

کتاب کیوں لکھی گئی اور اس میں کن امور کا ذکر ہے خود مصنف نے دیباچہ میں ظاہر کیا ہے اس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

"چوں حضرت سلطان از تمامی بند و بست امورات مملکت و نظم و نسق جزو کل شہر و کشور و سلطنت فراغت یافتہ قلم تنسیخ بر کہنہ جرائد آں شعبدہ بازکشیدہ و خواستند کہ کتابے در علم موسیقی کہ مشتمل بہ عیش و عشرت و متضمن نغمات و فنون آں کہ مبنی بر مسرت و بہجت

باشد چنانکہ دین و دنیا و جسم و جان لازم و ملزوم اند ہمچناں ضرب و
ضرب کہ ہر یک با دیگرے حکم جزو لاینفک وارد چوں تدابیر ضرب
در کتاب مذکور قلمی گشتہ باقی تفصیل ضرب بود بنابر علیہ متوجہ ایں معنی
شدہ بطرز تازہ بترکیب شائستہ آراستہ و قوانین زیبا و پیراستہ
در تسوید قلم زدہ مسمی بکتاب مفرح القلوب نمودہ و مطابق لون
شمس کہ منشاء ثوابت و سیارگان ست نام نغمہاے شش گانہ
و سی اصول آنہا و دوازدہ ضرب و نشستیدہ وغیرہ کہ بہ تفصیل در نظم ذکر آن
خواہد شد"

کتاب میں عنوانات ہیں اور ہر عنوان میں عموماً اول فارسی اور اس کے بعد اردو غزل لکھی گئی ہے۔ اس کو ریختہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے چند عنوانات حسب ذیل ہیں۔

ریختہ اول در ذکر طرز سلطانی
ریختہ دوم در ذکر طرز سرودی
ریختہ سوم در ذکر طرز سروش
ریختہ چہارم در ذکر طرز سرو بازی
ریختہ پنجم در ذکر طرز سبزواری۔

اس کے بعد اس پانچ طرز کے ضمن میں تیس غزلیں دی گئی ہیں اور پھر مزید نغموں کی صراحت ہے۔ غرضکہ اس کتاب سے موسیقی کے اقسام اور اس کے قواعد و ضوابط پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ نمونہ کلام :-

ریختہ اول

کلہ خان کرتا ہوں سلطانی کا اب میں سوں بیاں | ہی عجب کچھ طرز اسکا طرفہ تر ہی داستاں
خوش شکل آواز خوب رو بہو تیج نازک گلبدن | ملتا ایک زن اچھی غنچہ دہن خندہ لباں

کمر کی برہین وہ لباس کارچوبی سفید | زیور الماس گوہر ہین یا ہو غمز زبان
تخت پر استادہ ہو کا تبسی وہ شکل خوب | دست چپ کون رکھہ کمر پر ناز سون خون ہوشان
ہی ادا ابتلا وی سبز بہایت سون او ماہر د | رو برو اسکی رہی فوارہ اور تا ہر زبان
پانچ کلر دو سکر ستکار و آرا یس کو کر | دست بستہ سے کہری رہنی کردمہ چون اخزان

ریختہ سوم در ذکر طرز عشاق پسندی۔

ہی عشاق پسندی کا نادر بیان | زن خوش لقا قدین سرو روان
ہی کمر سبز پوشاک تن سکے اوپر | زمرد کی زیور سی وہ جان جان
مکلل سرا پا کر اپنی کی تین | کناری پہ جا نہر کی سشا دمان
کہری رہی بنا شکل کانی کی سب | ہی طوطے پران جور اور طائران
اور ہی سر پوا اسکی بہو شوق سے | چون معشوق پر ہوین فدا عاشقان
پنہان کہول کر مارہی تین چار | رہین رو برو اسکی جوان بیدلان
کہری رہین بیٹہ مست و مدہوش ہو | کف اپنی دہان بیچ لا ہر زمان

کتاب فارسی اشعار پر ختم ہوئی ہے۔

خاتمہ

بیان وصف کلا نشش چہ می توانم کرد | کہ رشک جنت فردوس است عندلیب ملک
ز رستم طلعت شاہزادہ و رحشن بہشتہ | زمین تماشہ کہ حور انس شد بیشک

ان دو نسخوں کے منجملہ بعض خاص ٹیپو سلطان کے کتب خانہ سے تعلق رکہتے ہیں۔ کتاب پر ٹیپو سلطان کی دستخط بہی ہے۔

ریاض العارفین

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر(۶۵۰۰ اورینٹل) ورق (۱۰۶) سائز ۷ ½ × ۵ سطر (۱۱) خط نسخ ناقص اول

یہ مخطوطہ حال میں داخل ہوا ہے اس لئے اس کا کیٹلاگ مرتب نہیں ہوا مولوی محمد اسحاق

اس کے مصنف ہیں سنہ ۱۱۲۷ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔

اس میں اخلاقی گیارہ باب قایم کئے ہیں ہر ایک باب میں اولیاء و علماء اور سلف صالحین

کے قصے اپنے بیان کی تائید میں پیش کئے ہیں ابتدا میں ایک دیباچہ بھی ہے اس کو کسی

فارسی کتاب سے دکھنی میں منظوم کیا گیا ہے اس امر کی صراحت خود مصنف نے کر دی ہے

کتاب سات مہینہ میں ختم ہوئی ہے۔ یہ مثنوی طبع ہو چکی ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

فارسی سے تھی نثر یہ آشکار
کیا اس کو نظم سے زیب وار

فارسی کی بحر کی سیپی اندر
تھے چھپے بے بہا لعل و گہر

میں نہنگ قلزم اخلاص ہو
فارسی کے بحر کا غواص ہو

لایا باہر لعل و گوہر بحر سے
رکھ دیا بازار دکھنی میں آ کے

ارکاٹ کے مخطوطات

اب ہم کرناٹک (ارکاٹ) کے وکہنی مخطوطات کا ذکر کرتے ہیں مگر اس کے پیشتر وہاں کی تاریخ پر مختصر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔

جنوبی ہند کا جنوبی حصہ کرناٹک سے موسوم ہے اور ساحل کارومنڈ کہلاتا ہے جنوبی ہند کی تاریخ آرین تاریخ سے پرانی ہے یہاں کی دراوڈ قوم اس وقت بھی مہذب اور متمدن حکمراں تھی جب آریوں نے اس سرزمین پر قدم رکھا تھا ان کی یادگاریں آج تک باقی ہیں جن سے ان کے تمدن و تہذیب کا پتہ چلتا ہے۔ کہا جاتا ہے نامورن (سامری) قوم ہی ساحل جنوب سے عراق میں جا کر بسی اور اسیریا و بابل کے تمدن کی وہی بنا رہے علی ہذالقیاس ملیبار سے ہی مصری تمدن کی بنا قایم ہوئی۔

جنوبی ہند پر سب سے پہلا اسلامی لشکر وہ ہے جس نے علاءالدین خلجی کی سپہ سالاری میں دیوگڈھ (دولت آباد) میں قدم رکھا۔ پھر اس کے سپہ سالار ملک کافور نے حملے شروع کئے سنہ ۷۱۰ھ میں کافور کا تیسرا حملہ ہے جو کرناٹک پر ہوا اسلامی لشکر کنٹرے علاقہ پر سے گذرتا ہوا سینٹ بندر امیشور (راس کماری) تک جا پہونچا مسجد علائی کی تعمیر ہوئی - مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے صدیوں پیشتر مالک بن دینار وغیرہ کی مسجدیں یہاں موجود تھیں اور سواحل ہند کارومنڈل وحدہ لاشریک کی صدا سے گونج رہا تھا یہ واقعہ نفس الامر ہے کہ اسلام براہ مغرب فوجی تزک واحتشام کے ساتھ ہند میں قدم رکھنے اور آخری نقطہ ہند (راس کماری) پر پہونچنے سے صدیوں پیشتر پرامن ذریعہ سے جہازوں کے راستے سے سواحل ہند پر مستقل طور پر اپنا گھر بنا چکا تھا وہ عرب تاجر اور مبلغ تھے جنہوں نے لازوال روحانی اثر سواحل ہند پر قایم کردیا تھا۔ ابن بطوطہ جو اس فتح کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہاں

آیا تھا اپنے سفرنامہ میں اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ یہاں اسلامی اثر ہمہ گیر ہے۔اس لئے درحقیقت اسلام کے وہی الوالعزم تاجر اور دلیر مبلغ اسلام کے حقیقی خدمت گار تھے۔ جو آج کل کے یورپین مشنریوں کی طرح ساحل کارومنڈل اور ملیبار پر آئے اور اپنے سچے مذہب کی ترویج کی۔ان کی اولاد[۵۱] آج بھی جنوبی ہند میں موجود ہے۔ جو نوایط سے موسوم کی جاتی ہے۔

محمد تغلق کے زمانہ میں جب اس کی سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے تو معبر (کارومنڈل یا صوبہ مدراس) کا صوبہ دار سید جلال الدین آحسن بھی خود مختار ہو گیا۔ فرشتہ نے اس کی صراحت کی ہے یہ قوم نوایتہ (نوایط) سے تھا۔ اس کے مطیع کرنے کے لئے خود سلطان نے معبر کا رخ کیا مگر ورنگل تک پہونچا تھا کہ وہاں وبا پھیل گئی جس سے خود سلطان بیمار ہو گیا مجبوراً چند امرا کو چھوڑ کر واپس چلا گیا۔اس طرح مدرہ واقع جنوبی ہند میں اسلامی ریاست مستقل قایم ہو گئی۔

اسی کے ساتھ بیجانگر کی ہندو سلطنت کا آغاز ہوا جس نے بہت جلد قدیم حکمران پانڈے وغیرہ خاندانوں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو گل کر کے اپنا قبضہ جما لیا۔ پھر ۷۴۸ھ سے بہمنی حکومت کا آغاز ہوا جس نے ڈہائی سو سال سے زیادہ حکمرانی کی اس کے بعد اس کی مختلف شاخیں ہو گئیں جو بیجاپور۔ گولکنڈہ۔ احمد نگر۔ بیدر اور برار سے موسوم ہیں جس کے علمی کارنامے صفحات ماقبل میں گزر چکے ہیں۔ اول الذکر چاروں نے مل کر بیجانگر کو فتح کر لیا۔ اس طرح جنوبی ہند کے بڑے حصے پر سلطنت گولکنڈہ اور بیجاپور کا علم لہرانے لگا۔[۵۲]

اس زمانہ میں شمالی ہند میں مغلیہ حکومت کا دور دورہ تھا اکبر اور شاہجہاں کے حملے

---

۵۱ راقم الحروف کو فخر ہے کہ وہ بھی اس خاندان کا ایک فرد ہے۔

۵۲ یہ تمام حالات عہد سلف مولف مولوی مرتضی مرحوم سے ماخوذ ہیں۔

دکن پر شروع ہو چکے تھے آخر کار اورنگ زیب کی حکومت نے ۱۰۹۷ھ میں بیجاپور اور ۱۰۹۸ھ میں گولکنڈہ فتح کرکے سلطنت مغلیہ میں شامل کر لئے اس کے بعد ۱۱۰۰ھ میں عالمگیری لشکر نے ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی سیادت میں کرناٹک پر پیش قدمی کی ۱۱۱۰ھ میں قلعہ جنجی فتح ہو کر کل ملک کرناٹک معہ (بنادر جن پر اہل یورپ کا قبضہ تھا) زیر حکومت مغلیہ آگیا اس طرح علاء الدین کے بعد پھر اورنگ زیبی علم جنوبی ہند کے سواحل پر لہرانے لگا۔ عالمگیر کی آنکھ بند ہوتے ہی خانہ جنگی برپا ہوگئی۔ علی دوست خاں صوبہ دار کرناٹک کے بعد صفدر علی خاں صوبہ دار بنا اس کو اس کے رشتہ دار غلام مرتضیٰ خاں نے قتل کر دیا۔ آصفجاہ اول جو دکن کے صوبہ دار تھے رفع فساد کے لئے روانہ ہوئے شورش رفع ہوئی اور ۱۱۵۷ھ میں نواب انورالدین خاں صوبہ دار کرناٹک مقرر ہوئے۔ جو بانی خاندان والاجاہی ہیں۔ انورالدین خاں نے ارکاٹ کو اپنا مستقر بنایا۔ اور اپنے فرزندوں کو مختلف اضلاع کا انتظام تفویض کیا۔

اس زمانہ میں انگریزی اور فرانسیسی رقابت تجارت کے حدود سے گزر چکی تھی ملک گیری کا جذبہ شباب پر تھا۔ مرہٹوں کا ہنگامہ علیحدہ برپا تھا۔ علی دوست خاں سابق صوبہ دار کرناٹک کا داماد حسین دوست خاں عرف چندا صاحب نواب انورالدین خاں کے پاس مقید تھا۔ فرانسیسیوں نے اس کو رہا کرا کر انورالدین خاں پر چڑھائی کی امبور کے مقام پر انھوں نے شہادت پائی (۱۱۶۲ھ) ان کے دو فرزند مقید کر لئے گئے تیسرے فرزند محمد علی خاں والاجاہ نے انگریزوں سے مدد لے کر فرانسیسیوں اور چندا صاحب کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔

۱۱۶۳ھ میں والاجاہ کرناٹک کے خود مختار حاکم تسلیم کر لئے گئے۔ یہ ہر وقت انگریزوں کے دوست اور ان کے دست و بازو رہے ارکاٹ کے مشہور محاصرہ میں انگریزوں کے نامور جنرل کلایو کے دوش بدوش مدینہ علی خاں کمانڈر افواج والاجاہی داد شجاعت

دے رہا تھا۔

پھر جب کونٹ لالی نے دوبارہ مدراس کا محاصرہ کیا تھا تو ایسے نازک وقت میں بھی انگریزی سپاہیوں کے ساتھ ساتھ والاجاہی فوج جان بازی دکھا رہی تھی وندیوش کے تاریخی معرکہ اور پھر پانڈیچری کی یادگار فتح میں جبکہ فرانسیسیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا والاجاہ خود بذات اپنی فوج کے ساتھ موجود تھے۔ کلایو کے ساتھ بنگال میں بھی والاجاہ کی نئی ترتیب یافتہ فوج نظر آرہی تھی۔ سلطنت آصفیہ کے ساتھ مشہور آفاق تاریخی دوستی پیدا ہونے کے وقت سفیر برطانیہ کے پشت و پناہ نواب والاجاہ ہی تھے[۵۱]۔ ان تاریخی واقعات کے بنا پر برطانیہ کے بادشاہ جارج سوم اور والاجاہ صوبہ دار کرناٹک میں بالراست تعلق قائم ہوا جس کی نظیر ہندوستان کے اور حکمران کے خاندان میں بہت کم ملتی ہے[۵۲]۔

۱۲۱۰ھ میں والاجاہ کا انتقال ہوا۔ ان کے ولی عہد کا اول ہی انتقال ہو چکا تھا اس لئے دوسرے فرزند نواب عمدۃ الامرا مسند نشین ہوئے اور صرف چھ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۲۱۶ھ میں انتقال ہوگیا اب ان کی جگہ ان کے فرزند تاج الامرا مسند حکومت پر متمکن ہوئے لارڈ ویلزلی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کی جانب سے چند شرائط پیش کئے تاج الامرا نے اس کو منظور کرنے سے قطعی انکار کیا جس کی بنا پر ان کو نظر بند کردیا گیا اور نواب عظیم الدولہ جو والاجاہ کے فرزند امیر الامرا کے لڑکے تھے مسند حکومت پر بٹھائے گئے جنہوں نے کمپنی کے جملہ شرائط قبول کر لئے۔ یعنی سالانہ بارہ لاکھ روپیہ نقد ۱/۵ حصہ محاصل پر قناعت کر لی اس طرح گویا ۱۲۱۶ھ سے کرناٹک پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت شروع ہوئی۔

---

۵۱ مقالہ مولوی مرتضیٰ مرحوم مطبوعہ شمس الاخبار مدراس۔

۵۲ مخطوطہ مراسلت والاجاہ کتب خانہ انڈیا آفس۔

۱۲۳۴ھ (۱۸۱۹ء) میں عظیم الدولہ کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند اعظم جاہ قائم مقام بنے اور ۱۲۴۱ھ (۱۸۲۵ء) میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند نواب محمد غوث خاں جو صرف پندرہ مہینے کے تھے اپنے چچا عظیم جاہ کی ولایت میں حکمراں بنے ۱۲۵۸ھ میں اختیارات کے ساتھ خود مختار کئے گئے غدر ۱۸۵۷ء کے دو سال قبل ۱۸۵۵ء م ۱۲۷۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے مرنے پر برائے نام حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا اعزاز منصب خطاب فوج سب موقوف ہوگئیں اور نواب عظیم جاہ کو پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے ملقب کر کے انہیں چند ہزار کا وظیفہ مقرر کر دیا گیا ان کے مرنے پر ان کے دو فرزند ظہیر الدولہ و انتظام الملک اور پوتے منور خاں یکے بعد دیگرے پرنس کے لقب سے ملقب ہوے اور وظیفہ پاتے رہے آخر الذکر کے مرنے پر ان فرزند نواب سر محمد علی خاں بہادر فی زمانہ پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے ملقب ہیں اور وظیفہ پا رہے ہیں[۵]۔

نواب محمد علی خاں والاجاہ اور ان کے چاروں جانشین علم دوست تھے ان کے زمانہ میں بڑے بڑے علما ذی وقار شیوخ طریقت اطبا حاذق شعرا نامدار جمع تھے جن کے عربی فارسی اور اردو تصنیفات موجود ہیں بعض علما اور شعرا کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔ جو اس زمانہ میں دربار ارکاٹ سے وابستہ تھے۔

ملک العلما بحر العلوم مولانا عبد العلی چشم و چراغ فرنگی محل، حقائق دستگاہ مولانا محمد باقر آگاہ، فضیلت مآب مولانا محمد غوث شرف الملک، معرفت آگاہ قاضی الملک مولانا محمد صبغۃ اللہ، مدار الامرا مولانا عبد الوہاب، قاضی ارتضی علی خاں، مولوی محمد سعید اسلمی، مولانا عبد القادر، حافظ احمد خاں اعظم الملک، مولانا امین الدین، خان عالم خاں فاروقی، برہان خاں ہانڈی مولف تزک والاجاہی، مولانا غلام حسین رغنا مولف قصر والاجاہی ان اہل علم کے

---

[۵] مخطوطہ تاریخ ارکاٹ مولف مولوی صفی الدین مرحوم

علاوہ جن میں سے بعض شاعر بھی تھے۔ ارکاٹ میں اور بھی صدہا شعرا ایسے تھے جنھوں نے ملک سخن سے وادلی بعض کے نام حسب ذیل ہیں :-

شیخ محمد امین اسماعیلی۔ محمد اسمٰعیل خاں ابجدی مولف انورنامہ۔ میر امداد علی امداد نورالدین خاں انور۔ افصح الشعرا حسین علی افصح۔ طرازش خاں احسن۔ سید مرتضیٰ بینش میر مہدی ثاقب۔ افضل العلما محمد ارتضا علی خاں خوشنود۔ افضل الشعرا شیریں سخن خان راتم۔ محمد صبغۃ اللہ فرحت۔ محمد محفوظ خاں شہامت جنگ محفوظ۔ غلام اعزالدین خان مستقیم جنگ نامی۔ صفی الدین محمد خاں ناصر۔ قادر علی خاں منور جنگ نظیر۔ سید ابوسعید والا مولوی محمد مہدی واصف۔ ان میں سے بعض صرف فارسی گو تھے اور بعض فارسی اور اردو دونوں میں شعر کہا کرتے۔

خاص خاندان والاجاہی کے بعض افراد بھی شاعری کرتے تھے چنانچہ تاج الامرا متخلص ماجد عظیم جاہ متخلص عظیم محمد انور خاں سیف الملک متخلص مختار۔ اور نواب محمد غوث خاں متخلص بہ اعظم وغیرہ کے نام لئے جا سکتے ہیں آخر الذکر کا فارسی اور اردو کلام شائع ہو چکا ہے دو فارسی تذکرے شعراے کے حالات میں بھی تصنیف فرمائے ہیں جو تذکرہ صبح وطن اور گلزار اعظم سے موسوم ہیں۔

بہر حال روسار ارکاٹ نے بھی اردو کی سرپرستی فرمائی ہے اور ان کے خوان کرم سے بیسوں علما شعرا اور مصنفین نے حصہ پایا ہے ہمارا یہ تو مقصد نہیں ہے کہ ان کے اردو ہ ماات کا ذکر کیا جائے۔ بلکہ اس زمانہ کے مخطوطات جو یورپ کے کتب خانوں میں ہیں ن کی صراحت مقصود ہے لہذا ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

قصہ طالب و موہنی

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۲۷) ورق (۵۹) سائز ۸ × ۵ ½ سطر (۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲ جمادی الثانی ۱۱۷۱ھ / ۱۷۵۸ء

کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ :-

"طالب اور موہنی کی عشقیہ داستان دکھنی نظم میں لکھی گئی ہے مصنف میر سید محمد والہ ہے۔ دیباچہ میں مصنف نے بیان کیا ہے اس کو ابن نشاطی کی پھول بن کے بعد لکھا گیا ہے۔ یہ قصہ اس نے ایک بوڑھے برہمن سے سنا تھا۔ اس کو "داستان عجائب" سے بھی موسوم کیا ہے۔ ابتدائی صفحہ پر سرخی سے مصنف کا نام سید محمد موسوی لکھا ہے"

کسی اور کیٹلاگ میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے مصنف کا ذکر مولف تذکرہ شعرا دکن اور مولف تذکرہ گلزار اعظم نے کیا ہے۔

والہ کا نام جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے سید محمد تھا ان کے باپ محمد باقر خراسان کے رہنے والے تھے۔ حیدرآباد میں انورالدین خاں سے وابستہ تھے جب انورالدین خاں ارکاٹ کے صوبہ دار مقرر ہوئے تو یہ بھی ارکاٹ میں آ رہے اور اسی کو وطن بنا لیا اس زمانہ میں ارکاٹ علوم و فنون کا مرکز تھا۔ والہ کے چشمہ فیض سے بھی تشنگان علم سیراب ہوئے یہ فارسی کا زبردست شاعر تھا کلام کی رنگینی اور نازک خیالی اپنی آپ نظیر ہے۔ فارسی کے علاوہ دکھنی میں بھی اس نے طبع آزمائی کی ہے والہ کا انتقال ۱۱۸۲ھ میں ہوا۔ زیر بحث مخطوطہ والہ کی زندگی میں لکھا گیا ہے۔

سنہ تصنیف ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر سنہ ۱۱۷۱ھ جو تاریخ کتابت ہے اس سے واضح ہے کہ اس کے پہلے تصنیف ہوئی ہے۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد دیباچہ اور پھر اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔ دیباچہ میں قصہ لکھنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے ایک صبح نہایت دلفریب صبح تھی کیونکہ پیا سے وصل کا وعدہ ہوا تھا مگر انتظار کی بلا سخت تھی پھر محبوب کا دیدار ہوا اور حالت بے خود ہوگئی اس کے بعد محبوب کا وصل حاصل ہوا اور راز و نیاز کی باتیں ہونے لگیں دلچسپ قصے سنانے لگے پھول بن کا قصہ جو ابن نشاطی کا لکھا ہوا تھا وہ دل کو نہ بھایا اس لئے ایک اور قصہ جس کو اس نے ایک بوڑھے برہمن سے سنا تھا اس کو دکھنی نظم میں بیان کیا۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک ہندوستانی خوبصورت مسلمان مرد طالب نام کا ایک پن گھٹ پر گزر ہوا۔ جہاں صبح کے وقت ہندو عورتوں کا مجمع ہوا کرتا تھا۔ اس شہر کے ایک مہاجن کی لڑکی موہنی نام نہایت حسین اور جمیل تھی۔ مہاجن نہ صرف مال و دولت میں مشہور تھا بلکہ مخیر بھی تھا۔ طالب اور موہنی کی نگاہیں چار ہوئیں طالب موہنی کے تیر نگہ سے زخمی ہو کر بے ہوش ہو گیا۔ موہنی نے خیال کیا مر گیا ہے مگر کچھ عرصہ کے بعد ہوش آیا اس نے اپنے عشق کا حال موہنی سے بیان کیا اور اس کے پیچھے ہو لیا۔ جب مہاجن کا مکان آیا تو موہنی اندر چلی گئی اور یہ اس کے دروازہ پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے مہاجن سے بیان کیا ایک مسلمان آیا ہے۔ اور خود کو موہنی کا عاشق بتاتا ہے۔ وہ یہ سن کر شرمندہ ہوا اور غصہ سے باہر آکر طالب کو فہمائش کی کہ تم صورت سے شریف زادے معلوم ہوتے ہو مجھے بدنام اور رسوا مت کرو اپنا راستہ لو مگر طالب پر کوئی اثر نہ ہوا لوگوں نے بیان کیا دیوانہ ہے جانے دو۔

تین رات دن اسی طرح گزر گئے طالب نے نہ تو کھایا اور نہ پیا اور نہ وہاں سے اٹھا مہاجن کو تعجب ہوا لوگوں نے مشورہ دیا اس کو کھلا پلا کر یہاں سے رخصت کر دیا جائے۔ مہاجن

دال روٹی لے کر آیا مگر طالب نے کھانے سے انکار کیا ایک شخص نے رائے دی موہنی
کے ہاتھ سے کھانا روانہ کیا جائے مہاجن نے اسی پر عمل کیا اب طالب سیر ہو کر کھایا۔ اس
رات مہاجن نے استدعا کی کہ چلا جائے مگر طالب نہ مانا۔ آخر حاکم شہر سے شکایت کی گئی۔
وہ طالب کو طلب کیا اور واقعات سے اطلاع پائی اور معلوم کیا کہ اس کا عشق سچا ہے تو مہاجن
کو طلب کر کے تاکید کی کہ اگر یہ مر جائے تو سخت بڑا ہوگا لہذا تم اپنے مکان میں رکھو اور
کھانا دیا کرو۔ اور طالب کو فہمائش کی صبر سے کام لے۔ اب طالب مہاجن کے گھر میں
رہنے لگا روز ایک مرتبہ رات کے وقت موہنی کھانا لاتی اس کے ساتھ مہاجن کا ایک
ملازم جو نہایت سخت گیر تھا رہا کرتا جس کے باعث عاشق اور معشوق کو کبھی بات کرنے کا
موقع نہیں ملتا۔ موہنی کی دائی طالب پر مہربان تھی ایک مہینہ کے بعد ہولی کی عید آئی دائی
نے طالب کو مشورہ دیا کہ فلاں باغ میں جائے وہاں موہنی سے بات چیت ہو سکتی ہے
طالب وہاں گیا رات کے وقت موہنی بھی وہاں آئی عاشق و معشوق میں گفتگو ہونے لگی۔
اس عرصہ میں مہاجن کے ملازم کو خبر ہوگئی وہ طالب کو مار ڈالنے کے ارادہ سے روانہ ہوا مگر
جب باغ میں پہونچا تو ایک کالا ناگ سانپ اس کو کاٹ کھایا اور وہ وہیں مر گیا۔ مہاجن
کو اس کی خبر ہوئی آخر مشورہ کر کے دائی کو کسی دوسرے شہر میں روانہ کر دیا گیا اور ایک دن
خبر اڑائی کہ موہنی سخت بیمار ہے اور تیسرے دن اس کی موت کی خبر دی گئی اور فرضی جنازہ
روانہ ہوا طالب اس جنازہ کے ساتھ ماتم کرتے ہوئے جانے لگا لوگوں نے ملامت کی
موہنی کے مرنے پر بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور عاشق ہو کر زندہ موجود ہے حالانکہ معشوق
مر گیا ہے۔ طالب یہ سن کر واپس ہوا اور ایک کنوے میں گر کر اپنے آپ کو ہلاک کیا جب
موہنی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی کنوے میں گر پڑی۔ لوگ جمع ہوئے اور کنوویں
سے لاش نکالی گئی سب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ عاشق اور معشوق دونو باہم پیوستہ ہیں
کوشش کی گئی ان کو علیحدہ کیا جائے مگر کامیابی نہیں ہوئی حاکم کو اطلاع ہوئی اور نماز

جنازہ کے بعد ایک ہی قبر میں وہ دونو دفن کئے گئے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:—

ابتدا کلام

سجن کا انجمن جو دلکش ہے | چراغ اس بزم کا حمد خدا ہے
خدائے بندہ پرور جو زبان کون | دیا قدرت مطلب کی بیان کون

* * * * * *

مبارک صبح تہی کیا خوش گہڑی تہی | کہ میرے دل پو خوشی گہرے تہی
پیا سوں وصل کا وعدا ہوا تہا | ولی نہیں بیقراری میں ہوا تہا
بلائی انتظار آکر چلاتی | امید وصل شادی دلمیں بہاتے

* * * * * *

میرا حال اس وقت زیر و زبر تہا | خبر دلکے جو پونچہا بیخبر تہا
سنہکا یا وصل جب آرام کے پاس | دیکہوں کیا دوست بیٹہا ہی میرے پاس
نمک دیکر لطافت کے بیان کون | میری تحسین اپے کہولا زبان کون

* * * * *

سنیا ہوں میں قصا ایک ہور رنگ کا | بندہا ہن نشاطی پہول بن کا
دلی و دلکوں نہیں لکتا ہے چندان | نہ ہوتا طبع کا پہول اس سوں خندان
اکرنوں والا اس شیرین وزن کوں | بندھی دیوی شرف دکہنی بچن کون

* * * *

ملا ایک روز مجکوں ناگہانی | بوڈہا سا ایک برہمن کن کہانی

* * * * *

نمک سوں زخم پر مرحم لگایا | قصہ چہنے و طالب کا سنایا

اتہا ہی شوق سنکر یو حکایت	بندا ہوں مختصر کر کو روایت
نظارہ پہول بن کا شوق لایا	فکر تیری کون خیابان میں دتا یا

شعر (۱۰) سے تخلص ظاہر ہوتا ہے۔

قصہ کے خاتمہ کے بعد خاتمہ کتاب میں (۱۶) شعر کہے گئے ہیں پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

نگارش پر قلم نے طے کیا راہ	قصہ پورا ہوا الحمد اللہ
نہیں قصا عروس دلربا ہے	رنگین ہے شوخ شیرین ادا ہے

آخری اشعار:۔

الہی جب تلک گل باغ میانے	بچن کے حاسدان کا دل اچہو داغ
عشق کے طالبان مطلوب پاوین	امیدواران کے امید الن بر آوین

قلم یون داستان پر گلفشان تہا	کہ ہندوستان میں کن یک جوان تہا
هنرسون سب هنرمندان پو غالب	محبت کا و طالب ناؤن طالب

ہوا ہی شوق والہ کا طبل باز	قصی پر یوں کیا و طبل آواز
کہ تہا اس شہر میانے یک مہاجن	دیا اسکون خدا نی بخت ہور دہن
دنیا دولت بہوت اسکی ہر یک ٹھاؤ	سکل ہندوان میں اسکا براتاؤ

ہوی طالب او پر جب تیسرے رات	نجانون دل نے کیا بولا اسے بات
کہ وہاں لب نے لکا بے تاب ہو کر	ہچن جیسے اچھے بے تاب ہو کر

پہر یک رات تہی باقی جب آیا
فکر میانے کہ یو کیا تہا خدا یا

اودہر مو ہنے دخو پے میں امو لے
کئی جب سیج میں داۓ سون بولے

کہ چیرا نے آتا طالب کون مارا
میرا دل خون ہوا ہے تن میں سارا

ذرا بہی دور سیں جا کر نظر کر
موا پایا جیوتا منجکون خبر کر

گئی داۓ پرا دیکہی ہے کونے
کہے دلین کہ یو طالب ہی کرا دے

تنکی سر دہو چلا تا بونت کی سات
سر اوپر پہور سینے پر مارتا ہات

کہی ہند وان کی کیون سر پہوڑتا ہے
موئی پر بہی اُسے نہیں چہوڑتا ہے

بہت بی شرم عاشق بوالہوس ہے
کہ دلبر مرگئی تجہ میں نفس ہے

وو طالب عاشق صاحب وفا تہا
عشق میں روز اول سون فدا تہا

یو طعنا جب سنا غیرت میں آیا
دڈولی سون اپس کا کہ پہرایا

کہ عاشق پاک بائین ہیں گرا ہے
تیرے مرنے کی تین سنکر مرا ہے

اسے ساعت ہوئی سنکر دیوانی
ایسے بہچو دکہ خود کون نہیں پہچانی

شتابی ڈور بائیں میں کری ہی
وطالب جیون مرا یو بہی مرے ہے

نکالے اوت دونو وو مبتلا کی
عجب دیکہی ہیں وہان قدرت خدا کی

دونو تن یک ہو ل کر رہے تہے
دو آیک تن ایکین ایکدل ہوے تہے

دُ دونو یک ہوکر یون رہے مل
کہ اپس سون جدا کرنا تہا مشکل

ہوئیں دونو دفن یک قبر میں
وصل پائیں ہیں تب جنت کے گہر میں

کہاں نے عشق کے اس قسم کم ہے | وفاداری دو نوپر ختم ہے

دو دنیا سوں کی ہمنا کون جانا

ہر یک حیلا ہے جانے کا بہانا

اس کتاب میں والہ کی ایک غزل بھی ہے جس کو درج کیا جاتا ہے۔

غزل والہ

دیکھو یاران عشق کا حال کیا ہے | ستم ہے سکھ ہی راحت ہی بلا ہے

کبھی ہے جام جم خون دل اسمین | کبھی آئینہ ایزد نما ہے

کبھی اس جام سوں بزمیں وفامیں | دماغ دل کتین قسمی رسا ہے

کبھی اس آرسی کے باغ میانے | جگر کون داغ کا کل رو نما ہے

وفادار انکی تہیں و عین مقصود | ہوسنا کا یکی آکی اژدہا ہے

نہ پاوہی فخر رازی راز اس کا | یو مسلا ان کتابانسون جدا ہے

چلا آہی عشق دل کہرہی کا تیرا | جو کچھ طالب کی پیش آکی روا ہے

منجی منہی نے ماری ہی جلائے | غم و شادی جواس سون ہے بجا ہے

وصل پایا ہو نہین دولت مبارک | منجہ اوپرات یو خلل ہوائے

میری حالت کون شیرین داستان میں

اکر والہ کہی اس میں مزا ہے

رازق باری

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۲۵۷) ورق (۱۷) سائز ۷ ۳/۴ × ۵ ۱/۴ سطر (۹ تا ۱۲) خط نستعلیق مگر نہایت زشت تاریخ کتابت ۲۵ ماہ خسروی سال راسخ ۱۲۲۱ھ؟ مولوی محمد۔

کیٹلاگ کی صراحت:۔

"عربی اور فارسی الفاظ کے معنی اردو میں بیان کئے گئے ہیں یہ دکھنی نظم ہے۔ ۱۸۷۲ء میں مدراس میں طبع بھی ہوئی ہے۔"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے اس کا مصنف واکہ ہے جن کی ایک مثنوی طالب و موہنی کا ذکر ہوا ہے۔

اس میں خالق باری کی طرح بچوں کے لئے عربی اور فارسی کے معنی بتائے گئے ہیں۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

رازق باری حق ہے جان | اس کا نور نبی پہچان
اولاد ال یاران اصحاب | قران بھیجا حق نے کتاب

فہم خرد ہیں دو نو عقل | افسان کیا ہی کہانی نقل
راز فراست دانش کہان | خیال رضور درلو وہان
حب ہو مہر کہن سو پیار | غوح حشں ورسن دیدار
ابرش ابلق ادہم کہورا | ہرتا زتانہ درا کورسا

بختی کیا ہی بغدی اونت | طم فرا ہی جرعہ گھونت
محمل کیا ہی اونت کی وا | کر رہ روتے تا بہ توا
طاؤس کیا ہی مور پہچان | مرغی کیا ہی ماکیان جان

مردن کرنا کردن کرنا | کیا ہی نہادن ؟ دہرنا
فروختن کون سکانا بول | کشادن کہولنا کنونکنت کنول

والہ استنے موتی رولیا | فرس لغت کے معنی بولیا
جس نے پایا ذہن صافی | رازق باری اسکون کافی

ہشت بہشت

اس کے دو نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا پیارس کے قومی کتب خانے میں ہے۔

میوزیم نمبر (۵۰۰- اورنٹیل) ورق (۲۰۸) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

پیارس نمبر (۸۷۲) ورق (۲۱۱) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

یہ مخطوطہ بلوم ہارٹ کی فہرست مرتب ہونے کے بعد میوزیم میں داخل ہوا ہے اس لئے کیٹلاگ کی وضاحت نہیں ہوسکتی۔ علی ہذا پیارس میں بھی کوئی صراحت نہیں ہے۔

یہ کتاب آنحضرت کی سیرت میں ہے درحقیقت یہ آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے جن کی تصنیف ۱۱۸۴ھ سے ۱۲۰۶ھ تک ہوئی ہے۔ پیارس کا مخطوطہ خود مصنف کا تصحیح کردہ ہے اس لئے خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس مثنوی کے مصنف مولانا محمد باقر آگاہ ہیں چونکہ ہم کو آگاہ کے دس مخطوطوں کا ذکر کرنا ہے اس لئے تفصیل کے ساتھ اسی مقام پر ان کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔

آگاہ کا نام محمد باقر ہے اور ان کے والد کا نام محمد مرتضیٰ تھا۔ ان کے اجداد بھی تاجر اور مبلغ عرب تھے جنہوں نے ساحل کارومنڈل پر اسلام کا بیج بویا تھا۔ پھر ہم کو اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد بیجاپور کو اپنا وطن بنا چکے ہیں۔ اور وہاں مسند علم اور سیاست پر متمکن ہیں۔ بیجاپور کی تباہی کے بعد ویلور علاقہ مدراس آئے یہاں ۱۱۵۸ھ میں آگاہ کی پیدائش ہوئی ابتدائی تعلیم تو گھر میں اپنے چچا سے پائی اس کے بعد ویلور ہی میں حضرت سید ابوالحسن قربی[1] سے عربی فارسی کی تعلیم پائی۔ پھر ان کے مرید ہوکر روحانی تعلیم بھی حاصل

---

[1] حضرت قربی ۱۱۱۱ھ میں بیجاپور میں تولد ہوئے چار سال کی عمر میں ویلور آئے ۱۱۸۲ھ میں انتقال ہوا عربی فارسی کے جید عالم اور شاعر تھے اردو شعر بھی کہا کرتے۔ (گلزار اعظم)

کی ترچناپلی کے ایک اور بزرگ شاہ ولی اللہ کے حلقہ درس میں بھی شامل رہے۔

آگاہ عربی اور فارسی اور اردو کے جید عالم اور اپنے وقت کے عالم متبحر تھے تفسیر حدیث فقہ منطق فلسفہ کے ساتھہ ادب کا خاص ذوق تھا۔ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی پر صرفی و نحوی صنائع اور بدیع کے چارسو اعتراض کئے تھے جس سے ان کی عربی قابلیت کا بخوبی ثبوت ملتا ہے عربی اور فارسی کا دیوان موجود ہے تینوں زبانوں میں تصنیفات کیئں ہیں جن کی تعداد (۳۰۳) بتائی جاتی ہے۔ ان کے منجملہ سولہ اردو ہیں جن میں سے دس یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

نواب محمد علی خاں والاجاہ ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اپنے دو لڑکوں امیر الامرا اور عمدۃ الامرا کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ آخر زمانہ میں دبیر خاص (پرائیوٹ سیکرٹری) کی خدمت بھی تفویض کی تھی۔ باسٹھہ سال کی عمر پائی ۱۲۲۳ھ میں انتقال ہوا مدراس میں مدفون ہوئے۔

اردو تصنیفات نظم میں ہیں مگر ان کے ابتدا میں چند صفحات کا دیباچہ نثر میں ضرور لکھا ہے جن سے مختلف امور پر روشنی پڑتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ سال کی عمر سے اونہوں نے شاعری کی ابتدا کی ہے ۱۱۸۴ھ سے اردو تصانیف کا آغاز کیا باقر تخلص قرار دیا ۱۱۹۴ھ میں عربی دیوان مرتب کیا جس میں آگاہ تخلص رکھا گیا۔ آخر زمانہ تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہشت بہشت دراصل آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے جس میں آنحضرت کی سیرت ہے۔ پہلے رسالہ میں نور محمدی کا ذکر ہے جس کو "من دیپک" سے موسوم کیا گیا ہے دوسرے رسالہ میں آپ کے نبوت کے بشارتوں کا بیان ہوا ہے اور من ہرن سے موسوم ہے۔ تیسرے میں آنحضرت کی پیدائش کا ذکر ہے جو من موہن کہلاتا ہے۔ چوتھے میں آپ کی آٹھ سالہ عمر سے وفات تک حالات لکھے ہیں جو جگ سوہن سے موسوم ہے۔ پانچویں میں اخلاق و شمائل النبوی کا ذکر ہے یہ آرام دل سے موسوم ہے چھٹے

رسالہ میں آپ کے خصائص اور ساتویں میں معجزات اور آٹھویں رسالہ میں آنحضرت کے آداب اور آپ سے محبت رکھنے کا ذکر ہوا ہے۔ ان کے نام راحت جان بمن وپن اور من جیون ہے۔

ذیل میں کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ کا آنحضرت پر اسلام لانا۔

اول روز خدیجہ خاتون	لائی ایمان متقدم سب سون
بھی اوسی روز علی بوقت عصر	لائی ایمان حیدر صفدر
بعد زید و ابو ذر و بلال	لائی ترتیب سے ایمان فی الحال

جنگ کے حالات کا مجمل ذکر کیا ہے مصنف اس امر سے واقف تھا کہ آنحضرت کی سیر میں جنگ کا بیان کوئی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ دیگر واقعات اصلی سیرت ہیں۔

اور اسی سال ہوا فرض جہاد	اوسش شہنشہ کے اوپر کہ تو یاد
اوسکے غزوات تھے سب ستائیس	کہ اتہا اون میں شہ بالنفس نفیس
ہوی وسیں جنگ میں ای یار لڑائی	باقی جنگوں میں نہیں ہوئی ای بہائی
جو لڑائیاں میں گیا نہیں وہ رئیس	ہی عدد اون کا تو سن سیتالیس
یہ جہادات سن ای اہل ادب	ہوی دس سال میں واقع سب

سال چہارم میں ہوا ہی نازل	حکم قصر صلوات ای کامل

سال پنجم میں ای دوست سمجھ	فرض مولا نے کیا سب پہ حج

سال ششم میں ہوی ای یاران
سب پہ شرع نماز باران

اور صلوٰۃ خسوف اور کسوف
سنت اس امت پو ہوی ہے معروف

ہوی اوسی سال میں نازل ای یار
بیگمان آیت احکام ظہار

میانی انہو شاہ کی سر کے بال
خم و سیدہی ان بیچ اہی جیک وجال

درازی میں پونچی تہی کہاندہی کنی
یوں آیا ہی آلفر حدیثان منی

کبہی سر منڈایا نہیں او نام دار
مگر حج کے ایام میں ایک بار

دیا بانٹ اصحاب کون سب او بال
رکہی سب اوسی اپنی جی کی مثال

او سر ور کہیں سیس پر بال تہے
دلان صید کرنے کیتے جال تہے

نہایت تہے خوشبو او موی سیاہ
دہی کہنا او ہی مشک و عنبر گناہ

بہی ہی یک روایت میں اسہ بات تہے
کہ دہوتا تہا سر بیر کی بات سے

بہی سنت اوہی بال رکہنا تمام
نکالا اوسکی کنگہا بہر صبح و شام

دانت ۔ گردن کہاندے سینہ شکم بازو پاؤں قامت ۔ رنگ ۔ چال ہر ایک اعضا کو یہاں تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ اس کے بعد اخلاق کا ذکر ہے ۔

آپ کی سخاوت اور رحمت کا ذکر دیکہو ۔

سخاوت میں کوئی اوسکی ثانی نہیں
نہ تہا جو کون اوسکی کرنا کہیں

سوالی سوں دیا اوت روز حنین
غریبان کون او خلق کا نور عین

بقول ہوازن دیا چہی ہزار
درم او شہنشاہ عالی تبار

نوی یک مسلمان کون او بی بدل
دیا یک جنگل بہر کو بکری سگل

کہا قوم کون جاکو ای گھر ہان
محمد اوپر لاو ایمان جان

سخاوت کون اوسکی نہین انتہا
یو ظاہر سخاوت کا ہی مدعا

ہیں رحمت کا اوسکی کرون کیا بیان | سراپا ہی اوسکون خدا در قران
رکہا رحمت العالمین اوس کا نام | روف رحیم بہی اسے شاہ کا نام
شہنشاہ کی رحمت اہی تمام ور | اتہی سب پہ حتی کہ شیطان اوپر

دو صفحہ رحمت کا بیان ہے۔

شرم و حیا۔ سخاوت۔ شجاعت۔ رحمت۔ ملنسار۔ تواضع۔ فروتنی۔ اخلاقی امور کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

عمر یوں کہا ای رسول خدا | اچہو تجہ پو ماں باپ میرے فدا
غضب ناک ہو نوح اپس قوم پہ | جفایاں سون اونکی کہا لا تذر
یوہی ہر نبی دیکہہ ظلم و جفا | کیا اپنی قوم پہ بد دعا
کہا بلکہ یا رب بلطف و عطا | میری قوم کا بخش جرم وعطا

بہی کہتا اتہا یوں او شاہ نول | میرا کل غم ہے سو امت بدل
مجہی دو نو عالم میں کچہہ کم نہیں | بجز درد امت مجہی غم نہیں
یہی غم اتہا اوس کون دنیا من | یہی فکر اچہی اوسکو عقبی من

بہی جاتا اتہا شاہ مریضان کے گہر | بہی ہوتا تہا حاضر جنازے اوپر
بلاتا اگر کوئی ضیافت لئے | تو جاتا شہنشاہ گہر اوسکی چلی
کوہی اصحاب سون گر نہ آتا نظر | بہت پوچہتا تہا اوسی جبد کر
مسافر کوں پونچانے جاتا تہا او | کوئی آیا تو لیتا اتہا اگی ہو

من ای بہائی سرورکون شام وسحر — تقید نہ تہا کوئی کہانی اوپر
تکلف میں اوسکی نہ تہا کرم جوش — جو پاتا اتہا اوسکون کرتا تہا نوش
جو کہاتے تہے اہل مدینہ سگل — وہی نوش کرتا اتہا وہ نول

کہانے کی پوری تفصیل دی ہے اس کے بعد آپ کے لباس کا ذکر ہے

اتہا پیرہن شہ کنی دوستر — بہی کپڑی سفید ای گرامی گہر
یہی کہتا تہا اکثر وہ گل کا امید — کرو لازم اپنی پو کپڑے سفید
ہی پاکیزہ وخوب تر وہ لباس — پینو تم شام وسحر وہ لباس
پہنا دو سبی اپنی احیا کی تیں — بہی تکفین کرو اوسمیں موتے کیتیں

حدیثوں میں آیا ہے ای با فرح — کہ جلسہ وہ سرور کا تہا اس طرح
کہ مجلس میں جا کا نہی اوسکو جان — تو وہاں بیٹھ جاتا اتہا در زمان
کبہی اجتا کرکو وہ پاک ذات — بیٹھی مسجد و گہر میں یاران سنگات

تہا اصحاب کے سات اوپاک ذات — نہایت مدارا مروت کی سات
سمجتا تہا ہر یک صحابی نے یون — نہیں کس پو پیار اوس کا مجہ پو جون
بہت اون کا اکرام کرتا اتہا — سبہو نکی اوپر پیار دھرتا اتہا
بلاتا اتہا اون کو تعظیم سین — بچے اونکی لیتا اتہا گود میں

یہ کتاب شائع ہوئی ہے مگر کمیاب ہے مخطوطات بہی ملتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد کے علاوہ میرے پاس بہی ایک نسخہ ہے۔ اور ہمارے خاندانی کتب خانوں میں اسکے متعدد نسخے ہیں۔

تحفۃ النساء

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۸۷۲) ورق (۱۸) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق کل شعر (۸۰۰)
کیٹیلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے اور نہ یورپ کے کسی اور مصنف نے اس کے متعلق کوئی وضاحت کی ہے۔
اس کی تصنیف ۱۱۸۵ھ میں ہوئی ہے جس کی صراحت خود مصنف کی ہے :-

گیارہ سو اوپر تھے پنج و ہشتاد
ہجرت سے بنا ہے تب یہ رکھ یاد

اس کتاب میں ازواج مطہرات بی بی فاطمہ زہراؓ وغیرہ دیگر خواتین اسلام کی فضیلت اور حالات وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔
پہلے حمد ہے جس کے چھ شعر ہیں اس کے بعد منقبت کے سات شعر پھر مدح غوث میں چھ شعر اس کے بعد اپنے مرشد کی تعریف اور پھر مناجات کی گئی ہے اور سبب تصنیف کتاب کے بعد سب سے پہلے بی بی فاطمہ زہرا کی فضیلت شروع ہوئی ہے۔ پھر بی بی زینب رقیہ ام کلثوم کے بعد ازواج کا ذکر ہے سب سے آخر رابعہ بصری کا حال ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو :-

ابتدا۔

ہے حمد و ثنا اسی سزاوار	بخشش کون نہیں ہے جس کی کچھ بار
لطف و کرم اس کا بے غرض ہے	دیتا ہے جو کچھ سو بی عیوض ہے

مدح مرشد :—

اس ملک میں تہا پیر میرا ۔۔۔ ہر کام میں دستگیر میرا
تہا نام شریف بوالحسن جس ۔۔۔ اس خلق حسین ہور حسن جس
اس نور کا ہو جنید آیا ۔۔۔ الحاد کی حرف کون مٹایا
وصف اسکا ہے بیشمار باقر ۔۔۔ بیان ہے کون اوسکی کر کوئی آخر
کر صدق سے دلکی اب دعا تون ۔۔۔ درگاہ میں حقکی ہات اٹہا تون

سبب تالیف میں کہتے ہیں :—

امت میں نبی کی جو ہیں عورات ۔۔۔ افضل ہیں سب عورتان سے سن بات
لکہتا ہوں میں اس کتاب اندر ۔۔۔ احوال نسار کا ای برادر
اس شاہ کی دختران کا احوال ۔۔۔ اس شاہ کی عورتان کا احوال
امت میں جو عورتان تہے کامل ۔۔۔ تہا قرب خدا کا انکو حاصل

مناقب فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ملک دو جہان کی شاہزادی ۔۔۔ اکاس وپتال کی خوزادی
امت کی تمام نیک نامان ۔۔۔ ہیں جسکے جہیز کی غلامان
جنت کی جتی ہیں بی بیان سب ۔۔۔ ہیں جہیز کی جسکی باندیان سب
ہے حشر میں جسکے مرد کی ہات ۔۔۔ احمد کا لوای حمد خوشد ہات
ہے مہر میں جسکے ای برادر ۔۔۔ امت کی گنہ کا عفو یکسر

ہیں اٹہسو ادسکے جملہ ابیات ۔۔۔ پڑہنے میں ہے اسکی بہت برکات

گیارہ سو او پر تھے پنج ہشتاد   ہجرت سے بنا ہی تب یہ رکھہ یاد

خاتمہ :-

رکہ مجکوں ہمیشہ عافیت سات   نت مجکوں چلا توں راہ حسنیات

دین بیچ کہ اہتمام مرا
ایمان پہ کر اختتام میرا

ہدایت نامہ معراج نامہ اور رسالہ فرقہ ہائے اسلام

یہ تینوں رسالے پیرس کے قومی کتب خانہ میں ایک ساتھ مجلد ہیں۔

(۱) نمبر (۸۷۲) ورق (۱۰) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق۔

(۲) نمبر (۸۷۲) ورق (۳۴) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) ״

(۳) نمبر (״) ورق (۷) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) ״

ان کے متعلق بھی نہ تو کیٹلاگ میں صراحت ہے اور نہ کسی یورپین مصنف نے کوئی وضاحت کی ہے ان کی تصنیف سنہ ۱۲۰۰ھ سے ۱۲۰۰ھ تک ہوئی ہے۔ ہدایت نامہ میں گناہوں کا ذکر ہے معراج نامہ میں معراج کا حال اور رسالہ فرقہ ہائے اسلام میں عقائد کا ذکر ہے۔ ہر ایک کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

حمد۔

خدا کون سزاوار حمد و ثنا — کہ ہے یکا مبرا ز نقص و فنا

آخری اشعار۔

نہ تھا شان میری کیا یہ اقتضا — کہ ہندی زبان کا کری اصطفا

ولی بعض یارون کا ایسا ہوا — ہندی زبان یہ رسالہ ہوا

. . . .

کرے اس دعا کون اجابت خدا — کہ ہے نام اوسکا مجیب الدعا

اسمائے صفات، رویت، حسن، قبح، عفو، ایمان، فاسق وغیرہ امور پہ بیان ہوا ہے۔

مزید نمونہ توبہ کے عنوان میں لکھتے ہیں۔

دگر توبہ واجب ہوا از گناہ | کر ایمان رکھتے چلو تم یہ راہ
گنہ کار کی توبہ کرنا قبول | تفضل ہے اوسکا بقول رسول
خدا نے کہ توفیق توبہ دیا | تفضل و احسان اپنا کیا

نہ توفیق واجب نہ اوس پر قبول
ایسے راہ میں ہے خدا کا وصول

ہدایت نامہ۔

ابتدا۔

کروں آغاز حمد حق سوں اول | کہ تا نامہ ہووی بیکی مکمل

ہوا معلوم یوں دسری خبر سوں | مسلماں کا کرے ناحق جنی خون
شفاعت اسکوں ناہوسی میسر | جزا اس کا جہنم ہے مقرر

ہدایت نامہ یو پورا کیا ہیں | ہدایت خلق کوں پورا دیا ہیں

الٰہی یو ہدایت نامہ میرا | حقیقت میں سخن یو سب ہے تیرا

خاتمہ:۔

الٰہی کر کرم سوں یا رب فکر بد
امان پا دی نیو ہدایت سوں یو فرد

معراج نامہ۔ ورق (۴۴) سطر (۲۳)

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ رسالہ معراج کے متعلق ہے۔

پہلے حمد ہے۔

سرانا خدا کون سزاوار ہے ہر یک ذرہ اسکا نمودار ہے

اس کے بعد مناجات پھر نعت اس کے بعد واقعات معراج ہیں۔

خاتمہ

کیا ختم میں ذکر معراج کا بنام محمد نبی مصطفےٰ

کیا ختم میں لے محمد کا نام

علیہ صلوٰۃ علیہ السلام

آخر پر درج ہے۔

ازدست عاصی محمد زاہد در باغ نواب والاجاہ۔

عقائد مولوی محمد باقر

اس کا ایک نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۷۲) ورق (۱۳) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ نے کوئی صراحت نہیں کی صرف اس قدر لکھا ہے کہ "عقائد مولوی محمد باقر مسلمانوں کے عقائد کے بیان میں"

یہ بھی مولوی محمد باقر آگاہ کی تصنیف ہے اس کی تصنیف بھی ۱۱۸۵ھ کے مابعد ۱۲۰۰ھ کے ماقبل ہوئی ہے صحیح سنہ معلوم نہ ہوسکا۔

اس مثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عقائد کا بیان ہوا ہے۔ حدوث عالم۔ دوزخ۔ جنت عمل نیک۔ وغیرہ امور کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

سبب تصنیف رسالہ میں کہتے ہیں:-

کیا میں اس لئے یہ نسخہ منظوم	کہ تا ہر کس کو ہوئی جلد یسون مفہوم
کیا ہوں میں بیان اس نظم اندر	عقاید اہل سنت کا سراسر
کہا نیں میں کبہی دکہنی اشعار	سنجی ہے شعر دکہنی سوں بہب عار
ولی یو نظم ہو بیا با لضرورت	پڑہی تا اوسکو ہر امی و عورت

حدوث عالم

ہی سارا خلق حادث ہور نوا ہے	نہ تہا سوا اوسکی قدرت سوں ہوا ہے
زمیں و آسمان ہور عرش و کرسی	نبی کا نور بہی ہور روح قدسی
ہور عالم پہر فنا ہو لیگا یکبار	ہوا ہے یوں ازل میں حکم کرتار
یو ساتوں آسمان ہور کرسی و عرش	قلم ہور لوح ہور ساتوں طبق فرش

فنا ہوینگی یکدم بیچ ہر جا بہی دوسری صورتون ہونگی پیدا
فنا کی چیز کہن ایک دم سے پہر آخر کون وجود بی عدم سے

---

(۱۴)

عقائد مولوی محمد باقر

اس کا ایک نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۷۲) ورق (۱۳) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ نے کوئی صراحت نہیں کی صرف اس قدر لکھا ہے کہ "عقائد مولوی محمد باقر مسلمانوں کے عقائد کے بیان میں"

یہ بھی مولوی محمد باقر آگاہ کی تصنیف ہے اس کی تصنیف بھی ۱۱۸۵ھ کے مابعد ۱۲۲۰ھ کے ماقبل ہوئی ہے صحیح سنہ معلوم نہ ہو سکا۔

اس مثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عقائد کا بیان ہوا ہے۔ حدوث عالم۔ دوزخ۔ جنت عمل نیک۔ وغیرہ امور کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

سبب تصنیف رسالہ میں کہتے ہیں:۔

کیا میں اس لئے یہ نسخہ منظوم — کہ تا ہر کس کو ہوئی جلد یوں مفہوم

کیا ہوں میں بیان اس نظم اندر — عقاید اہل سنت کا سراسر

کہا نیں میں کبھی دو کہنی اشعار — سنجی ہے شعر کہنی سوں ہب عار

ولی یو نظم یو کیا بالضرورت — پڑی تا اوسکو ہر امی د عورت

حدوث عالم

ہی سارا خلق حادث ہور نوا سے — نہ تہا سوا اوسکی قدرت سوں ہوا ہے

زمیں وا آسمان ہور عرش و کرسی — نبی کا نور بہی ہور روح قدسی

ہور عالم پھر فنا ہو لیگا یکبار — ہوا ہے یوں ازل میں حکم کرتار

یو ساتوں آسمان ہور کرسی و عرش — قلم ہور لوح ہور ساتوں طبق فرش

فنا ہوینگی یکدم بیچ ہر جا   بہی دوسری صورسون ہونگی پیدا
فنا کی چیز کبہن ایک دم سے   پہر آخر کون وجود لی عدم سے

محبوب القلوب

برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

نمبر (۶۵۰۲- اورٹیل) ورق (۱۹۶) سائز ۸ × ۴½ سطر (۱۲) خط نستعلیق

یہ مثنوی بھی کیٹلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوئی ہے اس لئے کوئی صراحت نہیں ہے، اس کے مصنف بھی مولوی محمد باقر آگاہ ہیں اس کی تصنیف ۱۲۰۶ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ مصنف نے خود ریاض الجناں کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے:۔

"اور یہ کتاب محبوب القلوب کے کہ در ۱۲۰۶ھ کے منظوم ہوئی اور اس رسالہ میں ریاض الجناں نام رکھتا ہے تخلص اپنا وہی لفظ باقر رکھا ہے"

اس مثنوی میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے حالات و کرامات کا ذکر کیا گیا ہے نمونہ کلام

حمد

کرے کوئی حمد تیرا کیا الٰہی ۔۔۔ کہ ہے قدرت تیری متناہی ماہی
توہی خلاقیت میں ایسا قادر ۔۔۔ کہ یک کن سے کیا عالم کو ظاہر
ہیں عالم مردہ اسے محی عالم ۔۔۔ حیات اونکوں ہی تیری سے ہر دم

بھی فرمایا ہے یوں وہ فاخر الحال ۔۔۔ کہ اپنی ابتدا میں تا چہل سال
وضو سیتی عشا کی ہر سحر میں ۔۔۔ ادا کرتا نماز صبح کین
بھی پندرہ سال لگ بعد عشا میں ۔۔۔ شروع کرتا تھا قران کتین
رکھ اپنی ہات کو اوس میخ ادپر ۔۔۔ کہ کاری تھی اوسی دیوار اندر
تمام شب میں پڑھتا تھا میں قران ۔۔۔ جب آتی صبح کرتا ختم قرآن

آگاہ کے قصائد بھی اس میں مرقوم ہیں جو مدح جیلانی میں کہے گئے ہیں ایک قصیدہ ذوالمطلعین کا کچھ نمونہ ملاحظہ ہو :-

کیوں حسن کا دکھاوے ہی کر و فر آفتاب
ٹک دور کر نقاب کہ ہو ششدر آفتاب

کرتا ہی لعل سنگ سیہ کو گر آفتاب
تو جام می کو لعل سے اپنے کر آفتاب

نکلے ہی جب تون دن کو تو ہو دھوپ چاندنی
موج عرق سے شرم کی ہو کر تر آفتاب

بے پردہ گر کرے تو شب تار میں خرام
محشر ہو چو طرف کہ ہی تیرے پر آفتاب

سب چھر کرن کی بال رہی ہیں لتوریان
تو سنجا ہی تیرے رشک سے از بس آفتاب

دیکھے اگر تموج آغوش کو تیری
بہ جاوی طرح پارہ کی ہو مضطر آفتاب

پرتو سے تیرے حسن تلون کی کیا عجب
ہو وے کل عجائب اگر در کر آفتاب

مانند عکس آئنہ رخسار میں تیری
بے تاب ہو کے لرزے ہی نت تھر تھر آفتاب

سے موج آنسوؤں سے لبالب نہیں کرن
دیکھا ہی تر سے ہات میں جب ساغر آفتاب

اس کتاب کے دو نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں ہیں -

تحفۂ احباب

اس مثنوی کا بھی ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۶۵۰۴) ورق (۱۴۸) سائز ۸ × ۴ ۱/۲ سطر (۱۳) خط نستعلیق

اورینٹل کیٹلاگ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ یہ بھی مولانا آگاہ کی تصنیف ہے ۱۲۰۶ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔ اصحاب کی فضیلت کا بیان ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:—

حمد

حمد بیحد ہور ثنا بیکران | ہے سزاوار خداوند جہان
دم بدم واجب ہے شکر کبریا | نعمتوں کو نہیں ہے جسکی انتہا

ہیں صحابہ میں خلیفے پنج تن | چار و خلفا اور شاہ دین حسن
ہور حواریان ہیں دس او دس شہ کے جان | جو ہیں وہ یار بہشت بیگمان
ان سوا اور ونکو بھی ہے یہ لقب | اون کا نہیں اگلی حواریاں ہیں ڈھب
اور نقیباؤں میں ہیں بارا سمج | ہے کہا موسی کی نقیبا کو وہ سمج
جون کہا اونکو معین جبرئیل | اونکو سرداران کیا شاہ جلیل

اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

ریاض الجناں

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے اور دوسرا نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
برٹش میوزیم نمبر (اورنٹیل ۶۵۰۵) ورق (۱۳۰) سائز ۸ × ۴½ سطر (۱۳) خط نسخ
پیارس نمبر (۸۷۲) ورق (۷۲) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) نستعلیق
برٹش میوزیم میں یہ کتاب کیٹلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوئی ہے اس لئے کیٹلاگ میں اس کے متعلق کچھ صراحت نہیں ہے۔ علیٰ ہذا پیارس کی کیٹلاگ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔
اس کتاب کی تصنیف سنہ ۱۲۰۱ھ میں ہوئی ہے۔
اس مثنوی میں اہل بیت النبی صلعم کی فضیلت اور ان کا حال مذکور ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

ھوش حسرت سی اوسکی لگڑائی — عجز سی کاڑھی مونھ میں پکڑائی
نفس اس غم سی جل ھواھی راک — نہیں سماتا خیال میں یہ تپاک
کاغذ اس دکھ سی ھی بہ پیچ و تاب — اک دریشی ہیں اوسکی تر جون سحاب
اشک سرخ و سفید سی یکسر — ھو گیا ھی یہ رنگ ابری تر

الغرض گھر کی اور بچھار کی سب — ستر او پر گئی رفیق سب
نہیں بچا او نہیں کوئی جز سجاد — ھور حسن بن حسن رکھ اسکو یاد
تھا بلاشبہ وہ جلیل الذات — صدمہ کربلا میں غم کی سات
جب ھواھی شہید امام امم — ھور ھوی ہیں اسیر اھل حرم

وہ بھی اون میں ہوا اسیر ای یار　　اس سخن میں نہیں ہے کچھ تکرار

اسی دس دین جب اس محرم کی　　مچی عالم پہ دھوم ماتم کی
ہر طرف بر ملا تھا شور و عزا　　زلزلہ حشر کا ہوا برپا
ہوا چار و طرف لہو سی نگار　　لگی خرمن کو آسمان کی شرار
چو طرف خون سے کھلا گلزار　　پھولی یہ کربلا سی کیسی بہار
چو شش ماتم میں ہے زمین و زمان　　ورطۂ غم میں تھی مکین و مکان

اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

مثنوی گلزار عشق عرف قصّۂ رضوان شاہ روح افزا

اس مثنوی کا ایک نسخہ آکسفرڈ کے بوڈلین لائبریری میں ہے۔
نمبر (۶۶۴) اورنٹیل ورق (۱۲۰) سائز ۱۰×۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق
مصنف کیٹلاگ کی صراحت :۔

"ایک مثنوی جس میں رضوان شاہ اور روح افزا کی عشقیہ داستان ہے مصنف مولوی محمد باقر ہیں جنہوں نے سنہ ۱۲۱۰ھ ۱۷۹۵ء میں اس کو لکھا ہے ابتدا میں ایک دیباچہ ہے۔ گارسی۔ ڈی ٹاسی کی فہرست میں یہ شامل ہے کسی اور نے بیان نہیں کیا۔"

اگرچہ سنہ ۱۲۱۰ھ میں اس کی تصنیف ظاہر کی گئی ہے مگر جیسا کہ خود مصنف نے اظہار کیا ہے اس کی تکمیل سنہ ۱۲۱۱ھ ہوئی ہے۔

"الحال کہ تاریخ ہجرت با جاہ و جلال کے ہزار دو سو پر گیارہواں سال ہے۔ قصہ رضوان شاہ و روح افزا کا پسند کر کے اسے نظم کیا۔"

مثنوی میں حسب قاعدہ اول حمد ہے جس کے (۵۳) شعر ہیں اس کے بعد مناجات ہیں (۴۵) شعر پھر نعت ہیں (۲۹) شعر۔ اس کے بعد معراج کے بیان میں (۸۹) شعر اسی میں منقبت بھی ہے۔ پھر عرض الحال کا عنوان ہے جس میں (۱۰۳) شعر ہیں اس کے بعد محبوب سبحانی کی مدح میں (۹۰) شعر پھر امام حسینؑ کی تعریف میں (۳۳) شعر سبب تالیف مثنوی اور اپنی ستائش میں (۱۹۳) شعر ان تمام کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے جس کے (۲۸۹۰) شعر ہیں قصہ کے ختم پر خاتمہ کا عنوان ہے جس میں (۵۹) شعر ہیں اس طرح کل مثنوی تقریباً (۳۵۸۱) شعر پر ختم ہوتا ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

چین کے بادشاہ کا لڑکا رضوان شاہ علم و ہنر میں سرآمد روزگار تھا باپ کے مرنے پر مالک تاج و تخت بنا ایک دن شکار کے لئے روانہ ہوا۔ روح افزا پری بصورت ہرن نظر آئی بادشاہ نے ہرن کا تعاقب کیا مگر ہرن ایک چشمہ میں غائب ہوگیا۔ رضوان شاہ اس ہرن پر فریفتہ ہوکر خود غوطہ لگانا چاہا۔ ارکان دولت مانع ہوئے نجومی اور رمال اس کا سراغ لگانے کا وعدہ کرکے بادشاہ کو واپس لائے۔ بادشاہ کا عشق دن بدن ترقی کرنے لگا اور از خود رفتہ ہوکر اس چشمہ پر ایک محل تعمیر کرکے رہنے لگا۔ ہر روز محل روشنی سے جگمگا جاتا عطر و گلاب کی خوشبو سے معطر ہوا کرتا ایک رات روح افزا پری اپنی اصلی صورت میں باہر آئی دونو کا وصال ہوا۔ مگر پھر جدائی ہوگئی۔ ایک زمانہ تک فراق کے صدمے اٹھاتے رہے مصیبتوں میں گرفتار ہوئے آخر مدت دراز کے بعد دونو کی شادی ہوئی اور بامراد چین کو واپس ہوئے۔

اب اولاً دیباچہ کا کسی قدر انتخاب اور پھر اصل مثنوی کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

"مقصود اس تمہید سے یہ ہے کہ اکثر جاہلاں یعنی دہرزہ دراہان لایعنی زبان دکھنی پر اعتراض اور گلشن عشق و علی نامہ کے پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں اور جہل مرکب سے نہیں جانتے کہ جب تک ریاست سلاطین دکن کے قائم تھے زبان اون کی درمیان اون کے خوب رائج اور طعن شماتت سے سالم تھی اکثر شعراء وہاں کے مثل نشاطی۔ و فراقی۔ و شوقی۔ و خوشنود غواصی۔ ذوقی۔ ہاشمی۔ شغلی بحری۔ نصرتی۔ و مہتاب و غیرہم کہ بے حساب ہیں اپنی زبان میں قصائد۔ و غزلیات و مثنویات و مقطعات نظم کئے اور داد سخنوری کا دی۔ لیکن نصرتی ملک الشعراء اور تنگ نظری سے مبرا ہے جب شاہان ہند اس کلید جنت نظیر کو تسخیر کئے طرز و روزمرہ دکھنی نہج محاورہ ہندی سے تبدیل پانے لگے تا آنکہ رفتہ رفتہ اس بات سے لوگوں کو شرم آنے لگی اور ہندوستان میں مدت تک زبان ہندی کہ اوسے برج بھاکا بولتے ہیں رواج رکھتی تھی اگرچہ لغت سنسکرت اون کی اصل اصول اور مخرج فنون فروع و

اصول ہے پیچھے محاورہ برج میں الفاظ عربی وفارسی بتدریج داخل ہونے لگے اور اسلوب خاص کون اوس کی کھونے لگے سبب سے اس آمیزش کے یہ زبان ریختہ سے مسمیٰ ہوئی جیسا ثنائی وظہوری نظم ونثر فارسی میں بانی طرز جدید کی ہوئی ہیں ولی گجراتی غزل ریختہ کی ایجاد میں سبھوں کا مبتدا اور استاد ہے بعد اوس کی جو سخن سنجان ہند بروز کئے بے شبہ اس نہج کو اوس سے لئے اور من بعد اوس کو باسلوب خاص مخصوص کر دیئے اور او سے اُردو کے بھاکا سے موسوم کئے اب یہ محاورہ معتبر شہروں میں ہند کی جیسا شاہ جہاں آباد ولکھنؤ واکبر آباد وغیرہ رواج تمام پایا اور جوں چاہی سبھوں کی من بھایا اواخر عہد محمد شاہی سے اس عصر تلک اس فن میں اکثر مشاہیر شعرا عرصہ میں آئے اور اقسام منظومات کو جلوے میں لائے ہیں مثل دَرد ۔ مَظہر ۔ فغاں ۔ دردمَند ۔ یقیں ۔ سوزاں ۔ آبرو ۔ آرزو ۔ سودا ۔ تاباں وغیرہم لیکن ان سبھوں سے کوئی بھی مثنوی معتد بہی نہیں کہا فقط غزلیات وقصائد ومقطعات پر اکتفا کیا بارے اس عصر میں حسن دہلوی یک مثنوی مختصر لکھا دریافت اوس کی تمیز مصنف پر موقوف رکھنا اولی ہے ۔ برخلاف شعرائے دکن کے کہ اکثر مثنویات کہی ہیں بالاتفاق غزل بولنا آسان اور مثنوی کا کہنا دشوار وگراں ہے اس لئے ملک الشعرا دکن بطور تفریض کہتا ہے ۔

دس پانچ بیتاں کہ کئی شوقی اگر تو کیا ہوا
معلوم ہوتا شعر اگر کہتی تو اس بستار کا

اور بوجھ اے بھائی کہ ان سب شعرا میں بعض فقط شاعر ہیں اور بعض شاعر کے سات چاشنی عشق وعرفان میں بھی ماہر ہیں مثل مولانا شاہ نعیم اللہ ندیم تخلص وقاضی شیخ محمود بحری تخلص صاحب من لگن شعرائے دکن سے اور مرزا مظہر جان جاناں وخواجہ میر درد شعرائے ہند سے ۔ بعد ازیں مخفی نہ رہے تمام ریختہ گویوں میں سودا اعتبار ہی ....

بعضے اس قدر اوس کے باب میں دفتر اعراق کا کھولتے ہیں کہ ازبس بیچارہ کو سب

شعرائے ریختہ گو بلکہ تمام ادبا سے فارسی سے افضل و بہتر بولتے ہیں اور واعجبا و احسنتا
کہ ملک الشعرا نصرتی کو نہیں مانتے ہیں اور قدر اوس کے سحر حلال کی نہیں جانتے بڑی
دستاویز اون کی یہ ہے کہ زبان اوس کی کج مج ہے۔ زہے دریافت و خوشا سخن فہمی و عجب سمجھ
آیا نہیں جانتی کہ اتفاق سے شعرائے عرب و عجم و ہند کے معنی جان سخن آبدار اور لباس
مستعار ہے۔ ....

(اُسکے بعد گلشن عشق اور علی نامہ کے چند اشعار درج کئے ہیں۔ فصاحت میں گر
فارسینا کا کلام، الخ

......تعصب کو یک طرف رکھہ کر سب کلیات سودا کو بغور نظر ملاحظہ کر کر انتخاب
کرے اور اُن سبھوں کو یک داستان گلشن۔ یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے تا اندازے
اوس کے اور اوس کے بواقعی واقف ہوئے۔ سودا کو چھوڑ دے جس شاعر فارسی گو
سے چاہے خواہ قصائد میں خواہ مثنوی میں اوسے موازنہ میں لاوے بالفعل بھی مہر و ماہ
یکتائی فن طرازی عاقل خاں رازی کیتیں کہ قصہ منہر و مدمالتی کا ہے گلشن عشق سے
مواجہ کر دیکھے تا معنی مثل دکھنی کے ہات کنگن کو آرسی کیا خوب سمجھے۔

کہی نصرتی سن کے یہ ولولہ ۔۔۔ ملا بعد مدت کی مجکو صلہ
کہا سودا آکہی انصاف سے ۔۔۔ کہ صدقی کر و مجکو آگاہ کے

باوجود ان سب مراتب کے ہم انصاف کرتے ہیں کہ میرزا رفیع سودا قصائد و غزل
میں بڑا سخن تراش و صاحب تلاش ہے محاورہ شستہ و صاف ہیں یگانہ زمانہ اور
شوخی مزاج و رنگینی طبیعت میں ماہر کیتیں افسانہ پر سو افسوس کہ ہجو ہاے رکیک سے
آشنا اور از تدین و تمکین سے بیگانہ تہا"

اس کے بعد صراحت کی ہے کہ گلشن عشق اور نامہ کو دیکھہ کر کوئی مثنوی لکھنے کا شوق
ہوا اور اس مثنوی کو ابتدا کی مگر چہ سو شعر کے بعد دیگر کتابوں کے لکھنے کی طرف متوجہ

ہو گئے۔ اور بتایا ہے کہ کون کون کتابیں کس کس عنوان میں لکھی گئیں اور پھر اپنے تخلص کے متعلق بھی صراحت کی ہے۔

اپنے تصنیفات کا ذکر کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں:۔

"ابیات اُن سبھوں کی تخمیناً چوبیس ہزار ہیں اس لئے تکمیل قصہ عشق کی نہیں ہوئی الحال کہ تاریخ ہجرت باجاہ وجلال کے یکہزار دوسو پر گیارہواں سال ہے۔ قصہ رضوان شاہ و روح افزا کا پسند کرکے اوسے نظم کیا جب زبان قدیم دکھنی اوس سبب سے کہ آگے مرقوم ہوا اس عصر میں رائج نہیں ہے اوسے چھوڑ دیا اور محاورہ صاف وشستہ کو قریب روز مرّہ اردو کی ہے اختیار کیا اور صرف اس بھاکی میں کہنے سے دو چیز مانع ہوئی اول یہ کہ تاثیر وطن یعنی دکن اوس میں باقی ہے کیا واسطے کہ اجداد پدری اور مادری اس عاصی کے اور سب قوم اوس کی بیجاپوری ہیں۔ دوسرے یہ کہ بعضے اوضاع اوس محاورہ کی میری دلمیں نہیں بہاتے ازاں جملہ یہ کہ تذکیر و تانیث فعل نزدیک اہل دکن کے تابع فاعل ہے اگر یہ مذکر ہے تو وہ بھی مذکر ہے اور اگر مونث ہے تو مونث یہ قاعدہ موافق قاعدہ عربی کے سہ السنہ ہے اور قیاس صحیح بھی اوس کی تائید کرتا ہے برخلاف محاورہ اردو کے کہ اوس میں نسبت فعل کی مفعول کی طرف کر مذکر کو مونث اور مونث کو مذکر کرے۔"

عنوانات بھی شعر ہی میں لکھے گئے ہیں مثلاً۔ مناجات کا عنوان

غنچہ دل کی غرض حیرانی	درحضور نسیم رحمانی

معراج کا عنوان

ذکر معراج صاحب لولاک	پائی جسکے سر کی تیں افلاک

محبوب سبحانی کی مدح کا عنوان

وصف محبوب بارگاہ قدم	سر افراد پر ہی جسکا قدم

اپنے متعلق جو عنوان ہے۔

فخر یہ کاہے اسمین کچھ انداز | اور تصنیف کے سبب کا راز

اول اپنے عربی نظم و نثر کا فخر کیا ہے۔

میری نظم دلکش کو وہ فیض ہے | کہ اوس سے ہوا نام طائی کا طے
ابوطیب اس خوف و ہیبت سے | کیا توبہ لاف نبوت سے تھی
میری نثر میں ہوئی صابی جیسے | نظر آوی وہان ابن عتبے غنی
کرانشا کا بانی ہے عبد الحمید | ولی ہیں ہون خاتم بو جہ سدید
اگر قاضی مصر ہوتا یہان | یہ دعوی اوپر حکم کرتا عیان
بھیجے گر انشا میری تا رشید | مقامات کی بیچ دینا رسید
اگر ابن عباد ہووی حکم | نہ سمجھے مجھے بو محمد سے کم

ہے جیسا عرب میں مجھے دار و گیر | ہون ویسا ہی ملک عجم کا امیر
سنئے شعر کا میری کہہ یک نوا | تو کہتا اوٹھی رودکی مرحبا
کہو کر قصائد تو افضل کہے | کہ سلیمان و مسعود و عرقی رہے

قصہ کی ابتدا۔

محبت کے گلزار کا باغبان | جو تہا اوسکی اخبار سے گل فشان
ہلا اپنے خامہ کے شاخ نول | جہپوایا یہ قصہ کا اوتار پہل
کہ تہا ملک چین کے ایک شاہ | تہا حکم اوس کا ماہی سے لے تا بماہ

ہوا رنج ضایع مرا سال کا | عجب ہی کہارا مری حال کا
میرا سینہ حسرت سے ناشاد ہی | گنہ لازم و رنج برباد ہے
نہ اب جان نہ جانان میری ہات میں | مجہے بخت والے میں کس گہات میں
کہان سے گیا کہیلنے میں شکار | کہان سے وہ ہرنی گئے وہان کنار
میں کیا کیا سہا ننگ و ناموس کہو | برس ایک لگ شکل اوداس ہو

بہر حال دونو ہو کشتی سوار | چلی تن بہ تقدیر بی اختیار
اوپر اونکی تہا نیلگون آسمان | تلی اونکی دریای وو راز گران
ہو دونو بہی جینے سے اپنے ملول | گئے یکقلم اپنے ہستی کو بہول
کئی قطع اس طرح گئے روز جب | سماپا کہرا ایک اونپر عجب
نمایان ہوی رات کو یک نہنگ | اوپری کوہ کا جسکے ہیبت سے دنگ

میں یک جزی کالعدم ای صنم | سہا ہون تیری غم سے کیا کیا ستم
تیری بہیں کہ کچہ ہوا ہوں فدا | پہ نکلی ہے مجہسے ہر دم صدا
کہ تیرا نگہبان ہو منت ذوالجلال | رکہی تجکو دائم بلا سے سنبہال
نہ پہنچی تجہے کچہ بہی غم | مسلم رکہی دل تیرا انہ الم
تیری تن پہ وہان جو جو آزار سے | میری جان پر اوس کا سب بار ہے
تیری جیسی پاؤن میں پری تہی | میرا دم ہوا پاؤن بیری مجہی
مر گئے رگ ہوئی میری زنجیر اب | کرون کیا میں اس غم کی تدبیر اب

محبت میں کیا کیا مصیبت سہا | عجب ہے کہ اب لگ وہ جیتا رہا

اگرچہ خمیر اوس کا ہیکا تہ خاک
ولے آتشی سے ہوا جل کے پاک

تیری شاہ زادی کہہی شہ پری
اوسی داغ سے غم کے بریان کری

کبہو جوش صحرا کے فوجوں میں پہر
کبہو جوش دریا کے موجوں میں پہر

بہر حال پہچاسے وہ اب یہاں
ہلاکی سے تجکو دیا ہی امان

تو جو ہو سکے تجہ سے تدبیر کر
اعانت میں اوسکی نہ تقصیر کر

دی اول خبر اوسکے محبوب کی
سپس فکر کر اوسکی مطلوب کی

خبر شہر میں بول پہچی میں تب
نبی لیکے رضوان آیا ہی اب

یہ مژدہ سنئے جب صفا روسیار
چلی اب ہیں در پر دریا کنار

لئے اپنے سات چوڈول و تخت
بہی فیل و شتر بہوت سے بہر رخت

بصد شان و شوکت کے اونکو نے
تہے چہوٹے بڑی جو محل میں سلے

ہوی دیکہہ دولہن کو سب باغ باغ
لئے باغ دہب سے کوہ و راغ

خاتمہ:—

ہے بہر سوز یوں عشق سے یہ بیان
کہ جل جادی پروانہ و شمع وہان

اگر دیکہی یکم اوسکی مستیکا زور
کری داد فریاد بیکل ہو شور

ہے اوس دردکا اوسمیں ناز و نیاز
جلی جس سے نوعی کا سوز و گداز

اگر دیکہی اوس نظم کا طمطراق
تب دمن سے سوداکو ہوا احتراق

مجہو نصرتی سا تہہ ہی گفتگو
اوسے کیا ہی طاقت کہ ہو روبرو

اگر جاوی چالیس میں یہ نور تن
ملک اوسکو اپنا کری من و دہن

جو دل عشق کے شمع کا ہی لگن
یہ نسخہ کو اپنا کری من لگن

جو ہی شوق شغل شور عزام | نشاطی ہوا سس پہول کا مدام
نہ کرتا ہوں ہرگز مباہان میں | کیا درست ہی شبہ بیابان میں

اصل فارسی کتاب دستیاب نہیں ہوئی اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے۔ اور نہ اس مثنوی کا دوسرا نسخہ یورپ میں ہے اس لئے اختلاف بھی ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔

باقر آگاہ کے اکثر تصنیفات طبع ہو چکے ہیں اور ہندوستان خصوصاً جنوبی ہند کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد کتب خانۂ اہل اسلام مدراس کے علاوہ میرے پاس بھی بعض مثنویاں ہیں اور ہمارے خاندانی کتب خانوں میں ان کے تصنیفات موجود ہیں۔

آگاہ کے کلام پر تبصرہ | صفحات ماقبل میں آگاہ کے چھوٹی بڑی دس مثنویوں کا ذکر ہوا ہے اس کے علاوہ دیوان[1] بھی ہندوستان میں موجود ہے ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آگاہ اپنے عہد کا نامور باکمال شاعر تھا۔

آگاہ کے دیوان میں ہر صنف کا کلام ہے قصائد۔ قطعات۔ رباعی اور غزلیں موجود ہیں۔ قصائد میں آگاہ نے فارسی قصائد کی تتبع کی ہے۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ سودا کا رنگ نظر آتا ہے۔ تمام قصائد حمد و نعت۔ منقبت۔ مدح غوث عبدالقادر جیلانی میں کہے گئے ہیں۔ بادشاہ کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں ہے۔ یہ امر خاص طور سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ آگاہ کو والاجاہ کا تقرب حاصل تھا۔ وہ شاہزادوں کی رفاقت میں سارا وقت گزرتا تھا مگر کبھی کسی موقع پر مدحیہ قصیدہ کا نہ لکھنا آگاہ کے عالی حوصلگی پر دلالت کرتا ہے۔ غزلوں میں بھی سودا کا رنگ غالب ہے مگر تخیل کی وہ بلند پروازی جو سودا

---

[1] ہمارے خاندانی کتب خانوں میں متعدد نسخے ہیں۔

کے کلام میں نظر آتی ہے وہ آگاہ کے یہاں نہیں ہے۔ آگاہ عربی فارسی کے عالم متبحر تھے اور پھر روحانی تعلیم بھی حاصل کی تھی ارشاد اور ہدایت کے مرکز تھے ان وجوہ سے ان کی غزلوں میں معرفت کی جھلک اور تصوف کی چاشنی موجود ہے۔

آگاہ کی مثنویوں پر آج کل کے نقطہ نظر سے غور نہ کرنا چاہیئے ڈیڑھ سو سال پیشتر کا ماحول آج کل کے ماحول کے مطابق نہیں سکتا۔ آگاہ نے جس زمانہ میں اپنی تصنیفات آغاز کیں۔ اس وقت ہندوستان میں طوائف الملوکی پھیل گئی تھی۔ کلایو اور وارن ہسٹنگیز کا دور دورہ تھا مغلیہ خاندان پر زوال آچکا تھا اور اس کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہو رہا تھا اہل علم دنیا سے گزر رہے تھے اور ان کی جگہ پُر کرنے والا نظر نہ آتا تھا ملک کی عام زبان فارسی باقی نہیں رہی تھی اس لئے اس کے جاننے والوں کا کال ہو رہا تھا۔ اردو کا رواج ہو رہا تھا۔ مگر اقلیم اردو میں علم و فن کا ذخیرہ شاذ بلکہ نایاب تھا شمالی ہند میں صرف غزل اور قصائد کا زور تھا جنوب میں مثنویوں کا رواج تھا مگر اس میں بھی علمی مواد بہت کم تھا۔ دانایان فرنگ نے ہنوز اردو کی پرستی کی جانب توجہ نہیں کی تھی نہ تو کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج کی تصنیفات شائع ہوئی تھیں اور نہ شاہ عبدالقادر نے قرآن کی تفسیر قلمبند کی تھی۔ عام طور سے تعلیم کی کمی تھی خصوصاً عورتوں کی تعلیم کا دروازہ بالکل بند تھا اور یہ ناممکن تھا کہ فارسی میں جو اب مادری زبان نہ رہی تھی تعلیم حاصل کر سکیں اس نقص کے باعث سوسائٹی کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا اور دن بدن حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔

اس نقص کو معلوم کرنے والا۔ اس مرض کو دریافت کرنے والا۔ اس کے علاج پر کمر ہمت باندھنے والا اور اپنے تصنیفات سے اس کا علاج کرنے والا آگاہ اور صرف آگاہ تھا۔

آگاہ وہ پہلا شخص ہے جس نے ہندوستان کے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم کو ضروری اور لازمی تصور کیا اور ان کے لئے خاص کتابیں لکھیں اس نے اپنی

تصنیفات میں صاف طور سے اس امر کی صراحت کی ہے کہ ان کا مقصد خاص طور سے صنف لطیف کی بہبودی ہے۔ چنانچہ ہشت بہشت کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

"بعض علمار متاخرین خلاصہ عربی کتابوں کا نکال کر فارسی میں
لکھے ہیں تا وہ لوگ جو عربی پڑھ نہیں سکتے ان سے فائدہ پاویں
لیکن اکثر عورتاں اور تمام امیان فارسی سے بھی آشنا نہیں اس
لئے یہ عاصی مطلب قسم اول کا بہت اختصار کے ساتھ لے کر
دکھنی رسالوں میں بولا ہے"

پھر اسی میں بیان کرتے ہیں۔

دکھنی میں کہا ہوں اس لئے میں ۔۔۔ تا ہووے سمجھ عوام کے تیں
تا سب امیان ہور عورات ۔۔۔ پڑلے سننے اسکی پاوین لذات

رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں:۔

دلے یو نظم بولیا بالضرورت ۔۔۔ پڑے تا اسکو ہر امی و عورت

غرضکہ آگاہ کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اردو زبان میں سیر۔ فقہ عقائد پر متعدد کتابیں خاصکر عورتوں کی تعلیم کے لئے مرتب کیں۔

آگاہ کے کلام میں مبالغہ اور دروغگوئی نہیں ہے حالانکہ اس کے پہلے جو چند مثنویاں واقعات کربلا اور سیرت آنحضرت صلعم میں لکھی گئی ہیں وہ جھوٹی روایات اور مبالغہ سے مملو تھیں۔

آگاہ کا کلام عام فہم اور سلیس ہے۔ اگرچہ وہ عربی اور فارسی کا جید عالم تھا مگر اس کے باوجود اس کے کلام میں عربی اور فارسی کے موٹے موٹے الفاظ نہیں ہیں جیسا کہ خود

اس کا خیال تھا اس کو عام فہم لکھا جائے تاکہ ہر امی اور عورت کے ذہن نشین ہو۔ آنحضرت کی سیرت میں اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے۔ کہ آپ کے بہترین اخلاق اور پاکیزہ سیرت مقدس کو صداقت کے ساتھ پیش کیا جائے۔ وہ اس امر سے بخوبی واقف تھا کہ آنحضرت کی مبارک زندگی میں اخلاق اور عادات ہی امت کے لئے چراغ ہدایت ہیں اور ان کی پیروی صراط مستقیم پر گامزن کرا سکتی ہے۔

ترجمہ کیدانی

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

دہلی کلکشن[1] نمبر (۱۱۵۳) ورق ۹ سائز ۷ × ۵ سطر (۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت یکم ربیع الثانی ۱۲۴۴ھ

مرتب کیٹلاگ نے کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ کسی دوسرے یورپین مصنف کی کیٹلاگ میں یہ شریک ہے۔

سنہ تصنیف بھی نامعلوم۔ اس کے مصنف مولوی محمد غوث شرف الملک مدارالمہام ارکاٹ ہیں۔

مولوی محمد غوث آگاہ کے رشتہ دار ہیں ۱۱۶۶ھ میں ارکاٹ میں تولد ہوئے۔ عربی و فارسی کی تعلیم اولاً اپنے دادا مولوی نظام الدین احمد سے پائی اس کے بعد مولانا امین الدین احمد خاں اور ملک العلماء مولانا عبدالعلی بحر العلوم چشم و چراغ فرنگی محل لکھنؤ سے فیض حاصل کیا ختم تعلیم کے بعد سلسلہ ملازمت شروع ہوا۔ اولاً امیر الامرا فرزند والاجاہ کی رفاقت میں رہتے تھے۔ پھر ان کے فرزند عظیم الدولہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ عمدۃ الامرا کے عہد میں چیف جسٹس مقرر ہوئے مگر ان کی متلوّن مزاجی سے ناراض ہو کر خدمت سے استعفا دے دیا اس کے بعد سہ ہوٹ ہوتے ہوئے حیدرآباد آئے ۱۲۱۵ھ میں عظیم الدولہ نے

---

[1] انڈیا آفس میں بلوم ہارٹ کی کیٹلاگ مطبوعہ ہے جس میں اُردو مخطوطات انڈیا آفس درج ہیں مگر یہاں ایک اور خام کیٹلاگ دہلی کلکشن کے نام سے ہے۔ اس کے اکثر مخطوطات اس فہرست میں نہیں ہیں۔

مدراس طلب کرکے مدارالمہامی کی خدمت پر مامور کیا اور شرف الدولہ غالب جنگ شرف الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا ۱۲۳۳ھ میں اس سے مستعفی ہوکر تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ اکتیس کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے تیس عربی اور فارسی میں ہیں ایک اردو ہے جو زیر بحث ہے ۱۲۳۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا[51] مسجد والا جاہی مدراس میں دفن ہوئے۔ اپنی یادگار دو فرزند چھوڑے بڑے مولوی عبدالوہاب[52] مدارالامراء جو نواب محمد غلام غوث خاں والا جاہ کے زمانہ میں مدارالمہام مقرر ہوئے اور دوسرے مولوی محمد صبغۃ اللہ بدرالدولہ یہ اسی زمانہ میں قاضی تھے آپ کے بہترین اردو تصنیفات جو نثر میں سیر عقائد اور فقہ میں لکھی گئی ہیں خاص شہرت رکھتی ہیں صراحت کے لئے دکنی میں اردو ملاحظہ ہو۔

زیر بحث کتاب جیسا کہ نام سے واضح ہے کیدانی کا ترجمہ ہے جو حنفی فقہ ہے۔ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"جان تو بیشک بندہ جانچا گیا ہی درمیان اسکے کہ فرمان برداری کرے وہ اللہ بزرگین پس ثواب پاوے اور درمیان اسکے کہ نافرمانی اوسکی پھر عذاب کیا جائی وہ اور جانچ اللہ کی موقوف ہے ساتھ عمل مشروع کے اور ساتھ عمل غیر مشروع کے۔

خاتمہ

اور حاشیہ بدریہ کی سے اور کتاب متفق سے اور کشف سے اور میزان اصل سے تمام ہوئی یہ کتاب مبارک اچھی کہ نام اسکا خلاصہ کیدانی ہے۔

ہمارے خاندانی کتب خانوں میں یہ موجود ہے۔

---

[51] تاریخ احمدی۔

[52] مدارالامراء کے فرزند نواب شرف الدولہ ثانی تھے جو راقم الحروف کے حقیقی دادا ہیں۔

چار گلشن

برٹش میوزیم میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۶۶۸۵) ورق (۲۲۱) سائز ۷ × ۴ ½ سطر (۱۲) خط نسخ کاتب سید یعقوب تاریخ کتابت ۲ ذی الحجہ ۱۲۵۲ھ بمقام قادر نگر عرف تنجاور بمصنف سرشارہ۔

چونکہ یہ مخطوطہ کٹیلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوا ہے اس لئے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں ہے۔ اور نہ یورپ کے کسی دوسرے مصنف نے کچھ لکھا ہے۔

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔ البتہ یہ پایا جاتا ہے کہ وہ عمدۃ الامرا رئیس ارکاٹ کے مصاحب تھے۔ تعجب ہے کہ تذکرہ گلزار اعظم میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے دو صفحوں میں حمد ہے پھر دو صفحے مناجات کے ہیں پھر نعت، دو صفحوں میں اس کے بعد منقبت حضرت علی اور معراج کے حالات ہیں اس کے بعد بادشاہ کی تعریف اور سبب تالیف مثنوی کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے۔

یہ منظوم چار درویش ہے اس لئے قصہ کے صراحت کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ مثنوی عمدۃ الامرا (۱۲۱۰ھ تا ۱۲۱۶ھ) نواب ارکاٹ کے عہد میں لکھی گئی ہے۔

نمونہ کلام پیش کیا جاتا ہے۔

ابتدا:۔

سخن کا جو تھی انجمن دلکشا	تھی اوس بزم کا شمع حمد خدا
تھی ایسا شہنشاہ وہ بے نظیر	جو شاہاں کو بخشا تھی تاج و سریر
بڑی ہیں فلک گرچہ با آب و تاب	تیری بحر قدرت کی ہیں یہ حباب

کرون مدح نواب عالی جناب | کہ ہے عمدۃ الامراجسکا خطاب
بڑہی اوسکی دولت بڑا اسکا ٹہاٹ | وہ ہی وارث صوبہ ارکاٹ
سخاوت کی گہرکا ہی روشن چراغ | تروتازہ اوسی عدالت کا باغ
وہ شیر دلاور بمیدان جنگ | ولایت میں سن نام لرزیں فرنگ
وہ ہی حلم وتمکیں کا کوہ گران | مروت کوئی کیا کرہی امتحان

اسی سلسلہ میں دوسروں کی مدح اس طرح کرتا ہے:۔

اگر دیکہی اس مکان غور کر | محمد نجیب الدین خان نامور
او نیرا مارنکی ہی برج کا | وہ گوہر سخاوت کی ہی درج کا
کہ ہی موج زن جسکا دریاے حلم | بیان کیون نکہو اوس کا ہر ماہی علم

ولی عہد ارکاٹ کی مدح کے بعد مزید شرح کرتا ہے۔

سخندان سخن ورکا ہی قدردان | سخن اوس کا شیریں ہی رنگیں بیان
دل اوس کا صفا واقف راز ہی | تخلص کہوں اس کا اعجاز ہی
کہ یکروز آراستہ کر مکان | وہ بیٹہا تہا مسند پو بافر وشان
تہا حاضر وہان خان حیدر نواز | کرم سے ہی جسکی جہان سرفراز
رشید علی خان بہادر امیر | وہ سردار کا تہا بہت دلپذیر
وہ سردار کا جو کی ہی نور عین | وہ عالی نسب مرتضی حسین
غلام علی خان و حیدر علی | جو تہی جان و دل سے غلام علی
تہا بازو سی بیٹہا جوان سبز رنگ | وہ قادر حسین خان سرافراز جنگ
دو فرزند سردار کی درتاج | وہ تہی بزم آدابکی دوسراج

تہا واجد علی خاں با حشم وجاہ — دل و عقل روشن وہ عالی نگاہ

اسی سلسلہ میں حسب ذیل اصحاب کا ذکر کیا گیا ہے جو اس وقت وہاں موجود تھے سید حسن خان۔ رضا حسین خاں۔ معروف علی خاں۔ مسیح الزماں خاں۔ نظام الدین حسن خاں۔

اس کے بعد بیان کرتا ہے۔

تھا اوس بزم میں شعر کا گفت و گو — اوسی دن میں بہی گیا رو برو
کہا مجکو اے میر شہ رشا رہ آ — ہوا تیری آنی سی دل خوش میرا
کہ تو باغ معنی کا ہی اب و رنگ — تیری دیکہہ اشعار عالم ہی دنگ
کہی شعر رنگیں و مضمون نئی — کہی تو سخن تو نہ پھر کوی کہی
کہا تو نی قصہ قصائد کئی — نشانی تیری ہر مکان پر رہی
اگر جاوی دیوان تیری ہر کہیں — جو دیکہا کہا آفریں آفریں
جو ہی چار درویشکی یہ کتاب — ہی مضمون رنگیں زبس انتخاب
اگر نظم ہندی اوسی تو کری — جواہر معانیکی اسمیں بہری
جو دیکہی وہ قصی کو دیوانہ ہو — سخن شمع ہو خلق پروانہ ہو

شروع کر ہوا سال یک در حساب — بفضل خدا ہوی مرتب کتاب
شب بدر رجب کی تہی دلفرور — تہا شاہ نجف کی تولد کا روز
جو چاہا میں تاریخ یا بو تراب — وہ ہاتف دیا چار گلشن خطاب
برابر سمجہ در شہوار کے — کیا نذر رتب میں وہ سر دار کے

ابتداء داستان اور دیگر نمونہ ملاحظہ ہو۔

جسی در معنی کا اب گنج ہی — خریدار اوسکی گہر سنج ہے
سنانا ہی سر شاراب داستان — سنو کان دہر کر ایدھر مہربان

تھا ایک بادشاہ کا رفرمائی روم — سخاوت کی جسکی جہانمیں تھی دھوم
کرم خلق پر اس کا تھا بے شمار — زمانیکا پرور تھا جیب و کنار
جو سائل کرے اسکی در پر سوال — نہ پھر کس سے چاہے زر و سیم و مال

میں آفت سے دریا کی اے بادشاہ — بچا جب چلا لیکہ بستی کی راہ
گیا سمت بازار کی جب خرام — تھا وہاں بھی قسمت میں آب و طعام
گرفتار ہو چور سمجھا یا سہا — سیاست سے پہر دار کی بچہ رہا
لیجا چاہ میں جب دے منجکو ڈال — خدا سے کیا عرض میں اپنا حال

اٹھا چوب لے اسکو دیکھا میں جا — وہ بیٹھی تھی روتی ہوئی سر جھکا
لگا یا ہیں یک چوب نزدیک جا — تلے سانس بھران نے ہو گئی فنا
وہ توشہ کا صندوق اٹھا لیکہ میں — وہ ہر روز کھانے لگا اس کتیں
خداوند رازق بندہ نواز — کرے پرورش سبکو ہو کار ساز

جدائی کا شعلہ بھڑکنے لگا — گویا مرغ بسمل تڑپھنے لگا
کیا جیب و دامن کو میں چاک چاک — اڑانے لگا سر پو میں اپنی خاک
کیا آہ پر آہ میں ہائے ہائے — بہا اشک گلرنگ کہا وای وای
مجھے دیکھ دائی نے سر پیٹ تی — کھڑی آکے چھاتی کتیں کوٹتی

غزل کا نمونہ

ارے یہ فلک کیا دل آزار ہے — جفاکار ہے سخت مکار ہے

اگر ہوویں معشوق و عاشق بہم — تو آنکھوں میں اسکی گویا خار ہی
مبدل کرے وصل کو ہجر سے — یہ عادت ہی اسکی یہ اطوار ہی
فلک کا کہاں تک میں شکوہ کروں — ارے یار تیرا خدا یار ہی
مجھے تو کہیں اپنی دل سے نہ بھول — اگر عاشقی میں وفادار ہی

ملاقات میری سے خوابو خیال
سے اسمیں کرنا یک آزار ہی

خاتمہ ملاحظہ ہو۔

گیا روم کو جب وہ آزاد بخت — پسر کو خوشی سے دیا تاج و تخت
وہ ظاہر پسر کی نیابت کرے — شب و روز حق کی عبادت کرے
شہنشاہ کبھو روم کو آپ جا کے — کبھو اپنی داماد کی تیئیں بلائی
خدا کا وہ کر شکر رہتی تہی شاد — خدا دیوے ہر یک کی ایسی مراد
دے ساقی مجھے ایک باقی جام — یا ہو و ردیا صاف بہر دے تمام
نہ یہی کہ جس سے ہی عالم خراب — دے وہ ہی جو ہو الفت بوتراب

دورِ آصفیہ کے مخطوطات

اب ان مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو ۱۱۳۶ھ کے بعد دکن کے بڑے حصہ میں تصنیف ہوئے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ آصفجاہ اول نے سلطنت آصفیہ کی بنیاد قائم فرمائی تھی۔

بانی خاندان آصفیہ نواب قمر الدین خان حضرت ابو بکر صدیق کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے دادا خواجہ عابد خاں شاہ جہاں کے زمانہ میں ایران سے دہلی آئے اور اعلیٰ خدمت سے سرفراز ہوئے۔ عالمگیر کے عہد میں مزید ترقی ہوئی گولکنڈہ کے محاصرہ میں شہید ہوئے زیر تالاب حمایت ساگر آپ کا مقبرہ موجود ہے۔

آپ کے فرزند خواجہ شہاب الدین خاں ہیں جن کی شادی شاہ جہاں کے قابل وزیر سعد اللہ خاں کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ عالمگیر کے دربار سے آپ کو غازی الدین خاں فیروز جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ کارہائے نمایاں اور اعلیٰ قدر مراتب کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔

غازی الدین خاں کے فرزند سعد اللہ خاں کے نواسے نواب میر قمر الدین خاں ہیں جو آصفجاہ کے مبارک لقب سے آج یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ ۱۰۸۲ھ میں تولد ہوئے عہد عالمگیری میں ترقی کرتے ہوئے منصب چہار ہزاری کے ساتھ چین قلیچ خاں کے خطاب سے سربلند کئے گئے۔ شاہ عالم بہادر شاہ نے آپ کو خان دوران خاں کے خطاب کے ساتھ صوبہ داری اودھ اور فوجداری لکھنؤ پر مامور کیا۔ جہاندار شاہ کے زمانہ میں آپ خدمت سے کنارہ کش ہوئے اور گوشہ نشینی اختیار کی۔

عالمگیر نے دکن کی فتح کے بعد اپنے سب سے چھوٹے فرزند شہزادہ کام بخش کو یہاں

کا صوبہ دار مقرر کیا تھا جب عالمگیر کے بعد خانہ جنگی برپا ہوئی تو شاہ عالم بہادر شاہ کا دکن
پر بھی قبضہ ہوگیا۔ شاہ عالم کے صرف چار سالہ عہد حکومت کے بعد جہاں دار شاہ مسند
حکومت پر متمکن ہوا مگر مغلیہ سلطنت پر تباہی آ چکی تھی۔ سکھ۔ مرہٹے۔ اور راجپوت سر
اٹھا چکے تھے۔ بادشاہ کی نااہلی اور طرفہ عیش و عشرت کی مشغولی نے بہت جلد ملک کے
حصے بخرے کر دیئے۔

فرخ سیر سید عبداللہ اور سید حسین دو امیروں کی مدد سے حکمراں ہوا اور آصفجاہ کو
نظام الملک فتح جنگ کے خطاب کے ساتھ دکن کی صوبہ داری پر مامور کیا۔ مگر دربار
میں سیدوں اور ان کے رشتہ داروں کا زور تھا چند سال بعد فرخ سیر کو قید اور قتل
کر کے رفیع الدولہ اور رفیع الدرجات کے بعد روشن اختر محمد شاہ کو تخت دہلی پر بٹھایا گیا۔
اور نظام الملک کو دکن کی صوبہ داری سے فوجداری سنبل و مراد آباد پر منتقل کر دیا گیا
حسین علی خاں نے دکن کی صوبہ داری اپنے نام کر لی۔

نظام الملک کو مراد آباد کے بعد مالوہ کی صوبہ داری دی گئی۔ امرا دربار سیدوں کے
عروج سے جل گئے آپس میں نفاق ہوگیا آئے دن کی بد انتظامی سے تنگ آ کر نظام الملک
مالوہ سے دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی عرصہ میں سیدوں کا آفتاب عروج غروب ہوگیا
دونوں قتل ہو گئے۔

اب محمد شاہ نے نظام الملک کو دکن سے طلب کر کے قلمدان وزارت آپ کے
تفویض کیا۔ (۱۱۳۴ھ) آپ انتظام ملک میں مشغول ہوئے اسی زمانہ میں نادر شاہ کا
نادری حملہ ہوا سلطنت دہلی کی حالت نہایت کمزور ہوگئی۔ اگرچہ آپ نے بہت کچھ کوشش کی
مگر خود غرض لوگ آپ کے خلاف محمد شاہ کو بہکانے لگے جس کے باعث آپ
بادشاہ سے اجازت لے کر دکن کی جانب متوجہ ہوئے۔ (۱۱۳۶ھ)۔

آپ کے وزارت کے زمانہ میں یہاں (دکن) عماد الملک مبارز خاں صوبہ دار مقرر کیا

گیا تھا آپ کی واپسی پر وہ مقابلہ کے لئے آیا شکر کھیرہ کی لڑائی کے بعد آپ منصور و مظفر داخل اورنگ آباد ہوئے۔ اس طرح آصفجاہ کی خود مختار حکومت کا آغاز ہوا پچیس سال تک آپ نے نہایت کامیابی اور عمدگی سے مسند دکن پر حکمرانی فرمائی قلمرو آصفی کا طول آٹھ سو میل اور عرض چار سو میل تھا اس طرح دکن کے بڑے حصہ پر آصفی پرچم لہرا رہا تھا ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے بعد حسب ذیل حکمران مسند حکمرانی پر متمکن ہوئے۔

(۱) نواب ناصر جنگ	۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۴ھ
(۲) نواب مظفر جنگ	۱۱۶۴ھ تا ۱۱۶۴ھ
(۳) نواب صلابت جنگ	۱۱۶۴ھ تا ۱۱۷۵ھ
(۴) نواب نظام علیخاں آصفجاہ ثانی	۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ
(۵) نواب سکندر جاہ	۱۲۱۸ھ تا ۱۲۴۴ھ
(۶) نواب ناصر الدولہ	۱۲۴۴ھ تا ۱۲۷۳ھ
(۷) نواب افضل الدولہ	۱۲۷۳ھ تا ۱۲۸۵ھ
(۸) نواب میر محبوب علیخاں غفران مکان	۱۲۸۵ھ تا ۱۳۲۹ھ

آصفجاہ کے بعد آپ کے صاحبزادے ناصر جنگ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی مظفر جنگ ہدایت محی الدین خاں (آپ کے بھتیجے) فرانسیسیوں کی تائید سے دعوے دار سلطنت بنے دونوں میں جنگ ہوئی آپس کی صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا مگر بعض مفسدوں کی شرارت سے ناصر جنگ شہید ہو گئے مظفر جنگ حکمران بنے لیکن مفسدوں نے آپ کو بھی قتل کر دیا ان کے بعد آصفجاہ کے تیسرے فرزند نواب صلابت جنگ مسند دکن کے مالک بنے (۱۱۶۴ھ) فرانسیسیوں کا عروج ہوا۔ مرہٹوں نے سر اٹھایا اور سلطنت کے بعض حصوں پر قابض ہو گئے۔

گیارہ سال کی حکمرانی کے بعد صلابت جنگ نے سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کی۔

(سنہ ۱۱۷۵ھ) آپ کے دوسرے بھائی نواب میر نظام علی خاں جانشین ہوئے دربار دہلی سے آبائی خطاب (نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ یار وفادار) سے سرفراز ہوا۔ شروع شروع فرانسیسیوں سے اتحاد رہا مگر جب یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان جنگ کا آغاز ہوا تو یہاں بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے محمد علی خاں والاجاہ کی کوشش سے انگریزوں سے آپ کی دوستی مستحکم ہو گئی اور فرانسیسیوں سے ہمیشہ کے لئے تعلق منقطع ہو گیا۔ آپ نے بارہا انگریزوں کی تائید و حمایت میں عساکر آصفی سے مدد دی سنہ ۱۲۱۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے فرزند سکندر جاہ اور پھر ان کے بعد ان کے فرزند ناصر الدولہ اور ان کے بعد افضل الدولہ سریر آرا حکومت ہوئے آپ کے زمانہ میں ۱۸۵۷ء کا مشہور غدر ہوا۔ یار وفادار نے دوستی کا ثبوت دیا اس فتنہ سے دکن مامون رہا۔ سنہ ۱۲۸۵ھ میں آپ کے انتقال پر نواب میر محبوب علی خاں مسند نشین ہوئے۔ آپ کے کم سنی کے باعث انتظام حکومت ایک ریجنسی کے سپرد رہا جس کے صدر شمس الامرا اور ارکان مختار الملک سالار جنگ اول اور نرندر پرشاد تھے سنہ ۱۳۰۱ھ میں آپ کو پورے اختیارات دئے گئے۔

نواب میر محبوب علی خاں غفران مکان کے انتقال پر اعلیٰحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی خدا دیرگاہ آپ کو سلامت رکھے۔[51] آمین

آصفجاہ بڑے مدبر بڑے عقلمند و دانشمند تھے علم و ہنر کی قدردانی کے ساتھ خود بھی ذی علم تھے۔ آپ کا دربار علما و صلحا کا ماویٰ و ملجا تھا۔ دہلی کے ارباب کمال دکن آتے اور

---

[51] یہ حالات حسب ذیل کتابوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ تزک آصفیہ۔ گلزار آصفیہ۔ تاریخ رشید الدین خانی۔

آپ کی قدردانی سے فیض یاب ہوتے تھے۔ مولانا غلام علی آزاد اسی عہد کے یادگار ہیں جنہوں نے اورنگ آباد کو وطن بنالیا تھا۔

آپ نہ صرف سخن فہم و سخن سنج تھے بلکہ خود بھی فارسی کے زبردست شاعر تھے آصف تخلص تھا۔ کبھی کبھی اردو میں بھی طبع آزمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

کالی نہ کہو کوئی میرے دلبر کو حسد سے

مجھ دل کُن یہ دعائے یمنی سے

آصفجاہ کی علمی قدردانی کے متعلق مولانا آزاد رقم طراز ہیں :۔

"فقراء و علماء و صلحاء و ارباب استحقاق را بحضوری مے بردو بقدر

قسمت ہرکس ترشح بظہور می رسید علماء و مشائخ دیار عرب وما ورالنہر و

خراسان و عراق عجم و اطراف ہندوستان منت قدردانی او شنیدہ

رو بدکن آوردو زلہ از شیلان کثیر الالوان بردند"

آصفجاہ اول کے بعد بھی فرمانروایان دکن کو علمی قدردانی اور علم پروری کا خاص ذوق تھا علماء و مشائخین کے علاوہ طلبہ کے لئے یومیے۔ روزینے۔ امداد مقرر کئے جاتے تھے اور اکثر اوقات یہ روزینے دوامًا ہوا کرتے تھے تاکہ شائقین علم قوت بسری کی فکر سے مستغنی ہوکر اپنے علمی مشاغل میں مصروف رہیں۔

آصفجاہ اول کے سوا ناصر جنگ اور میر محبوب علیخاں غفران مکان کو شاعری کا بھی خاصہ ملکہ تھا اول الذکر فارسی کے زبردست شاعر تھے ناصر تخلص تھا ضخیم دیوان موجود ہے۔ اُردو میں بھی آپ نے طبع آزمائی فرمائی ہے۔

اسے کبوتر جا کہ یوسف کو کہ گھر سے نکل

چاہ سے تیرے زلیخا ہو گئی ہے باولی

یار خود رسید جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا ذرہ ذرے میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

غفران مکان کا تخلص آصف تھا داغ آپ کے اُستاد تھے آپ کا اُردو کلام مشہور ہے "دکن میں اُردو" میں آپکے کلام کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

فرمانروایان آصفی کی طرح وزرا و امرایان سلطنت آصفیہ کو بھی شعر وسخن سے دلچسپی رہی اور وہ اپنے وقت کے ممتاز شاعر تھے۔ مثلاً صارم۔ شاداں۔ احسان کافی۔ آفاق۔ ربیط[1] وغیرہ راجہ چندو لعل کے نواسے مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت بھی اُردو کے زبردست شاعر ہیں آپ کا صوفیانہ کلام اپنا آپ نظیر ہوتا ہے۔

اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ کی علمی قدردانی ضرب المثل ہے ترقی العلوم کے لئے آپ کا عہد میمنت عہد عہد ماموں بغداد وعبد الرحمانی قرطبہ سے کم نہیں۔ دیگر علوم کے قطع نظر اُردو کی ترقی کے لئے جو ذرائع اختیار کئے گئے ہیں وہ زبان اُردو پر گراں بہا احسان ہے۔ جامعہ عثمانیہ کا قیام اور دار الترجمہ کا افتتاح ترقی اُردو کے لئے آب حیات سے کم نہیں۔ آپ کو شعر وسخن سے بھی خاص ذوق ہے "عثمان" تخلص فرماتے ہیں امیر مرحوم کے جانشین جلیل کو آپ کے استادی کا شرف حاصل ہے کئی ایک صاحبزادگان بلند اقبال کو بھی شاعری کا شوق ہے۔

غرض کہ اس عہد میں گلشن اُردو کی بہار ہے دعا ہے کہ خدا اس بہار کو سدا بہار بنائے اور تاجدار آصفی کے زیر سایہ پھولے پھلے اور اپنے میواہا نورس سے نونہالان چمن کو نہال کرے۔

صفحات آیندہ میں ہم ان مخطوطات کا بیان کریں گے جو اس دور سے متعلق یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) دیوان ولی — ولی

۱؎ تفصیل دکن میں اُردو سے معلوم کرو۔

(۲) خلاصۃ المعاملات	عاصی
(۳) انواع العلوم	عاصی
(۴) شوہر نامہ	صابر
(۵) سوداگر کی بی بی	قیاسی
(۶) مثنوی عقد فاطمہ	مخدوم حسینی
(۷) معجزات رسالت	ایضاً
(۸) انتخاب دیوان سراج	سراج
(۹) مثنوی راگ مالا	عزلت
(۱۰) دیوان عزلت	ایضاً
(۱۱) مثنوی لال و گوہر	عاجز
(۱۲) دیوان عاجز	عاجز
(۱۳) ورمجالس	سکینہ
(۱۴) قصہ بہول صادق	لطیفی
(۱۵) جنگ نامہ بہاؤ راؤ	؟
(۱۶) جنگ نامہ بہاؤ مرہٹہ و شاہ درانی	؟
(۱۷) روضۃ الصالحین	؟
(۱۸) دیوان چندا	چندا
(۱۹) دیوان شاداں	شاداں
(۲۰) مرثیہ	ولی
(۲۱) مرثیہ	رضی
(۲۲) مرثیہ	قادر

(۲۳) مرثیہ — روحی

(۲۴) دیوان حسینی — ہاشم علی

(۲۵) مراثی ——————— شعرائے مختلف
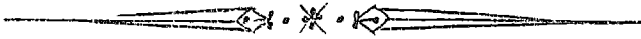
دیوان ولی

ولی اورنگ آبادی کے پندرہ دیوان یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

انڈیا آفس میں (۸) نسخے برٹش میوزیم میں ایک نسخہ کیمبرج یونیورسٹی میں تین نسخے آکسفرڈ یونیورسٹی میں دو نسخے اور اڈنبرا یونیورسٹی میں ایک نسخہ ہے۔

انڈیا آفس (۱) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۳) ورق (۱۱۰) سائز ۹ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۱۴۴ھ

(۲) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۴) ورق (۲۱۲) سائز ۷ ¼ × ۴ ½ سطر (۱۱) خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۵ھ

(۳) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۵) ورق (۱۳۴) سائز ۸ ½ × ۴ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۵ھ

(۴) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۶) ورق (۱۱۶) سائز ۸ × ۵ سطر (۱۳ تا ۱۷) خط نستعلیق

(۵) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۷) ورق (۱۰۶) سائز ۹ ¼ × ۵ ¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق

(۶) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۸) ورق (۸۵) سائز ۸ ¾ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

(۷) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۹) ورق (۱۰۷) سائز ۹ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۴) خط نستعلیق

(۸) بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۰) ورق (۲۷) سائز ۱۲ × ۷ سطر (۲۱) خط نستعلیق کتابت سنہ ۱۲۸۰ھ

(۹) برٹش میوزیم نمبر (۲۴۰۵۶ / اڈیشنل) ورق (۱۳۴) سائز ۸ × ۶ ¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۱۰) کیمبرج یونیورسٹی نمبر (۳۵۸ اڈیشنل) ورق (۱۰۲) سائز ۹ × ۷ ½ سطر (۱۴)
خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۳ھ

(۱۱) کیمبرج کنگ کالج نمبر (۱۶۴) ورق (۹۱) سائز ۹ × ۷ سطر (۱۴) خط نستعلیق

(۱۲) کیمبرج کایز کالج ( ) نمبر (۴۰) ورق (۵۹) سائز ۱۱ × ۸
سطر (۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۲۱۲ھ

(۱۳) اکسفرڈ یونیورسٹی نمبر (۶ ۴) ورق (۱۲۵) سائز ۸ ⅝ × ۴ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۵)
خط نستعلیق

(۱۴) اکسفرڈ نمبر (۵۸۶ اوزیلی) ورق (۹۵) سائز ۹ × ۵ ½ سطر (۱۷) خط نستعلیق
کتابت ۱۱۵۳ھ

(۱۵) اڈنبرہ یونیورسٹی نمبر (۳۷۸) ورق (۱۱۹) سائز ۸ × ۴ ½ سطر (۱۴) خط نستعلیق
ان کے علاوہ برٹش میوزیم میں ایک انتخاب بھی ہے (۳۲۷ ۷ اڈیشنل) جس کی کتابت
۲۰ شعبان ۱۲۲۴ھ کو ہوئی ہے یہ صرف چند اوراق پر مشتمل ہے۔

ولی کے متعلق بلوم ہارٹ کے منظومات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

"ولی دکھنی جن کا نام شاہ ولی اللہ تھا بعض محمد ولی اور بعض ولی اللہ
سے موسوم کرتے ہیں۔ ولی الدین بھی کہا گیا ہے۔ یہ احمد آباد گجرات کے
رہنے والے تھے۔ شاہ وجیہہ الدین کے مریدوں میں ان کا شمار ہوتا
ہے۔ ابو المعالی کے ساتھ اورنگ زیب کے عہد ۱۱۱۲ھ ۱۷۰۰ء میں دہلی گئے
یہاں سعد اللہ گلشن سے ملاقات کی پہلی مرتبہ فارسی کے بجائے ریختہ
نظم لکھی۔ کچھ عرصہ بعد اپنے دیوان کے ساتھ وطن کو واپس ہوئے
اس کے بعد محمد شاہ کے عہد ۱۱۳۴ھ ۱۷۲۲ء میں پھر دہلی گئے۔ جہاں ان
کے اردو کلام کی بڑی تعریف ہوئی۔"

دیگر مولفین کیٹلاگ نے ولی کے متعلق مختصر طور پر صراحت کی ہے مثلاً آکسفرڈ کی کیٹلاگ میں لکھا گیا ہے۔

"ہندوستان کے ممتاز شاعر شاہ محمد ولی گجراتی ان کا تخلص ولی تھا کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اردو میں دیوان مرتب کیا یہ اورنگ زیب کے عہد میں دہلی آئے تھے"

اڈنبرا کی کیٹلاگ میں صراحت کی گئی ہے:-

"شاہ ولی اللہ گجرات کے باشندے تھے۔ دکن میں سکونت کر لی تھی عالمگیر کے زمانہ میں زندہ تھے یہ اردو کے پہلے شاعر تصور ہوتے ہیں"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی دیوان ولی موجود ہے اس نے کچھ بھی وضاحت نہیں کی صرف اسی پر اکتفا کرتا ہے کہ "ولی گجراتی ان کے دیوان کے بکثرت نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں دیوان ولی شامل نہیں ہے۔

ولی کے دیوان اب تک متعدد مرتبہ شائع ہو چکے ہیں اور ان کے حالات بھی عام طور سے معلوم ہیں حال ہی میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کی جانب سے کلیات ولی شائع ہوا ہے جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ ولی کے حالات اور اوس کے کلام پر بحث کی گئی ہے۔ اور مختلف دیوانوں سے اس کے کلام کو جمع کیا گیا ہے مگر یورپ کے مواد کے مدنظر اس میں مزید اضافہ کی گنجایش ہے۔

کلام کے قطع نظر ان دیوانوں سے بعض دیگر حالات بھی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان دیوانوں میں بعض ولی کے زندگی میں مرتب ہوئے ہیں اور ایک دیوان ابوالمعالی کے فرزند کا مرتب کردہ ہے یہ ابوالمعالی وہی ہیں جن کے ساتھ ولی نے دہلی کا سفر کیا تھا۔

ولی کا نام ان مخطوطوں کے اندرجات سے ولی محمد معلوم ہوتا ہے اوران کا دکھنی ہونا پایۂ ثبوت کو پہونچتا ہے۔ یورپ کے مولفین کیٹیلاگ نے ان کے ساتھہ گجراتی کی جو صراحت کی ہے وہ صحیح نہیں ہے چونکہ تعلیم وغیرہ کے سلسلہ میں اونہوں نے گجرات میں اپنا بڑا وقت صرف کیا ہے اس لئے گجراتی مشہور ہو گئے تھے ان مخطوطوں کی صراحت کے قطع نظر خود ان کے کلام سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکھنی تھے چنانچہ کہتے ہیں۔

ولی ایران و توران میں ہے مشہور　　　　اگرچہ شاعر ملک دکن ہے

یو کہہ کی شمع سوں روشن ہے ہفت اقلیم کی مجلس
ولی پروانگی کرتا ترے سے ملک دکن بہتر

اسی طرح ولی کے سنہ انتقال کے متعلق مختلف خیالات ہیں بعض اصحاب ۱۱۵۵ھ اور بعض ۱۱۱۹ھ ظاہر کرتے ہیں آخر الذکر زیادہ صحیح تصور کیا جاتا ہے۔ بعض اصحاب ولی کے کلام کے مدنظر اس کی عربی فارسی قابلیت پر حرف گیری کرتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ قابل نہیں تھا بلکہ ولی اپنے عہد کا حقیقی نمائندہ اور فطرتی شاعر تھا زمانہ مابعد میں جو عالمانہ اصول بنائے گئے تھے وہ ولی کے زمانہ میں رائج نہ تھے۔ جو الفاظ اس نے استعمال کئے ہیں ان کو اس نے اسی طرح اردو میں منتقل کئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے شاعری میں عربی اور فارسی الفاظ اور محاورات استعمال کرکے اس کو عربی و فارسی لفظیات کی کتاب یا لغت بنا دیتا وہ اپنے زبان کے لئے ایک مصلح و مجدد کی حیثیت رکھتا تھا۔

ایک زمانہ تھا کہ ولی کو اردو شاعری کے باوا آدم سے مخاطب کیا جاتا تھا گویہ اس لئے

صحیح نہیں ہے اس سے ایک صدی پہلے کی شاعری کا پتہ مل چکا ہے مگر ولی نے اردو کی ترمیم میں خصوصاً صنف غزل گوئی میں جو کچھ کام کیا ہے وہ ہمیشہ زبان اردو کی تاریخ میں تاباں اور درخشاں رہے گا۔ آج میر اور مرزا کے کلام پر جو کچھ مدح سرائی ہوتی ہے وہ ولی کے خوشہ چینی ہی کا نتیجہ ہے۔

یہاں یہ موقعہ نہیں کہ ولی کے متعلق زیادہ وضاحت کی جائے البتہ اس کی تصنیفات پر کچھ صراحت ضروری ہے۔

ولی نے قدیم شعرائے دکن کی طرح کوئی مستقل مثنوی نہیں لکھی ان کی یادگار غزلیں ہیں جن کی تعداد پانچ سو تک پہونچتی ہے۔ ہم کو اتنا موقعہ نہیں ملا کہ کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اُردو کے غزلوں کے ساتھ یورپ کے دیوانوں کا مقابلہ کرتے۔ مگر کہا جاسکتا ہے کہ وہاں کے دیوانوں سے ایسی غزلیں دستیاب ہوسکتی ہیں جو کلیات ولی میں نہیں ہیں۔

غزلوں کے علاوہ دیگر اصناف سخن قصیدہ۔ ترجیع بند۔ مسدس۔ رباعی۔ مثلث۔ فرد قطعہ ہر ایک میں ولی نے طبع آزمائی ہے۔ غزلوں اور فرد کے قطع نظر دیگر صنف کی تعداد ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

نشان سلسلہ	نوعیت کلام	تعداد مندرجہ کلیات ولی	یورپ کے مواد کو مد نظر کیا تعداد قرار دینی چاہیے
۱	قصیدہ	۶	۶
۲	مخمس	۱۵	۱۸
۳	مستزاد	۹	۹
۴	ترجیع بند	۲	۲
۵	بازگشت	۲	۲
۶	مثلث	۱	۱

نشان سلسلہ	نوعیت کلام	تعداد مندرجہ کلیات ولی	یورپ کے مواد کے مدنظر کیا تعداد قرار دینی چاہیے
۷	چار در چار	۱	۱
۸	قطعہ	۲	۲
۹	رباعی	۲۶	۳۶

مگر اس امر کا خیال رہے کہ کسی ایک دیوان میں ولی کا یہ پورا کلام نہیں ہے دیوانوں کے اندراجات کی تفصیل بھی درج کی جاتی ہے۔

نمبر دیوان [ف۱]	غزل	مثنوی	قصیدہ	مستزاد	مخمس	رباعی	فرد	ترجیع بند	بازگشت	چار در چار	مثلث	قطعہ
۱	۳۶۵	۲	۴	۲	۹	۲۷	۴۰	۲	+			
۲	[ف۲] ۳۷۶	۱	۲	۵	۷	۱۰	۴۶	۲	۲	۱	۱	
۳	۳۸۸		۶	۳	۹	۲۶	۲۹	۲				
۴	۳۵۰	۲	۵	۳	+	۲۳	۴۰	۲				۲
۵	۲۲۱	+	۲	۴	۳	۱۱		۱	۱	۱	۱	۱
۶	۲۷۲	+	+	۲	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۷	۳۴۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۸	۳۵۱	+	+	۱	۱	+	+	۱				
۹	تقریباً ۳۸۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۰	۳۶۴	+	۱	۳	۱۱	۳	۲	۱				
۱۱	۲۴۱	۲	۴	۳	۹	۲۳	۲۲	۳	۱			۱

ف۱ یہ سلسلہ نمبر صفحہ اول کے سلسلہ کے موافق قرار دیا گیا ہے۔

ف۲ بالکل صحیح تعداد نہیں ہے کیونکہ بعض حاشیہ کی غزل متروک ہوگئی ہیں۔

نمبر دیوان	غزل	مثنوی	قصیدہ	مستزاد	مخمس	رباعی	فرد	ترجیع بند	بازگشت	چار در چار	مثلث	قطعہ
۱۲	۳۲۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۳	۲۴۷			۲	۳	۴			۱			
۱۴	۳۴۷		۵	۱	۱۰	۲۶	۲۰	۲				
۱۵	۳۶۲	۱	۱	+	۳	+	+	۱				

ذیل میں ولی کا وہ کلام درج کیا جاتا ہے جو کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو میں درج نہیں ہے۔ اس لئے غیر مطبوعہ ہے۔

مخمس

یہ برہ کی تار کیون کی جاوی   چلنے کی پکار کیون کی جاوی
جان دار کی پار کیون کی جاوی   دل یار کو چھو کیون کی جاوی
زخمی ہے شکار کیون کی جاوی

پھرتا ہون جہان و جگ سون ہزار   اس بند میں آ پڑا ہون لاچار
کیونکر ہو برہ میں مست ہوشیار   جب لگ نہ ملی شراب دیدار
انکھیان کا خمار کیون کی جاوی

جب عشق کی فوج نے آئی گھیرا   حیران ہوا ہوا اس میرا
اس دل سون ہوا ہون تیرا چیرا   یکسان ہے ہمیشہ حسن تیرا
جنت سون بہار کیون کی جاوی

یہ دل تری دیکھنے کو روی   ہر شام صبح میں تل نہ سوی
یہ عمر عزیز غم میں کھووی   انکھوان سے اگر رد نہ ہووی
مجھ دل کا غبار کیون کی جاوی

عاشق کی یہی ہے جگ میں باتان   معشوق کی ناو پر بکا تان

نہین کام ہر ایک کا اسمیں آنا　　ممکن نہیں اب ولی کا آنان

ہے عاشق زار کیون کی جاوی

یہ خمسہ دیوان ۱ و ۲ میں ہے۔

خمسہ دیگر:۔

اے یار من بہلا ہے گا　　بیچ اس کے بہت جفا ہی گا

جان من اس اوپر فدا ہی گا　　.........مز مبتلا ہے گا

عشق بازوں بیچ مشکا ہے گا

جان من اس طرف توں آیا کر　　ایک دو بات خوش سنا یا کر

ہر کسی کون گلے نہ لایا کر　　بات کہکر سبھی بہلایا کر

اس موں تیرا بہت بہلا ہے گا

جان من ہر کہون پہرا مت کر　　سخن بد کہون سنا مت کر

بانکہ و غندہ و سون ملامت کر　　ان دخل باز کون لیا مت کر

زانکہ بسیار بیہودہ ہے گا

تہمتاں لوگ کرتے ہیں مجھ پر　　سب ترے واسطے سنے دلبر

توں مرا یار کسی سون نہ ڈر　　لاک تلوار گر پڑی سر پر

سر تری راہ پر فدا ہے گا

ورنہ کچھوں جو ہیں تلوار　　ملک ہندوستان کرون گلزار

جس کے سر پر لگاکی مارون وار　　یکسون دو کرون ددوسون چار

تیغ میری سون لا فتا ہے گا

در کف یار کا فر تنگ است　　یار من دیدنش لب بے رنگ است

شکر للہ کہ یار ہمرنگ است　　　یار من در جہان عجب رنگ است

رنگ بارنگ آشنا ہے گا

یار میرا ہے ہمچو سیمین بر　　　سارے خوبصورتوں میں ہے گا زر

نام رکھا ہوں میں جس کا از کر　　　مددا دوست مرتضی حیدر

دلربا بوی دلربا ہے گا

اے ولی توں نشاں سیمین بر　　　ہمچو جوگی ہو گشتہ ام در در

یار میرا جو ہے گا جادو گر　　　سحر انکھوں سنے کیا مجھ پر

نگہ اس کی ہیں کیا بلا ہے گا

یہ خمسہ دیوان ۱۴۲ میں ہے۔

دیگر:۔

حضرت نبی کے نورسیں سب جہان نورانی ہوا　　　روشن علی کی آل پر جیو جان قربانی ہوا

جامی نظامی مت کہو اب شعر خاقانی ہوا　　　حب الوطن کی مصر سوں اب یوسف ثانی ہوا

ترا غم مجھ دل منی اب ہمدم جانی ہوا

معشوق کی منزل میں آواز آیا جرس کا　　　کرتا جفا جور و ستم دیکھو جیا بی ترس کا

دنیا منی ثابت ہوا کچھ خوف ناہیں عرش کا　　　دردر پکاری ہو پھر دن مشتاق تیری درس کا

جل جل برہ کی آگ میں لعل بدخشانی ہوا

اس ملک ہندوستان میں مشہور کامل کا شرف　　　صابن لگا دہو یا کرو منہ تا نہیں غم کا حرف

ہر یک سوں جا راز نا پری کم ذات کا جو ہی ظرف　　　راکھی نفیروں کامل شاہان کی مسند پر شرف

ہما کو جس کا اوپر یا تخت سلیمانی ہوا

ناصح منع کرتا مجھے ہیں مست اپنی حال سوں　　　دیکھی عجب ہم نے صفت معشوق کے خط خال سوں

اب چھوٹنا مشکل ہوا اس بند کی جنجال سون   سن یہ غزل کلمہ پڑا آکاس اور پاتال ہون

دنیا کی چاروں رکن میں دور مسلمانی ہوا

یہ دل کبوتر ہو مرا گیرا پڑا شاہین کا   جل بل انگارا ہو رہا یہ کام ہر نہیں دین کا

پوچھو اگر بہر خدا تک دکھ دقا مسکن ہوا   اس سیس پر قائم اچھو لک سایہ محی الدین کا

معشوق میرے کون مدد محبوب سبحانی ہوا

ربا عی

باج تجہ درد کی جگ میں درد بے مجھے   نہیں ہمدم دو جا بھی غیر دم سرد مجھے

جب کہ دیکھا ہوں تیرا روپ نظر پڑا اور نہیں   عشق تیری نے کیا زر کی نمن زرد مجھے

دیوان ۱ ورق ۸۸ الف۔

دیگر

نگاہ تیز و پلک تیز و غمزہ آتش تیز   کئے ہیں دل سون مری ملکر پوسہ ستیز تیز

رقیب پر چلی جو چلی بس پو خاک کر لی نہوں   جو شرر لک دو پکار ہی بر بز بر بز

دیوان ۱ ورق ۸۸ ب۔

دیگر

تحصیل دل کوں ہونی پو یک کتاب بس ہے   دانائے منتخب کون پو انتخاب بس ہے

مجہ حال کا کری گر آکر سوال دلبر   تو لا جواب ہوتا اتنا جواب بس ہے

دیوان ۲ ورق ۱۵۸ الف۔

دیگر

جبکہ وہ رشک پری جلوہ گر ناز ہوا — دل کی تسخیر کوں مظہر اعجاز ہوا
سبزۂ خط نے رخ یار کوں بخشا ہے جلا — دیکھ یہ رنگ عجب آئینہ پرداز ہوا

دیوان ۲ ورق ۱۵۸ و دیوان ۵

دیگر

یوسف حسن آج سستا ہے — جا کہ لیلی کو جیو ترستا ہے
مدعی کوں کہو کہ جیو دنوں کا — وہ نہ دیوان کا جیو میں بستا ہے

دیوان ۲ ورق ۱۵۹ الف

دیگر

آہ سوں مجہ جگر میں جہ سیہ ہوئی — قاش مجہ عاشق کی تہ سیہ ہوئی
اس سیہ دل سوں جا کہو یاران — روی دیدہ کی میری سفید ہوئی

دیوان ۲ ورق ۱۵۹ و دیوان ۵

دیگر

تجہ یاد سوں سینہ ہے مرا روشن باغ — جس باغ کے دیکھے سوں ہوا لالہ داغ
روشن باغ میں تنگ غم کا محل باندھا ہوں — میں آہ کے جس بیچ کیے لالہ چراغ

دیوان ۸ ورق ۹۱

دیگر

شاخ گل ہے یا نہال راز ہے — سرو قد ہے یا سراپا ناز ہے

دود آہ شوق مشتاقان نہیں   خط نہیں یہ حسن کا آغاز ہے

دیوان ۵ ورق ۹۲

دیگر

مہربانی و لطف دلربا   سابقا تھا سواب نہیں دستا
یا مگر خواب وہ زمانہ تھا   کہ مجھے خواب میں نہیں دستا

دیوان ۵ ورق ۹۲

دیگر

خوبرو کون جمال لازم ہے   عشق کون تب خیال لازم ہے
حسن کون خط و خال لازم ہے   مسکین طوطی کون فال لازم ہے

دیوان ۵ ورق ۹۲

دیوانوں کے اختلافات کو مرتب کرنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں تھا۔ تاہم نشتے نمونہ از خروارے مثلاً کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو میں درج ہے۔

اے دوست تیری یاد میں دل کو کمال ہے   نقش مراد آئینہ تیرا جمال ہے
لازم ہے درس یار تحصیل رات دن   ہر مدرسے کے بیچ میں یہی قیل و قال ہے
(صفحہ ۲۷۹ و ۲۸۰)

اس کے برخلاف یہاں کے دیوان ۵ میں اس طرح ہے۔

اس رشک ماہ کا جسے ہر دم خیال ہے   دل اس کا رشک خوبی بدر کمال ہے
لازم ہے درس یار کی تحصیل اے ولی   ہر مدرسے کے بیچ یہی قیل و قال ہے

کلیات ولی میں درج ہے:—

تراقد دیکھ اے سید معالی ہوئی روشن دلان کی فکر عالی

اس کے برخلاف یہاں کے دیوان میں درج ہے:—

تراقد دیکھ اے سید معالی سخن فہمان کے ہوئی ہے فکر عالی

کلیات میں درج ہے:—

لہر یا چیرا صنم کا بسکہ خوشش انداز ہے دلربائی میں برنگ موج گل ممتاز ہے

یہاں کے دیوان علا میں ہے:—

لب سیمین ٹریا چیرا صنم کا بسکہ خوش آواز ہے دلربائی میں برنگ موج گل ممتاز ہے

غرضکہ اس قسم کا مواد بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔

ولی کی مثنویاں اور دہ مجلس | جہاں تک پتہ چلتا ہے ولی نے قدیم دکھنی شعرا کی طرح کوئی طویل مثنوی نہیں لکھی بلکہ مختصر سی دو مثنویاں لکھی ہیں جو یورپ کے دیوانوں اور ہندوستان کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دیوانوں میں موجود ہیں۔ کلیات ولی میں بھی یہ مثنویاں شائع ہوئی ہیں جامع کلیات نے ایک مثنوی کے متعلق لکھا ہے کہ غالباً وہ دہ مجلس کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس کے بعد دہ مجلس کا قطعہ بھی درج کیا ہے۔ مجھے دہ مجلس کے ولی کی تصنیف ہونے سے اختلاف ہے میری رائے ہے کہ ولی اورنگ آبادی نے دہ مجلس نام کوئی مثنوی نہیں تصنیف کی۔ میں اپنی تائید میں حسب ذیل امور پیش کرتا ہوں۔

(الف) ولی کے اب تک جس قدر دیوان دیکھے گئے اور جن میں مثنویاں درج ہیں ان میں صرف دو ہی مثنویاں پائی گئیں اگر ایک مثنوی اس کے دہ مجلس کا ابتدائی حصہ ہے تو اس کا صرف اسی قدر حصہ ہر دیوان میں درج ہونا ایک تعجب انگیز امر ہے یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ کل دیوان ایک سے نقل ہوئے ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ

ہر جامع دیوان نے کیوں وہ مجلس کے صرف ابتدائی حصہ کو اپنے دیوان میں نقل کیا مثنوی کا صرف اسی قدر حصہ دیوانوں میں ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ولی نے اسی قدر حصہ کہا تھا۔

(ب) وہ مجلس کوئی تصنیف کسی ولی کی اب تک دستیاب نہیں ہوئی نہ تو ہندوستان و دکن کے کتب خانوں میں اور نہ یورپ میں اس کا پتہ چلا۔ اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ ولی کی وہ مجلس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔

(ج) یورپ کے کسی دیوان میں وہ مجلس کا قطعہ تاریخ درج نہیں ہے خصوصاً سب سے قدیم دیوان جو ۱۱۴۴ھ کا لکھا ہوا ہے اور ابو المعالی کے فرزند کے جمع کردہ دیوان میں اس کا نہ ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ولی نے وہ تاریخ نہیں کہی۔

(د) وہ مجلس غالباً فارسی کا ترجمہ ہے ولی کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے کہ وہ ذاتی تصنیف کے بجائے کسی کتاب کے ترجمہ پر اپنا وقت صرف کرے جبکہ خود وہ اس سے بہتر تصنیف کر سکتا تھا تو پھر اس پر تعجب ہوتا ہے کیوں اس نے فارسی سے ترجمہ کرنا مناسب خیال کیا۔

ان وجوہ سے میں وہ مجلس کو ولی کی تصنیف خیال کرنے سے قاصر ہوں۔ میرا خیال ہے کہ وہ مجلس جو ولی سے منسوب کی گئی ہے دراصل وہ ولی ویلوری کی روضۃ الشہدا ہے خصوصاً جبکہ روضۃ الشہدا کا بیان دس مجلسوں میں بیان کیا گیا ہے اور ہر مجلس کا پہلا شعر مجلس ہی کے نام سے شروع ہوتا ہے مثلاً

کروں میں مجلس اول میں تحریر وفات سید عالم کا تقریر

کروں میں مجلس دوئم پر غم وفات فاطمہ کر کر مرقم

قلم ہو غم کے صحرا کا مسافر   لگیا چلنے دھم مجلس میں اک سر

اس طرح روضۃ الشہدا کا دوسرا نام وہ مجلس ہوسکتا ہے پھر تاریخ تصنیف کے شعر بھی قریب قریب ایک ہوگئے ہیں چنانچہ روضۃ الشہدا کے خاتمہ پر درج ہے۔

کیا ہوں ختم جب یو درد کا قال   اگیارا سو اوپر تھا تیسواں سال

ولی اب رکھ قلم اور ختم کر باب   نبی اور آل اوپر بول صلوات

کلیات ولی میں جو قطعہ درج ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

ہوا ہے ختم جب یو درد کا حال   گیارہ سو پو تھا اکتالیسواں سال

کہا ہاتف نے یو تاریخ معقول   ولی کا ہے سخن حق پاس مقبول

ممکن ہے کاتبوں کی غلطی سے سہو کتابت ہوئی ہو۔ بہر حال جب تک وہ مجلس نام کوئی کتاب ولی کی دستیاب نہ ہو اور اس میں ولی کی مثنوی کا وہ حصہ جو دیوانوں میں درج ہے موجود نہ ہو میں اس کو ولی کی تصنیف خیال کرنے میں تامل کرتا ہوں۔

یہاں بعض امور کا بیان نامناسب نہ ہوگا جن سے یورپ کے دیوانوں کے کاتبوں اور مالکوں وغیرہ پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس کے متعلق بھی سلسلہ وار صراحت کی جاتی ہے۔ دیوان سلسلہ ۱ کا کاتب حفیظ اللہ ہے اس کی کتابت دوئم ربیع الثانی سنہ ۱۳ جلوس محمد شاہ (۱۱۴۴ھ) میں ہوئی ہے۔ نہایت خوش خط ہے۔ جلد انڈیا آفس میں بنوائی گئی ہے بوجہ بوسیدگی ہر ورق پر جھلی چسپاں کی گئی ہے۔

دیوان سلسلہ ۲ اس کی کتابت ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۲۴ جلوس محمد شاہ (۱۱۵۵ھ) میں ہوئی ہے۔ کاتب محمد نورالدین علی ہے۔ اس نسخہ میں جابجا الفاظ کی اصلاح کی گئی ہے مثلاً "کہتا ہوں" کو "لکھا ہوں" وغیرہ بنایا گیا ہے حاشیہ پر متعدد اشعار زیادہ کئے گئے ہیں

اس نسخہ پر دو مہریں ہیں ایک میں محمد عبداللہ ولد حافظ محمد احمد سنہ ۱۱۸۶ھ اور دوسرے میں محمد احمد سنہ ۱۱۶۵ھ مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے یہ دیوان ان کی ملک رہا ہے۔ خانگی یادداشتیں دیگر اصحاب کے اشعار وغیرہ بھی اس میں درج ہیں بعض اندراجات سے معلوم ہوتا ہے یہ دیوان گجرات میں مرتب ہوا ہے۔ دیوان ۳ اس کی کتابت ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۶ھ کو ہوئی ہے کاتب محمد تقی ولد سید ابوالمعالی ہے۔ ابتدائی اوراق خوش خط ہیں مگر چند صفحوں کے بعد زشت خط ہو گیا ہے۔ اولاً بسم اللہ کے ساتھ ردیف الف کی بیس غزلیں خوش خط درج ہیں۔ اس کے بعد ایک صفحہ پر چند دیگر فارسی اشعار لکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد بسم اللہ کے ساتھ پھر ابتدا ہوئی ہے۔ اور کچھ مکرر کلام بھی درج ہوا ہے۔ دیوان کے آخر علاوہ دیگر فارسی اشعار کے فراقی کی ایک غزل بھی درج ہے کتابت کے بعد مقابلہ ہوا ہے جابجا اصلاح اور حاشیہ پر الفاظ درج ہیں اس دیوان کے سرورق پر درج ہے "تصنیف مغفرت پناہ میاں ولی محمد متوطن دکن" اور آخری صفحہ پر درج ہے۔

"تمت تمام شد دیوان مغفرت نشان میاں ولی محمد مرحوم متوطن دکن
بتاریخ دویم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۶ ہجری بروز پنجشنبہ بوقت صبح تحریر
یافت مالک و کاتب این دیوان عاجز المذنب محمد تقی ولد سید ابوالمعالی
است کسے دعوی کند باطل است"

دیوان نمبر ۴ اس دیوان پر فورٹ ولیم کالج کی مہر ثبت ہے اور آخر پر حسب ذیل عبارت مرقوم ہے۔

"چہار دہم جزو دیوان ولی بموجب فرمودہ بہہ جو کرج جیو سلمہ اللہ تعالی
بخط نا پختہ (؟) خادم بروز دسہرہ اتمام یافت"

دیوان نمبر اس کی تاریخ کتابت ۲ ذیحجہ سنہ ۱۲۰۸ھ اور کاتب غلام محمد ہے۔ پہلے صفحہ پر

حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"کتاب ہذا حسب فرمائش جناب سیٹھ صاحب برزرجی سہراب جی
یسرن بمقابلہ منشی یسین خان بتاریخ ۱۱ر جولائی ۱۸۸۴ء تسوید شد
فقط یسین خان"۔

اور آخر صفحہ پر درج ہے۔

"الحمداللہ والمنت کتاب دیوان ولی دربندر صورت اختتام یافت
تحریر تاریخ ۲ ر ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ الصلوٰۃ والسلام الراقم غلام محمد"۔

دیوان نمبر ۹ مملوکہ برٹش میوزیم اس کی کتابت ۲ ر ربیع الاول ۱۲۴۳ھ بمقام بوین پلی (سکندرآباد) ہوئی ہے۔ اکثر مقامات پر حروف مصرع اور اشعار کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے معلوم ہوتا ہے غالباً وہ کاتب سے حل نہیں ہوئے۔ مثلاً

غزل جس کا مطلع حسب ذیل ہے۔

خدا تجھ کون شاہ بے نظیر کیا
تری جو خال ہے کہ اوپر اوسے وزیر کیا

مقطع بالکل متروک ہے صرف "ولی" لکھ کر جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔

ایک دوسری غزل میں لکھا گیا ہے

اگر ساجن آئے کی ہے ...... تمنا کی
تو بھی دکھ بھرنے سون پھر جو تھا اقرار کرنا کیا

ایک اور غزل میں۔

جب تجھ عرق کی وصفیں ....
عالم میں اوسکا نام جواہر رقم ہوا

غرضکہ اس طرح سے متعدد غزلوں میں الفاظ وغیرہ متروک ہیں۔

دیوان نمبر ۱۱ کی تاریخ کتابت ۲۶ صفر ۲۳ جلوس محمد شاہی (۱۱۵۳ھ) ہے خوش خط ہے سرخ جدول ہے۔ خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"دیوان ولی بحسب فرمایش رفعت وعوالی پناہ خان صاحب مہربان
محمد نسا پچھپو مرقوم شد بست و ششم شہر صفر سنہ ۲۲ جلوس محمد شاہ"

اس دیوان کو بھی لکھنے کے بعد مقابلہ کیا گیا ہے اکثر اشعار وغیرہ حاشیہ پر بنائے گئے ہیں
یہ دیوان فرانس کے محقق اردو گارسی ڈی تاسی کی ملک رہا ہے کیونکہ اس کی دستخط
بھی موجود ہے اور بعض نوٹ بھی درج ہیں۔

دیوان نمبر ۱۳ کی کتابت ۲۵ ربیع الاول ۱۲۱۲ھ میں ہوئی ہے کاتب آتما رام ہے جس کی
تصدیق خاتمہ کی حسب ذیل عبارت سے ہوسکتی ہے۔

"بخط بندہ احقر آتما رام بتاریخ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۴۰ مطابق ۱۲۱۲ھ روز جمعہ
دوپہر شاہ عالم بادشاہ غازی"

دیوان نمبر ۱۵ کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے جس سے تاریخ کتابت اور نام کاتب
وغیرہ واضح ہوتا ہے۔

"بعون الملک الوہاب حسب الامر حافظ محمدی ولد خواجہ محمد فاضل مرحوم
اسکنہ اللہ فی دار الجنان در عہد خلافت بادشاہ جمجاہ خلائق بارگاہ محمد شاہ
بادشاہ غازی .... (؟) فی المعارک والمغازی کاتب الحروف
شیخ امام الدین ساکن .... (؟) بتاریخ دویم رجب المرجب
۱۱۵۳ھ روز شنبہ نسخہ دیوان بوقت چہار گھڑی روز برآمدہ تصحیح ...... (؟)
ایں صحائف پرداخت"

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ دیوان نمبر ۳ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے ولی کا نام ولی محمد صحیح
ہے اور وہ درحقیقت دکن کا باشندہ تھا نیز یہ کہ ۱۱۵۶ھ میں وہ بقید حیات نہیں تھا۔

دیوان نمبر ۱۴ میں ولی کی غزل "ہوا ہے رشک چھینٹے کی کلی کون" الخ کے حاشیہ پر ناصر علی سرہندی
کا اردو جوابی شعر حسب ذیل درج ہے۔

باعجاز سخن گر اوڑ چلے تون
نہ پہنچیگا ولی ہرگز علی کون

ولی کے دیوان کے ہندوستان میں بکثرت مخطوطات موجود ہیں اور پھر متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔ ان میں سب سے بہترین اور قابل تعریف نسخہ کلیات ولی کا ہے جس کو مولانا علی احسن صاحب احسن مارہروی لکچرار مسلم یونیورسٹی نے مرتب کیا ہے اور انجمن ترقی اردو کی جانب سے شائع ہوا ہے۔

غزل فراقی

اکسفرڈ کے دیوان ولی نمبر ۱۱۵ میں ایک غزل فراقی کی بھی درج ہے یہ بھی اسی عہد کا شاعر اور ولی اورنگ آبادی کا ہمعصر ہے۔ قدیم تذکرہ جات میں اس کا ذکر نہیں ہے صرف میر حسن نے حسب ذیل صراحت کی ہے:-

"فراقی تخلص از مردم دکھن بود ہمراہ فقیر اللہ آزاد بہ ہند آمدہ بود"

چونکہ اس کا کلام بھی نایاب ہے اس لئے وہی غزل درج کی جاتی ہے۔

باغ ہے سیر ہے نظارا ہے — سبزہ ہے لالہ ہے ہزارا ہے
کان میں یار کے دُر بالی — مہر ہے ماہ ہے ستارا ہے
نگہ شوخ قاتل خونخوار — سیف ہے ناوک ہے دودھارا ہے
ہات کے بیچ ساز مطرب کے — بین ہے چنگ ہے دوتارا ہے
آتون آغوش میں حجاب نکر — گوشہ ہے رات ہے اندھارا ہے
ملک کے دل خراب کرنے کون — شاہ ہے فوج ہے نقارا ہے
مجکون ہر دم فراق میں گزری
آہ ہے نالہ ہے پکارا ہے

خلاصۃ المعاملات

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۱۶/۱۷۷) ورق (۴۲) سطر (۱۵) نستعلیق تاریخ کتابت ۱۱۴۷ھ

پیارس کے کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے اسپرنگر نے حسب ذیل وضاحت کی ہے:

"عاصی۔ نور محمد برہان پوری تذکرہ گردیزی ۔ تذکرہ شورش اور تذکرہ عاشقی میں ذکر ہے۔ گارسی ڈی تاسی لکھتا ہے کہ عاصی کی دو مثنویاں جو فرائض اسلام پر ۱۱۴۶ھ اور ۱۱۴۷ھ میں لکھی گئی تھیں اور جن کے نام خلاصۃ المعاملات اور انواع العلوم ہیں پیارس کی امپیریل لائبریری میں موجود ہیں۔ ۱۹۶"

شفیق اور عبد الجبار ملکاپوری نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کے اجداد کاشغر کے رہنے والے تھے عالمگیر کے زمانہ میں ان کے باپ ہندوستان آئے اور نواب چغتہ خان کاشغری کی سرکار میں ملازم ہوئے ان کے بعد برہان پور آ کر آصفجاہ اول کی ملازمت اختیار کی نصیر الدولہ عبد الرحیم خاں صوبہ دار برہان پور کے پاس مدت تک رہے۔ یہاں نور محمد عاصی تولد ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ شاعری شروع کی ۔ راشد علی تسلیم کی شاگردی کی نصیر الدولہ کی مدح میں قصیدہ لکھا خلعت و انعام سے سرفراز ہو کر داروغہ قلمدان بنائے گئے۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد آپ کا تعلق ریاست آصفجاہ اول اور پھر ناصر جنگ اور صلابت جنگ کی سرکار سے ہو گیا۔ آصفجاہ ثانی کے زمانہ میں صمصام الملک کے ہمراہ رہے اس کے بعد ملازمت ترک کر کے اورنگ آباد میں قیام کر لیا اور ۱۱۷۵ھ میں فوت ہوئے۔

ان کا کلام سنجیدہ اور صاف ہوتا تھا۔ قصائد اور غزلیات تصنیف کئے تھے ان کے علاوہ دو مثنویاں لکھی جو اس وقت زیر بحث ہیں۔

خلاصۃ المعاملات جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فقہی مسائل میں لکھی گئی ہے۔ تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوئی۔ مگر کتابت ۱۱۴۶ھ میں ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس کی تصنیف اسی زمانہ یا اس سے پہلے ہوئی ہو گی۔

حمد و نعت کے بعد فصلوں میں نفس مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام بھی نظم میں بیان کیا ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

ابتداء۔

اللہ اکبر قول و فعل و اول حمد دام　　　　حمد بر سچا جی جنھی نا ہیں او ر تمام
اللہ واحد خالق رازق او ہو رب غفور　　　　تال ارادت کلی عالم کتیں آپ ظہور

اس کتابی ناؤ خلاصۃ معملات مذکور　　　　دو چہا وجہ عبادت الہی جی دل ترک خطور

کو عقد کرے وبہ بتر بدا جی اوہ فاسق ہوا　　　　لعنت اس حلال ہڑا بہر و زوج مسعودی ہوا

خاتمہ۔

جنتہ ہنی بدہ وہ وقت ہشی در را　　　　عاصی طاقت سہل کچھ ہو یا فضل ہو یا خدا
عاصی طمع دعا ر داجی فر کری دعا　　　　اس ایمان باقی رکھ الہی عاصی کبھی خدا

انواع العلوم

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۱۶) ورق (۱۳۰) سطر ۱۵ خط نستعلیق

کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے۔ یہ مثنوی بھی عاصی کی مصنفہ ہے۔ اس میں بھی فقہ حنفی کے مسائل ہیں ۱۱۴۴ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے جس کو نظم میں بیان کیا گیا ہے۔

حمد و نعت کے بعد نفس مضمون شروع ہوتا ہے پہلے نماز اس کے بعد روزہ پھر زکوٰۃ اور حج وغیرہ مسائل کو بیان کیا ہے۔

ابتدا۔

اللہ واحد رب تون سچا تیرا راج — جو کچھ کل جہان ہے سب پہ تیرا محتاج

تاریخ تصنیف:۔

ہزار یکسو چوتالیس پہ دو ہاں ماد گنتے وہ صنم — ہجرت بعد پچھان تون یہ رسالہ تم

خاتمہ۔

روز پچھی دیرہ دار تون وقت دیکر درار
فضل کرے رب مومنان ایمان رہے بقرار

شوہر نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۲۶۵۳۰) اڈیشنل ورق (۶) سائز ۸½ × ۶¾ سطر (۱۴) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :-

"ایک مختصر دکھنی نظم شوہر کے مرنے اور اس تذکرے کے متعلق مصنفہ صابر مصنف نے اپنے نام کا اظہار اور تاریخ تصنیف کو ۱۱۵۶ھ ہے بیان کر دیا ہے"

صابر کے متعلق کسی دوسرے یورپین مصنف نے کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ ہندوستانی تذکرہ نویسوں نے کچھ لکھا ہے معلوم ہوتا ہے صابر ایک غیر مشہور شاعر تھا چمنستان شعرا نے ایک شاعر متخلص صابر کا ذکر کیا ہے مگر ان کا تعلق پنجاب سے تھا جو احمد شاہ ابدالی کے زمانہ میں موجود تھا۔ اس مثنوی سے معلوم ہوتا ہے صابر کوئی نظام الدین نام بزرگ کا مرید تھا قادریہ طریقہ میں بیعت حاصل تھی۔

اس مثنوی میں مردوں اور عورتوں کے حقوق جو ایک کے دوسرے پر ہیں درج ہوئے ہیں حسب قاعدہ حمد اور نعت ہے۔ پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح کے ساتھ اپنے مرشد نظام الدین اولیا کی مدح کی گئی ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو :-

اول حمد بولوں میں کرتار کا | دھنی ہے او دو جگ کا سنسار کا
کری پرورش اپنے سنسار کوں | رحم لطف دائم فضل پیار سوں
محمد حبیب او خدا کے رسول | ہوئے اون پہ مصحف لی جبرئیل نزول

نظام الدین شاہ اولیا ہیں کہر — کراماتکی ہیرے ظاہر ہیں پیر
مدت حق نبی ہور مدد چار یار — کریں غوث دستگیر صابر کو پیار

اے دکھنی زبانکی بچن بول بول — سنو مومناں میں دیا ہوں جو کہول
سکاؤ علم عورتانکوں سگہر — کیا شوہروں پر خدا نے امر
ہر ایک مرد اوپر تو یو فرض ہے — سکا نا زنو ںکوں علم فرض ہے

خاتمہ

شریعت بموجب کے باتاں نکا — بیان مرد عورت کے حق کا لکہا
کیا اسے سچا بس پہ اتہا سن چہٹا — چلا کر قلم کے تر تک کو روتا
سوا اسے بنا بیت صابر تمام — رکہا شوہر نامہ سگہر تسکا نام
تہا دن یکشنبہ سپہر گزرا گم — لکہا ماہ شعبان میں کر کر ختم
یو تمت ہوا یہاں نہیں تمت تمام — درود بر محمد علیہ السلام

سوداگر کی بی بی

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۲۶۵۲۹ / اڈیشنل) ورق (۱۲) سائز ۴ ۱/۴ × ۳ ۳/۴ سطر (۱۳) خط نستعلیق کتابت ١١٦٧ھ

مصنف کی صراحت:۔

"ایک سوداگر کی عورت اور اس کے عاشق کی داستان مصنف سید عبداللہ قیاسی۔ ایک دکھنی مثنوی ہے جو فارسی کے طوطی نامہ کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ تخلص اور تاریخ کا اظہار بھی مصنف نے آخر مثنوی میں کر دیا ہے جو ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۱ع ہے۔"

یورپ کے دیگر مصنفین کی کیٹلاگوں میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔

مصنف کے متعلق قدیم اور جدید تذکرے ساکت ہیں اور اس کی مثنوی بھی کوئی روشنی نہیں ڈالتی۔

مثنوی میں اول حمد و نعت ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک سوداگر تھا اس کی بی بی نہایت حسین و جمیل تھی سوداگر سفر پر روانہ ہوا ایک مدت تک واپسی نہیں ہوئی اخراجات کی فکر ہوئی سوداگر کی بی بی نے دائی سے تدبیر پوچھی اس نے ایک موم کا پتلا بچے کی طرح بنایا۔ اس بچے کو لے کر وہ بازار گئی۔ جوہریوں سے موتی، لعل، و جواہر خریدے گئے قیمت کی ادائیگی کے لئے وہ بچے کو دوکان پر چھوڑ کر جوہری کے آدمی کے ساتھ اپنے مکان کو آئی مگر اثنائے راہ میں اس کو دھوکا دے کر فرار ہو گئی بڑے انتظار کے بعد وہ شخص دوکان کو واپس ہوا بچے کو دیکھا اس کی حقیقت

معلوم ہوئی۔ ایک عرصہ کے بعد یہ عورت جوہریوں کو نظر آئی اپنے قصور کا اقرار کیا اور کہا دوسرے شہر میں اس نے ان جواہرات کو پچیس ہزار میں فروخت کئے ہیں اور ہنوز قیمت وصول نہیں ہوئی ہے وہ ساتھ چلیں اور اصلی قیمت سے زیادہ وصول کرلیں۔ جوہریوں نے کہا ہم کو اپنی اصلی قیمت کافی ہے زیادہ کی ضرورت نہیں وہ ساتھ ہوئے۔ اب یہ کوتوالی کے دروازہ پر پہونچے عورت ان کو بٹھا کر اندر گئی اور اپنا برقعہ اٹھایا کوتوال اس کی خوبصورتی پر دنگ ہوگیا۔ آنے کی وجہ پوچھی اس نے بیان کیا۔ میرے شوہر کے تین غلام تھے وہ ایک عرصہ سے باہر گیا ہے اور واپس نہیں ہوا اور میں ان کے کھلانے سے عاجز ہوں اس لئے پچیس ہزار کو فروخت کرتی ہوں کوتوال راضی ہوا اور ایک آدمی کو باہر روانہ کیا تاکہ ان غلاموں سے دریافت کرے وہ شخص باہر آکر دریافت کیا کیا پچیس ہزار پر راضی ہو۔ انہوں نے خیال کیا جواہرات کے متعلق دریافت کرتے ہیں اس لئے تینوں نے اقرار کرلیا اور عورت کو اپنا مختار قرار دیا۔ اس کے بعد وہ عورت رقم حاصل کرکے دوسرے دروازہ سے فرار ہوگئی۔ اب کوتوال ان تینوں کو طلب کرکے ایک کو باورچی خانہ میں دوسرے کو خزانہ پر تیسرے کو دربار میں خدمت کے لئے مقرر کیا۔ ان لوگوں کو تعجب ہوا۔ آخر کوتوال سے حقیقت سن کر عورت کی تلاش کا حکم دیا۔ مگر وہ اپنے حسن وجمال کے ذریعے پھر قاضی اور وزیر کو بھی فریب دیتی ہے۔ آخر معاملہ بادشاہ تک گیا بادشاہ حقیقت سن کر اس کے عصمت کی حفاظت کی داستان پر بہت خوش ہوا انعام اکرام سے سرفراز کرکے واپس کیا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

قصہ کہتا ہوں میں عجب گوہر سار کا — کیسے کرے ہے چھند او دیکھو تماشا نار کا
کہتا ہوں سنو چھند یکتا نار کا — چھبیلے سندر چاتر چوسار کا
کہتے ہیں جو یک شہر میں بخوارہ — تھا ایک سوداگر ہی نامدار
اوسے ایک عورت تھی صاحب جمال — پریان میں نہیں کوئی اسکی مثال

بہی ویسے تہہ و تنکی غلطتیں کہیں   جو کہنے پنے صفت آتے نہیں
جبیں پاک خورشید سا اوسے   کہ ہی رشک نت دیکھ خورشید اُسے
بھواں ماہ نو تے اتہو پڑ ادا   اتہا ماہ نو تس بھواں پر فدا

. . . .

خجل دیکھ اُس رخ کوں لالا ہوا   او سے رشک سوں ٹلمیں کالا ہوا
کتدل زلف کالا تپو خم کہاتی یوں   سپولے سیاہ دو کندل بہا ہی جیوں
دیسے مانگ چوٹے او چوٹیکا پہن   سیاہ ناگنے کہ میں پکڑی ہی ہرن
تہدی کون نہ تعریف میں کم کنا   زنخدان کوں بھیج زم زم کنا
جو بن سے یہا تبہ مرور سجے   صفائی میں مرور سدن پے در سجے

بزان حکم کے نار تب دائی جا   سشہریار کوں گہر بیٹے لائی جا
اودیو پہ تیں داخل ہوا آنکر   اپی اُٹکی چل پیشوا آن کر
سگل حدواداب تسلیم سات   بٹہائی او تعظیم تکریم سات
رکہی ساہنے پان لاکر سپے   بہر شیشے رکہی عطر گلاب کے
رکہی پہول کے ہار گجری طرح   کہ پروردہ مشک ہور عنبری

خاتمہ کے اشعار جن میں تاریخ تصنیف بہی ہے حسب ذیل ہیں:

سنیا تہا یوکئیں نقل دل پسند   میرے دل میں آیا اسے نظم بند
نکاریا ہوں جیوں تیوں بنو کر قلم   تیا مجکوں کان ہے پچہانت علم
میرے میں کہاں ہی تیا حوصلا   لے آون ردیف قافیہ دل چلا
لکہیا ہوں حکایت مجہے شوق ہے   کرو گر ہے پسند نا کرو ذوق ہے

ہوے سات سو بیت چودا پہ سات   مرتب ہوا ہے یو نقل بات

اتھا سن اگیارا سو چوسٹ دیسال   تاریخ اگیارا او ماہ شوال

سیدی عبداللہ نے یو قصہ بنا   کیا خوش سنہنار کتیں سنا

سیدی عبداللہ کر کے میرا ہے ناؤں   تخلص قیاسی گگروال ناؤن

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

مثنوی عقد فاطمہ (؟)

یہ مثنوی انڈیا آفس میں ہے مصنف نے کوئی نام نہیں لکھا ہے مگر نفس مضمون کے لحاظ سے اس کو "عقد فاطمہ" سے موسوم کر سکتے ہیں۔

نمبر (۲۲۳/۲ — بلوم ہارٹ) ورق (۲۱) سایز ۸ ½ × ۱۰ سطر (۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"فاطمہ اور علی کی شادی کے حالات جو ایک عربی قصہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ مصنف مخدوم حسینی جس نے اپنے استاد حسن کی مدد سے اس کو نظم کیا ہے۔ یہ نسخہ خود مصنف کا لکھا ہوا ہے۔ آخر پر اس نے سنہ تصنیف بھی لکھ دیا ہے جو ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۰ء ہے"

یورپ کے کسی دوسرے مصنف نے اس مثنوی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ مصنف کے حالات پر کسی تذکرے سے کچھ روشنی نہیں پڑتی۔ کوئی غیر معروف شاعر معلوم ہوتا ہے۔ البتہ حسن دکن کا مشہور شاعر تھا جس کا اکثر تذکروں میں ذکر ہے۔

مثنوی عنوانات کے تحت لکھی گئی ہے حسب قاعدہ پہلے حمد و نعت ہے اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ خدا نے ہر چار شئے کو فضیلت دی ہے اس کے بعد حضرت فاطمہ رض کی ولادت کا حال مذکور ہے اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہان عرب روم اور شام نے آپ کی خواستگاری کی۔ مگر آنحضرت نے علی کو منتخب کیا۔ اس کے بعد آپ کے عقد کا حال لکھا ہے۔

کلام کا نمونہ :-

کہ الحمد اللہ کہوں سب اول   صفت بی نہایت کردن خوش نول

او خالق سے مخلوق کا پر دری   که کل شئی یو کیتا عمل سروری
که توں آفرینندہ آفاق کا   کیا عشق معشوق عشاق کا

خبر سنکر تب بادشاہ عرب   لکیا خط عزیز یک خوش با ادب
دیا بہیج حاجب کو سرور کے پاس   بہی تحفہ دیا سات بہتے قیاس
بڑی دبدبے شوکت و شان سوں   روانہ کہیا اسکو لئے ان سوں

که سب خوش اتہی نہ تہی خوش علی   یکندر سو دل میں بری کہلبلی
ہو دیکر مسجد میں راکہی تہی سیر   کہی یا الہی توں ہی دستگیر

خبر سنکو تب بادشاہ روم و شام   دیا بہیج پیغام نسبت سکے کام
دیکر بادشاہ مصر ہور یمن   که حاجب کوں بہجی محمد کو تن

اکہیارا صدی پر تہی جو ستائیس   کیا نظم دکہنی سے خوش سرس
عربی سوں تہا خوب اس کا بیان   لکہیا مختصر کہول میٹہی زبان
که تاریخ بارہ سو ماہ صفر   که روز ہی احد تہا سو وقت ظہر
که پورا ہوا سب یو بارت تمام   محمد پہ بہیجو درود و سلام

یو تحفہ و ہم حسینی لکہیا یو کتاب   یو استاد حسن تہا عالی جناب
یو بخشش انو سوں پایا ہوں میں   فوائد صرف انکا لیایا ہوں میں

معجزاتِ رسالت

یہ مثنوی بھی انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۲۳۳/۱) ورق (۲۰) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت۔

"حضرت محمد کے چند قصے مصنف مخدوم حسنی اس کے ابتدائی اور آخری اشعار حسب ذیل ہیں"

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے۔

اس مثنوی میں حمد و نعت کے بعد آنحضرت کے چند معجزے بیان کئے گئے ہیں جو خاصکر اہل بیعت سے متعلق ہیں کلام کا نمونہ۔

دیا جے خدا جس قناعت کا گنج — نہ ہوے تسکوں معلوم دنیاں کا رنج
قناعت سوں جے دیکھ یکوں لوڑ — قناعت سوں افلاک پر ہے عبور

کہتا ہوں اتا معجزہ ایک میں — سنوں اک قرار آپنے دل کنیں
چلے دیکھنے انکوں خیر البشر — اتھے سات ابوبکر تو ہور عمر
دیکھے جا کو تو او دو نیک بخت — پڑے ہیں جو آزار تے بہوت سخت
ابوبکر عمر نے علی کے سنگات — اچس دل میں آئے سو کہے یو بات
کہ اب تم خدا کے کرو کچھ نظر — جو حسنین کوں ہوے شفا نہ ودتر

خاتمہ :—

یو مخدوم حسینی مرقم کیا — بچھے قصہ کون پہر کر صلاح کچ دیا
لکھن آدمی تو خوب پچھان کر — نوشتہ مدد حق سوں لے دھات دہر

جو عالم خدا کا سینے پر کھین — سدا آفرین آفرین تج کہیں
بہی نقصان استاد کون نا کیہیجا — لی نامی سون استاد نوبت بجا

انتخاب دیوان سراج

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ ہے جس کو دیوان سراج سے موسوم کیا گیا ہے
نمبر (۲۱۹) ورق (۱۱) سائز ۱۱ ۳/۴ × ۷ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"اشعار کا ایک مجموعہ مصنف سراج غالباً سید سراج الدین اورنگ آبادی جو اٹھارہویں صدی عیسوی میں گذرے ہیں"

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں سراج کا دیوان نہیں ہے اس لئے کسی یورپین مصنف نے کوئی وضاحت ان کے متعلق نہیں کی ہے۔

سراج دکن کے مشہور شاعر ہیں جو ۱۱۲۷ھ میں تولد ہوئے ۱۱۷۷ھ میں انتقال کیا اور اورنگ آباد میں دفن ہوئے۔[۵۱]

یہ صوفی المشرب تھے پیری مریدی کا سلسلہ جاری تھا۔ پرگو شاعر تھے۔ چار سال کے قلیل عرصہ میں ضخیم دیوان مرتب کر دیا۔ جس میں غزلیں۔ مخمس۔ ترجیع بند۔ مختصر مثنویاں۔ رباعیات سب کچھ شامل ہیں۔ دیوان ہنوز شائع نہیں ہوا۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں مکمل دیوان موجود ہے۔ سنا جاتا ہے کہ انجمن ترقی اردو ان کا دیوان شائع کرنے والی ہے۔

انڈیا آفس کا یہ نسخہ ایک انتخاب ہے۔ نہایت زشت خط۔ نثر کے طور پر لکھا گیا ہے۔ غزل کی ابتدا اور انتہا بھی معلوم نہیں ہوتی اس میں کل (۴۸۸) غزل اور ایک

---

[۵۱] دکن میں اردو۔

مخمس ہے کتابت کی بھی تاریخ وغیرہ نہیں ہے۔

ابتدا:۔

اس لب لعل کو تم شکر شیریں کہو　　اس کف دست کو گلدستۂ رنگیں کہو
مشکِ زلف سے ایماں مرا چلینں لیا　　اس بت صاحب زنار کو بے دین کہو

راگ مالا

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۱۰۱) ورق (۴۴) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :-

"ہندی راگ اور راگنیوں کے متعلق ایک مجموعہ مصنفہ سید عبد الولی
عزلت۔ اس میں چھ راگ ہیں اور ہر ایک راگ میں پانچ راگنیاں
ہیں اور ہر ایک راگنی میں آٹھ حصے ہیں۔ راگ کے نام سر ولیم جانس
نے بیان کئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں :-

(۱) بھیروں راگ مع پانچ راگنیوں کے یعنی۔ بھیرویں۔ بلاولی۔ پراری۔ کاسودی
بنگالی۔

(۲) مالکوس۔ گونڈکیری۔ گندھار۔ گندھاری۔ سراستی۔ دھن ساری۔

(۳) ہندول۔ تلنگی۔ دیوگری۔ بسنتی۔ سندھوری۔ آبھیری۔

(۴) سری۔ کرنالی۔ گوری۔ اساوری۔ سندھوری۔

(۵) دیپک۔ راماکلی۔ پٹ منجری۔ توڑی۔ کوباڈی۔ گوجری۔

(۶) میگھ۔ سورٹ۔ گونڈ۔ دھلی۔ کنکال۔ سوہا"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے اس لئے عزلت کے متعلق
اس نے کوئی صراحت نہیں کی۔ البتہ اسپرنگر نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کسی قدر
تفصیل سے کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

"عزلت سید عبد الولی فرزند سعد اللہ جو نہایت قابل اور بزرگ آدمی تھے

اورنگ زیب کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ سورت میں پیدا ہوئے۔ لیکن
تذکرہ گردیزی کے قول کے مطابق ان کا خاندان بریلی کا تھا۔ وہ فارسی
اور عربی کے اچھے عالم تھے اور ۱۱۶۵ھ میں زندہ تھے۔ بقول تذکرہ
گردیزی، گلزار ابراہیم اور گلشن ہند عزلت کا خاندان لکھنؤ کے قریب
کسی مقام سے متعلق تھا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد عزلت دہلی
گئے جہاں انہوں نے کئی علماء سے ملاقاتیں پیدا کیں اور سب سے
پہلے وہیں انہیں ریختہ شاعری کا خیال پیدا ہوا۔ دہلی سے وہ مرشد آباد
گئے جہاں علی وردی خاں نے ان کی مدد کی۔ اپنے قدردان کی وفات
کے بعد یہ مرشد آباد سے دکن گئے جہاں انہوں نے انتقال کیا۔"

عزلت دکن اور شمال کے مشہور شاعر ہیں تقریباً ہر ایک تذکرہ نویس نے ان کا ذکر کیا ہے۔
"۱۱۰۴ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے پائی اپنے وطن سورت
سے نکل کر اورنگ آباد، دہلی، مرشد آباد ہوتے ہوئے پھر دوبارہ اورنگ آباد آئے اور
اسی کو وطن بنا لیا۔ اورنگ آباد سے حیدرآباد آئے۔ آصفجاہ ثانی نواب میر نظام علی خاں کی
خاص عنایت ان پر مبذول تھی۔ خطاطی۔ موسیقی۔ مصوری۔ اور شاعری میں کمال
حاصل تھا۔ بڑے رنگین مزاج اور زندہ دل تھے۔ صوفی منش اور فقیر بے ریا تھے۔ رجب ۱۱۹۸ھ
میں انتقال ہوا۔

بلوم ہارٹ کی تفصیل سے "راگ مالا" کے اندراجات کی صراحت ہو جاتی ہے۔ ابتدائی
چند اشعار میں تمہید ہے اس کے بعد چھ راگوں کے نام کی تفصیل اور اس کے بعد
راگوں کی وضاحت کر کے اول بھیروں کو شروع کیا ہے اس کے بعد بھیروں کے
اقسام بیان کئے ہیں اس کے بعد اسی طرح دیگر راگ اور اس کے بعد اس کے اقسام کا
ذکر ہوا ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

خدا کی حمد میں کہتا ہوں ہر دم — کیا ایک حرف سے جس نے دو عالم
درود مصطفےٰ و آل اطہر — کہوں ہوں مو بمو اپنا زبان کر

خدا نے جب تن آدم بنا کر — کہا اے روح تو جا اسکے بھیتر
کیا عرض ادہر کر روح نے یوں — اندھیری کوٹھری میں جاؤں کیوں
کہا تب ایک ملک کو بیٹھ تن میں — تو بول ایک راگ آدم کے تن میں
ملک سے سن کے تانیں درد کی گہی — دوانی ہو کے تبھیں روح آ گئی
سرودی ہوا سے جیتا انسان — جو سچ بولوں تو تہا نغمہ دہر جان
نظام الدین ولی نے خسرو کو بولا — ایزد ساری روحیں کر کے پیدا
الست بربکم سب کو سنایا — پھر جب روح کے کانوں میں آیا
وہ پردہ پوربے کا تہا یقیں جان — مجہے کو پوربے ہی راحت جان

خاتمہ

سراپا دیکھ اور پاس اپنی دلبر — نکالا مرد نے سامان بہتر
ہوا عزلت کا یاور حق تعالیٰ
کیا اتمام نظم راگ مالا

کتاب کے آخر حسب ذیل عبارت ہے۔

"تمت الرسالہ راگ مالا من تصنیف سید عبد الولی صاحب عزلت
تخلص حسب الفرمائش سید صاحب موصوف تحریر نمودہ کاتب الحروف"

سید عبد النبی ابن سید محمود ابن میر محمد رضا صفوی غفر اللہ تعالیٰ عنہما
تحریر بیست و پنجم شہر محرم الحرام فی سنہ ۱۱۷۳ھ یکہزار و یک صد و ہفتاد
و سہ من الہجرت النبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔"

اس سے واضح ہے انڈیا آفس کا یہ نسخہ خاص مصنف کے لئے لکھا گیا تھا۔
اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں بھی
اس کا نسخہ موجود ہے۔

دیوان عزلت

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۱۰۲) ورق (۳۴) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"سید عبد الولی عزلت کے غزلوں کا دیوان۔ عزلت سید سعد اللہ کے فرزند ہیں سورت کے باشندے تھے۔ شفیق اورنگ آبادی نے اپنے تذکرہ میں ان کو دکن کے اردو شعرا میں شمار کیا ہے اور بقول گلستان سخن وہ لکھنؤ گئے اور عالمگیر کی ملازمت میں شامل ہوئے۔ یہ حیدر آباد بھی گئے ۱۱۷۳ھ ۱۷۵۹ء میں وہ زندہ تھے۔ دیوان کی تاریخ کتابت درج نہیں ہے مگر اسی ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے جس سے راگ مالا لکھا گیا ہے"

عزلت کے متعلق کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں انڈیا آفس کا یہ دیوان گویا ان کا منتخب کلیات ہے کیونکہ سرورق پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"منتخب کلیات فکرہائے ہندی مشتمل بر ہمہ اقسام سخن از فقیر عزلت غفر الله لہ۔ نذر منیر الدولہ دام ظلالہ"

اس صراحت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے عزلت نے اس کو منیر الدولہ[۱] کے نذر کیا

۱؎ محمد حیدر المخاطب حیدر یار خاں آصفجاہ اول کے ہمراہ دہلی سے آئے تھے اور منصب جلیلہ سے سرفراز ہوئے۔ نواب صلابت جنگ نے منیر الدولہ شیر جنگ منیر الملک کے خطاب سے سربلند فرمایا۔ آصفجاہ ثانی کے عہد میں نظامت خجستہ بنیاد سے سرفراز تھے۔ (بقیہ ۵۲۲ پر ملاحظہ ہو)

لئے لکھوایا تھا۔

ابتدا میں ڈیڑھ صفحہ کا اردو میں دیباچہ بھی ہے اس کا انتخاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"اے ستیسار کے کرنہار سب خوبیاں ازل سے ابد تئیں تجھے یعنی
اپنے آپ ثابت ہیں۔ کہ ہمارے زبان قاصر بیان سے تیری بڑائی کا
حق ادا ہوسکتا .... اپچھے عجز حمد درود کے یہ
فقیر سید عبد الولی عزلت بخشی بس حضرت سید سعد اللہ قدس سرہ
کا زبان بے جوہری سے عرض کرتا ہے کہ یہ کیتی جلی ہوئی دم آتش خانہ
دیوان ہندی سے نکال کر اوراق پریشان بیان میں جمع کئے ہیں
تا دوستوں پاس ہم جہان فراموش کا یادگار رہے۔ اور اس کے
سب مصرعے سوختگی مضامین سے بزم سخن کے سنگے ہیں تا چراغ
معنی کے پروانہ صورتوں کی آنکھ ہمارے خیال میں اشک بار رہے۔
اور اس کی ہر بیت بہار معنی کے جنون میں مصرعوں کے دو ہات
سے گریبان بہار رہتے ہیں اور ہر سطر ایک دیوانہ مضمون جنون کو زنجیر
کر سرمہ سوخبن کے بیان سے خموشی کے نالے پکار رہے ہیں۔
درست فکر وسے کے ٹوٹتے ہوئے دلوں کے پسند کرے۔ اے
رب العباد بحمد واللہ"

اس صراحت سے ظاہر ہے عزلت نے خود اپنے کلام کا انتخاب کیا ہے اس

بقیہ نوٹ گزشتہ سے پیوستہ۔ ۱۱۱۳ھ میں تولد ہوئے اور ۱۱۸۹ھ میں انتقال فرمایا
منیر الملک ثانی جو آصفجاہ ثالث ورابع کے زمانہ میں دیوان تھے آپ کے پوتے تھے۔

مجموعہ میں کل (۸۰) غزل ہیں جن کو ردیف وار لکھا گیا ہے غزلوں کے سوا کوئی اور صنف کا کلام نہیں ہے۔ البتہ ایک دو رباعی بھی ہیں۔

نمونہ کلام

جو کوئی چاہے کہے خلاق اکبر کی ثنا
من رانی کی صفت سے کہے پیمبر کی ثنا

جب پیمبر کہہ چلے میں تن ہوں تو سر ہے علی
نعت ہے یکسر جو تن دے کہے حیدر کی ثنا

توڑ کر پہلو و دل اپنا در اندوہ سے
میں کہوں ہوں حضرت زہرہ اطہر کی ثنا

خنجر فغاں سے ہو نہ یوج و پی کر زہر غم
دل کہے ہے رو رو اوس شبیر و شبر کی ثنا

نور تن اوپر ید اللہ کی نثار اشکوں سے کر
گوہر شہوار میں کیتا ہوں ہر ہر کی ثنا

حضرت دل مدظلہ مرشد و استاد ہے
ذرہ عزلت کم نکر اس مہر انور کی ثنا

جلایا مصحف دل تو نے کیوں برق تغافل سے
جو سچ بولوں تجھی جھوٹی قسم کھانیکی کام آتا

غنچۂ دل میرا کھا کر گل خندان میرا
بو ہی گل سا ہی اڑا تا مجھی جانان میرا

منہ موڑ بتکدہ سے حرم کو چلا ہی شیخ
عزلت مگر ہو کعبی ہی میں یہاں خدا نہ تھا

د و نا فرمان بنا خون جگر سی می نہ پی عزلت
کباب دلکی بو آتی ہی ہر پیالی سی چون لالا

سخت پستان تیری چبھی دل
اپنی ہاتوں سی میں خراب ہوا

نہ پیچ و تاب ہوا سے ہے آب میں گرداب / کہ میری اشک سے آگی کری ہے جیون رقص

اپنا الفت سے سخت نازک ہے کسیکو حق نہ دے / عاشقوں کے دل ہیں شیشی سنگ ہیں یاروں کے دل

جہان کی سرد مہری کے جبا پر فقر سی منزلت / ہنسی سے مونہہ جون گل فراغت اسکو کہتے ہین

مجھسے عزیز پہ میری یوسف کی چاہ نہین / الفت نہین کرم نہین سید ہی نگاہ نہین

مین وہ مجنون ہون کہ آباد نہ اجڑا سمجہون / مشت خاک اپنی اٹھا کر اوسی صحرا سمجہون

میں وہ مجنون ہون کہ جون گل چمن محشر میں / ہوگا دامان میرا پہاڑتے گریبان کے ہات

ہے عاشقوں کو پند و نصیحت سے احتیاط / مستون کی جیسے وعظ سے صحبت سی احتیاط

نکہ کی بوچ سے جسکی نہ آکت اسکو کہتے ہیں / نہیں آتا تصور میں ہی وحشت اوسکو کہتے ہیں
میری تصویر کو ہے وحید فانوس خیالی سا / سراپا بیدار کے ذوق شہادت اسکو کہتے ہیں
ہوا ہے جو سے پیالا خالی اور کبہی آبرو لیکن / نچوڑا بوسہ اوسکی لب کا ہمت اسکو کہتے ہیں
کری سولی پہ عارف وجد جون تاپنا نفس پر / دکہا دی راہ حق جلت کو ہدایت اسکو کہتے ہیں
جہان سرد مہری الخ

مثنوی لال گوہر

اس مثنوی کے تین نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں ہے اور دو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں۔

میوزیم نمبر (۲۶۵۴۳ اڈیشنل) ورق (۳۱) سائز ۸ ۱/۲ × ۶ ۱/۲ سطر (۱۱) خط نستعلیق
انڈیا آفس نمبر (۱۱۰) ورق (۳۰) سائز ۹ ۱/۲ × ۵ ۱/۴ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق
انڈیا آفس نمبر (۱۱۱) ورق (۱۵) سائز ۸ × ۵ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ایک دکھنی مثنوی جو شہزادہ لعل فرزند زمرد روشاہ بنگال اور شہزادی گوہر دختر جواہر شاہ پریوں کے بادشاہ کی عشقیہ داستان ہے جس کا مصنف عاجز ہے۔

عاجز ایک دوسری مثنوی قصہ ملکہ فیروز شاہ و بادشاہ مصر کا بھی مصنف ہے جو سنہ ۱۱۸۲ھ / ۱۷۶۸ء میں لکھی گئی ہے۔

لعل و گوہر ۱۸۷۳ء میں مدراس سے اور ۱۸۷۷ء میں بمبئی سے شائع ہوئی ہے۔

اینتھے نے اسی نام کے ایک فارسی قصہ کا بھی ذکر کیا ہے جو اسی مضمون پر ٹیپو سلطان کے لئے ۱۱۹۲ھ / ۱۷۷۸ء میں حسن علی عزت نے مرتب کیا تھا۔"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شامل ہے اس کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"لعل اور گوہر کا قصہ جس کو عاجز نے دکھنی نظم میں لکھا ہے ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کا ایک نسخہ ہے نمبر ۱۵۸ تعداد صفحات (۲۹)

فی صفحہ (۱۷) بیت ہیں سنہ ۱۱۸۰ھ میں لکھی گئی ہے۔"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ موجود ہے وہ لکھتا ہے:-

"قصہ لعل و گوہر جو ایک فارسی قصہ سے ترجمہ کیا گیا ہے۔"

اس مثنوی کی تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوتی مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۵۰ھ کے بعد اور سنہ ۱۱۸۰ھ کے پہلے لکھی گئی ہے۔

ولی کی طرح دکن میں عاجز تخلص بھی متعدد شخص ہوئے ہیں ایک عاجز تو وہ سید محمد ہے جو قصہ ملکہ مصر کا مصنف ہے۔ دوسرے یہ عارف الدین خاں عاجز ہیں جنہوں نے لال و گوہر تصنیف کی ہے۔

عارف الدین کے باپ عالمگیر کے عہد میں بلخ سے آئے تھے ان کی پیدائش دکن میں ہوئی۔ نواب نصرت جنگ سید لشکر خاں کے توسط سے دربار آصف جاہی میں باریاب ہوئے منصب عطا ہوا فوج کے بخشی قرار پائے فارسی اور اردو میں شعر کہا کرتے تاریخ گوئی کا خاص ملکہ تھا سنہ ۱۱۸۷ھ میں انتقال ہوا۔

مولف چمنستان شعرا (لالہ لچھمی نرائن شفیق) اور دیگر تذکرہ نویسوں نے عاجز کا ذکر کیا ہے۔

عاجز نے اپنی یادگار میں ایک دیوان بھی چھوڑا ہے جو ان کے انتقال کے بعد مرتب ہوا ہے مثنوی میں پہلے حمد و نعت ہے اس کے بعد عشق کی تعریف کی گئی ہے اور اسی میں قصہ شروع ہوتا ہے جو اندر سبھا کے قصے کے طرز پر ہے یعنی ایک بادشاہ کا لڑکا سو رہا تھا۔ پریوں کا تخت جا رہا تھا۔ ایک پری شہزادے پر عاشق ہو گئی اس کے پلنگ کو اٹھا منگوایا۔ ایک مدت کے حیرانی اور پریشانی کے بعد دونوں کی شادی ہوئی اور وطن کو واپس ہو گئے۔

نمونہ کلام —

حمد و نعت شاہ:—

الٰہی دے مجھے رنگیں بیانی — عطا کر مجھکو یاقوت معانی

سخن کا لعل دے میری زبانکو — درمعنی سے بھر میری بیان کو

سخن کے درکا مجھکو جوہری کر — سخن سنجونکو میرا مشتری کر

در دریا سے وحدت ہے محمد — چراغ بزم کثرت ہے محمد

دیار فقر کا ہے شاہ بیکس — سپہر فخر کا ہے ماہ بیکس

ظہور کائنات اسکا سبب ہے — ہویدا ہے کہ وہ محبوب رب ہے

کلام عشق ہے پرزور سب سے — بیان عشق ہے پر شور سب سے

خدا ہی عشق سے ہے آشکارا — دو عالم عشق کا ہے یک اشارہ

بھلی ہے سب طرح سے عشق بازی — حقیقی کر دیکھاتا ہے مجازی

کہا تھا ملک بنگالی میں خسرو — زمین عشق تھا اسکا قلمرو

ہمایوں بخت اور صاحب قران تھا — جہانگیروں میں وہ شاہجہان تھا

بہادر شاہ با تدبیر تھا وہ — رفیع القدر عالمگیر تھا وہ

جہان لک شاہ تھے سبمیں اکبر — تھا اعظم شاہ دنیا میں مقرر

دیار عدل کا نوشیروان تھا — وام اسکا کام بخششی میں روان تھا

سکندر طالع و جم جاہ تھا وہ — جہانمیں خوب نادر شاہ تھا وہ

سخاوت میں وہ تھا حاتم سا مشہور — شجاعت میں وہ تھا رستم سا مغرور

جو کچھ دنیا میں ہے اسسی دو چنداں — تھا اسکی گنج بخشش کا سامان

رگ ابر اجل تھی اسکی تلوار — عدو کا دم تھا اسکی در سی خوں بار
زمرد شاہ تھا اس شاہ کا نام — تھا اسکی نام سی ہر دلکو آرام
دیا تھا حقنی اسکو خوب فرزند — زمرد سی کیا تھا لعل پیوند

خاتمہ

کیا شاہکو جب لگ اسمین دم تھا — وصل کو ہر کا اسکو دمبدم تھا
اری عاجز سخن کب لگ کہیگا — سخن سکنے فکر میں کب لگ رہیگا
خموشی سے زبان کو آشنا کر — ہوا آخر یہ افسانہ دعا کر

الہی عاشقوں کے آبرو رکھہ
انکو دو جہان میں سرخ رو رکھہ

یورپ کے تینوں نسخوں میں خفیف جزی اختلاف بھی ہے جسکو سہو کتابت پہ محمول کرنا چاہیئے۔ مثلاً۔

کہا تھا ملک بنگال میں خسرو — زمیں عشق تھا اسکا قلم رو

انڈیا آفس کے نسخہ ۵۵۰ میں "تھا" کے بجاے "کہ" لکھا ہے۔
ہمایوں بخت اور صاحب قراں تھا الخ اس شعر میں بجاے "اور" کے "تھا" لکھا ہے۔
بعض اشعار میں کمی اور بیشی بھی ہے مثلاً انڈیا آفس کے نسخہ ۵۵۰ میں۔ تجھو یوسف کے سودا کی قسم الخ کے بعد ذیل کے دو شعر ہیں:-

تجھے سوگند میرے مدعا کی — تجھے سوگند میرے التجا کی
تجھے مخفی و معنی کی قسم — تجھے اپنے چھپانے کی قسم

یہ دونو شعر نسخہ ۵۵۱ میں نہیں ہیں۔

نگینہ نام ہے اس شہر کا جان ہے سمر حداوسکی مغرب کا بیابان

یہ شعر بھی ع۱۱ میں نہیں ہے۔

نسخہ ع۱۱ نامکمل ہے کیونکہ آخر ہی کئی ایک شعر نہیں ہیں۔ نسخہ ع۱۱ کمل ہے۔

اس نسخہ میں ذیل کے شعر کے بعد اور (۱۶) شعر ہیں جو اول الذکر میں نہیں ہیں۔

پہ نزادونکو کر خوبی سے رخصت دیا سب کون مرصع زیب خلعت

نسخہ نمبر (۱۰) باتصویر ہے (۴۳) رنگین تصویریں ہیں۔

انڈیا آفس کی کٹیلاگ میں قصہ ملکہ مصر اور لال و گوہر کے مصنف کو ایک ہی شخص تصور کیا گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ملکہ مصر والی مثنوی سنہ ۱۱ ھ میں تصنیف ہوئی ہے جبکہ عارف الدین پیدا بھی نہیں ہوئے تھے جس کے متعلق اس کے پہلے بھی وضاحت کی گئی ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں کتب خانہ آصفیہ میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے۔

دیوان عاجز

اس کا ایک نسخہ فرانس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۵۴۴۸) ورق (۶۰) سائز ۹ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

تاریخ کتابت ۲ ربیع الاول سنہ ۱۲۸۰ھ

یہ عارف الدین خاں عاجز کا دیوان ہے اس میں ردیف وار غزل اور چند مخمس ہیں عاجز کے متعلق قبل ازیں صراحت ہو چکی ہے۔ اس لئے نمونہ کلام پیش کیا جاتا ہے:

الہی ہمکون اپنی عشق کا دار البقا بتلا — جو کوئی دنیا کا طالب ہے اوسے دار الفنا بتلا

میرے خون جگر میں جوش ہے یارب تیرے در سے — مجھے اپنی کرم کے ہات کا رنگ حنا بتلا

ہوا ہوں معصیت کے راہ میں گم نفس سرکش سین — ای میرے حق مجھے اپنی ہدایت کا عصا بتلا

ہوا ہے طالب دیدار تیرا عجز سین عاجز — طفیل آل احمد کل اوسے اپنا لقا بتلا

کام حاصل ہوا وصال ہوا — درد دل کا دوا کمال ہوا

دیکھ دامنگیر محشر میں تیرے ہو گئے ہم — خون ہمارا اپنی دامن سے اے قاتل مت چھوڑیا

دیکھ تابوت میرا بول اوٹھا وہ شہ حسن — ہای یہ کشتۂ غم کا یہ بڑا چھنڈا تھا

سجن کا آنا سجن کا جانا سجن کا مرنا سجن کا ہنسنا

بہار گلشن غضب خدا کا نپٹ قیامت گلی کا کہنا

تمہاری آنکھین تمہاری پلکیں تمہاری زلفیں تمہاری باتین
سدا ہیں کافی سدا ہیں خونی سدا ہیں پرچین سدا ہے برچھا

عاجز ترے کلام سے مرتے ہیں اہل درد
اپنی زبان سنبھال خدا کر خدا سے ڈر

دل کے داغون سے دیوانا ہون کہان ہوش مجھے
سمجھون نہین اتنی کہ گلزار ہیں لالا سمجھون

نظر میں جب سے پڑی تجہ نگاہ کی بجلی
میری جگر میں چمکتی ہے آہ کی بجلی

تمت تمام شد دیوان عاجز بتاریخ دویم ربیع الاول سنہ ۱۲۸۰ھ

درمجالس

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۱۵۸) ورق (۱۴۲) سائز ۸ × ۵½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :۔

"پیغمبر اسلام اور آپ کے خاندان اور ولیوں کے حالات جن کا دکھنی نظم میں ترجمہ کیا گیا ہے مصنف عبد اللہ المتخلص کمینہ ہے۔ جو حافظ علی کا لڑکا تھا۔ حافظ علی کو مطلبی کہا جاتا ہے۔ فارسی کا مصنف سیف بن ظفر ہے جس کی کتاب تینتیس باب میں منقسم ہے۔ مگر اس دکھنی ترجمہ میں صرف (۲۳) باب ہیں"

اسپرنگر نے حسب ذیل وضاحت کی ہے۔

"عبد اللہ دکھنی نگار ساں دتاسی نے لکھا کہ یہ ایک مثنوی درالمجالس کے مصنف ہیں جس کا ایک نسخہ انڈیا ہوز لندن میں موجود ہے۔ عمدہ منتخبہ میں عبد اللہ نامی شاعر کا ایک شعر نقل کیا گیا ہے"

کہوں میں کس سے یہ دکھ یار کی جدائی کا   دوا پذیر نہیں درد آشنائی کا

اصل مخطوطے سے مصنف کے حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے صرف یہ معلوم ہوتا کہ ان کے والد کا نام حافظ علی تھا اور وہ اپنا تخلص مطلبی رکھتا تھا۔ دکھنی تذکروں میں بھی ان کے حالات نہیں ہیں۔

اس مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے صرف اپنے فارسی سے ترجمہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔

کہوں میں بابت نادر تین او پر بیس　　کیا ہوں ترجمہ در مجالس
عدل سوں فارسی میں در عجائب　　پرویا نظم دکہنی کے غرائب

ان تئیس (۲۳) باب میں جن امور کو بیان کیا گیا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
(۱) پہلے باب میں حضرت آدم کا ذکر ہے (۲) ابراہیم (۳) شعیب (۴) موسیٰ (۵) سلیمان (۶) عیسیٰ (۷) آنحضرت صلعم (۸) حق مادر و پدر (۹) دندان مبارک کا زخمی ہونا۔ (۱۰) فضیلت۔ (۱۱) فضیلت علی (۱۲) ماریہ قبطیہ (۱۳) فضیلت ثوبان سوری (۱۴) فضیلت خالد بن ولید (۱۵) فضیلت بلال (۱۶) فضیلت لقمان (۱۷) ایک کافر کا مسلمان ہونا۔ (۱۸) ذکر ابراہیم ادہم (۱۹) مرد سخی (۲۰) آذر بت پرست و ابراہیم (۲۱) طوطے کا بیان جو سلیمان کے زمانہ میں تھا۔ (۲۲) حسن بصری (۲۳) شہادت امام حسین علیہ السلام۔

اس سے نفس مضمون کی توضیح ہوسکتی ہے۔ نمونہ کلام

ابتدا۔

کہوں میں بابت نا در تین او پر بیس　　کیا ہوں ترجما در ہی مجالس
عدل سوں فارسی میں در عجائب　　پرویا نظم دکہنی کے غرایب
ز سے مجالس حکایت کے ہیں موتی　　ہریک وانہ دسے پر نور جوتے
اگر فرزند ہی توں مطلب کا　　مدد منگ اسرا اشرف نبی کا
میرا ہے نام عبداللہ کمینہ　　نظم کے بحر پر دل ہی سفینہ

ترا ہی نام عبداللہ سریکا　　کلیم بس ہی تو شمارا ہو کر یکا
توں فرزند ہی و لے حافظ علی کا　　تخلص نام ہی تو مطلبی کا

عنوانات بھی نظم میں ہیں۔
بعض عنوانات ملاحظہ ہوں۔

اول کر یاب ادم کا لطافت   دیا یک فیض مانی کون شرافت

حکایت یان سنو عجز و بشر کا   سلیمانکی دیکھو انگشتر لیکا

حکایت اولیا بازید کے جون   خدا سون راز پوچھی سو بیان سن

خلیل اللہ براہیم کے حکایت   پیمبر پہ خدا خوا لے نہایت

حکایت یان خلیل اللہ کی پوری   انکی یوسف زلیخا ہی ضروری

حکایت یان سون آدم کا بیان ہے   نظم ہندیسون شیرینیکا عیان

سخاوت کی فضیلت کا کہنیا باغ   لکں کہار شک چندر پہ ستیا داغ

کہون میں باب ہفتم خوش صفائی   محمد مصطفے کا معجزا ئی

حکایت بادشاہ کی یان سونا نہ   بخیلان میں بخیلانکا نشانہ

اس کے آخری شعر سے بھی مصنف کا نام معلوم ہوتا ہے۔

مصنف پر منکون یاران مناجات　　　مسکل بر لیاتون عبداللہ کے حاجات

آخری عنوان :-

حسین سرور سمجہ دلمین کہی ہائی
نصیباں کا جکچہ بانٹتا ہمیں پائی

نمونہ اشعار ملاحظہ ہو -

سلیمان کون دیا شاہی انگہوٹے　　　مسخر کردیا جگ پر کسو تے
سلیمان کی دیکہو انگشت ساری　　　فخر کا سر بلند کر خود بچاری
انگوٹہی نے کہا میں ہون مقدم　　　خدا نازل کیا میرے پر خاتم
شہادت کے کری انگشت نے لاف　　　میری سون کونہ جا کا پاک اعراق
میری خاطر انگوٹی رب بنایا　　　انگہوٹے کون کہی کے سرا دچایا

عنوان شہادت

شہادت کا سنو احوال سارا
سینے پر دل ہر ایک سوزی انگارا

نبوت کے گگن کے ماہ تابان　　　عربکان جا ہوئی روشن نقابان
سنو یک وہرتحن ہر بیت ماتم　　　جو اہلبیت پر کریاں سدا غم
شہوی دینکا زبان سمجہ غم کہی کے　　　جنزاد کی دیکہ نالے سکی کے
نجہ کے پیارہ پا نیر کہریا تہا　　　شہادت کا وقت رتبہ کہریا تہا
او کیا جب وفت کن کا حرف ذاتے　　　ندامیں او لکہہ غم شدت پاتے

ہر یک دل تب کئے رنگ لعل ساری — حقیقت میں دلاں ساری انکاری
ہوا عشق انتقال شہ کی الم سون — کیا یک دہر الم ساری عدم کون

---

۱ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے یہ نظم نثر فارسی سے دکھنی نظم میں منتقل کی گئی ہے۔
۲ اصل فارسی درمجالس کا مصنف سیف بن ظفر ہے۔ اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم
۳ میں نمبر (۱۰۲۶ اڈیشنل) پر موجود ہے۔

اس کے متعلق ریو نے حسب ذیل صراحت کی ہے۔

"مختلف مباحث پر چند ابواب ہیں جو پیغمبر اور علی اور چند مذہبی امور پر مشتمل ہیں اس کا مصنف سیف بن ظفر نوبہاری ہے یہ ایک سنی فقیر تھا اس نے بیان کیا ہے کہ جو حالات اس نے اولیاء اللہ سے سنے ہیں ان کو جمع کر دیا ہے۔"

ذیل میں دکھنی اور فارسی کا مقابلہ پیش ہے۔

باب اول

نثر فارسی

چون حق سبحانہ تعالیٰ است کہ جوہر آدم
را بیافرید آرام الٰہی در بہشت زمین و
آسمان شد می خواہم کہ بندہ پیدا کنم کہ خلیفہ
حضرت ما باشد و از وے بندہ زادگان پیدا
کنم کہ ایشان دوستان حضرت پاک
ما باشند و ما ہم ایشان را دوست داریم۔
پس زمانی چند ہم نہ کہ چہ بندہ در او بند حرکتش

دکھنی نظم

کہ جب خاک سون آدم بنانے
اپس کی راز کا گلشن دکھانے
ارادہ تھا ہیں خلیفہ تھا یکانہ
کیا خواہش جسم دیکر نشانہ
اپس کی اپس خواہش کون جگایا
او تے صحیح ترا سب پر جتایا

سر برآورد و گفت ۔

خدا سوں عرش اپنا سر اوٹھایا
معظم کر نبی ایسا توں بنایا

باب نمبر ۹

آوردہ اند کہ یک شب پیغمبر از مسجد بخانہ
بی بی عائشہ آمدند در آنخانہ چراغ نبود۔
بی بی در تاریکی پیرہن خود میدوخت۔
کہ از جائے دریدہ بود۔ سوزن در آن
تاریکی گم شدہ بود ہر چند بجست نیافت
پیغامبر درآمد و گفت یا عائشہ رضی چہ میکنی
گفت یا رسول اللہ پیراہن من پارہ
شدہ بود اورا میدوختم اما سوزن در
پیراہن گم شد۔

سو یک شب مصطفیٰ عائشہ کے گھر کوں
چلے تھے خوشی سوں اس کر ہور نظر سوں
یکایک آ کھڑے سو گھر کے میانے
گنواں سوزن ہوئی عائشہ دیوانی
نہ تھا روغن سیتے گھر میں جلا لے
اندھارا ہو رہا تھا گھر میں خالے
اپس کی سوئی گنوالی پیرہن میں
اٹھا و سو اس چو بے کئے بدن میں
نبی پوچھے اپس کی گھر کے بات
گنوائی کیا کہو عائشہ میری سات
کہی عائشہ رسول اللہ یو پیرن
سیتے تھی سو گنواتے گئی ہی سوزن

تیسواں باب امام حسین کی شہادت کے متعلق ہے مگر دکھنی ترجمہ میں اصل کی پابند نہیں ہوئی مثلاً دونوں کی ابتدا ملاحظہ ہو۔

فارسی	دکھنی نظم
چو معاویہ وفات یافت یزید علیہ اللعنہ	سو ایک دن مصطفیٰ مسجد میں یاران
بدبخت بجائے پدر نشست در (؟)	عبادت واسطے بیٹھے ہزاراں
بدبخت رسید کہ حسن و حسین را ازمیان	حسن سو نبی کے نین جگر

برادرم برزنی را پیش زن امیرالمومنین
حسن فرستاد کہ دیرا بگو کہ دولت
فرزندان علی باآخر رسیدہ امروز دولت
بمن است۔

نکا بیٹھی اتھی او پیٹ منبر
نبی کے اور کہی زانو اوپر ہاتھ
میری نانا میری سردن کچھ کرو بات
رسول مصطفیٰ وجہ نورانی
ہنسے کہل کہل میری یو ہی نشانی

مگر اسی باب میں آگے چل کر شہادت کا ذکر قابل ملاحظہ ہے۔

علی اصغر را درکنار گرفت و گفت اے فرزند
بعد شہادت من نخواہم کہ با دشمنان حرب
نکنی کہ یادگار از من توئی ــــــــ
ہمدریں حال بودند کہ لشکر دشمنان غلبہ
کردہ امیرالمومنین حملہ کرد و از چپ و
راست برہم زد و بسیار سگان را در دوزخ
فرستاد و ہفتاد جراحت بر تن مبارک
رسید از قضا جراحتے بر گلوئے مبارک
رسید بیطاقت شد گفت بارخدایا دشمنان
قصد سر من دارند از تو نمی ترسند و از
پیغمبر شرم ندارند .... شمر ملعون
پیشتر شد بہ سینہ امیرالمومنین نشست و
تیغ کشید تا سر مبارک از تن جدا کند۔

علی اصغر کوں رو رو کر گلی لا
ہماری خاندان میں توں یکیلا
تکو لربعد ازاں میری توں فرزند
تیری پر ہر اینکی دشمن کمر بند
....
سو اتنا بولکر گھوڑا چلائی
سو میوں ہور شیراکی سو دہائی
سو دو سو کفر کوں پہلی اوتاری
پڑیا پانکی بری سردار جہاری
....
قضا اکر پوکاری آہ نالان
برسنے جھون لگیا ہو جیا ابا لالان
....
ایک صفحہ کے بعد
حرامی شمر تہا او سخت غاتا
جہنم کا اوسے ہی نصف باتا
سینے پہ جب چڑیا لیکر او خنجر
کہی سرور اری موذی توں تنکر

قصہ بہلول صادق

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے
نمبر (۷۹) ورق (۷) سائز ۷ ۵/۸ × ۴ ۱/۲ سطر (۱۰ تا ۱۱)
مصنف کیٹلاگ کی صراحت :-

"دکھنی نظم میں ایک عشقیہ داستان مصنف لطفی"

کسی دوسرے یوروپین مصنف نے کوئی وضاحت اس مثنوی کے متعلق نہیں کی ہے۔ اور نہ اس مثنوی سے اس کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ علی ہذا تاریخ تصنیف وغیرہ بھی غیر ظاہر ہے۔

لطفی عہد آصفیہ کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتا ہے قدیم دکھنی اور شمالی ہند کے تذکرہ جات میں ان کا نام موجود ہے اور دو شعر بھی دیئے گئے ہیں مگر کسی نے بھی ان کے حالات بیان نہیں کئے۔ البتہ بقول مولف تذکرہ شعرائے دکن میر لطف علی خاں ان کا نام تھا درویش محمد خاں صوبہ دار برار کے نواسہ تھے سنہ ۱۲۱۱ھ میں انتقال ہوا۔

مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنارس کا ایک مسلمان بہلول نامی ایک ہندو لڑکی پر جو روزہ دریا پر اشنان کے لئے آتی تھی عاشق ہو گیا لوگوں نے بہلول کو برا بھلا کہا اور کہا کہ اگر سچا عاشق ہے تو دریا میں ڈوب مر۔ بہلول عشق سے دیوانہ ہو چکا تھا دریا میں کود پڑا۔ اس واقعہ کی اطلاع اس لڑکی کو ہوئی وہ دریا پر آئی اور خود کو اس میں ڈال دیا۔ کچھ دن بعد جب موجوں نے ان کو باہر لایا تو لوگوں کو یہ دیکھ کر نہایت تعجب ہوا کہ وہ دونو آپس میں ملے ہوئے ہیں آخر دونوں کو جلا کر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

ابتدا :-

سنا ایک روز میں صاحب زبان سیا　　جو اصل سخن تھا نیکو بیان سیں

فرشتہ خوی تھا پاکیزہ صورت　　جون باد صبح تھا بس تیز حرکت

عیان تھا جیسے تہیں نور سعادت　　او سبی سب دیکھنے اہل بصارت

ریاض معرفت کا تھا سہی گل　　سخن کے چمن میں تھا حسین بلبل

ابتدائی چہ شعر کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔

بیان کرتا ہیں وہی مرد صادق　　وفا محبوب کا اور درد عاشق

عشق کے بات سن کر تجہ ہوس ہے　　وفا معشوق سیں نادرست ہے

شہر ہی ایک ہندوستان میں خوش　　کہ ہی مشہور اس نامی بنارس

یہی ہندوان کا دی قبلہ ہوا ہے　　تمام عالم میں شہرت ہوا ہے

سو بولی جیف ہے محنت رسیدہ　　دیان جا مراد خود نہ دیدہ

کہ کرنا قتل عاشق کون پسندہ　　کنا ہے سخت در کے محبت

یونہی کہتے چلے دو طرف دریا　　سو کو کان لوک رو لو پنچی بدریا

کہاری دوست جان کو کہول رہا رہی　　سو بیچ دریا کہ جا مسکن کیا رہی

اپس کے جان پر ستم تک تجہ نہ آیا　　جو اپنے بیچ جان اپنا ڈبایا

دو ہے اصل جل جیسا لئے جل میں　　نہ دو عاشق جا رہے سو جل میں

تجہے محبوب صورت جیسی غرق دریا　　خلق حیران ہوا دیکھ تماشا ہ

جنگ نامہ بہاؤ راؤ

انڈیا آفس میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ (۱۷۴۳) ورق (۳۴) سائز ۸ × ۵ ۱/۲ سطر (۹ تا ۱۱) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت :۔

"جنگ مرہٹہ اور احمد شاہ درانی کے حالات دکنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں۔ خاتمہ پر تاریخ تصنیف ۷ رجمادی الثانی ۱۱۷۴ھ ۱۷۶۱ء درج ہے"

کسی دوسرے یورپین مصنف کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں اور نہ اس مثنوی سے کچھ حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ مثنوی میں اول حمد کے دو شعر ہیں اس کے بعد بطور تمہید بتایا گیا ہے کہ ہندوستان کو غوری نے راے پتھورا کی گرفتاری کے بعد فتح کیا پھر تیمور اور بابر آئے ہمایوں ہندوستان سے واپس جا کر دوبارہ آیا اکبر نے چتوڑ فتح کیا۔ شاہجہاں نے امر سنگھ سے لڑائی کی جہانگیر کے عدل سے شیر بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ اعظم شاہ اور بہادر شاہ کا مقابلہ ہوا۔ فرخ سیر کو راج ملا حسن علی کے باعث فرخ سیر گرفتار ہوا۔ محمد شاہ رنگیلا بادشاہ ہوا اس تمہیدی نظم کے بعد اصل واقعات شروع ہوتے ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ مرہٹوں کی فوج دریائے گنگ کو عبور کی نواب شجاع الدولہ صوبہ دار اودھ کی فوج سے مقابلہ ہوا نواب کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ اور اونہوں نے احمد شاہ درانی سے امداد چاہی اور آصفجاہ بھی مدد کے لئے روانہ ہوئے احمد شاہ درانی ہند کی جانب متوجہ ہوا۔ مرہٹوں کو اس سے خوف دامنگیر ہوا۔ نانا پھڑنویس کو مرہٹوں نے اپنی حالت سے مطلع کیا یہاں (پونہ) سے ایک کثیر فوج روانہ ہوئی۔ پانی پت کے میدان میں دونو

فوجوں کا مقابلہ ہوا مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔

کلام کا نمونہ

الف نام اللہ تو ہی دین تیرا بسایا — سمرن کا ہی ستی جن گیان بتایا
نگر بانی پت میں سکھ باسا پایا — لکھ چوراسی جیا جون سب دھن دکھلایا

لکھ نام اللہ تو ہی سچا سبحانا — تیرے گیت اوپارے انت لکھتے نجانا
کبتہ ترکان کتہ پنڈتان کیا رسم و ہانا — آدھ بیچ دہو اونسے ہندو ترکانا

احمد شاہ قندہار میں ہوئے میں نانا — دلی بیچ نجیب خان کا بیٹا تہا نانا
غازی الدین خان وزیر نے منصوبا تہانا — قلم دان منگوائی کر لکھتا پروانا
پانچو نانا راؤ جی عقل میں دانا — ہمسے زیر نجیب خان ہو گیا پٹھانا
جا کر سے مالک ہوا مہان اب نانا — تیرا تو لکھ نیر دکھنے سب میں مردانا

آخری شعر سے معلوم ہوتا ہے نیر شاعر کا نام ہے۔

اسنے سنکر جنکارا ؤ لے لا یا دربار — ذنا آیا صاحبان سادنت بچار
پوتا آیا نظام کا ہند کا سردار — پتہ کیچڑی راؤ نے کہا سجن بچار
ہمسے خان نجیب نے لیا کہت بلیار — جا قول کر گیا تہا پکڑے تروار
وزیر حسن لکھ پوڑ کے کچھ دیکھا پیار — ظالم ذات پٹھان کی یہ کیسے یار
احمد شاہ نجیب خان کا بہہ نا پیار — ایک صوبہ بیچ لاہور کو ہم نے قندہار
شکر تال میں گھیر کر خان جی مار — کرو طیاری جنگ کے مست لاؤ بار

گنگدھ کنچیں کا بادشاہ چڑھ ہند پر آیا
ہانسے ہوئے مقابلہ وہاں جنگ مچایا

ایک لاکھ اسے ہزار شہید کیا
راے پتھورا پکڑ کے جن دین بدھایا

غوری زین العابدین سے انیہ لگایا
بابا پرسوں سیں کر بہل پکا کہایا

پیر و شاہ حجاب الدین سے نے خبر کیا
موج ہوئے فقر کے چوکتا آیا

تیمور اور بابر بادشاہ نے ملک بسایا
ہمایوں کیا ملک بہاک کے پھر ہند کو آیا

مار براہیم بادشاہ سب ملک تو آیا
جی ل اکبر شاہ سے وا جنگ مچایا

نورا گدھ چھوڑ کا پھر تہے بسایا
شاہ جہان سے امر سنگ نے مسا چلایا

جہانگیر جو عد لے بادشاہ نے پر چلایا
سیر اور بکری ایک گھاٹ جن پانی پیایا

پیدا جو نورنگ شاہ جی دکھن پر دھایا
تانا شاہ کو پکڑ کے لیا مال سوایا

اعظم شاہ بہادر شاہ نے دل بہت کھپایا
موج الدین سے فرخ سیر راج بتایا

حسن علیجان سیر بان من میں گر بہایا
فرخ سیر پکڑ کے جن نیل بھرایا

محمد شاہ رنگیلا بادشاہ جن تخت بتایا
راج محمد شاہ کے سکہ بٹھایا پایا

اس مثنوی کے کسی نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

جنگ بہاؤ مرہٹہ و شاہ درانی

بلوم ہارٹ نمبر (۳۸) ورق (۱۴) سائز ۹ × ۶ انچ سطر (۱۰ تا ۱۱) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ نے کوئی صراحت اس کے مصنف وغیرہ کے متعلق نہیں کی ہے۔ یہ بھی اسی طرح کی نظم ہے جس کا ذکر صفحہ ماقبل میں ہوا ہے۔ جنگ کے حالات اسمیں تفصیل کے ساتھ نہیں ہیں۔ یہ نظم مسدس ہے۔

کلام کا نمونہ:-

اس گردش سپہر کا دیکھو یہ کاروبار — کیا کیا کئے ہیں رنگ زمانے نے اختیار
دکھن سی لا جماعۃ کفار تا بکار — کی نیند ملک ہند کی آتی ہیں ایک بار
پاک صلواۃ و کا وکشی علم و اعتبار

جنکو تھا مرہٹا جو کہ آیا تھا وہ بہان — دلی میں کر عمل ہوا لاہور کو روان
سب ہندیان ورواب میں یک تھا نجیب خان — قائم رہا تھا دین محمد پی بیکمان
سو دلیں کا فرونکی ہی کھہ رہا تھا خار

جنکو سو جا سنائی یہ لاہور میں خبر — گنکا اوپر پٹھان گنگو کہا ئیں ذبح کر
جلدی چلا وہاں سی اور آیا جمن اوتر — دلمین نجیب خان سی عداوت کا قصد کر
بھیجا وہان بلانی کو یک اپنا لسکوار

اس کے بعد بیان کیا گیا ہے نواب تشریف لائے اور مرہٹوں سے جنگ ہوئی چنانچہ بیان کرتا ہے۔

غرابہ دلمیں کرکی روہیلہ میں مال کیا — بادل گھٹا سی جھوم کیا یک سر ہلا
بجلی ادو دہر کو ہی تہی چمک بلم اوڑ بیا — کوپی ادہر سی برسی دکٹر کی قلعہ کشا

سیلاب خون کا کھیت میں بہتا تھا ہر کنار

جسم اوتاری ہوکی مرہٹہ بہی چڑھ گئے — ہاتہوں لی کٹار روہیلہ بہی اڑ گئے
پٹھنت ہو ہر یک کی گلی ہار پڑ گئی — دانتوں پکر زمیں کو گڈا پانو گڈ گئے

میدان میں یوں اٹل ہوئی جوں کوہ استوار

کفار مرہٹوں کا سنا سب ریو درنگ — اسطرح سلیمن کی تئیں کر کہا ہی تنگ
دین نبی کا پاس اور افغان کا کرکے ننگ — کیا آصفجا نسی کوچ ٹہپٹ جلد بیدرنگ

دن کو کیا نہ رات کہیں راہ میں قرار

اس کے بعد بتایا ہے کہ مرہٹے ڈر گئے اور باہم صلاح مشورہ ہونے لگا۔ اس عرصہ میں احمد شاہ درّانی کا لشکر پہونچا۔ اور جنگ ہوئی اور مرہٹے عاجز ہو گئے اور اپنے حال سے دکھن میں نانا (نانا پڑنویس) کو مطلع کیا اور یہاں سے ایک فوج کثیر روانہ ہوئی۔ پانی پت میں مقابلہ ہوا اور مرہٹوں کو شکست ہوئی۔ صف آرائی کے متعلق لکھتا ہے:-

تجویز کر کی شاہ نے تفریق بادہ غول — اول نجیب خانکو مقابل کیا ہر دل
کیا جا شجاع الدولہ شہ دین کا نام بول — اور شہ دلی تہا میمنہ خونخوار فوج تول

اور میسرہ جہان خان تہرا تہا اور سار

سر حبیب حمد خان تہا ہنگ شس تہا دست اس — تہی حافظ رحیم سی رحمت کی دلمین آس
سردار خان تہا پشت ہراول کی آس پاس — اور شہ پسند خان تہا قریب جلوی خاص

درانیو نکی بیچ شہ اسد اللہ افتخار

قصہ تیرویں صدی

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔
نمبر (۶۵۰۵) کل اشعار کی تعداد (۱۲۹) ہے خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۲۷۳ھ
اس مثنوی کا ذکر کیٹلاگ میں نہیں ہے اس لئے کسی صراحت کا موقع نہیں۔
یہ بلا نام مثنوی خلیل کی مصنفہ ہے نفس مضمون کے لحاظ سے مندرجہ صدر نام دیا جا سکتا ہے۔ کسی تذکرہ میں ان کا ذکر نہیں ہے البتہ فتح علی گردیزی نے ایک دکھنی شاعر خلیل کا ذکر کیا ہے۔ غالباً یہ اسی کی تصنیف ہے۔ مثنوی میں پہلے حمد و نعت ہے۔ اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو کسی جنگ کے لئے روانہ فرمایا۔ راستہ میں چار ایسے واقعات پیش آئے جو ایک معمہ تھے جن پر آپ کو تعجب ہوا واپسی کے بعد آپ نے آنحضرت سے ان کے متعلق استفسار فرمایا۔ آنحضرت نے وضاحت فرمائی۔

پہلا معمہ یہ تھا ایک درخت پر گوشت کے دوران آویزاں تھے جو ہل رہے تھے اور ایک ہی مقام پر تین کنوئیں تھے دو میں پانی تھا اور ایک خشک تھا۔ اور تیسری جگہ نظر آیا ایک بڑا پہاڑ اوپر سے نیچے کی طرف آرہا ہے اور سنگ ریزے نیچے سے اوپر کی طرف جا رہے ہیں۔ اس کے بعد چوتھے مقام پر نظر آیا ایک خوبصورت پرندہ ہے اس کے پروں پر قرآن مجید لکھا ہوا ہے۔

پہلے معمہ کے متعلق آنحضرت نے فرمایا۔ تیرویں صدی میں دو سگے بھائی آپس میں لڑ پڑیں گے۔ دوسرے کے متعلق ارشاد ہوا ایک ہی محلہ میں دو دولت مند اور ایک مفلس رہے گا مگر دولت مند مفلس کی خبرگیری نہیں کریں گے تیسرے کے متعلق فرمایا رذیل

آدمیوں کو ثروت حاصل ہوگی اور وہ بلند درجے پر پہونچیں گے اور شریف پستی کی جانب۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

ابتدا۔

کہوں میں ثنا حمد قادر جلال — صفت اسکی کہتے مجھے کیا مجال
شکر حمد کرنے کہاں میں زبان — مگر کسکو طاقت ہے اس کا بیان

ایک آوینگی صدی اوہی تیرویں — اوسمیں دیکھین گی عجائب و میں
اور انا سمجھ کے بہم دو تو ایک — اپسمیں اپی آپ لڑتے تہی دیک
یہی تمثیل اوسکی زمانی ہیں دیک — دو فرزند ہوویں شکم ماسے ایک
بچی باپکی بعد آپس بہم — لڑینگے وہ ہر دو برادر جنم
برائے ملک مال کے واسطے — مناقص اونویں بہی آکر پرے

دوسرے معمہ کا حل آپ نے فرمایا۔

صدی تیرویں میں دیکہیو سب — محبت مروت اوٹھینگی بہی تب
رہی یک محلے میں ہمسایہ گان — وہاں خانہ پیے در پیئے یکسان
مثل یک جائی پو ہیں تب گہر — دراسمیں بہی کہاتی اور پیتے بسر
کہ یک اوسمین رہتا ہی مفلس غریب — دونو بیچ رہتا ہی ذات شریف
وہی ہے نشانی میرے آل کی — غریبی چلیجے رسم چال کے
نہ پوچھینگی اوسکوں امیر و وزیر — رہینگی اومفلس غریب و فقیر

طبیب موسیٰ

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔
نمبر (۵۰۵ ۶) اشعار کی تعداد (۵ ۷) تاریخ کتابت ۲ صفر ۱۲۷۴ھ
مصنف شاہ خلیل اللہ خلیل سنہ تصنیف نامعلوم۔ کیٹلاگ میں یہ مثنوی بھی نہیں ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر قصہ شروع ہوتا ہے۔
قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے :-

"ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے سر میں درد ہوا خدا سے صحت کلی کے لئے دعا کی حکم ہوا حکیم کے پاس جاکر علاج کراؤ۔ حکیم کا پتہ بھی بتا یا گیا۔ موسیٰ حکیم کے پاس گئے حکیم نے دوا لگائی درد موقوف ہوا۔ مکان واپس ہوئے پھر درد ہونے لگا۔ موسیٰ نے التجا کی جواب ملا۔ حکیم کو کچھ دیا گیا یا نہیں موسیٰ نے کہا نہیں۔ جواب ملا پھر جاؤ اور معاوضہ دے کر علاج کراؤ۔ موسیٰ گئے اور دوا لگائی ایک دینار دیا گھر واپس ہوئے۔ درد موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد موسیٰ کو حکم ہوا۔ ایک خاص شہر کو جاؤ۔ بحکم رب موسیٰ روانہ ہوئے وہاں دیکھا ایک شخص درد جگر سے علیل تھا اور کہہ رہا ہے اس کے علاج کے لئے انسان کے کلیجے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی دے تو فائدہ ہو مگر کسی نے توجہ نہیں کی۔ اسی مقام پر ایک حسین مرد اور حسین عورت رہتے تھے ان کی نئی شادی ہوئی تھی جب

نکاح کے بعد لوگوں نے اس دردِ جگر والے کا تذکرہ کیا تو دولہ نے اپنی دولہن سے واقعات بیان کئے اور اپنا جگر دینے کی اجازت چاہی۔ دولہن نے اپنا جگر بھی نکال دیا اور کہا اول یہ پیش کر و اس کے بعد تم کو اختیار ہے۔ دولہ نے اس کو لیجا کر اپنا جگر بھی نکال بیمار کے حوالہ کیا۔ بیمار وہ دونو جگر لیئے اور وہاں سے غائب ہوگیا۔ موسیٰ یہ دیکھہ کر واپس ہوئے اور خدا سے اس کے متعلق استفسار کیا جواب ملا۔ وہ مرد بیمار دراصل ایک فرشتہ تھا اور خدا ان دونو دولہ اور دولہن کو دوست رکھتا ہے۔"

ابتداء:-

شروع کر جو بسم اللہ اسم خدا	او من بعد الحمد بہے پڑ تو سدا
وہ قادر ہی قیوم قدرت یزال	بھی صانع ہی صفت کا اسم جلال
رحم تیرا بندونپو دایم اہے	تو خالق ہی پرور جو قایم اہے

اول لکھہ جو قصہ بہی موسیٰ کا تو	او من بعد دوستان کے احوال کو
کہ یک روز موسیٰ کا چہرہ زرد	بھی شدت سین تھا اونکی سر میں درد
چلے تھی خدا پاس کرنا عرض	دفعہ ہو دیگا تب جو سر کا مرض
بھی گھر سین نکلکر ارادہ جبل	کرے التجا سے تو ہووے فضل

کہا تب خدائی بھی موسیٰ کو یوں	طبیب کون دنیان میں بھی پیدا ہے کہوں
بھی نزدیک طبیب کی آنا جاؤ تم	دیونگا دوا اسے مبارک کو تم

دیا ہات چاقو اوسنے نو نہال — اوچیری شکم کو کلیجہ نکال
یہ اول لیجا کر بہی دینا اوسے — بنام خدا ہی یہ کہنا اوسے
اومن بعد مختار تمن جا سکے — ہے ارمان حسرت بہری مانگے

خاتمہ:۔

نہتہا درد اوسکو اوبہا نہ اتہا — یہ ہی امتحان کر دیکہا تا اتہا
یہ قصہ بہی دو نو یہاں بیان تمام — درود ان پیمبر پو بہجو مدام

روضۃ الصالحین

برٹش میوزیم میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۷۵۴۲ / اورنیٹل) ورق (۱۱۳) سائز ۷ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

اس مثنوی کے متعلق کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے کیونکہ بلوم ہارٹ کی تصنیف کے بعد یہ مثنوی میوزیم میں داخل ہوئی ہے کسی دوسرے یورپین مصنف نے بھی کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔

مثنوی کی تصنیف ۱۲۰۸ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ خود مصنف کے اشعار سے واضح ہو سکتا ہے۔

بارہ سو آٹھواں تھا سن ... جبکہ اس نظم سے غلام حسن
ہوا فارغ ببرکت حضرت ... بر محمد و آل او صلوات

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں مثنوی سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں نے مصنف سے خواہش کی حدیقہ کا ترجمہ کیا جائے ان کے اصرار پر اس کو ہندی نظم میں ترجمہ کیا گیا۔

مثنوی میں حمد و نعت منقبت حضرت علی کے بعد سبب تالیف کی صراحت ہوئی ہے اس کے بعد عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا یہ حدیقہ فقہ حنفی کا ترجمہ ہے کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

ابتدا۔

پہلی کر تو خدا کی حمد و ثنا — جسنے ہم سبکی تئین کیا پیدا
اور فضیلت دی اپنی رحمت سے — نوع انسان کو ساری خلقت سے
کہ اوسی فہم اور شعور دیا — اور زبان اوسکی کو کیا گویا
بعد حمد و صلوۃ و مدح کی اب — جان اس نظم کرنیکا تو سبب
سبب اس کا یہی تو سن مجھسے — کہ ہین بعضی جو مہربان اپنے
ربط درحالیکہ مجھسی کمال — رکھتی ہیں یون کیا اونہونی سوال
کہ حدیقہ جو فقہ مین ہیسکا — بڑی اخوندنی جسی سے لکھا
اور ہیں مذکور اوسمیں وہ باتیں — کہ نہایت ہی احتیاط اون ہین

. . . .

کہ مسائل جو اوسکی ہو ویں ضرور — کہہ تو ہندی میں نظم کے دستور

. . . .

پس مسائل جو اوسکی ہیں اونسے — ایک نماز اور مقدمات اوسکی
کئی میں نے یہ ہندی میں منظوم — تا ہو دوستوں کا دل مفہوم

. . . .

صلحا کی نظر سے گذری جب — بہول جاوین قضائی یا نمکو تب
اسی لئے میں نے اس رسالہ کا — روضۃ الصالحین نام رکہا
لیک لازم تہا ابتدا میں بیان — مجملاً کچھہ اصول دینکا بیان

فرد دیکھو نہ کلام :-

ابتو ایمان و کفر کی معنی — اور کچھہ حکم اونکی سن مجھسی
پس ہے کافر تو وہ سمجھہ اسکو — جو ضروریٔ دینکا منکر ہو
اور ضروریٔ دین وہ امر ہی اب — جانتی ہوں جسی مسلمان سب

ہی وہ مثل وجوب صوم وصلوٰۃ — اور وجوب جہاد و حج وزکات
حرمت خمر اور زنا اسی طور — اور جو مثل انکی ہو کر غور
منکر انکا ہی خارج از اسلام — کفر میں اوسکی کچھ نہیں ہی کلام

ذکر تاریخ جو ہوا یہ محل — اسمیں ایک مہربان خجستہ عمل
سال اوسکی شمار کرکی صریح — یون لکی کہنی ہی یہ نظم فصیح
جب یہ تاریخ کر چکی وہ غور — کہی تاریخ فی البدیہ اور
خوش جو آئی اونہیں یہ طرز سخن — بول اوتہی ہے عجیب نظم حسن
اور ایک مہربان نی فی الفور — کہی تاریخ فارسی اسطور
سال تاریخ این خجستہ کتاب — چمن روضہ جنان دریاب
کرکی پہر ایک شفیق نی معلوم — طرز نظم حدیقۂ منظوم
اسکی تاریخ ہو کسی خوش یہ کہی — خوشنما ہی حدیقۂ ہندی

دیوان چندا

اس دیوان کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۱۸۲) ورق (۳۴) سائز ۹ ½ × ۵ ¾ سطر (۱۱) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :۔

"یہ دیوان ۱۲۱۳ھ؁ / ۱۷۹۸ء میں مرتب ہوا ہے جبکہ نواب نظام علی خاں آصفجاہ کی دور حکمرانی کے سینتیس ۳۷ سال ہو چکے تھے ابتداً ایک فارسی نثر میں دیباچہ نو ورق کا لکھا گیا ہے دسویں ورق سے اصل دیوان شروع ہوتا ہے۔"

دیوان کے ترتیب کی تاریخ "ہو اللطف الاعظم" ہے جس سے ۱۲۱۳ھ؁ ظاہر ہوتے ہیں۔

یہ مہ لقا بائی چندا کا دیوان ہے جو حیدرآباد کی مشہور طوائف تھی۔ طوائف کے نام سے ممکن ہے ذہن آجکل کے طوائف کی طرف منتقل ہو مگر ایسا نہیں تھا چندا ایک خاندانی خاتون تھی اور پیشہ ور طوائف نہیں تھی۔

اس کا باپ مرزا سلطان بلخ سے ہندوستان آیا تھا شاہ عالم کے زمانہ شہزادگی میں صلابت خاں اور بادشاہی کے زمانہ میں بسالت خاں کے خطاب کے ساتھ بخشی فوج کے عہدہ سے ممتاز تھا۔ چندا کی ماں راج کنور بائی گجرات کی رہنے والی خواجہ محمد حسین خاں کی دختر تھی۔

۱۱۷۸ھ؁ میں چندا تولد ہوئی۔ علم و فن میں سرآمد روزگار اور شعر گوئی اور موسیقی میں اپنے آپ نظیر تھی۔ اچھے اچھے شعرا اس کے محفل مشاعرہ اور بڑے بڑے امرا اس کے موسیقی کے جلسہ میں شریک ہوتے تھے۔ گھوڑے کی سواری، تیر اندازی

ورزش وغیرہ مردانہ کھیلوں میں کافی مہارت رکھتی تھی۔

صاحب مال و دولت تھی صرف اردلی میں پانچ سو سپاہی ملازم تھے۔ علم وفن کا بڑا شوق تھا اس کے علمی ذوق کا ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ اپنے اہتمام سے سلاطین آصفیہ کی تاریخ مرتب کروائی جو تاریخ دل افروز[۵۱] سے موسوم ہے۔

چندا کے کیارکٹر کا حال اس کے نظام الاوقات سے معلوم ہوسکتا ہے جس کو مصنف تاریخ دل افروز نے لکھا ہے۔

صبح اٹھ کر نماز سے فارغ ہوتی تھی اور طلوع آفتاب تک واعیہ وغیرہ میں مصروف رہتی طلوع آفتاب سے قرآن شریف پڑھتی پھر ناشتہ ہوتا اس وقت تک دوپہر ہوجاتی اور وہ قیلولہ کے واسطے بالاخانہ پر جاتی اس کے بعد ظہر کے نماز پڑھتی اور اس کے بعد عصر تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتی۔ نماز عصر کے بعد دیوان خانہ میں آتی اور خانگی حساب کتاب امور خانہ داری کا انصرام کرتی۔ اس کے بعد لائق اور قابل اصحاب اور اہل سخن

---

۵۱ اس تاریخ کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے نمبر (۲۶۲۶۰) اڈیشنل اگرچہ بظاہر یہ خاندان آصفیہ کی تاریخ ہے لیکن اس کو ہندوستان کی تاریخ کہا جاسکتا ہے۔ غلام حسین خاں جوہر اس کا مؤلف ہے اس تاریخ کی ترتیب میں جن تاریخوں سے مدد لی گئی ہے اس سے اسکی اہمیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

روضۃ الصفا۔ روضۃ احباب۔ نورس نامہ یعنی گلزار ابراہیمی (تاریخ فرشتہ) تاریخ مرات العالم اقبال نامہ جہانگیر۔ اکبر نامہ۔ ماثر الامرا۔ تاریخ خافی خاں۔ چار چمن۔ سوانح دکن۔ تاریخ ہفت اقلیم۔ شاہنامہ۔ تاریخ بہمنی۔ تاریخ قطب شاہی۔ زبدۃ التواریخ۔ حبیب السیر۔ عالمگیر نامہ۔ شاہجہاں نامہ تو زک تیموری۔ توزک آصفیہ۔

جمع ہوتے اور علمی صحبت قائم ہو جاتی۔ (کتب بینی کا بڑا شوق تھا اکثر حبیب السیر اور
روضۃ الصفا کا مطالعہ کیا کرتی اس کے علاوہ فارسی اور ریختہ دیوان بھی زیر مطالعہ رہا
کرتے) یہ صحبت نماز مغرب تک قائم رہتی اس کے بعد کھانا ہوتا اور پھر نماز عشا کے بعد
اساتذہ فن موسیقی جمع ہوتے اور آدھی رات تک یہ محفل گرم رہتی۔ رمضان میں روزہ
کے بجائے روزانہ ایک سو بیس خوان غربا کو دیا کرتی تھی۔

اس تفصیل سے اس کے اخلاق پر اچھی روشنی پڑ سکتی ہے اور اس کے کیا رکٹر
کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ چندا علم دوست تھی اور اپنے اہتمام سے تاریخ مرتب کروائی
تھی اس تاریخ کے مرتب کرانے کی وجہ خود اس کے الفاظ میں سنو:۔

"چوں حقوق تربیت وعنایت خاندان عالیہ آصفیہ خصوص نوازش
وعنایت حضرت نواب غفران مآب (آصفجاہ ثانی) بریں عاجزہ
بے مقدار چندیں سرفرازی ہا ثابت و محقق است لہذا دل فدویت
چنا میخواہد کہ تاریخ در ماثر ایام سلطنت آنحضرت بعنوان اجمال کردہ شود
در ذیل آں بعد از ذکر ارکان و اعیان و امرائے عہد ذکر ایں عاجزہ
ہم طراز داماں یاد فرمائی و یادگار ی ہا باشد۔

(ص ۱۱ ب مخطوطہ برٹش میوزیم)

شعر و شاعری کا بڑا شوق تھا شیر محمد خاں ایمان سے اصلاح سخن لیتی تھی بڑے بڑے
شعرا اس کے یہاں جمع ہوتے تھے اور مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ موسیقی کی محفل میں بڑے
بڑے امرا سلطنت شامل ہوتے تھے اور اس کی تعریف میں قصیدے کہے جاتے تھے۔

میر عالم بہادر نے بھی ایک مثنوی (۵۷۱) شعر کی اس کی تعریف میں لکھی ہے
اس کے بعض شعر درج کئے جاتے ہیں۔

اے مہرِ سپہرِ روشنائی	سرتا پائے تو دلربائی
اے مردمِ دیدہ محبت	سرتا قدمت طلسم الفت
شکل تو بفلک دل مصور	چشم تو مات جان مجمر
. . . .	. . . .
اے ماہ لقائی ماہ پیکر	دی ماہ چین و ماہ منظر

اس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ اس دیوان کے ابتدا میں ایک فارسی دیباچہ ہے جس میں حمد و نعت منقبت حضرت علی کے بعد آصفجاہ ثانی کی مدح کی گئی ہے اس کے بعد دیوان وقت ارسطو جاہ کی تعریف ہے۔ اور اس کے بعد راجہ راؤ رنبھا کی تعریف کے بعد مؤلف دیباچہ (سید نصیر الدین خاں قدرت) نے چنداؔ کے کمال کی داد دی ہے اس دیباچہ کا جستہ جستہ انتخاب نامناسب نہیں ہے۔

"درزمان تہنیت عنوان سنہ سبعہ وثلاثین از جلوس میمنت مانوس بندگان .... نظام الملک آصفجاہ نظام الدولہ میر نظام علی خان .... مطابق سنہ ثالث عشر مائتین بعد الف آوان اوج و عروج مدار المہامی .... غلام سید خاں سہراب جنگ معین الدولہ مشیر الملک اعظم الامرا بہادر وکیل مطلق مختار دولت آصفیہ امیر اعظم نواب ارسطو جاہ کہ ....

ماہ منیر فلک انبساط بر جبین منور برج نشاط نازنین جہار بالش رعنائی الخاطب ماہ لقا بائی در سلسلہ رشتہ ملازمی مہاراج عالی مزاج منبع المناقب معالی المراتب علو منزلت و مرتبت ذی شوکت و حشمت والا تبار عالی مقدار راجہ راؤ رنبھا بہادر جونت بنا لکر مد اللہ عمرہ و زاد قدرتہ محفل افروز نکتہ

دانی سخنیر از بند اجزائی معانی که عبارت از تصنیف دیوان غزل
بندیست گردید وسواد اعظم بر صفحه را بتحریر و تقریر دلپذیر مانند خطوط
شعاعی خورشید کشید .... بنا بر یادگار که بر صفحهٔ روزگار
مزید بر اولاد احفاد متصور از اتفاق سر خوش بیان سید نصیر الدین خاں
معنی دان المتخلص قدرت سلمہ اللہ الغرت صورت تحریر المراد ظہور منعکس
نمود .... آں گل بوستان محبوبی باس نیاز مند
درگاہ ایزدی نظر بر الصفا و ضوابط یکتا و بہا جہت تحریر ایں چند کلمات
کہ کیفیات مدارج خود بزبان خامہ و ہر متکلف شد مع ذالک بتسطیر خامہ در
آورد ....

فی الحقیقت موزونیت سطور و نواش بدیدہ معنی نژادان سخن شناس
معشوقیت مزلف دہر لفظ دلفریبش شاہدیست مخطط ابیاتش کاکل و ابر بر
صفحہ عارض معشوقاں فتادہ و الفاظ مطبوعش مانند خط و خال مہوشاں
بالطف آمادہ نرگستان چمن کدہ تلاش مضمون فصاحت مشحون با ہزاراں چشم
در تماشا گاہ مدرکہ آئینہ ہا نچندہ طوطی خیالات رسادام لا تحصلی میان بندہ“

غرضیکہ اس تمام تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ مہ لقا بائی جو راجہ راو رنبھا کی ملازمت
میں داخل تھی نصیر الدین خاں قدرت سے دیباچہ لکھنے کی خواہش کی دیوان راجہ صاحب
موصوف کے حکم سے مرتب ہوا تھا اس کی ترتیب اور دیباچہ کے مرتب ہونے کے بعد
نواب ارسطو جاہ دیوان وقت نے اس کو دیکھ کر پسند فرمایا ۔ اس کے ترتیب کی تاریخ
”ہو اللطف الاعظم“ ہے۔
۱۲۱۳ھ

اس دیوان میں اصناف سخن سے صرف غزلیں ہیں پہلی غزل کا مطلع اور مقطع
درج کیا جاتا ہے ۔

کہاں طاقت ہے راہ حمد میں جو ہو زبان گویا

کہ یہاں جز عجز و خاموشی نہیں ہے یک جہان گویا

سوائے حق کے کب کوئی واصف وصف ائمہ ہو

رہا چندا الملک پر بھی ہے نکتہ نہاں گویا

دیگر

ساقی دی مجھ کو جام مے ارغوان پھر | افسردہ دل میں آئے جو شعلہ سی جان پھر

ملتے ہیں توقع پہ تری غیر سے کم ہم | رکھتے ہیں ترے دور میں پہ چشم کرم ہم

چشم کافر بھی ہے اور غمزہ خونخوار بھی ہے | قتل کو پاس سپاہی کے یہ تلوار بھی ہے

کتب خانۂ آصفیہ میں اس کے دیوان کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔

دیوان شاداں

انڈیا آفس میں اس دیوان کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۱۴۱/اوریئنٹل) ورق (۹۹) سائز ۷ ½ × ۵ سطر (۸ تا ۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۴۳ھ کاتب محمد علاء الدین حسن۔

یہ مخطوطہ حال میں داخل ہوا ہے ہنوز کیٹلاگ مرتب نہیں ہوئی اس لئے کسی صراحت کا موقع نہیں ہے۔

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ دیوان نہیں ہے۔

مہاراجہ چندو لال المتخلص شاداں سے کون واقف نہیں جو حیدرآباد کی مسند پیشکاری پر متمکن تھے اور منیر الملک کے بعد دیوانی کے فرائض بھی بجا لاتے تھے۔

مہاراجہ کو شعر و سخن سے خاص دلچسپی تھی اس وقت کے بڑے بڑے شعراء آپ کے فیض سے بہرہ ور ہوتے تھے نصیر کئی مرتبہ آئے۔ ذوق اور غالب کو بھی پیغام طلب گیا بیسوں شعراء آپ کے دربار سے وابستہ تھے۔

سنہ ۱۱۷۵ھ میں تولد ہوئے تھے اور سنہ ۱۲۶۱ھ میں انتقال فرمایا۔ دیوان شائع ہو چکا ہے۔

زیر بحث دیوان میں ایک قصیدہ آصفجاہ ثالث کی مدح میں ہے جس کے ۱۰۵ شعر ہیں ایک مخمس پینتیس ۳۵ رباعی اور بقیہ غزلیں ہیں۔ غزلیں ردیف وار ہیں۔

ابتدا :-

بندہ ہوں دل و جان سے میں اپنے صنم کا
سایہ بھی میرے سر پہ تو اُسکے ہی قدم کا

....

شاداں ہوں اسی واسطے میں صبح سے تا شام
تکیہ ہی مجھے یار تیری فضل و کرم کا

غزلیں ردیف ہی کے قافیہ تک ہیں آخری غزل کا مقطع اور مطلع درج ہے۔

سجن ہمارے کو جسنے دیکہا جہانکا وہان وہ ٹہٹک رہا ہی
کہان پہر اوسکو سمجہ ہی کیان جیسے بور اسٹک رہا ہی

کہی ہی اب تجہسے یہ ہی شادان پیا پیاری کہیں بہٹک مت
تجہے میں سمجہا یا کیا کیا تو کیون اری من بہٹک رہا ہے

قصیدہ کا مطلع

صبح بیدار ہوا میں تو یہ بولا اقبال
آیا ہون رہنی کو میں تیری ہی وزیر فی الحال

گریز ملاحظہ ہو۔

کس لئے ایکی بہار آئی بصد رنگینی
تب تو گلشن کے یہ طوطی سے کیا میں نے سوال

بولی طوطی کہ نہیں جانتا کیا تو یہ بات
کہ بہار آئی ہی اوس شاہ کی اور ہر سال

نام جس کا کہ ہی مشہور شہ اسکندر
ہی جہان اوسکی ہی ——— ؟

دوسرا مطلع

ایخداوند رہی تجہپہ خدا کا افضال
ذات تیری ہی اب ایسے کہ نہیں جسکی مثال

آخری اشعار خاتمہ ملاحظہ ہو۔

رحمن تیری یہ شادان کی دعا ہو قبول
ایسے عہد حکومت کہہ شاد الہی ہر حال

جب تلک دور فلک میں ہی مہ و مہر نمود
یارب اس شاہ کی دولت کو کبہو ہو نہ زوال

ہی دعا مجہسے ہی اور سبہو نے آمیں

جلد برلائی خدا ہووین جو تیری آمال

مخمس کے ابتدائی۔

ہمکو تو اوسسے یہ نت نظر ہی	ادہر اودہر کی کب خبر ہی
مت ٹوک اوسے کہ یہ بشر ہے	پہرتا جو نہین وہ در بدر ہی

عاشق کا یہ حسن سر بسر ہے

پہلی رباعی:۔

ای یار تجہی جو خوب دیکہا ہمنی	پہر پایا تمام سود لیکہا ہم سے
اس سے بہی زیادہ اور ہوتا ہی کچہہ	سو سوڈہب سے کیا یہ یکہا ہم نے

تحقیق طلب مخطوطات

اب ہم ایسے مخطوطات کا ذکر کرتے ہیں جن کا یا تو زمانہ تصنیف نامعلوم ہے اور وہ کس عہد سے تعلق رکھتے ہیں پتہ نہیں چلتا۔ اور بعض ایسے ہیں جن کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا مگر اس میں کوئی شک نہیں یہ دکھنی مخطوطات ہیں اور ان کی طرز عبارت کے لحاظ سے یہ گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری اور بعض تیرہویں صدی ہجری سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔

ممکن ہے کوئی وقت ایسا آئے جب کہ ان مخطوطات کے متعلق بھی معلومات ہو جائیں۔

ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) طوطی نامہ نثر
(۲) حکایات لطیف
(۳) قصہ مینا
(۴) منتخب نیک نام
(۵) قصہ مریم
(۶) اسلام عمر
(۷) انوار سہیلی
(۸) دوازدہ مجلس
(۹) نافرمان عورت۔
(۱۰) قصہ معجزہ بی بی فاطمہ
(۱۱) قصہ ابراہیم ادہم
(۱۲) سلسلہ خلافت
(۱۳) وفات نامہ پیغمبر
(۱۴) قصہ گل و ہرمز
(۱۵) قصہ ہشام و قمر
(۱۶) بہار دانش کی حکایتیں
(۱۷) ترجمہ گلستاں
(۱۸) قصہ انار رانی
(۱۹) ترجمہ سراجی
(۲۰) قصہ بندگان عالی

(۲۱) گنج نامہ

(۲۲) معراج نامہ

(۲۳) قصہ جنگ امیر حمزہ

(۲۴) کتاب الاخلاق

(۲۵) شرح دوبیت

(۲۶) افسانہ ہندی

(۲۷) آئین و قوانین افواج کمپنی

(۲۸) گپت احمد

طوطی نامہ

یہ دکھنی نثر میں ابوالفضل کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے جو برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے۔ نمبر (۱۰۵۸۹ / اڈیشنل) ورق (۱۴۹) سائز ۷ ½ × ۵ ¾ سطر (۹) خط نستعلیق بلوم ہارٹ کی صراحت:-

"طوطی نامہ یا طوطے کی کہانی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اصلی مخطوطہ ابوالفضل کا اختصار ہے جو نخشبی کے طوطے نامہ سے کیا گیا تھا۔ دکھنی ترجمہ پوری کتاب کا نہیں ہے بلکہ صفحہ ۱۰۰ تک چھتیسویں حکایت تک ہوا ہے۔ اس دکھنی مترجم کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ ایک اور دکھنی ترجمہ غواصی نے کیا ہے۔"

باوجود تحقیقات مجھے بھی نہ تو مترجم کا نام معلوم ہوا اور نہ سنہ تصنیف کا پتہ چلا۔ یہ دکھنی طوطی نامہ کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے بلکہ ابوالفضل کے فارسی طوطی نامہ کے نیچے ہی سرخی سے ترجمہ ہوا ہے نمونہ پیش کیا جاتا ہے قیاس یہ ہے کہ ولی کے زمانہ کا ترجمہ ہوگا۔

پچھیں تعریف صاحب زمانہ کے اور زمیں کے یعنی خدائے کے تعریف کے بعد از اور پچھیں تعریف صاحب جان اور تن پیدا کرنے ہارے کے ....

چلنے ہارے پرے راہ بندگی کے یعنی بندگی رکھنے ہارے کو وہ کون ابوالفضل بیٹا شیخ مبارک کا اوسکی تیں پاک حکم بادشاہ جاری ہونے کے پایا یعنی بادشاہ حکم فرمایا کہ یہ کتاب کتیں یعنی طوطے نامہ

کو ساتھ عبارت تازی کے ساتھ روشن تھوڑی عبارت
کے نقش ترتیب کا دیوے یعنی مختصر عبارت میں بنا دے

....

بیچ شہر ٹپک کے شہران ہندوستان کے سوداگر ایک
تھا اوس کا نام مبارک تھا آرزو فرزند کی نہایت رکھتا تھا یکایک
آواز دینے ہارا فضل خدائے عالم کا خوشخبری اس بات
کی زیادہ بات یہ ہے نہیں خوشخبری دیتے ہیں ساتھ فرزند
ٹپک کے بیچ کان اوس مبارک سوداگر کے ....

سوداگر اس مبارک حوصلہ کے تئیں یعنی اوس فرزند کو میمون
نام رکھا جب خط رخسارے اوس کے کا اوگیا یعنی میمون کو خطاداری
کا نکلیا اور عمر اوس میمون کی اٹھارہ برس کو پونچی بیچ وقت
مبارک کے ساتھ خجستہ نام والی عورت کے شادی کیا۔

یہاں مختصر طور پر فارسی عبارت کے ساتھ ساتھ ترجمہ کہنی بھی درج کیا جاتا ہے تاکہ دونوں کا تقابل کیا جائے۔

فارسی

بعد سپاس خداوند زبان ذہن و ستایش
داور جان و تن آفرین کہ طوطیان باغ قابلیت را
شیرین گفتار کرامت فرمودہ و بلبلان چمن
کاملیت را عشق گلشن قدرت خویش
گردانندہ. جامہ خامہ را در ہوائے تحریر پیش
پرداز میدہد

ترجمہ

پیچھے سپاس تعریف صاحب جان اور تن پیدا کرنے
ہارے کے وہ صاحب کہ طوطیاں باغ قابلیت کئیں یعنی
نشیاں کئیں شیریں باتوں کی بخشیا یعنی
میٹھی باتاں نشیاں کو خدا نے سکایا اور بلبلاں
چمن کامل کے تئیں یعنی شاعراں کئیں
عاشق باغ قدرت اپنی کا کیا یعنی اپنی قدرت
دکھاکر عاشق کیا۔

حکایات لطیف (اخلاق ہندی)

یہ مخطوطہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۳۸۱) ورق (۵۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔
کیٹلاگ میں کوئی وضاحت نہیں ہے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف معلوم نہیں ہوئی۔
جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں کئی ایک اخلاقی حکایات ہیں۔ چونکہ کل (۷۶)
حکایات ہیں اس لئے ہر ایک کے متعلق صراحت دشوار ہے نمونہ عبارت حسب ذیل ہے۔

نمونہ :-

دو عورتاں ایک بچے کے واسطے لڑتے تھے ہور شاید دونو نہیں رکھتے تھے۔
اور دونو عورتاں لڑتے ہوئے قاضی کے پاس گئے ہور انصاف چاہی قاضی
جلاد کو حکم دیا اس بچے کو دو ٹکڑے کر کر اس دونو عورتوں کو دی ایک
عورت یہ بات سنکر خاموش رہی دوسری عورت گریہ ہور واویلا کر کے
پوکاری جو واسطے خدا کے بچے کو دو ٹکڑے مت کرا اگر ایسا ہی انصاف ہی
بچے کو میں چہیتے نہیں۔ قاضی تب یقین سمجھا جو ماں بچی کے یہی ہے بچا
اوس کو دیا ہور دوسری عورت کو کوڑے مار کر چلا دیا۔

قصہ مینا

اس مثنوی کے دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔

نمبر (۷۷) ورق (۲۰) سائز ۸×۵ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ کاتب غلام حیدر۔

نمبر (۷۸) ورق (۲۳) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔
تاریخ کتابت ربیع الآخر ۱۱۵۲ھ بمقام بنگلور کاتب حسن محمد فاروقی ساکن بیجاپور

کیٹلاگ کی صراحت :-

"ایک بادشاہ اور مینا کی داستان دکھنی نظم میں بیان کی گئی ہے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوتی۔ یہ داستان خاصکر عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے مینا اپنے شوہر کوے کی وفادار بی بی ہے۔ بادشاہ کے ترغیب دلانے پر بھی راضی نہیں ہوتی قصہ کا خاتمہ اس بیان پر ہوتا ہے کہ بادشاہ نے اپنے تمام ملازمین کو طلب کرکے مینا سے معافی مانگی۔"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے اور مصنف کے نام کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

حسب قاعدہ مثنوی میں اول حمد و نعت ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس کوا تھا کوے کی جورو مینا تھی۔ بادشاہ ایک کٹنی کے ذریعہ مینا کو ترغیب اور لالچ دیا مگر وہ راضی نہیں ہوئی۔ آخر بادشاہ خود آکر اپنے کان سے مینا کی ناراضی سنی اور خود کو ظاہر کرکے معافی طلب کیا۔ مینا اور کٹنی کی گفتگو اور

ان کے تمثیلی قصوں سے کہانی طویل ہوگئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ۔ ابتدا

کہوں حمد میں پاک رحمان کا | کہ او حمد زیور ہے ایمان کا
جمع حمد اوسکوں سزاوار ہے | کہ اوجگ کوں پیدا کرنہار ہے
او خالق اسے سب خلق خاص و عام | او مالک اہے ملک کا سب تمام

نعت :-

محمد نبی خاتم الانبیا | مشرف جستے رب جگ میں ہمنا دیا
منور کیا جگ کوں اس سور سوں۔ | دیا روشنے سب کوں اس نور سوں

رسالا اتھا فارسی سوں اول | کیا نظم دکھنی سیتی بے بدل

کہ یک شہر کا یک بڑا بادشاہ | جہانگیر عالم اتھا شہنشاہ
سچے مہربان عدل او شہریار | نیکو ناؤں اس کا سو بالا کنوار
وزیراں کتیک خوب حسن و کمال | ملیکان ہزاراں سو ہا مجلے محال
اوسی کے ولایت بہوت شہر تھے | سبے خلق وان کے دنیادار تھے
تھا اس بادشاہ میں کوال ایک | اسم اسکا لواک اتھا ناؤں نیک

اگر سورا آسمان تے آئیگا | اگر چاند آ مجھ کوں آزمائیگا
اگر کوئی ملک ہوئی تو صاحب جمال | اگر کوئی مقبول ہی جگ او جمال
تو لوک تے اپلا رہی سب تمام | او سرتاج میرا مجی اس سوں کام
دیکھا تے مجی سو کناں کا او سنک | تیری کام سوں سب جاوی ناؤں ننگ

اگر آوی چاند اگروں پیلا دم | مبارک میری پیو کون لاکہات حرم

مجی مان بغیر دودھ دسرا حرام | پیٹے اچھتے ہو کر حرامیا نکی کام

کہ ماں باپ پر فرض ہی چار بات | جو فرزند کے حق میں کرنا جہات

اول نیک کا دودھا اسکون پلائے | دوجا ایک اشراف کے نیک لائے

وہے تیسرا اسکا ناؤں حق کے بات | وہے چوتہا اچانا ادب چال سات

خاتمہ :-

کیا نظم قصہ کا نا بات کھول | دیکھیں چوک یاران تو راکہو نہ بول

منتخب نیک نام

اس مثنوی کا بھی ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۵۴) ورق (۷۶) سائز ۸ × ۶ سطر (۱۱) نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت :۔

"پیغمبروں اولیا اللہ کے حالات و اقوال دکھنی زبان میں منظوم کئے گئے ہیں۔ مصنف عزیز ہے۔ یہ مثنوی فارسی کا ترجمہ ہے جو شیخ فریدالدین عطار کی تصنیف سے کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام ورق ۷۳ پر دیا گیا ہے

ختم پایا فضل سوں تیرے تمام
نام اس کا منتخب ہے نیک نام

تاریخ تصنیف بھی نظم کی گئی ہے جو سنہ ۱۲ھ ہے۔

برس بارہ سو اٹھے ہجری تمام — ختم پایا منتخب اے نیک نام

ایک دوسرے ہاتھ سے کتاب کے متعلق یہ نوٹ درج ہے "منطق الطیر شیخ فریدالدین عطار"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے صفحہ اول پر درج ہے۔

"منطق الطیر در زبان ہندی دکھنی بطرز شیخ فریدالدین عطار"

دور آصفیہ میں ایک مشہور شاعر شاہ عزیز اللہ عزیز دکن میں گزرے ہیں جن کا ذکر اکثر تذکروں میں موجود ہے یہ مثنوی اس مشہور و معروف عزیز کی نہیں ہے بلکہ کسی اور عزیز کی مصنفہ ہے۔ جن کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت پھر سبب تالیف کتاب اس کے بعد اصل

مثنوی شروع ہوئی ہے۔ بعض عنوان حسب ذیل ہیں۔
(۱) حکایت معجزہ پیغمبر علیہ السلام (۲) حکایت یونس علیہ السلام (۳) حکایت عزیز علیہ السلام
(۴) حکایت رسول اللہ علیہ السلام (۵) حکایت عتیق ؑ (۶) حکایت سلیمان ؑ (۷) حکایت دیوانہ

شیخ فرید الدین عطار کے چھ مثنویوں سے (یعنی منطق الطیر، الٰہی نامہ، مصیبت نامہ، خسرو گل، اسرار نامہ، مختار نامہ) کسی کے ساتھ نہیں۔ بلتی تعجب ہے ابتدا میں منطق الطیر کا ترجمہ کیوں لکھا گیا ہے۔ وجدی کی پنچھی باچہ جس کا قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے۔ وہ دراصل منطق الطیر کا ترجمہ ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:-

ابتداء کلام

اے خداوند کریم بے نیاز | اے شہنشاہ بادشاہ سرفراز
اے حکیم صانع ہر دو جہان | اے خداوند کریم مہربان

حکایت معجزہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم گوید۔

کیا سخن فرمای مولانای روم | معرفت کہ روز کا سب سے ہجوم
لیکن یاران سرور سالار دین | تا کہان مسجد میں بیٹھے تھے وہین
آنسون سایل سب ہوی اہل عرب | دلمین ساری کفر دہر کہ چپے ادب
ایک پتھر خوشنما سفید رنگ | ہے ہماری نظر میانی چپے در تنگ
آدمیں جہتر سوں کر چھوڑی ایک شجر | آو بش تجرکوں ہو وہی تس ڈالے مکر

حکایت عزیر پیغمبر علیہ السلام

مست مانند فیل کہ عالم سکل | شام میں تھے قوم اسرایل کل
سرکش و مغرور تھے آو نابکار | ظلم کا پیشہ تہا ان کا رو بار
آکو مارہ انکو سب بختنصر | شام کہ کل ملک کون ویرا انکر

سکے ہزاران لیکھا انجیل خوان | بند میں اپنے پکڑکہ کیسے وہان

حکایت عائشہ رضؓ

عایشہ عصمت پناہ صاحب وقر | جس سون پایا دو سرا عفت تکو
کافران آنپر سکئے بہتان سب | دین کی اعدا نی مل یکبار تب
حق کیا ایت کتیں ستیر نندول | عایشہ کے شان میں مانند پہول
سروری کونین کہ دلمیں سبزان | اس خدا کا تہا کہے بے شک گمان
تام مدے ستار جس کا بے مثال | آنکہ کرتا پردہا پوشے بہی اپتال

حکایت معرفت حق گوید۔

معرفت کہ راز کون او کرد کار | جب کہ دیتا تہی بندہ کون کرکی بیار
معرفت کے بہی موافق ذو الکرم | سو نہ پاتا ہی او سب وہردم رنج و غم
بل سین آوسس عرفان کے لیا تمام | رنج کتیں سہہ لوا سینے لا کلام
درد و غم سین شاد ہوتون روز و شب | معرفت کے سینہ میں ڈوب مانند لب

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

قصہ بی بی مریم

اس مثنوی کے دو نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا انڈیا آفس میں ہے۔

میوزیم نمبر (۲۷۱۷ / اور ینٹیل) ورق (۶۷) سائز ۸ × ۵ سطر (۹) خط نستعلیق

انڈیا آفس نمبر (۳۷ / I) ورق (۳۸) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۷) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"بی بی مریم کا قصہ دکھنی نظم میں مصنف کا نام نامعلوم۔ لڑکے کے تولد ہونے کا بیان قرآن سے اخذ کیا گیا ہے۔ آخر پر علیسویت کا ذکر ہے۔ یہ نسخہ مکمل نہیں ہے۔ باب ششم سے شروع ہوتا ہے۔ ایک اور نسخہ ہندوستانی نظم میں علی بخش[1] جن کو سید برکت علی بھی کہا جاتا ہے سنہ ۱۲۹۰ھ میں مرتب کیا تھا۔ یہ بمبئی میں ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں طبع ہوا ہے۔ ایک اور دکھنی نظم اسی مضمون میں غلام احمد نے مدراس سے سنہ ۱۸۷۰ء میں شائع کی ہے۔ گارسی ڈی ٹاسی کی فہرست میں بھی یہ شامل ہے۔"

---

[1] یہ نسخہ یعنی علی بخش کا مصنفہ میرے پاس موجود ہے مگر یہ بمبئی کا طبع شدہ نہیں بلکہ مدراس کا طبع شدہ ہے جو سنہ ۱۲۱۹ھ میں مطبع نظامی میں طبع ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے یہ قصہ اولاً دکھنی نثر میں تھا۔ سنہ ۱۲۹۰ھ میں علی بخش نے اس کو منظوم کیا ہے۔

اس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۵۷۵)

یہ نسخہ ۱۲۸۷ھ م (اکتوبر ۱۸۷۰ء) کا لکھا ہوا ہے اس سے واضح ہوسکتا ہے اس کی تصنیف ۱۲۸۷ھ سے ماقبل ہوئی ہے افسوس ہے باوجود تلاش مصنف کا نام معلوم نہ ہوسکا۔

ابتدا:—

ششم باب میں کہوں با صفات | ہے عیسیٰ کے اس میں کتنک معجزات

چھٹے باب میں ذکر عیسیٰ کا ہے | کتنک معجزات میں حکایت یو ہے

نمونہ ششم باب:—

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۷۴ ملاحظہ ہو)

ابتدا:—

شروع حمد خلاق عز و جل | چلوں حمد میں اسکے میں سر کے بل

بجز اس کے کوئی نہیں کردگار | وہی سارے عالم کا پروردگار

سنہ تصنیف نام مولف وغیرہ:—

یہ مریم کا قصہ لکھا میں غریب | ز نصر من اللہ فتح قریب

قلم اب اٹھا اے علی بخش تو | بہت لکھ چکا ہاتھ کو روک تو

. . . .

یہ قصہ تھا سابق میں دکھنی زبان | ہوں میں نے کیا اوسکو اردو زبان

یہ پورا کیا میں نے قصہ وہاں | جو مشہور کلیانی قصہ جہاں

مہینا تھا شوال کا خوش بحال | تھا سن بارہ سو اور نو کا سال

چھٹے باب میں ذکر عیسی کا ہے — کتیک معجز تمیں حکایت بو ہے
او پیدا ہوے کیون کرو اب بیان — بو تفسیر قران سو سب عیان
کتا ہون میں مریم کی پیدائش اول — کرون ذکر عیسی کا پچھی نقل
دیکھو ان جنو کی ہے مریم شجات — او بی بیان میں بی بی اسے پاکذات

تپ محرقہ سخت تہا در بدن — عناصر لگائی نفاقی انجمن
سو مریم ادا تب کئے با نیاز — عصر اور مغرب عشا کی نماز
خدا سون لگائی اتہی قال و قیل — سو ایسی میں پونچے ہیں وان عزرائیل
لباس عرب لیکو آئی تہی او — فرشتیان کا لشکر لے دہالی تہی او
کہے روبرو آکو مریم کو دیکھ — ای عیسی کے مادر سلام علیک
ای مریم نماز اتمیں قائم ہے تون — عبادت میں حق سات شامل ہے تون
سنی جب ملک موت سون یہ کلام — دیئے جواب مریم علیک السلام

سبو نی کرا سو صاحب بیمار — نکالی ہیں مریم کون تب گہر کی بہار
چلی لیکو مریم کون جنگل کی دہر — دسیں سب ہیں مریم مسافر اسیر
پدر ہور مادر قبیلہ تمام — سکی بہائی بہایان جتے تہا حق عام
رضامند ہوکر چلی چہورنی — و لیکن کلیجی لگی تو رنے
کھے ماتکون مریم نی اسے مہربان — میں فاسق نہیں ہون رکہو درامان

اسلام عمر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۲۲۳/۴) ورق (۷) سائز ۸ ۱/۴ × ۶ سطر (۱۴) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"یہ ایک مثنوی ہے جس میں آنحضرتؐ کی سوانح کے متعلق عمرؓ ابن خطاب کا بیان ابو جہل کا بہکانا اور عمرؓ کا مذہب اسلام میں تبدیل ہوتا مذکور ہے مصنف کینہ"

یورپ کے کسی دوسرے کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

تاریخ تصنیف وغیرہ کی صراحت نہیں ہوتی اور نہ مصنف کے متعلق کچھہ حالات واضح ہوتے ہیں۔

اس مثنوی میں اول حمد و نعت کے بعد آنحضرت کی رسالت کا بیان ہوا ہے اس کے بعد حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی صراحت ہوئی ہے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے :-

ابتدا

سعادت ابد کے کون ہوتا اگر | سنے وصف اونت نہ خیر البشر
صفت اوسنے مصطفیٰ کا سدا | کرے اسم پر انکے نت جیو فدا
کرے ناؤں پر اس ہزاران نثار | فدا مال ہور ملک گھر ہور دار

یو چالیس برس کی ہوے شاہ جب | حکم ہوا نبی کا آیا ادر تب
سو اس وقت میں کفر تھا بہوت دان | نہ یو خوش لگے مصطفیٰ کوں تدان

نکل کر بہی جاویں و یک غار میں | اچہن جم وہان کفر کے غار میں

عمر سنکہ قران ہشیار ہو | لگیا خوش بہے تو وہی مار و
ہوا صاف دل کفر کا میل جا | سو ہر یک آیت پہ او ذوق پا
ہوا وین کا پیار دل میں کمال | ہدایت دیا دین کا ذوالجلال
لگیا شوق پر شوق ہونے زیاد | سو ایمان لیا نیکوں ہو دل سون شاد

خاتمہ :-

لگے امر معروف کر نیکوں تب | جگر کافراں کے ہوتے غم سون سب
محمد پہ ہوتا ہزاران سلام | شفاعت منجے کرا ے خیر الانام
مکینہ یو فتاحی تیرا غلام | علیک الصلوٰۃ علیک السلام

انوار سہیلی

اس کے چھ نسخے یورپ میں ہیں۔ مگر نہ تو مترجم کا نام معلوم ہوتا ہے اور نہ سنہ ترجمہ کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) بلوم ہارٹ نمبر (۸۶) ورق (۳۴۶) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۱/۲ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۲) نمبر (۸۷) ورق (۲۱۹) سائز ۱۱ × ۷ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

یہ صدر الذکر کتاب کا دوسرا نسخہ ہے۔ دیباچہ نہیں ہے اور ناقص الآخر بھی ہے۔

(۳) نمبر (۸۸) ورق (۲۵۴) سائز ۱۱ × ۷ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

یہ بھی اس کا دوسرا نسخہ ہے خط بہت اچھا ہے۔ ناقص الاول ہے۔

(۴) نمبر (۸۹) ورق (۱۰۲) سائز ۹ ۱/۲ × ۵ ۳/۴ سطر ۱۱ تا ۱۳ ۔ خط نستعلیق

یہ بھی اسی کا نسخہ ہے ناقص آلاخر ہے۔

(۵) نمبر (۹۰) ورق (۱۵۰) سائز ۱۱ ۱/۲ × ۶ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق۔

یہ بھی اسی کا نسخہ ہے مکمل نہیں بلکہ صرف باب اول اور دوم کا ترجمہ ہے۔
یہ ترجمہ کسی انگریز کے لئے ہوا ہے ابتدائی دس ورق تک حاشیہ میں انگریزی ترجمہ بھی درج ہے۔

(۶) نمبر (۹۱) ورق (۸) سائز ۱۰ ۱/۴ × ۷ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

یہ بھی ایک اس کا ایک ناقص نسخہ ہے جو صرف ابتدائی باب کے چند اوراق کا ترجمہ ہوا ہے۔

کیٹلاگ کا خلاصہ :-

انوار سہیلی کا دکھنی ترجمہ جو فارسی کتاب مصنفہ ملا حسین بن علی سے

کیا گیا ہے۔ ایک اور دکہنی ترجمہ منشی محمد ابراہیم بن ملک حسن خاں نے ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۲ء میں مرتب اور ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۲ء میں مدراس سے شائع کیا ہے۔

نمونۂ عبارت حسب ذیل ہے۔

"خلیفہ ابوجعفر منصور محمد کا بیٹا علی کا پوتا عبداللہ کا پڑپوتا حضرت عباس کہ اولادون سی سروار سے کہ تخت پر بیٹھا اور کلیلہ دمنہ کتاب کی تعریف سنا بہت آرزو و خواہش سون اس کتاب کو پیدا کر کہ امام ابوالحسن مقفع کہ بیٹا کو دیا امام ابوالحسن اُس عصر کہ فاضلون کا سردار تہا اُن نی اِس کتاب کو پہلوی زبان سون تازی زبان سون نقل کیا۔

ابوجعفر منصور ہمیشہ اُس کتاب کو مطالعہ کہ بیچ رکہکہ اسکی نصیحت و حکمت کہ مطابق عمل کرتا تہا"

"سلطان حسین بادشاہ کہ عہد مُون شیخ احمد نام ایک امیر اسکا سہیلی رہ آور وہ امیر سارا امیرون کا سردار و بڑا دیانت دار تہا ہمت و فضلت کا رکہن والا خیر و خیرات کا کرن والا .... خلق اللہ کہ فایدہ کہ واسط مجہہ غریب کو اسوجہ فرمایا کہ ای محمد حسب ملا محمد علی واعظ کہ فرزند تم اِس کتاب کو پارسی زبان مُون کہو اور اس باغ کہ درمیان اسوجہ معنی کا درخت اگا دو"

"گذشتہ دنون کہ بیچ آور گذرا برسون کہ بیچ چین شہر کہ درمیان ہما یون فال نام پادشاہ ایک تہا کیسا بادشاہ کہ اسکہ دولت و لشکر کا آوازہ ملک بملک پہونچا اور اسکی پادشاہی و بزرگی کا ذکر آفتاب کہ مانند شہر بشہر مشہور ہوا تہا۔ بڑ بڑ بادشاہ سب اسکی فرمان برداری کا حلقہ جیو کہ کانون مُون پہرہ تہہ۔ آور مرتبہ کہ رکہن وال سردار لوک اسکہ حکم برداری کا زین اپنی پشت دل کہ مونڈہ پر دہر تہہ وہ پادشاہ فریدون کہ مانند دبدبہ آور جمشید روس مرتبہ سکندر

وجہ قدرت و دارا کہ طرح لشکر یہ کہتا تھا۔ اور جیسا کہ خوبصورت معشوقون کہ رخسار پر آگ پانی ایک ساتھہ رہتا ہی اسیوجہ اُس پادشاہ کہ عدل سون آگ و پانی ایکجگہ جمع ہوا تھا۔"

ایک دکھنی انوار سہیلی کا ذکر ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں کیا ہے جس کے مولف میاں محمد ابراہیم بیجاپوری ہیں۔ جو ۱۸۲۴ء میں طبع ہوئی ہے۔ اسی کا ذکر بلوم ہارٹ نے بھی کیا ہے۔

عبارت کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونو ایک شخص کے ترجمہ نہیں ہیں بلکہ دو علیحدہ شخصوں کے ترجمے ہیں۔ طرز عبارت سے قیاس ہوتا ہے ان میں میاں محمد ابراہیم کا ترجمہ قدیم ہے۔

دوازدہ مجلس

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔
نمبر (۵۴) ورق (۴۴) سائز ۹ ۱/۴ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔
مصنف کیٹلاگ کی صراحت حسب ذیل ہے :—

"مختصر واقعات حضرت محمد فاطمہ، علی اور شہادت کربلا کے حالات
مثنوی بارہ مجلس میں بیان کی گئی ہے۔ نثر میں بیان ہوا ہے اور ہر
مجلس کے آخر ایک مرثیہ ہے، بارہ مجلسوں کا بیان حسب ذیل ہے :۔
(۱) وفات آنحضرت (۲) وفات بی بی فاطمہ (۳) شہادت حضرت
علی (۴) امام حسین کے حالات (۵) مسلم بن عقیل کی شہادت۔
(۶) شہادت فرزندان مسلم (۷) شہادت حر (۸) شہادت قاسم
(۹) شہادت عباس (۱۰) شہادت علی اکبر (۱۱) علی اصغر
(۱۲) شہادت امام حسین"

سنہ تصنیف ظاہر نہیں ہوتا مصنف "عطا" ہے۔ مثنوی میں دیباچہ وغیرہ کچھ نہیں ہے۔
برٹش میوزیم میں دہ مجلس نام ایک فارسی کتاب موجود ہے اگرچہ بیان مندرجہ ابواب
ایک ہی ہیں مگر عبارت سے مقابلہ کیا گیا تو دونوں نہیں ملتے۔

"عطا" کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

مجلس نہم دربیان شہادت حضرت عباس علی علیہ السلام

راویان اخبار مصیبت و ناقلان آثار محبت اس طرح سے روایت کرتے ہیں کہ جناب
عباس علیہ السلام کہ ساتھ حسن اور جمال اور صورت کی اور شجاعت اور قوت اور بلندی قد میں

اپنے وقت کے لوگوں سے ممتاز تھے جب کہ حضرت گھوڑے پر سوار ہوتے تھے پاؤں حضرت کے زمین پر لٹکتے تھے .... اور لڑائی کرتے ہوئے کافروں سے متوجہ خیمہ کے ہوئے ظالموں نے سر راہ اون کی پکڑی اور گرداگرد احاطہ کیا حضرت عباس علی علیہ السلام اُن سے لڑتے تھے کہ ناگاہ ایک ملعون پیچھے آیا اور ضربت شمشیر اوس بزرگوار پر ماری دست راست جدا ہو گیا پھر حضرت نے مشک کو دوسری کاندھے پر رکھا اور جہاد کرتی تھی"

ایک نوحہ کا نمونہ درج ہے۔

نوحہ:-

قاسم کی ماکہتی ہے کہ قاسم کدہر گیا	ہی ہی بنا بنی یہ نیا داغ دہر گیا
کربل میں میں نین اسلئی شادی رچائی تھی	جو سر کٹا کی اپنا وہ جیسے گذر گیا
افسوس آج بیاہ کدن مرگیا وہ شاہ	ہی ہی بنا بنی یہ نیا داغ دہر گیا
پر پھر تھا سہرا ہات میں ککنا بندھا ہوا	اسطرح اپنی باباکنی دیکی سر گیا
بیٹھی دولہن ہی رو رو کے باچشم خونچکان	کہتی ہی کیا غضب کہ میرا دولہا مر گیا
شادی رچاکی رنہیں کیا دیر ہو سکتے	قاسم سہرا ایدہر کو نہ جیسی ادہر گیا
قاسم کا آج پڑ گیا ماتم جہان میں	خاموش اے عطا کہ وہ نوشاہ مر گیا

رباعی۔ (ہر نوحہ کے بعد درج ہوئی ہے)

ای مومنو ماتم ہی یہ عباس علی کا	ہر شانہ جدا ہو گیا جس حقکی ولی کا
ٹکڑی ہوا دریا رہی پیاسی سکینہ	افسوس ٹھکانا رہا سبط نبی کا

نافرمان عورت

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے:۔

نمبر (۴۳/۸) ورق (۶) سائز (۸ ½ × ۵ ½) سطر (۸) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت:۔

۱ ”ایک دکھنی نظم جس میں ایک شادی شدہ عورت کی نافرمانی درج

۱ ہے ۔ مصنف مخدوم“

۔ سنہ تصنیف غیر ظاہر ۔ مصنف کے حالات پردۂ تاریکی میں ہیں۔

اس مثنوی میں بتایا گیا ہے کہ ایک عورت شوہر کی اطاعت نہیں کرتی تھی اس کا شوہر صاحب دل تھا اس نے عورت کے حق میں بد دعا کی جس کے باعث وہ درد شکم میں مبتلا ہوگئی۔ آخر شوہر سے معافی طلب کی اور بیماری سے اچھی ہوئی۔

کلام کا نمونہ:۔

ابتدا:۔

سکھی تجھے نیند آتی ہے کیوں	پیاں تجھے سیج بھاتی ہے کیوں
پیاریاں پیا کوں سو راضی رکھو	اپس پیو کی ارواح تازی رکھو

اتھا ایک درویش نہ تھا وہاں مال	اتھی نار اوس کوں بری کم خیال
نہ خاطر میں لیاوے مرد کوں ذرا	کہی کچھ تو دیوے جواب اوسکوں پھرا
مرد کوں لگی بولنے اسس وضا	منہ سے بولنا کہی اوس ادا ہور ترا

مرد بہوت غصّے سوں ہوا جل کباب | کیا بد دعا اون خدا کن شتاب
الٰہی یو ظالم ہے ظلمت کے نار | ایسے وقت از غیب واتری قہار
مرد کا مناجات کیا حق قبول | عورت کے شکم میں اوٹہا درد سول

کہا پند مخدوم زبان کہول صاف | ہر یک کوئی سنے پر گنہ ہوے معاف
ہر یک ٹہار بولو یو پورا کلام | محمد نبی پہ درود و سلام

قصہ معجزہ بی بی فاطمہ (؟)

اس مثنوی کے دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔

نمبر (۳۴/۹) ورق (۱۲) سائز ۸ ۱/۲ × ۵ ۱/۲ سطر غیر معین (۱۰ تا ۱۷) خط نستعلیق

نمبر (۳۲۳/۱) ورق (۱۶) سائز ۸ ۳/۴ × ۵ ۱/۲ سطر (۱۵) خط نسخ و نستعلیق تاریخ کتابت نہیں ہے۔

کیٹلاگ کی صراحت :-

"آنحضرت کی دختر بی بی فاطمہ کے متعلق ایک قصہ مصنفہ نامعلوم ۔"

اس مثنوی کا سنہ تصنیف نامعلوم ہے۔ مصنف غالباً شرف ہے کیونکہ بعض اشعار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً

ہمکوں شرف اسکے آتی سوں ہے | جتے لک بزرگی کا یوں ناؤں ہے

خبردار ہو لیا سخن با شرف | روانہ ہوے فاطمہ اس طرف

مثنوی میں حسب قاعدہ اول حمد و نعت ہے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ایک مرتبہ کفار قریش نے آنحضرت سے استدعا کی کہ ان کے یہاں شادی کی تقریب ہے۔ اگرچہ مذہب اسلام کی وجہ سے مخالفت ہے مگر شادی بیاہ ایک علیحدہ شے ہے اور آپ کو خاندان میں فضیلت حاصل ہے اس لئے اگر آپ کی جانب سے حضرت فاطمہ شریک شادی ہوں تو مناسب ہے۔ آنحضرت نے ان کی استدعا کو قبول فرمایا۔ مگر بی بی فاطمہ کو تامل ہوا اور قریش کے حقارت سے دیکھنے اور ذلیل کرنے کا خوف

دامنگیر ہوا۔ اس عرصہ میں جبرئیل وحی لائے اور حکم سنایا کہ خدا کی مرضی ہے فاطمہ ضرور شریک ہوں۔ بی بی فاطمہ اپنے پھٹے پرانے کپڑوں سے شادی میں شریک ہوئے مگر آپ کے پیوند لگے ہوئے کپڑے کفار کی نظروں میں زرین اور زرتارین گئے اور چکا چوند پیدا کر دیا۔ اس کو دیکھ کر کچھ تو آنحضرت کا سحر خیال کر کے علیحدہ ہو گئے مگر ایک بڑی جماعت اسلام سے مشرف ہوئی۔

اگرچہ تاریخی حیثیت سے اس واقعہ کی صحت نہیں ہو سکتی مگر یہاں تو صرف ادبی حیثیت پیش نظر ہے۔ نمونہ کلام۔

ابتداء:-

دیگر یک حکایت سنو دلفریب | جتے مومناں کے دلاں کا ہے زیب
سنو فاطمہ کی کرامات کون | فقیر کی مصیبت کی اصفات کون

نہ لازم ہے یوں تمکوں ای نیک نام | کریں قطع رشتہ رحم کا تمام
ہماری قبیلہ میں شادی ہے آج | فلانے کی گھر ہے عروسی کا کاج
فلانا جو تیرے قرابت میں ہے | قرابت قریبہ شرافت میں ہے
وہی اسکی بیٹی فلا نیکتین | ہمن ای تجکون بلا نیکتین
کرو تم کرم اے شہہ پاکذات | تمارے سکیکے ہے چلو یکی رات

کہے فاطمہ نے اے خیر البشر | ای سلطان عالم شفیع الحشر
نہیں ہیں تمارا حکم رد کری | تمارا حکم سر انکیاں پہ دہری
تمہارا حکم رد کر دوں کیا مجال | ولی دلمیں گذریا اتہا یو خیال

کرامت سمجکر او ایمان لیا ہی | سبب فاطمہ کے ہدایت کوں پائی
اپس سات لے فاطمان کو سب | خوشحالی سوں آتی ہیں خدمت میں اب

قصہ ابراہیم ادہم بلخ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۴۷) ورق (۲۴) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۴) خط نستعلیق تاریخ کتابت جمادی الآخر
بمقام کولار۔ کاتب شیخ اسمٰعیل ولد شیخ محمد۔

کیٹلاگ کی صراحت صرف اس قدر ہے

"ابراہیم ادہم کے حالات دکھنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں"

کسی اور کیٹلاگ میں یہ مثنوی شریک نہیں ہے۔

اس مثنوی کا مصنف کوئی شاعر محی الدین ہے جس کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔
حسب ذیل اشعار سے محی الدین کے مصنف ہونے کا ثبوت ملسکتا ہے۔

حکایت محی الدین کر مختصر | اوب سات یاران سنو کان دہر
(ص ۶۸ ب)

کہ عرفان کون تون اپس سات کر | اپنا توں محی الدین مناجات کر
(ص ۸۷ ب)

مثنوی کا نام اور اس کے دکھنی ہونے کا ذکر مصنف کے الفاظ میں سنو:—

خدایون سنوانے ہر یک کس کا کام | ہوا نظم دکھنی یو نمت تمام

.. ..

کہا نظم دکھنی سون قصہ ہوا | محی الدین پر لیا ئے منجہ مدعا
براہم کا قصہ ہوا سب تمام | درود بر نبی علیہ السلام

مثنوی میں حسبِ قاعدہ پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر چاروں خلفاء کی منقبت اس کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح پھر اپنے مرشد ظہیرالدین اولیا کی تعریف کی گئی ہے۔

اس مثنوی میں ابراہیم ادہم کے پورے حالات نہیں ہیں بلکہ ان کی زندگی کے بعض حالات حکایتوں کے عنوان سے بیان کیے گئے ہیں زیادہ تر توکل، ترک دنیا کے متعلق حکایات ہیں۔ کئی حکایات بالکل جھوٹی ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے مثلاً یہ کہ ابراہیم بارہ سال تک حسن بصری کے پاس جنگل سے لکڑیاں لاتے رہے اس کے بعد حسن بصری خلافت دی حالانکہ ابراہیم ادہم کو حسن بصری سے نہیں بلکہ فضل بن عیاض سے خلافت ملی تھی۔

قصہ کی ابتدا اس بیان سے ہوتی ہے کہ ابراہیم بلخ کے بادشاہ تھے اور نہایت خوبصورت اور نازک اندام۔ ان کا بستر خاص طور سے صاف اور آراستہ کیا جاتا کیونکہ ایک پھول بھی نیچے آجائے تو ان کو نیند نہیں آتی تھی ایک دن ایک لونڈی اس پر لیٹی اور لیٹتے ہی سوگئی۔ جب ابراہیم آئے تو وہ خوف سے کانپنے لگی۔ اور پھر اول تو ہنسنے لگی اور پھر رونے لگی۔ ابراہیم نے وجہ دریافت کی اس نے بیان کیا میں ایک لمحہ سوئی تو اس کی کیا سزا ہوگی اور روئی اس لئے کہ جو روز سویا کرتا ہے اس کو کیا سزا ہوسکتی ہے۔ ابراہیم کو یہ سن کر خدا کا خوف دامنگیر ہوا اور دل سے شرمندہ ہوگئے

اس کے بعد چند اور حکایات ہیں آخر پر حسن بصری والا قصہ ہے۔ قصہ کے ختم پر دس شعر میں مناجات بھی ہے اور اس پر مثنوی ختم ہوئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد

ثنا اول کرہ توں اول سو کرتار ک	یو دو جگ کوں پیدا کرنہار ک
الٰہی توں قادر ہے رب الرحیم	توں صاحب ہے ستار ای ذوالکریم

جہان تو صاحب ہے پروردگار   توں حیّ قیّوم ہے برقرار

نعت :-

سنو میم کے اب روایت بتول   سو او میم نور ہی محمد رسول
شرف میم کوں توں تیا کچھ دیا   سو او میم ظاہر محمد کیا

مرشد کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

کہ ھادی ہے اسکوں میرا امیں   میرا پیر حضرت اہے ظہیر الدین
توں ہے شاہ دو جگ زمیں و زمان   تہیں دینہارا ہے اسجان دان
وسیلا ہے تیرا محمد رسول   علی کے چمن کا ہے توں خاص پہول

قصہ کی ابتدا:-

حکایت محبان سنو سربسر   بزرگان کی یو بات ہے مختصر
بڑا ہم شاہ کرا تہا اون کا ناؤں   بلخ شہر اونکا سو تہا تخت ٹہاؤں
اتہا بادشاہ تخت ور نیک نام   اوس حق میں دعا تت منگے خاص عام

ہنسی ہیں سو اسواسطے بادشاہ   کہ لمحہ سو نے سو یوا سکا سرا
کہ روتے ہوں سن بادشاہ نیکنام   رین دن سوتا ہے سو اسکا کیا حال
سنے سو شہنشہ تعجب ہوی   سب چہوڑ وکگر حکم اوسکوں کیتے
سو کہا خوف تن میں کہو کردگار   گنہ کار ہوں میں سو توں شرمسار

حکایت عزیزان یو دیکھ سنو | الہی کام تو مجکون بخشو کنو
سو یک دن براہیم مسافر ہو کر | چلے دلمین اللہ چہ کا دہیان دہر
سو سد ید سنے سب اپس تن کے یون | نہ کہاان نہ پانے ہنرھو جیو جیون
ولے اوسکے بلکے سو ہمت کپر | چلے یون توکل کے ہواسے پو چپر

خاتمہ کتاب :-

کہ بتیان سو ہی پانچہ سو بیس اوپر | محبان پر واسکون دلشاد کر
یو قصہ ہوا سب یو تمت تمام | محبان کہو سن فاتحہ مدام

سلسلہ خلافت

اسی نمبر یعنی (۴۷) میں ایک نا تمام مثنوی جس کے (۳۷) شعر ہیں اس میں خاندان چشتیہ وغیرہ کے افراد کے نام ہیں۔ چونکہ مثنوی نامکمل ہے اس لئے آخری شخص کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے ابراہیم ادہم والی مثنوی کا مصنف ہی اس کا بھی مصنف ہو۔ کیٹلاگ میں اس کی کچھ صراحت نہیں ہے۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے :-

کہتا ہوں میں تجہ کون بیانس جیو باتون کا ندھر | ہر چار پیران چارده سب خانو دیان کا ذکر
حضرت رسول اللہ سے خرقہ خلافت کا ہوا | چار و صحابان پر ہوا لیکن علی سون نشر

آخری۔

شیخ وجیہ الدین کہے تہے شیخ ضیاء الدین مرید | یو نجیب سہروردی تہا لقب جا نو مزید
سہروردیان میں تہے خلیفے شیخ نجم الدین کبیر | تہا او سہروردی (؟) اسمیں اکابر تہے (؟)

وفات نامہ پیغمبر ؟

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۱۶۵) ورق (۱۳) سائز ۷ ۳/۴ × ۴ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

کیٹلاگ میں کوئی صراحت بجز اس کے نہیں کہ یہ مثنوی آنحضرت کے وفات کے متعلق ہے اور اس کا مصنف میر ہے۔ اور خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"تمت تمام شد کار من نظام شد ایں وفات نامہ پیغمبر علیہ السلام بر زبان دکھنی نوشتہ شد"

تاریخ تصنیف درج ہے اور نہ مصنف کے متعلق کوئی معلومات ہیں۔

اس مثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے آنحضرت کے وفات کے حالات درج ہیں مگر اس میں بہت کچھ صدق و کذب کو داخل کیا گیا ہے مثلاً عکاشہ والا قصہ اور حضرت علی کے متعلق وصیت کرنا۔

کلام کا نمونہ :—

یو دنیا تو فانی عجب باغ ہے | کہ جس تھے سدا دل اوپر داغ ہے
یو دنیا ہی یاران عجب بے وفا | کہ اسکوں گئے چھوڑ کر مصطفیٰ
یو دنیا نہیں نا کوئی اقامت کری | نہ یو عمر کسکوں نہایت کری
اگرچہ اچھی عمر برسان ہزار | ولی پھر کہ جانا اسو ہی ایکبار

اگرچہ پیوے کوئی آب حیات | ولی تجھ مرگ تھی نیں نجات

غرض عمر کی تیں قوت بین نیا | کہ ہی کل شئی ہالک آخر فنا

کہوں داستان میں وفات رسول | چو شکر کرین رات دن سب قبول

چو تاریخ فرخندہ فال تہا | سو ہجرت تہی تب اودہر سال تہا

تب اس سال حضرت شفیع مطاع | کئی روز عرفی کون حجی وداع

اوسی سال میں دین کا شمل ہوا | کہ الیوم اکملت نازل ہوا

اس آیت کہ تیں سنک اصحاب سب | ہوئی غم تی بیہوش بی تاب سب

کیا میر لویدح اسدہات سون | رکہا ختم آخر سو صلواۃ سون

کیا میں ثنا و صفات رسول

سو کر ختم آخر وفات رسول

قصہ گل ہرمز

اس قصہ کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۳) ورق (۱۱۸) سائز ۸ ۱/۲ × ۶ ۱/۲ سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔ کیٹلاگ میں صرف اس قدر وضاحت ہے کہ یہ ایک قصہ فارسی سے دکھنی نثر میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ مصنف کے نام اور سنہ تصنیف وغیرہ کے متعلق کوئی وضاحت نہ تو کیٹلاگ میں ہے اور نہ مخطوطہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ کسی دوسری کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

روم کے ایک بادشاہ کو اولاد نہیں تھی وہ متفکر رہا کرتا آخر ارکان دولت سے مشورہ کیا انہوں نے ایک روشن دل فقیر کا پتہ دیا۔ بادشاہ فقیر سے رجوع ہوا۔ فقیر نے کہا جمعرات کی رات کو دعا پڑھ کر سو جائے خواب میں شہدا کا دیدار ہوگا ان سے اپنی استدعا کرے۔ غرضکہ بادشاہ اسی ہدایت پر عمل کیا۔ ملکہ کو خواہش تھی کہ لڑکا اس کے بطن سے ہو مگر جب حمل کے آثار نہ دیکھے تو دوسرے حرموں کا حال معلوم کیا اطلاع ہوئی ایک حرم حاملہ ہے ملکہ دائی کے ذریعہ کوشش کی اس کا حمل ساقط ہو جائے۔ مگر دائی نے حرم پر رحم کر کے اس کو اس کی اطلاع کر دی۔ مدت معینہ گزرنے پر لڑکا تولد ہوا۔ ملکہ کے خوف سے اس لڑکے کو دائی کے ذریعہ دوسرے ملک کو روانہ کر دیا گیا اور نشانی کے لئے ایک انگشتری ساتھ کر دی۔ راستہ میں قافلہ پر چور آپڑے اور تمام مال و دولت لوٹ لیا۔ دائی بچے کو لیکر ملک خوارزم کو پہونچی اور بھوک سے بے طاقت ہو کر ایک شخص بہمن نام کے دروازہ پر گر پڑی۔ بہمن بادشاہ کا باغبان تھا وہ دائی اور بچے کو اپنے مکان میں لے گیا

ایک مہینہ کے بعد دائی مرگئی مگر مرتے وقت اس نے بہن سے گل واقعہ بیان کر دیا۔ بہن کو کوئی اولاد نہیں تھی اس نے لڑکے کا نام ہرمز رکھ کر اپنا فرزند مشہور کیا۔ اور اس کی پرورش کرنے لگا۔ جب پڑھنے کے قابل ہوا تو شہر کا کوئی مکتب اس کو پسند نہ آیا اس لئے جہاں بادشاہ کے لڑکے تعلیم پاتے تھے یہ بھی شریک ہوا بادشاہ کے لڑکے کو اس سے دوستی ہوگئی مگر وزراکے لڑکوں نے حسد کیا اور اپنے باپوں سے کہہ کر ہرمز کو مدرسہ سے نکلوا دیا۔ اس لئے ہرمز اپنے گھر ہی میں تعلیم پانے لگا۔

خوارزم کے بادشاہ کی لڑکی گل نہایت حسین وجمیل تھی اس کے حسن کا شہرہ سن کر اور اس کی تصویر دیکھ کر بادشاہ ایران غائبانہ عاشق ہوگیا۔ گل کے لئے پیغام دیا خوارزم کے بادشاہ نے اس کو اپنی عزت خیال کر کے بڑی خوشی سے منظور کیا اور شادی کے لئے ایک سال کی مہلت مانگی۔

اسی عرصہ میں گل اپنے باغ سے ہرمز کو دیکھ کر اس کی عاشق ہوگئی اور دائی کے ذریعہ ہرمز کو اپنے یہاں طلب کیا اول تو ہرمز انکار کیا مگر چند روز کے بعد ہرمز خود بھی عاشق ہوگیا اور دائی کے توسط سے ملاقات ہونے لگی۔ اس عرصہ میں ایک سال کی مدت گزر گئی اور شادی کی تیاریاں مکمل ہو چکیں مگر گل شاہ ایران کے ساتھ شادی کے لئے راضی نہ تھی آخر شاہ ایران فوج لے کر لڑنے کے لئے آیا۔ دونو فوج کا مقابلہ ہونے لگا اور شاہ ایران کو کامیابی ہونے لگی آخر ہرمز گل سے اجازت لیکر میدان جنگ میں آیا ایران کے کئی ایک پہلوانوں کو قتل کیا۔ ایران کا ایک مشہور بہادر ہزار کش نام مقابلہ کے لئے آیا اور ہرمز کے ہاتھ مارا گیا اب ہرمز بادشاہ خوارزم کے منظور نظر ہوگیا جس کے باعث وزرار خوارزم حسد کرنے لگے۔ اس عرصہ میں بادشاہ روم نے خوارزم سے چہار سالہ خراج طلب کیا مگر یہاں اس قدر رقم نہیں تھی بڑی کوشش سے دو سالہ محاصل جمع کر کے ہرمز کے ذریعہ بادشاہ روم کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ اول تو بادشاہ روم اس پر راضی نہ ہوا

مگر جب ہرمز کی صورت دیکھی تو اس کو محبت کرنے لگا اور اپنا فرزند بنا لیا۔ ہرمز کو تمام
بیگمات دیکھنے آئے ہرمز کی ماں بھی آئی اس کو دیکھ کر محبت مادری نے جوش کیا پھر
اصل حقیقت معلوم ہوئی انگشتری اور رومال طلب ہوا تصدیق ہوئی اور بڑی دھوم
دھام سے گل سے ہرمز کی شادی ہوئی۔

نمونہ عبارت حسب ذیل ہے:۔

"نقل ہے کہ ایک بادشاہ تھا روم شہر میں جہان وسکے تابع
تھا اور سب ملک کے بادشاہ وسکی تابع داری کرتے تھے اور
خزانہ بھیجتے تھے اور سب لوگ چھوٹے بڑے وسکو قیصر رومی
کہتے .... وسکو سب اسباب
خوشی کا اور دولت اور حکومت میسر تھا لاکن فرزند نہ تھا ہمیشہ
اس غم سی دلگیر رہتا اور اس درد کی دوا سب ارکان
دولت سے مانگتا۔ امیر اور وزیر لاچار ہو کی قیصر سی عرض کئے کہ ای خداوند
یہ کام آدمی کی اختیار نہیں ہی لیکن ایک بات ہمون کی دلمین آتی ہی کہ اس
شہر میں ایک بزرگ فقیر رہتی ہیں جو کوئی ونکی پاس جس مقصد کو جاتا ہی
وسکا کام حاصل ہوتا ہے"

"گل کی شادی کا میعاد کا ایک مہینہ باقی رہتی ایران کا بادشاہ
خط لکھا خوزان کی بادشاہ کو کہ اب ایک برس کی میعاد میں ایک
مہینہ باقی ھی اس وقت نیک ساعت ٹھہرا کر مجکو خبر بھیجو میں وسی
وقت پونچھوں اور شادی کا کام انجام کرون میں تمارا جواب کا انتظار
ہون" ....

قصہ ہشام و قمر

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۹۴) ورق (۳۹) سائز ۹ ۳/۴ × ۶ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت درج نہیں ہے اور نہ کاتب کا نام ہے۔

کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ :-

"شہزادہ ہشام اور ملکہ قمر کی داستان دکھنی نظم میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا مصنف میر نجیب اللہ شاہ رہتاسی ہیں جو حضرت میر شاہ سے بھی موسوم تھے۔ اس میں حضرت عمر رضہ کے زبانی ایک قصہ آنحضرت کو سنایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ مصر جاتے ہوئے راستہ میں ملک شام کے شہزادے سے کس طرح ملاقات ہوئی اور اس کی جوانمردی و بہادری اور اس کے عشق کی داستان کہی گئی ہے۔ نظم میں تاریخ تصنیف بیان نہیں ہے۔ خاتمہ فارسی کے چار شعر پہ ہوتا ہے"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی شریک نہیں ہے مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

مثنوی میں حمد و نعت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے بسم اللہ کے ساتھ اصل قصہ ہی شروع کر دیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم متفکر تھے حضرت عمر نے وجہ دریافت کی اور آنحضرت کے حسب خواہش ایک واقعہ جس کو اونہوں نے بچشم خود دیکھا تھا بیان کیا کہ ان کی اپنی

بہادری ضرب المثل تہی اور کوئی ان کا مدمقابل نہیں تہا۔ ایک مرتبہ مصر جاتے ہوئے راستہ میں ایک جوان سے مقابلہ ہوا مگر اس پر کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ جوان ہشام نام ملک شام کا شہزادہ تہا۔ عمر کو اس کی بہادری پر تعجب ہوا اور جوان سے اس کے حالات دریافت کئے اس نے اپنے حالات بیان کئے جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ وہ شہزادی قمر پر عاشق ہے اور وصال کی کوئی صورت نہیں تو ان کو اس سے ہمدردی ہوئی اور اس کے ساتھ امداد کے لیئے روانہ ہوئے یہ ایسے وقت پہونچے جب کہ قمر کی شادی ہو رہی تہی۔ جب قمر کو اس کی اطلاع ہوئی کہ ہشام آیا ہے تو اپنے والدین سے اجازت لیکر ہشام سے ملنے کے لئے باغ میں آئی اور ہشام کے ساتہہ روانہ ہوگئی جب قمر کے باپ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ ایک فوج کے ساتہہ ہشام کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ ہشام زخمی ہو کر مارا گیا۔ اس کے رنج میں قمر بہی جان دے دی۔ عمر نے ان دونوں کو دفن کیا۔ اس کے بعد آنحضرت اور عمر ان کی قبر پر گئے دونو نے اسلام قبول کیا۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

کہیں ایکدن ہیں شفیع الامم | کسی بات سیں تھے بہت پیچ غم
نظر یا نبی جبکی تہی طرف در | کہ اتنے میں از در درا ئے عمر
کیا اسلام اور کھڑے باندھا تہہ | کہا یا عمر بیٹھو میرے ساتہہ

کہا اے عمر میرا ہشام نام | میں ہوں بادشاہ زادہ ملک شام
نہ یہ شام جو ہی عرب میں بہ پا | مرا باپ تہا عجم کا بادشاہ
ملک شام کا اور تمامی عجم | میری باپ تہا اب تو ہی وہ بہم
نہ ہوتا تہا میری پدر کون پسر | ایسے غم سین رہتا تہا او س دردسر
ہزاران فقیرون ہزاران طبیب | دعا اور طبابت سین ہوئی غریب

جبی لگ نہوی خدا کی رضا | نہ چلتی طبابت نہ حکمت دوا

خدایا بحق محمد رسول | یہ میری عرض ہوئے درگاہ قبول
کہ دنیا نمیں جز در آل نبی | کوئی اور مجھکون نہ ہوی کبھی
جو غم ہو تو آل محمد کا ہو | الم ہو تو ال محمد کا ہو

بہار دانش کی حکائتیں

انڈیا آفس کے کتب خانہ میں بہار دانش کی حکایتوں کے دو مخطوطات ہیں جس میں دکھنی نثر میں اس کی بعض حکایات کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

نمبر (۷۵) ورق (۷۶) سائز ۸ ۱/۲ × ۵ ۱/۲ سطر (۸ تا ۱۰) خط نستعلیق تاریخ کتابت نام کاتب وغیرہ نہیں ہے۔

نمبر (۷۶) ورق (۱۲۹) سائز ۸ ۱/۲ × ۵ ۱/۲ سطر (۸ تا ۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت اور نام کاتب غیر موجود۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ :-

"دکھنی زبان میں یہ حکایات ہیں ان کا مصنف مرزا محمد اسمٰعیل ہے ڈاکٹر لیڈن نے انگریزی میں سرورق پر مصنف کا نام لکھا ہے۔ یہ حکایات فارسی بہار دانش سے ترجمہ کی گئی ہیں"

دوسری کیٹلاگوں میں یہ شریک نہیں ہیں۔ مجلہ جامعہ عثمانیہ کے ایک مضمون نگار (شیخ چاند صاحب) نے بہار دانش پر مضمون لکھتے ہوئے ان کا ذکر کیا ہے مگر کئی ایک امور صحت طلب ہیں۔ اول الذکر میں دو حکایات اور آخر الذکر میں چار حکایات ہیں۔ شیخ چاند صاحب نے اس کو برعکس لکھا ہے۔

مرزا محمد اسمٰعیل کمپنی کے ملازم تھے غالباً سررشتہ فوج سے تعلق تھا۔ انگریزوں کو تعلیم بھی دیا کرتے تھے

ان حکایتوں کا کوئی خاص نام نہیں ہے اس لئے بلحاظ مضمون حسب ذیل ناموں سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) حکایت سوداگر۔ اس کہانی میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک سوداگر تھا جس کا لڑکا بدچلن اور اوباش تھا۔ باپ نے بہت کچھ نصیحت کی مگر کوئی اثر نہیں ہوا آخر گھر سے نکال دیا مگر ماں نے پوشیدہ طور پر ایک لاکھ روپئے اس کو دئے۔ لڑکا ایک دوسرے شہر میں جا کر ان کو بہت جلد صرف کر دیا مگر اتفاق سے دو موتی جو غوطہ خوروں نے نکال کر دئے تھے اور گراں قیمت تھی ان کو ران میں سی کر روانہ ہوا راستہ میں چوروں نے قافلہ پر چھاپا مارا مگر چونکہ موتی بدن کے اندر تھے ان کی کسی کو خبر نہیں ہوئی اب یہ چوروں میں رہنے لگا چند روز بعد چوروں کے سردار کو قتل کر کے لڑکی کو زر و جواہر سمیت لے بھگا اور اپنے شہر کو آ پہونچا باپ نے خوش ہو کر شادی کر دی۔

نمونہ عبارت :-

"قدیم دنوں میں بیچ ملک ہند کے یک سوداگر بہوت بڑا اھور عمدہ تھا اوسے چہار بیٹے تھے تین لائق اھور یک بڑا نالائق کہ تمام دن اھور تمام رات بیچ نشہ شراب کے مست رہتا و جنگ بازی میں مشغول۔

"بہوت پیسے باپ کی اس بدکام میں خراب کیا باپ اوس کا اس نالائقی کو دیکھہ کر بہت نصیحت زیادہ حد سین کیا ہور دوسری لوگان کی موں سے سنی کہنی فرمایا آخر اوسکی دلمیں ہرگز یہ نصیحت ماں باپ کی ہور خوشی عقربا کی سر مو برابر اوسکی خاطر نالایق میں جاگا نہ لی۔"

(۲) چوہوں کا بادشاہ۔ اس حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ چوہوں کا ایک بادشاہ تھا اور لومڑی اس کی وزیر تھی جس جنگل میں یہ رہا کرتے وہاں اکثر قافلے آیا کرتے ایک مرتبہ قافلہ آیا اور اپنے ایک اونٹ کو جو چلنے سے معذور تھا جنگل ہی میں چھوڑ گیا

چوہوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا مگر گیلان کے بادشاہ کے لکڑی والے نے اس اونٹ کو بیچا کر اپنے بادشاہ کو تحفتاً پیش کیا جب چوہوں کو اس کی خبر ہوئی تو بادشاہ سے کہا گیا کہ اونٹ واپس کیا جائے۔ بادشاہ نے کچھ التفات نہیں کیا اب چوہوں نے بادشاہ کے خزانہ پر دھاوا کیا اور خزانہ جنگل کو منتقل کر دیا گیا اور ایک سپاہی کے ذریعے ایک فوج فراہم کی جس میں سوار پیدل توپ خانہ سب ہی موجود تھا۔ گیلان کے بادشاہ سے جنگ ہوئی۔ چونکہ خزانہ خالی ہو چکا تھا اس لئے شکست ہوئی اور وہ قلعہ میں محصور ہو گیا۔ صلح کی درخواست کی اونٹ واپس کیا گیا اور چوہوں نے خزانہ واپس کر کے اپنا راستہ لیا۔ فوج کو برخواست کر دیا گیا اور بدستور اونٹ جنگل میں رہنے لگا۔

عبارت کا نمونہ :۔

"ایسا کہتی ہیں کہ کیلان کی سرحد میں ئیک جھاری بہوت بری تہی اور اوس جھاری میں ئیک تالاب بہوت عظیم تھا اکثر کبھی کبھی اوپر اوس تالاب کی قافلی اوترتی تہی۔ قضای الٰہی ئیک روز اوس تالاب پر ئیک قافلہ بہوت برا کہ ہزاروں اونت اور قاطر اور گھوری تہی اوس اونٹوں میں سے یک اونٹ سفید زخمی ہو کر چلنے سے رہ گیا تھا قافلہ والی لاچار ہو کر اوس اونت کو چھوڑ کر جنگل میں چلی گئی"

خاتمہ :۔

"اور اونت کو حکم کیا کہ بموجب آگی کی تمام دن چر کر رات کون ڈیوڑھی پر حاضر رہو اور بادشاہ اپنے محل میں پہنچ عیش عشرت میں مشغول ہو رہا"

آخر الذکر کتاب کی چار کہانیاں حسب ذیل ہیں:—

(۱) قصہ احمق برہمنی ورق (۲۷) سطر (۹)

قصہ شروع سے آخر تک فحش ہے۔ اس کا مختصر خلاصہ حسب ذیل ہے:—

ایک جاہل برہمن کی عورت نہایت حسین تھی اس کے حسن وجمال پر ایک اور شخص فریفتہ ہوگیا کامیابی کی صورت اس میں خیال کی گئی کہ کسی ترکیب سے برہمن کو یہاں سے ٹالا جائے۔ ایک دن برہمن سے اس کی عورت کہنے لگی۔ میری سہیلیوں سے مجھے بڑی ندامت ہوتی ہے اور لوگ طعنے دیتے ہیں کہ تم مقدس وید سے واقف نہیں ہو غریب برہمن بی بی کی خاطر گھر سے روانہ ہوا اور اب اس کی عورت اپنے عاشق کے ساتھ لطف اندوز ہونے لگی۔ چند سال کے بعد برہمن واپس ہوا۔ اس کی عورت نے پھر دوسری ترکیب نکالی اور کہا یہاں کا راجہ ہر برہمن سے پانچویں وید یعنی تریا وید کے متعلق دریافت کرتا ہے اور جو اس سے ناواقف ہوتا ہے اس کو قتل کر دیتا ہے۔ برہمن اس کی تلاش میں روانہ ہوا راستہ میں ایک کنوئیں پہ پانچ عورتیں ملیں اور وہ برہمن کا حال سنکر ہر ایک باری باری سے درس دیتی ہے یہ درس کوئی سبق نہیں بلکہ حیاسوزی اور عیاری اور بداعمالی ہے اس کے بعد برہمن واپس ہوا اب اس کو عورت کی مکاری اور عیاری معلوم ہوچکی تھی مگر پھر بھی ہم کناری حاصل نہیں ہوئی۔ دھوکہ میں سمدھن سے شادکام ہوا اور ناک کاٹ دی وہ دیوتاؤں سے اپنی مجبوری ظاہر کی۔ دیوتاؤں نے اس کو بے قصور قرار دے کر کٹی ہوئی ناک واپس دی صبح کو برہمن نے سمدھن سے معافی مانگی۔

کچھ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

"ایسا کہتے ہیں کہ بیچ ملک ہند کے ایک شہر میں برہمن تھا وس برہمن کو ن جورو بہوت حسین تھی کہ صورت اسکی ماہ تاب دیک کر شرمندہ رہتا تھا۔ اور بھوات اوسکی قوس قزح کی موافق تھی اور

آنکھیاں مانند ہرن کی اور ناک مثال کہانڈ کی اور ہونٹاں مثال یاقوت کی تہی اور داتاں مثل موتیونکی تہی اور چہاتی مثال آئینہ کی صاف تہی اور جوبن ہیں مثل قبہ نور کی اور کمر مثال چیتی کے باریک۔"

---

(۲) قصہ احمق عورت۔ ورق (۱۰) سطر (۹)

یہ بہی فحش ہے۔

---

(۳) خوبی قسمت (۹) ورق (۱۵) سطر (۹)

قصہ کا خلاصہ:-

ایک بادشاہ تہا جس کو کوئی اولاد نہیں تہی ایک فقیر نے ایک انار دے کر وعدہ لیا کہ پہلا لڑکا اس کو دیا جائے گا۔ اس کے بعد بادشاہ کو۔ دو لڑکے ہوئے حسب وعدہ فقیر کو ایک لڑکا دے دیا گیا فقیر دراصل ایک دیو تہا وہ بادشاہ کے لڑکے کو قتل کر دیا۔ اس دیو کا ایک گہوڑا تہا جو دیو کے باغ میں رہا کرتا اس نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دی اور گہوڑے ہی کے حسب ہدایت عمل کر کے بادشاہ کے لڑکے نے دیو سے نجات پائی اور ایک دوسرے ملک کو جا کر وہاں کے بادشاہ کی لڑکی سے شادی کی مگر ایک پری کی غلامی میں گرفتار ہوا۔ اس کے بعد دوسرا بہائی تلاش میں نکلا اور شطرنج کی بازی جیت کر غلامی سے آزاد کر لایا اور خود پری سے شادی کی اور دونو بہائی کامیاب واپس ہوئے۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"حکایت یہوں بولتی ہیں کہ بیچ ملک بنگالے کی یک بادشاہ بہوت نامور تہا کہ بیچ خزانے اور جواہرات کی ثانی اوسکی کوئی تہی"

تھالاکن اوسکی خاہش اولاد کی بہوت تھی اور عمر اوسکی پچاس برس کی ہوئی تھی مگر اولاد نہیں ہوئی یک روز پادشاہ اور شاہزادی اعتراز ہوکر باہر شہر کی یک محل تیار کر کر پادشاہ زادیکو اوس محل میں روانہ کیا ...."

خاتمہ :-

" اور بادشاہ زادیکو اور پری کو اور اوسکی بہائی کو از سر نو شادی کر کر شہزادیکو اپنا جاہی نشین کر کر آپ گوشۂ عافیت کا اختیار کر کر بیچ عبادت خدا کی مشغول رہا اور شاہ زادہ بند و بست پادشاہت کا کر کر اپنی عیش و آرام میں مشغول رہا "

---

(۴) حکایت جنگلی شہزادہ ورق (۱۴) سطر (۸)

یہ بھی بلا نام قصہ ہے بلحاظ نفس مضمون مندرجہ صدر نام مناسب ہوسکتا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے ایک بادشاہ کے سات لڑکے تھے۔ ساتوں مل کر شکار کے لئے گئے ایک اونٹ جو دراصل رکساس تھا چھ لڑکوں کو لقمہ بنا گیا ساتواں وہاں سے فرار ہوا اور اس کے بعد ایک دوسرے بادشاہ کا وہاں گذر ہوا رکساس خود کو ایک خوبصورت عورت کے بھیس میں پیش کیا وہ بادشاہ اس کے حسن کا دیوانہ ہو کر اپنے شہر کو لے گیا یہاں اس نے بادشاہ کے ہاتھیوں گھوڑوں۔ اونٹوں اور بیلوں کو کھا کر ان کے سر بادشاہ کے دوسرے چار بی بیو کے محلوں کے نیچے دفن کر دیئے اور بادشاہ کو یہ کہہ کر انہوں نے ان کو کھایا ہے ان کے قتل پر آمادہ کر لیا بادشاہ وزیروں کو حکم دیا ان چاروں کو قتل کر دیا جائے مگر چونکہ چاروں وزیروں کی لڑکیاں تھیں اس لئے وزرا نے ان کو قتل نہ کر کے ایک خشک کنویں میں رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا۔ یہاں چاروں کے چار لڑکے تولد

ہوئے بھوک کی شدت سے ماؤں نے تین کو کھا لیا جب چوتھے کی باری آئی تو اس کی ماں نے اپنے لڑکے کو دینے سے انکار کیا اور ان ہی کے لڑکوں کا گوشت جو اس نے نہ کھا کر رکھا تھا واپس کر دیا۔ اس عرصہ میں ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور انہوں نے ان چاروں کو کھانا پانی دیا اور کہا اس لڑکے کا نام جنگی شہزادہ ہے اس کی وجہ سے ان کو یہاں سے نجات ہوگی۔ چند سال کے بعد وہ لڑکا بڑا ہوا اور کنویں کا منہ بوسیدہ ہو کر ایک سوراخ ہو گیا اور جنگی شہزادہ روز اس سے باہر آنے لگا بادشاہ کے ایک منصب دار نے اس کو اپنا لڑکا بنا کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ بادشاہ اس کو اپنا فرزند بنا کر پرورش کرنے لگا۔ رکساس کو اس کی خبر ہو گئی اور اس کے مارنے کی تدبیر کی مگر ہر مرتبہ جنگی شہزادہ کو کامیابی ہوتی گئی۔ اس کامیابی میں اول الذکر بادشاہ کا لڑکا بھی شامل ہو گیا۔ غرض ایک طویل مدت کے بعد بادشاہ کو اصل حال سے آگاہی ہوئی رکساس قتل ہوا کنویں سے چاروں بی بیاں لائی گئیں اور ہنسی خوشی بسر ہونے لگی۔

عبارت کا نمونہ :-

"روایت کرنی ہاری خبروں کی ایسے روایت کرتی ہیں کہ بیچ ملک دکھن کی ایک پادشاہ رہتا تھا او سس پادشاہ کو تات (سات) بیٹی تھی یک روز وہ ساتون شہزادے واستے شکار کی بادشاہ سی آکر رخصت مانگی پادشاہ رخصا دیا اور فوج اپنی ہمراہ کیا جب یہ ساتون شہزادی واستی شکار کی طرف یک جنگل کی گئی لاکن کہین یک جانور چرند پرند نہیں نظر آیا"

خاتمہ :-

"بموجب بادشاہ کی تمام امرا اور وزرا ابدل اطاعت میں شہزادی کی دست بستہ حاضر ہوئی بعد ازاں پادشاہ اپنی باقی عمر بیچ

گوشے قناعت کی بیٹ کر پیچ عبادت اور بندگی میں خدا تعالی کی مشغول رہا"

---

(۵) بہار دانش کی اور بارہ مختصر حکایتیں نمبر (۵۸) پر بھی موجود ہیں ورق (۲۹) سطر (۹) ان کے مترجم کا نام معلوم نہیں مرزا محمد اسمٰعیل کی مترجمہ نہیں معلوم ہوتی۔ ہر حکایت کا نتیجہ آخر پر یہ بر آمد ہوتا ہے کہ نصیحت سننے سے کامیابی حاصل ہوتی۔
یہ کتابیں کسی انگریز ٹامس جروس کے لئے مرتب ہوئی ہیں۔ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"یک بادشاہ تھا خراسان میں نام اوسکا نوروزا و بادشاہ
بہوت عادل اور صاحب انصاف تھا اوس بادشاہ کے
ملک میں تمام رعیت خوشحال رہتی تھی"

اسی میں چند گلستاں کی حکایتوں کا بھی ترجمہ ہے ان کا مترجم بھی ظاہر نہیں ہوتا غالباً یہ بھی اسی انگریز کے لئے مرتب ہوئی ہیں۔

ترجمہ گلستاں

گلستاں کے متعدد ترجمے یورپ میں ہیں جو کسی ایک شخص کے ترجمے نہیں ہیں بلکہ مختلف اشخاص کے مختلف اوقات میں کئے ہوئے ہیں۔ سلسلہ وار ہر ایک کی صراحت کی جاتی ہے۔

(۱) نسخہ برٹش میوزیم (۶۶۲۸ / اڈیشنل) ورق (۸۵) سائز ۱۰ ۱/۴ × ۶ ۳/۴ سطر (۱۹) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ:—

"سعدی کی گلستاں کا دکھنی ترجمہ۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں نثر و نظم میں نصف کتاب کا ترجمہ ہے جو باب ہفتم کے گیارہویں حکایت تک کیا گیا ہے۔"

اصل ترجمہ سے بھی نہ تو مصنف کا نام ظاہر ہوتا ہے اور نہ تاریخ تصنیف اسلئے کسی صراحت کے بغیر نمونہ درج کیا جاتا ہے۔

"باب پہلا بیچ خصلت بادشاہان کے۔ حکایت ایک پادشاہ سے تیں ہم سنا کہ واسطہ مارنے ایک قیدی کے اشارہ کیا بیچارہ بیچ وقت نامیدی کے جس زبان سے کہ کہتا تھا پادشاہ کتیں گالے دینے لگا و بد کہنا شروع کیا کہ کہا ہے جو کوئی ہاتھ جان سے دہوے۔ جو کچھ بیچ دل کے اوی کہے۔ بیت

وقت ضرور کے جیوں نہیں رہی بھاگنا ہاتھ پکڑے سر شمشیر تیز کا

بادشاہ نے پوچھا کیا کہتا ہے۔ ایک وزیر نیک ذات نے کہا

اے خداوند جہان کے کہتا ہے پادشاہ کے تیں رحم آیا خیال خون
اوس کے سے گذرا۔"

(۲) نسخہ انڈیا آفس نمبر (۹۶) ورق (۱۶۷) سائز ۹ $\frac{1}{4}$ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۳) ایضاً نمبر (۹۷) ورق (۲۰۹) سائز ۸ $\frac{1}{2}$ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق

یہ دونو گلستان سعدی کے دکہنی ترجمے ہیں مصنف کا نام اور سنہ تصنیف نامعلوم۔
اول الذکر نسخہ دیباچہ کے ساتہہ آٹھ باب کا ترجمہ ہوا ہے مگر آخری باب کا ترجمہ مکمل
نہیں ہے۔ اشعار کا ترجمہ بھی نثر میں ہوا ہے۔
نسخہ ثانی میں گلستاں کے منتخب حکایات کا ترجمہ ہے بسم اللہ کے ساتہہ ہی پہلی حکایت
کا ترجمہ شروع کردیا گیا ہے۔ دیباچہ کا ترجمہ شامل نہیں ہے۔ ذیل میں ان دونو کا اقتباس
درج کیا جاتا ہے۔

...... کہ عاقلان کہی ہیں جو کوئی ہات جان سین دہووی جو کچہ کہ
دلمیں آوی سو کہی۔ بیچہ وقت ضرورت کہ جب بہاگ نا سکی لیوی
بیچہ ہات کی قبضہ شمشیر تیز کا جب عاجز ہوتا ہے ادمی لمبی ہوتی
ہی زبان اوسکی کہ عاجز بلی بہلنک مارتی ہی اور کہتی کے بادشاہ
پوچہا کہ کیا کہتا ہی یک وزیروں سین نیک خصلت کا کہا ایضا حسب
اُن کہتا ہی غصیکوں کہانیوالی ہور تقصیر معاف کرنے والی ہو احسان
کرنے والی لوک کتیں خدا تیعالی دوست رکہتا ہے بادشاہ کون
اوپر اوسکی رحم آیا ہور ازادی سیں اوسکی خون کے گذریا......
اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

جہان ای بہائی نا رہی سات کسیکی دل بیچہ جہان کون پیدا کرنی
ہار یکی بند کہ بس ہی ستہ دہی ٹیکا ہور پیٹہ اوپر ملک دنیا کی کیا واسطی

کہ او تجہ سے ریکی بہوتون کون پالی ہور مار والی جب جانیکا ارادہ کری جان پاک نی تخت پر مرنا کیا ہور بتی پر مرنا کیا۔"

نمونہ عبارت خاتمہ کتاب:۔

"یہ بیان گلستان کی تمامت کی کہتا ہے کہ خدائے بزرگ ہور بلند کی مدد سین کتاب تمام ہوئی ین جیسا کہ دستور اور مولفان کا ہی تبا قدیم تا رہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

حکایت اول کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ (از نسخۂ ثانی)

حکایت بات یک بادشاہ کا سوناہون میں کہ کاتنی مون یک بندیوان کی اشارہ فرمایا بیچارہ نامیدی کی حال میں مون زبان بیچ جو کچھ رکہتا تہا بادشاہ کون کالی دیا اور سخت کہا کہ دانا لوک کہی ہیں جو کوئی ہات جان سون دہووی جو کچھ دل مون آدمی کہی جس وقت نامیدی ہوی آدمی دراز کری اپنی زبان کی تیں جی سائلی عاجز ہوی حملہ کری کتا پر بادشاہ پوچہا کہا تہا ہے وزیرون حاضر تہا۔ کہا اے صاحب بندیوان یہی کہتا ہی جو کوئی تلی کرے غصہ کی تیں اور معاف کرے آدمی پر خدا تعالیٰ دوست رکہتا ہی اس نیک کار کون بادشاہ کو مہربانی آیا دسکی خون کی خیال سوں درگذرا۔

بہار س نمبر (۳۴۳۸) ورق (۴۷) سطر (۱۱) صرف باب اول کا ترجمہ ہے مترجم وغیرہ کا نام نہیں ہے بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انگریز کے لئے ترجمہ

کیا گیا ہے۔ ذیل میں نمونہ کلام درج ہے۔

ابتدا:—

"سنا ہوں کہ ایک بادشاہ کسی بیگناہ بندی کی قتل پر چشم غضب سے اشارہ کیا وہ بیچارہ اپنے جان سے اٹھا کہ حکم حاکم مرگ مفاجات اور اپنی زبان میں بادشاہ کو گالیاں دینے اور اوسکی حضور پرنور میں نالایق باتیں بی تامل زبان پر لانے لگا"

پیارس نمبر (۸۲۷) ورق (۱۸۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت مترجم کا نام وغیرہ نامعلوم۔ بعض جگہ حاشیہ پر فرنچ عبارت درج ہے جس سے ظاہر ہے کسی فرنچ کے لئے ترجمہ کی گئی ہے یا بطور سبق اس نے پڑھا ہے۔ اس میں دیباچہ کا ترجمہ بھی شامل ہے۔

ابتدا کتاب:—

"شکر ہے پاک و بزرگ خدا کی درگاہ موں کہ بندگی و طاعت کا کرنا اسکی نزدیکی و مہربانی کا موجب ہے اور اسکی شکرانہ کا کہنا نعمت کی زیادتی کا سبب ہی ....

ہوں میں کہ ایک بادشاہ نی ایک بیگناہ کہ قتل کرنے کہ واسطے حکم دیا تھا اور وہ بیچارہ نا امیدی کہ حال موں جو ایک زبان کہ وجانتھا تھا اسے زبان موں بادشاہ کو گالیاں دینے و بد کہنی لگا دانایوں کہا ہے کہ جو ایک شخص اپنا جان سے ہاتھ کو دہوتا ہی وہ شخص جو کچہ اپنا دل موں رکھتا ہے اسی بات کو زبان پر لاوتا ہے"

قصہ انار رانی

اس قصہ کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۴/۱) ورق (۳۲) سائز ۸½ × ۶ سطر (۱۰ تا ۱۳) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت:۔

"دکھنی نثر میں شہزادی انار کی داستان جو ایک پریوں کی کہانی ہے

مصنف نامعلوم"

کسی اور کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے اور مصنف کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئے۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک بادشاہ تھا جس کو ایک زمانہ دراز تک اولاد کی تمنا تھی مگر نہ ہوتی تھی آخر خدا نے اپنے فضل سے چار لڑکے دیئے ان کے جوان ہونے پر بادشاہ نے ان کے شادیوں کی تیاری کی۔ تین شہزادوں نے شادی کر لی مگر چوتھے نے شادی سے انکار کیا اور انار رانی کا حال سن کر اس کے تلاش میں روانہ ہوا ایک پہاڑ کے دامن میں ایک جوگی رہا کرتا تھا شہزادے نے اس کی خدمت شروع کی عرصہ تک وہ اس کی خدمت کرتا رہا آخر جوگی انار رانی کا پتہ دیا اور اس کے حصول کی ترکیب بتائی شہزادہ روانہ ہوا راستہ میں دیو اور پریوں سے مقابلہ ہوا جوگی کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کر کے کامیاب ہوا انار کو لے کر وطن کو واپس ہوا جب قریب پہنچا تو انار کو کاٹا اس میں سے ایک نہایت حسین و جمیل پری نکل آئی اس کو ایک باغ میں چھوڑ کر سواری کے انتظام کے لیے شہر کو گیا اس عرصہ میں ایک کالی بدشکل دھوبن وہاں آئی اور انار رانی کے کپڑے پہنکر اس کو کنویں میں گرا دیا اور خود شہزادہ کی منتظر ہو بیٹھی۔ جب شہزادہ آیا تو

حیران ہوا اس نے بیان کیا تمہارے ملک کی ہوا کے باعث میرا رنگ سیاہ ہو گیا اور میں بدشکل ہو گئی مجبوراً اس کو اپنے شہر کو لے گیا۔ اور شرمندگی سے بسر کرنے لگا۔ اس عرصہ میں انار رانی ایک خوبصورت پھول بن گئی اور اس کی شہرت ہونے لگی۔ ہر شخص اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ پھول کسی کو نہ ملا۔ شہزادہ بھی اس پھول سے واقف ہو کر وہاں گیا اور پھول کو لے کر گھر آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جعلی انار رانی کو اس کی حقیقت معلوم ہوئی اس نے پھول کو مسل کر پھینک دیا۔ اس کے بعد مختلف صورتیں وہ اختیار کرتی گئی اور ہر مرتبہ جعلی رانی اس پر غالب آئی آخری مرتبہ ایک غریب کی لڑکی کی صورت میں مبدل ہوئی تھی مگر یہاں بھی جعلی رانی غالب آئی اور اوس کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے قتل ہونے پر جنگل میں ایک دیوار قائم ہو گئی اور اس کے دوسری جانب کی کسی کو خبر نہ تھی۔ ایک مرتبہ وہی شہزادہ شکار کے لئے ادھر نکل آیا اور اس دیوار کے سایہ میں بیٹھا۔ چکور کے جوڑے نے وہاں آکر گفتگو شروع کی اور انار رانی کا قصہ آپس میں بیان کیا اور آخر پر یہ بھی کہہ دیا کہ دیوار کے اس طرف ایک محل ہے جہاں انار رانی مردہ پلنگ پر لیٹی ہے اور اس کے قریب آبحیات کا چشمہ جاری ہے اگر وہ پانی اس پر چھڑکا جائے تو وہ زندہ ہو جائے گی۔ شہزادہ ان کی بتائی ترکیب سے وہاں گیا اور کامیاب واپس ہوا۔ شہر آکر مصنوعی اور جعلی رانی کو قتل کیا اور خوشی و شادمانی سے بسر کرنے لگا۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

> "کہنے ھارے خبروں کے مورعاقلان آگے کے کہتے ہیں کہ بیچ ملک ہندوستان کے ایک بادشاہ تھا کہ سخاوت اور جوان مردی اور عدالت میں مانند اوسکے دنیا میں کم اور خزانے اور سونا روپا اور زر و جواہر اور اسباب و سپاہ حد سے زیادہ تھے"
>
> "لاکن اوس بادشاہ کو سوای اولاد کی کچھ دل میں آرزو نہیں تھی

اور ہمیشہ واسطے اولاد کی بیچ درگاہ خدا تعالی کی دست بدعا تہا اور رات ہور دن یاد میں اللہ کے رہتا۔"

"جو شخص کہ اوس باغ کو آتا اوس باولی کی طرف گزرتا اوس پہول کو دیکہ کر تورنی کی خاطر قصد کرتا لاکن وہ پہول کسے کی ہات نہیں پڑتا ایسے طرح سے یہ بات تمام شہر میں مشہور ہوئی اور رفتہ رفتہ ان چاروں شاہزادیاں کوں خبر ہوئی واسطے سیر کے اس باغ کون چارون شاہزادی ملکو گئے۔"

"انار رانی کو دیکہ کر بہوت خوشی ہوی اور چہ مہینے رات اور چہ مہینے دن کی شادی بڑی دہوم سے کئے بعد ازان شاہزادہ اور انار رانی باقی عمر بیچ عشق اور عشرت کی گزاری۔"

قصہ بندگان عالی

یہ بھی انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۴/۴) ورق (۴۴) سطر (۹ تا ۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے،

کیٹلاگ کی صراحت:۔

"خلیفہ ہارون رشید کے متعلق ایک کہانی مصنف نامعلوم"

کسی اور ذریعہ سے اس قصہ کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہوئے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

خلیفہ ہارون رشید ایک رات بھیس بدل گرگشت کر رہا تھا۔ ایک عورت کو قرآت کے ساتھ خوش الحانی سے قرآن خوانی کرتے دیکھا مگر کسی نے اس کو کچھ دیا نہیں خلیفہ کو اس پر تعجب ہوا۔ وہ عورت ایک جوان کو اس امر پر راضی کرکے لے گئی کہ وہ اس کی دختر کو شادی کرلیگا۔ خلیفہ بھی ساتھ ہوا۔ اس ضعیفہ نے اپنی لڑکی کا مہر آٹھ ہزار اشرفی قرار دیا۔ جوان نے اس کے دینے سے مجبوری ظاہر کی خلیفہ خود کو پیش کیا اور بڑی مشکل سے وہ بوڑھی راضی ہوئی اس عرصہ میں اس جوان نے کوتوال کو اطلاع دی کہ ایک چور فلاں بوڑھی کی لڑکی کو آٹھ ہزار اشرفی کے مہر سے نکاح کرنے والا ہے کوتوال آیا مگر خلیفہ کی مہر دیکھ کر فوراً واپس ہوگیا۔ اس بوڑھی نے کہا اگرچہ تم چور ہو مگر خلیفہ سے بہتر ہو جس نے میرے لڑکے کو ناحق ظلم سے قید کردیا ہے خلیفہ پر اس کا بڑا اثر ہوا اور فوراً اس کے لڑکے کو رہا کردیا۔ پھر خلیفہ نے اس لڑکی سے نکاح کرلیا اور ہنسی خوشی سے بسر ہونے لگی۔

عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"اے یاران ودوستان اگر چہتے ہو کہ یہ نقل عجیب کو سنا مسا تہ کان

اشتیاق سے سنو کہ پچھلے دنوں بیچ عہد الفضحیٰ کے خلیفہ ہارون الرشید واسطے تماشا اور سیر کے بیچ شہر بغداد کے ایدھر اودھر پھرتا چلا تھا اوس وقت اس کے ساتھ کوئی رفیق ہمراہ نہیں تھا۔

واسطے نہیں پہچانیکی خاطر ایک پگڑی بہوت بڑی اور بھاری سر پہ باندھکر اور بدن میں ایک قبای چرمی پہنکر اور کمر میں بہوت چوڑی یک کمربند چرمی پانچ تسمین کے تہ بوت باندکر اور موزی چھوٹی سی بدصورت اور موتی پاؤں میں پہنکر ایسی تصویر عجیب ڈراؤنی بناکر کہ اگر دربار میں خلیفہ کی جاکر کھڑی رہی تو کوئی نہ پہچانی کہ یہ خلیفہ ہے۔''

خاتمہ:

''جب خلیفہ نے اس عورت کو سب عورتوں میں پیشوا بنایا اور اپنی عیش عشرت میں مشغول رہا اور بوڑھی جس وقت کہ خلیفہ کی اول پوشاک کو دل میں وتصور کرتی اور چہرہ بد کہنے سے اپنی بہوت پشیمان ہوئی ''

ترجمہ سراجی

یہ بھی انڈیا آفس میں ہے بلوم ہارٹ کی فہرست میں شامل نہیں بلکہ "دہلی کلکشن" سے موسومہ کیٹلاگ میں درج ہے۔

نمبر (۱۱۵۳) ورق (۱۲) سطر (۱۱) کتابت ذیحجہ ۱۲۴۴ھ

اس کے متعلق کیٹلاگ میں نام کے سوا کوئی صراحت نہیں ہے۔ یہ سراجی کا پورا ترجمہ نہیں ہے اصل عبارت کے نیچے ہی سرخی میں ترجمہ ہوا ہے مترجم کا نام ظاہر نہیں ہوتا۔

نمونہ کی عبارت:۔

"حمد و صلوۃ کے بعد جس کا یہ ترجمہ ہوا ہے۔

فرمایا یعنی کہا رسول اللہ نے رحمت بھیجے اللہ اون پر اور اسلام سیکھو تم علم فرائض کو اور سیکھاؤ تم وہ علم فرائض آدمیوں کو پس وہ آدھا علم ہے کہا ہماری عالموں نے بخشے اونہیں اللہ ثابت ہوتی ہیں ساتھ ترکہ میت کی حق چار پاس پاس کہی ہوئی سو پہلی شروع کیا جاتا ہے ساتھ تیاری اوسکی کے یعنی میت کی کفن اوسکی کے نہ زیادتی اور نہ کمتی کرنا"

خاتمہ:۔

"اوسپر سب فرقوں کی یا اوپر بعض کی یا اوپر تمام فریقوں کی صحت مسئلہ کی ہوگی ساتھ قاعدوں ذکر کیی کی اور اللہ خوب جانتا ہے"

گنج نامہ

یہ بھی اسی کیٹلاگ میں داخل ہے۔
نمبر(۱۹۲۱) ورق(۸) سطر(۸ تا ۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں۔ مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ اگرچہ آخری شعر سے (مہلہ) تخلص واضح ہوتا ہے مگر صحت طلب ہے۔ یہ مثنوی بھی خالق باری اور رازق باری کی طرح ہے جس میں فارسی کے معنی اردو میں لکھے گئے ہیں۔

تخلص کا شعر:—

مہلہ نے کہی کتاب — گنج فارسی کیا خطاب

ابتدا:—

واحد نام خدا کا جان — جن نے دی ہم سب کو جان
کن کہنی سی کیا ظہور — جن وانس اور وحش طیور
اشرف مخلوق انسان کو — اپنا مظہر اسکوں دیا

خاتمہ:—

گرفت پکڑا داد دیا — فروخت بیچا خرید لیا
ریخت بیٹا امیخت ملا — پژمردہ مرجھا شگفت کھلا
مہلہ نے کہی کتاب — گنج فارسی کیا خطاب

شرح دوبیت

یہ بھی انڈیا آفس کی اسی کیٹلاگ میں ہے کتاب کا نمبر نہیں ہے بلکہ صفحہ (۴۰۰) پر درج ہے
ورق (۱۶) سطر (۵ تا ۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

مصنف محمد منیر خاں۔

دکھنی نثر میں مثنوی مولانا روم کے دو بیت کی شرح کی گئی ہے۔

نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:—

ابتدا

"ظاہر ہی کہ اکثر بزرگوں نی توجہات مناسب مقام کے بیان فرمائی
ہیں اور حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی قدس اللہ سرہ السامی
نے بیچ شرح دو بیت کہ اول مثنوی مولوی معنوی کے ہیں بیان معنی نے
کا اور حکایت اور شکایت اس نے کی نظم اور نثر میں ترتیب دے کر
مجمل بیان فرمایا ہے۔"

خاص شرح کا نمونہ۔

"تن زجان وجان زتن مستور نیست
لیک کس را دید جان دستور نیست"

یہ بیت بطور تمثیل کے مولوی معنوی فرماتی ہیں یعنی تن اور جان
دو تو باہم ہیں لیکن تن کو ہر کوئی دیکھتا ہی اور جان کو کوئی دیکھ نہیں
سکتا اسی طرح سے نالے کو سب سنتا ہی اور بھید کو
نہیں سمجھتا۔"

خاتمہ :-

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

"یعنی میں بیچ نعت اور منقبت کاملونکے کیا کہوں کہ وصف کاملون
کی احاطہ علم میرے سے باہر ہیں پس بات کو کوتاہ کیجیے اور سلام
اوپر ذات پاک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پر بھیجیے۔ تمام شد۔

معراج نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۸۱۸) ورق (۲۲) سطر (۱۵) خط نستعلیق مصنف کا نام تاریخ تصنیف وغیرہ نامعلوم اور ناقص الآخر ہے۔

اس میں معراج نبی صلعم کے متعلق نہایت تفصیل سے صراحت ہوئی ہے۔

ابتدائی کلام وغیرہ ملاحظہ ہو:—

اول نام اللہ جو ہو لوں ابد　　ثنا اور صفت اسکی کر بیعدد
ثنا اوس اوپر نت سزاوار ہے　　کہ نہار قدرت ایس کرتار سے
کیا چاند سورج ستارے فلک　　زمیں آسمان حور جن و ملک

کہ پہلے سما کے سو دربان کون　　کہا کھول بیگی سو دروازہ تون
سو دربان بولا کہ تون کون سے　　کہ ایا ادہی رات کیا کام سے
کہا میں ہون جبریل کچہ کام تھا　　گیا تھا زمیں پر جو فرمان تھا
کہ دربان بولا دو جا کون سے　　کہ محبوب حق کا نبی خاص سے
کہا مرحبا بیگی در کھول کر　　تجہی دیکھنے میں کھڑا منتظر
کہ اپر ال پہلے طبق کے ملک　　دیکھے نور کا وان پڑا سب جھلک
کہ صلوات بولے و کہئے سلام　　دیئے جواب انکو علیک السلام

اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے ملاحظہ ہو:—

نبی سوں امت سب کوی ساچی رہو — صدق سات کلمہ سنیے کا کہو

کہ معراج نامہ کے سنیو خبر — حکایت جو بولا ہوں میں مختصر

کیا فارسی کو سو دیکھنے غزل — کہ ہر عام ہور خاص سمجھیں سکل

افسانہ ہندی

اس کا ایک مخطوطہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۲۹) ورق (۵۶) سطر (۱۵) خط نستعلیق مصنف کا نام تاریخ تصنیف و کتابت وغیرہ معلوم نہیں ہوتا۔

اس کتاب میں مختلف اخلاقی کہانیاں درج ہیں اور بتایا گیا ہے کہ بادشاہوں سے کس قسم کی باتیں کرنی چاہیئے اور کس طرح ان کو عمدہ راستہ پر گامزن کرانا چاہیئے۔ اندرونی شاہدوں سے معلوم ہوتا ہے یہ کتاب انگریزوں کے قبضہ کے بعد لکھی گئی ہے۔

ابتداء:-

"شروع کرتا ہون میں اس زبان ہندوستانی کو خدا کے نام مون
کیا خدا کہ اسمان و زمیں کتین خدا اپنے کن فیکون کے اشارہ مون
پیدا کیا ہے اور آدمیوں کتیں ابکل ستے بنای کرکے وسکے وجود کے درمیان
پاک و شیرین بخشا ہے"

.... تمام بزرگ اور زمانہ کہ دانشمندون سیں عرض کرتا
ہون کہ اس زبان ہندوستانی کہ درمیان کچھے زبان کیسو صاحبون
کے نظر مون آوہی اس کتین اپ نے مبارک زبان سیں صحیح فرمانوکے
اور کہنے والا التقصیر نہ لونگے"

قصہ جنگ امیر حمزہ

اس کا ایک نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۸۳۰) ورق (۹۶) سطر (۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت ۲۰ شوال ۱۱۹۸ھ مصنف کا نام وغیرہ معلوم نہیں ہوتا۔

یہ داستان امیر حمزہ کا خلاصہ ہے جو بائیس داستانوں میں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مالک فرانسیسیوں کا مترجم کوئی موسیو داوسان ہے صفحہ اول پر درج ہے:

"مالک کتاب موسیو اوسان صاحب ترجمہ نویس فرانسیس ساکن بلدہ ...."

افسوس ہے کہ بلدہ کے بعد الفاظ نہیں ہیں جس سے مزید صراحت نہیں ہو سکتی۔
عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"داستان اول ابراہیم خلیل اللہ خدا کے دوست ان کے عہد میں جتنا بادشاہ اور وزیر سب رہتی تھی آگ کے پوجنے والا قباد نام بادشاہ کے دو وزیر تھا ایک کا نام خواجہ بخت جمال۔ دوسرا کا نام الفتش ان دونوں میں بڑی دوستی تھی۔"

"داستان چہارم بزرجمہر حکیم کا اونا مکہ موں اور پیدا ہونا امیر حمزہ مہتار کی شکم سوں۔ اس کی باتیں کتاب کے موافق بیان کرتے ہیں کہ مکے درمیان اسمٰعیل پیغمبر کے اولادوں میں یکہ و بزرگ رئیس عبدالمطلب نام رہتی تھی بڑا مہمان پرست اور خدا دوست مکہ کے جہاروکش تھی۔

آئین و قوانین افواج کمپنی علاقہ مدراس

یہ بھی پیرس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۸۳۴۴) ورق (۱۷) سطر (۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت سنہ ۱۸۰۷ء
انگریزی فوج مقیم مدراس کے متعلق دکھنی نثر میں آئین و قوانین درج ہیں جو حسب ذیل بارہ باب میں تقسیم کئے گئے ہیں:۔

(۱) دنگی فساد
(۲) سپاہیوں کی برطرفی
(۳) حساب
(۴) بھاگ جانے اور حکم سوائے غیر حاضر ہونے میں
(۵) فریاد کے سننے میں۔
(۶) جنگی سامان باروت گولے وغیرہ کی بابت
(۷) قلعے چھاونی یا لشکر کی نوکری
(۸) کمپنی کی بابت
(۹) کورٹ مارشل کی بابت
(۱۰) ہوے سرداراں اور سپاہیوں کے مال کی بابت میں
(۱۱) فوج رکھی گی اور نوکری کرتے ہیں سو مدراس کے حکومت کی علاقے کی بستیوں میں۔
(۱۲) آگ لگی سو آئین کی معرفت

اس کتاب میں اردو الفاظ و جملوں کے ساتھ اس کا انگریزی ترجمہ بھی درج ہے

فوجی ترپ کے سپاہیوں کے نام درج ہیں۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کسی انگریز افسر کی کتاب ہے۔ مگر افسوس نام نہیں معلوم ہوا

عبارتوں کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

ابتدا۔

" پہلی آئین۔ جو کوئی سردار یا عہدی والا یا سپاہی سرکار کے حق میں بی ادبی کی باتاں کہی اگر وہ کمپنی کا سرداری تو یہ تقصیر کورٹ مارشل میں ثابت ہوئی پر نوکری سے نکال دیا جاویگا۔"

" پانچویں آئین۔ جو کوئی سردار یا عہدی والا یا سپاہی کسی سبب سے اپنی سے بڑے سردار کو ماری یا اس پر تلوار کھینچی یا کھینچنی چاہی یا اور کوئی ہتیار اس پر اٹھاوی یا کسی طرح سے زبردستی کرے جب وہ اپنی نوکری پر رہی یا اس کا واجبی حکم ٹہل دیوی تو جان سی مارا جاوے گا یا کورٹ مارشل میں سزا پاوے گا۔"

کتاب الاخلاق (؟)

یہ نامعلوم اسم ناقص اول و آخر مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۳۱) ورق (۶۹) سائز ۸ × ۵ ۱/۴ سطر ۱۱ تا ۱۴ خط نستعلیق
مختلف عنوان کے تحت اول قرآن یا حدیث لکھ کر بیان ہوا ہے اس کے

بعض عنوان حسب ذیل ہیں:۔

باب دوم قیامت کے بیان میں
باب سوم دوزخ کی سختی کے بیان میں۔
باب چہارم بہشت کی صفت
باب پنجم ماں باپ اور خویش اقربائیوں کا ذکر
باب دوازدہم جور و خصم کا بیان
باب سیزدہم جھوٹ کہنے والے کا بیان
باب چہارم غیبت کرنے والوں کا بیان
باب پنجم ریاکاریوں کا بیان

کتاب کے ناقص اول و آخر ہونے سے مصنف کاتب سنہ تصنیف وغیرہ کسی کا پتہ نہیں چلتا اور نہ کسی خارجی ذریعہ سے اسکے متعلق معلومات ہوئے لہذا عبارت کے نمونے پر اکتفا کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

ابتدا:۔

"ایک ایک او سے سب سوال کرینگے جو کوئی شریعت کے موجب
زکوٰۃ اور حق ہر کسی کا دیا ہے تو خلاص پاوے گا۔"

ساتویں باب میں جو زکوٰۃ کے متعلق ہے لکھا ہے :۔

" قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ۔ اَقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوْزَکٰوۃَ ۔ عبداللہ کے بیٹے
عباس رضی اللہ عنہ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی نماز
پڑھے اور زکوٰۃ عشر نہ دے نماز روزہ اوس کا قبول نہیں ہوگا خدا تعالیٰ
نماز اور زکوٰۃ کو ایک جگہ پیدا کیا ہے "حَصَویا موَلا لکُم الاَخترہ" (؟)
.... کہ پیغمبر صاحب فرماتی ہیں جو کوئی زکوٰۃ دیا کو یا اپنے
مالوں کا اور اپنے کہ تیں بلا آور گنا ہوں سے حفاظت کیا۔ اور جب درمیان
امت کی میری پانچ چیز پیدا کیا ہوئیگا اوس کا برائی بدسے بلا سب
ہوئیگا۔ پہلی یہ ہے جب گناہ سب ظاہر کرے گا کئے طرح کے ازار ظاہر
ہوئیگا موت اچانک اویگا۔

انڈیا آفس کے فارسی مخطوطہ شمع و پروانہ رازی ( ) میں اصل فارسی مثنوی کے درمیان بعض اشخاص کے ہندی گپت بھی درج کئے گئے ہیں۔ یہ گپت جن اشخاص سے متعلق ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:۔

لعل بیگ ۔ تارا چند۔ سور داس۔ نراین ۔ احمد۔ گوپی داس۔ گیسو داس
ہری داس۔ لطیف وغیرہ

یہ مخطوطہ سرنگ پٹن میں لکھا گیا ہے اور کاتب دربارِ آصفی سے متعلق تھا۔ چنانچہ خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے:۔

"بندہ ضعیف کمتر میر علی اکبر در سلک بندگان سرکار نامدار منسلک است
در لشکر ظفر پیکر بر کاب سعادت انتساب بود کہ میر صاحب میر امام الدین
چوں شمع و پروانہ یعنی کتاب پدماوت را مطالعہ میفرمودند بندہ از قلم
خستہ رقم سگستہ در موضع متعلقہ سرنگ پٹن در لشکر باتمام رسانید در
ماہ ذیحجہ ۲۵ سنہ ۱۲۴۸ھ"

(صفحہ ب ۸۴)

اس عبارت کے پہلے وہ آصفجاہ نظام الملک کی مدح اور توصیف کرتا اور ان کا صوبہ دار دکن ہو کر خجستہ بنیاد میں آنا اور خود کو ان کی ملازمت میں ہونا بیان کیا ہے۔

مندرجہ صدر اسماء سے ممکن ہے بعض دکھنی ہوں ہم کو سوائے احمد کے کسی کے متعلق معلومات نہیں ہیں اس لئے صرف احمد کی ایک گپت یہاں درج کیجاتی ہے:۔

بس بھوک تجوں تس پیاس تجوں   نس نیند تجوں کبھو نہ تجوں کی
اور بیں تجوں اور میں تجوں سکھ چین   تجوں رس ہوں نہ تجوں کی

وہام تجوں اور کام تجوں اری　　　دام تجوں رجنی نہ رجوں کی
احمد موجیت نیک ہے سکھ لاکھ
تجوں نے کون تہ تجوں کی

اسی کو دوسری جگہ کسی قدر تبدیل کرکے لکھا ہے :-

نس بھوک تجوں بل پیاس تجوں　　　بس نیند تجوں کبھو نہ بجوں

عہدِ آصفیہ وغیرہ کے مرثیہ گو

زمانہ گذشتہ میں مرثیے عموماً بیاضوں میں جمع کیے جاتے تھے اور مجالس عزا میں ان کو سنایا جاتا نہ صرف مرثیہ گو شعرا اپنا کلام اس طرح جمع کرتے تھے بلکہ دیگر شایقین فن بھی بیسوں شعرا کے کلام کو اسی طرح محفوظ رکھتے تھے۔

یورپ کے ذخیرہ میں اس قسم کے تین بیاض ہیں دو اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہیں اور ایک کنگ کالج کیمبرج کا مملوکہ ہے۔ ان سے اکثر شعرا کے مرثیوں کا ذکر صفحات ماقبل میں آچکا ہے۔ بقیہ مرثیہ گو شعرا کا یہاں تعارف کرایا جاتا ہے۔

اڈنبرا کے بیاضوں کے منجملہ ایک میں تقریباً کل مرثیے ہاشم علی برہان پوری کے ہیں اور دوسری بیاض میں دیگر شعرا کے مرثیے ہیں۔ مگر کیٹلاگ میں دونوں بیاضوں کا ذکر ایک ہی ساتھ ایک نمبر میں ہے۔

ہاشم علی کا ذکر آگے درج کیا گیا ہے۔ یہاں دوسری بیاض پیش کیجاتی ہے:۔

(۱) بیاض مملوکہ اڈنبرا۔ نمبر (۲۸۰) ورق (۳۶۷) سطر بلا تعین خط نسخ کتابت ۱۱۹۳ھ

(۲) بیاض مملوکہ کنگ کالج کیمبرج نمبر ۶۵/۱۰۶ کتابت ۱۱۵۷ھ خط نستعلیق

کچھ حصہ اس سنہ کے بعد اضافہ کیا گیا ہے۔

صفحات آئندہ میں بعض شعرا کے متعلق تو مختصر صراحت کی گئی ہے مگر اکثر غیر مشہور شعرا ہیں جن کے متعلق تو نہ حالات معلوم ہوئے اور نہ ان کا خاص توطن معلوم ہوسکا۔ ممکن ہے ان میں بعض گجرات سے متعلق ہوں۔

حروف تہجی کے لحاظ سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی تذکرے میں ان کا ذکر ہے تو اس کے متعلق صراحت کردی گئی ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے بعض کے متعلق کسی قدر تفصیل کی گئی ہے یہ مرثیئے حسب ذیل شعرا سے متعلق ہیں۔

(۱) ولیؔ　　　(۲) رضیؔ

(۳) قادرؔ　　　(۴) روحیؔ

(۵) ہاشمؔ علی　　　(۶) آماؔی

مرثیہ ولی

ولی کے مرثئے اس کے دیوانوں میں نہیں ہیں بلکہ اڈنبرا کے مرثیوں کی بیاض میں شامل ہیں۔

ولی کے دیوانوں میں کوئی مرثیہ یا سلام نہ ہونے سے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً اس نے اس صنف میں طبع آزمائی نہیں کی مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ ہم نے ولی کے مرثیے مکمل نوٹ نہیں کئے چند شعر جو نوٹ کئے گئے ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں ولی کے مرثئے غزل نما ہیں۔

غوغا ہوا جہان میں شہ کے وصال کا | سینے منے پڑا ہے چھالا اس ملال کا
محتاج ہیں جہان کے محبان تمام حل | دیدار چاہتے ہیں مبارک جمال کا

....

جو کوئی کرے زبان سون اونو کا ورد مدام | ہے یہ ولی خلاصہ جواب و سوال کا

دیگر

اے ہادی سنیار تو کیون جا بسا یا کربلا | اے واقف اسرار تو کیوں جا بسا یا کربلا
اے نور چشم مصطفےٰ فرزند نوشاہ مرتضےٰ | اے دلبر خیر النسا تو کیون جا بسا یا کربلا

....

تو دوستناں کا جان ہے تیرا ذکر ایمان ہے
تجھ پہ ولی قربان ہے کیون جا بسا یا کربلا

دیگر

اوس نور مصطفےٰ پر پڑھو سلام یاران | محبوب مرتضیٰ پر پڑھو سلام یاران
اوس پاک پارسا پر حیدر کے دلربا پر | اوس لعل بے بہا پر پڑھو سلام یاران

پوجی وَلی فدا کر اوس شاہ کربلا پر | اوس لائق ثنا پر پڑھو سلام یاران

مرثیہ رضی

اڈنبرا کی بیاض میں اس کے نو مرثیے ہیں جن کے (۸۷) شعر ہوتے ہیں:۔
حافظ رضی الدین اس دور کا زبردست مرثیہ گو ہے۔ خواجہ خاں مصنف گلشن گفتار نے
اس کو ولی کا شاگرد بتایا ہے مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا البتہ دونو ہمعصر تھے۔
رضی کے مرثیوں کی دکن میں بڑی شہرت تھی اس کے مرثیوں کی تضمین کی
جاتی تھیں۔ اس کے مرثیوں میں ادبیت نہیں پائی جاتی مگر ان کا اصلی جوہر سوز و گداز اور
مرثیہ پن ہے جس کے باعث ان کو بڑی قبولیت حاصل تھی۔
مرثیوں کا نمونہ پیش ہے:۔

آل نبی کے غم سوں بیخود ہوں یوں پکارا
دل میں چھپا یہ کہتا تھا حضرت حسین کا غم
بچھڑے حسین سوں جو بے اختیار بولے
پیاسے فرات کے سب کوثر پہ یوں سنے گے
فریاد واہ ویلا کلثوم کے زبان کا
کرتے تھے شاہ سب سوں صحرائے کربلا میں
لعنت ہے ظالمان پر جن کے طرف سوں ہر دم
آل نبی سوں رکھنا ہر دم منے محبت
تقسیم حوض کوثر آل نبی کرینگے

دل میرود ز دستم صاحب دلان خدا را
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را
ھات الصبوح ھبوا یا ایھا السکارا
در رقص حالت آرد پیران پارسا را
با دوستان مروت با دشمنان مدارا
گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را
اشھی لنا و احلی من قبلۃ العذارا
ساقی بدہ بشارت پیران پارسا را

حافظ رضی قرآن میں لعنت ہے ظالمان پر
اے شیخ پاک دامن معذور دار ما را

دیگر

نالہ و فریاد و واویلا ہے اے پرودگار | غم سیں آل نبی کا دل ہوا ہی بیقرار
ظلم دشت کربلا میں دیکھ بیحد و شمار | او نتی محشر تلک روتے ہیں دوگنہ سوں زار زار

نہیں رضی معلوم راز حق تعالیٰ کا سبب | نور چشم ساقی کوثر بہوت ہو مضطرب
چشم تر جو لے فرات اوپر کھڑے جب تشنہ لب | نوح کا طوفان مگر اس وقت ہوتا آشکار

دیگر

غم سوں ہے بیقرار میرا دل | دکھ سوں ہے زار زار میرا دل
گلشن غم میں ہر شہیدان کے | لالۂ داغدار میرا دل
نت شہیداں کے زخم غم سیں | شق ہے جوں ذوالفقار میرا دل
غم کی بجلی پڑی ہے جب سینے | تب سوں ہے شعلہ زار میرا دل
نیم بسمل نمن تڑپتا ہے | ہو کے غم کا شکار میرا دل

گرد غم سوں امام کے اے رضی
کیوں نہ ہو پر غبار میرا دل

مرثیہ قادر

اڈنبرا کی بیاض میں ۱۷ اور کیمبرج کی بیاض میں ان کا ایک مرثیہ ہے۔ قایم اور میر حسن نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر کیا ہے اور قایم کے حوالہ سے اسپرنگر نے بھی اپنے تذکرے میں ان کا نام درج کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"میر عبدالقادر قادر تخلص حیدرآباد کے باشندے تھے اکثر مرثیے مشہور ہیں۔ اہل دل تھے صغر سنی سے فقیرانہ مذاق رکھتے تھے جب پچاس سال سے متجاوز ہوئے تو شیخ شہاب الدین[۱] سہروردی سے بیعت کی اور خرقہ پہن کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی"۔

تعجب ہے شفیق اور خواجہ خان نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ ان کا نام غلام قادر تھا مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

افسوس ہے ہم کو ان کی پیدائش کا صحیح سنہ معلوم نہیں اور نہ انتقال کے زمانہ سے ہم واقف ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۱۴۹ھ میں زندہ تھے اور ۱۱۶۹ھ کے قبل انتقال ہو گیا تھا۔ کیونکہ اپنے ایک مرثیہ میں کہتے ہیں۔

سن گیارہ سو اوپر انچاس سال ۔۔۔ سنبر یا نا قادر اکا لہو میں لال

ہاشم علی کے ایک مرثیہ میں ذکر ہے ؎

ہزار حیف نہیں شاعران دکھن ۔۔۔ سو روحی و مرزا و قادر نہیں

---

[۱] یہ شیخ شہاب الدین سہروردی وہ مشہور بزرگ نہیں ہیں جو اس خاندان کے بانی خیال کئے جاتے ہیں بلکہ کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ ہاشم علی کے قبل قادر کا انتقال ہو گیا تھا۔ اور ہاشم علی کے مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۱۶۹ھ میں زندہ تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۱۶۹ھ کے پیشتر قادر کا انتقال ہو چکا تھا۔

ہاشم علی کی طرح مرزا بھی قادر کے انتقال پر افسوس کرتا ہے چنانچہ کہتا ہے۔

ہند یا قادر را بدتل کون مرا پیوند تب نچہ سون
چلیا منجہ چھوڑ کس پر توں کہو یاراں صد اصد حیف

(از بیاض مولوی صفی الدین مرحوم)

بہرحال قادر ایک مشہور مرثیہ گو تھا مرثیوں سے اس کی علمی قابلیت کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ علم نجوم اور علم ہندسہ میں خاص مہارت رکھتا تھا۔ کیونکہ بغیر کافی علم کے کوئی شخص اس کے علمی اصطلاحات کا ذکر نہیں کر سکتا۔

قادر کے مرثیوں سے معلوم ہوتا ہے اس کو انسانی جذبات کی ترجمانی کا خاص ملکہ تھا اس کے ساتھ ہی اس کے مرثیوں میں سادگی اور تسلسل بھی پایا جاتا ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

ہوا شہرت محرم میں یو غم سے شاہ عالی کا | کہ جسے فرزند پیارا وہ دونو عالم کے والی کا
چھپا ہے دین کا چندر کہ جس کے سوگ سوں جگ پے | فلک ہر ملک میں تانے شمیانا رات کالی کا
ستارے سب یہ قدسیاں نے ملا کر سب گگن اوپر | حسین کے عرس کوں باندھے ہے منڈف موتیاں کی جالی کا
نہیں یو انسک شبنم سوں کھولے ہیں آہ کے گل ہو | دیکھو غم کے چمن میں یانے لطافت غم کے مالی کا
قیامت کا نمونا قادر ترزلزل جب کرے ظاہر | مجھے تلقوی تب آخر ہے حسین سرورے عالی کا

دیگر مرثیوں کے بعض شعر:۔

آج سرور چلے ہزاراں حیف | شہ کا ماتم ہے دین داراں حیف

غم سون قاسم ہو بیقراران حیف | نو عروسی پہ دکھ کا باران حیف

سن کے جلوا جو تون کہا قادر | جب کا جگ میں یو غم ہوا ظاہر
روین نہرا بلا انو خاطر | حیف صد حیف صد ہزاران حیف

دیگر

آج اپنے سن غمز دہ کر ہائے حسینا | پالا تم کون پیار سون گل لائے حسینا
جہوجی رن میں پیاس سو نہیں دوکھ پانی حسینا | (۲) ہوئیں سون پاؤں لک سب بنائے حسینا

یہ دوکھ ہماری قادراں دل میں ادی | سینے تم کے میں یو پہر چھپائے آدی
پہر پہر رنجوان تمیں سون سب عمر بہادی | ایسی غربت سو دیکہی دوکھ پائے حسینا

حسین حسن پر ہے دائم درود | نبی کے نبی پہ دائم درود
علی کے رتن پر ہے دائم درود | کہو پنجتن پہ ہے دائم درود
تون ہے شاہ مقبول درگاہ رب | تون عالی خدا مصطفے کے سبب
محبان تیرے سب کہتیں روز و شب | سو تجہ کلیرن پہ ہے دائم درود

حسینا کرم کر یو قادر ادپہ
تیرے پیرہن پہ ہے دائم درود

مرثیہ روحی

روحی کے مرثیے بھی اڈنبرا کی بیاض میں اور کیمبرج کی بیاض میں موجود ہیں۔ اول الذکر میں پانچ اور آخر الذکر میں ایک مرثیہ ہے اس طرح چھ مرثیے دستیاب ہوئے ہیں۔ تذکرہ قایم کے حوالے سے اسپرنگر نے ان کا ذکر کیا ہے اور حیدرآباد کے پیرزادے ہونے کی صراحت کی ہے۔ تعجب ہے کہ شفیق اور حمید نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ ہاشم علی برہان پوری کے ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے یہ اس کی زندگی میں انتقال کر چکے تھے۔

روحی کے مرثیے بھی غزل نما ہیں اور ادبی حیثیت سے قابل قدر۔

آج غمناک ہیں چمن کے گل ‌ ‌ ‌ ‌ بلکہ دل چاک ہیں سمن کے گل
غمزدہ سینہ داغ حیران ہیں ‌ ‌ ‌ ‌ نرگس و لالہ یاسمن کے گل
یوں نہ لالے شفق کے دستے ہیں ‌ ‌ ‌ ‌ لہو میں ڈوبے ہیں سب گگن کے گل
جب سنے شہ کی بات مجلس میں ‌ ‌ ‌ ‌ جل بوجھے شمع انجمن کے گل
نقش پا دیکھ دل ہوس کرتا ‌ ‌ ‌ ‌ سر پہ رکھنے کوں تجہ چرن کے گل

خوش لگے تجہ طبع سیں اے روحی
دل کے باغاں منے سخن کے گل

دیگر

فرماں سوں جب شاہ کے قنبر لے آیا ذوالفقار
لے نام بسم اللہ کا شہ نے اوچایا ذوالفقار

وہ شاہ دلدل سوار ہو جب دشت میں قبضہ لیا
نیر کا سینا اُڈا اس خوف سوں جب شہ دیکھایا ذوالفقار

ردؔی تجے جس وقت کچہ مشکل اچھے تو صدق سوں
کہہ لافتا الا علی لا سیف الا ذوالفقار

دیوان حسینی (مراثی ہاشم علی)

اس کا ایک نسخہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۳۷۹) خط نسخ
کیٹلاگ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"مراثیے حضرت علی، آنحضرت اور حسین، مصنف ہاشم علی جو اردو کا ایک ابتدائی شاعر تھا۔ یہ ہاشم ولی اور قایم کے پہلے گذرا ہے جہانگیر کے عہد میں بیجاپور میں رہتا تھا سنہ ۱۰۳۱ھ اور ۱۰۵۶ھ میں زندہ تھا ایک اور سنہ (۱۰۴۶ء) سے جو ورق (۳۵) میں ذکر ہوا ہے معلوم ہوتا ہے اس کی تصنیف اسی سنہ میں ہوئی ہے۔ ہاشم شیخ احمد فاروقی سرہندی متوفی سنہ ۱۰۳۴ھ کا مرید تھا۔

اس کی چند دیگر تصنیفات بھی ہیں ایک فارسی دیوان بھی مرتب کیا تھا اس بیاض میں چند اشعار کاظم اور قادر کے بھی شامل ہیں"

یہ وضاحت تقریباً بالکل غلط ہے جس کی وضاحت آگے کی جائے گی اسپرنگر کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل ہے اس کی صراحت کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

"دیوان حسینی یعنی دیوان ہاشم علی حسینی اس میں صرف اماموں کی تعریف میں نظمیں اور مرثیے ہیں تقریباً (۱۰۰) صفحات ۶۱۳"

اڈنبرا کی کیٹلاگ میں کتاب کا نام غلط درج ہوا ہے یعنی دیوان حسینی کے بجائے مراثیے ہاشم علی کے نام سے دو جلد درج کئے گئے ہیں۔ حالانکہ دوسری جلد میں تمام تر دیگر شعراء کے مرثیے ہیں جن کا ذکر صفحات ماقبل پر بھی ہوا ہے۔ ہاشم علی کے زمانہ اور

تاریخ تصنیف کا جو سنہ دیا گیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے ہاشم علی گیارہویں صدی کا شاعر ہے جو سنہ درمیان کتاب میں آیا ہے وہ سنہ ۱۱۴۶ھ ہے نہ کہ سنہ ۱۰۴۶ھ مگر چونکہ کاتب سے سہواً سنہ ۱۰۴۶ھ لکھا گیا ہے اس لئے غالباً مصنف کیٹلاگ نے دیگر ذرائع سے اس کی تصدیق ضروری تصور نہیں کی۔

ہاشم برہانپوری جو شیخ احمد سرہندی کے مرید تھے وہ بالکل جداگانہ شخص ہیں۔ یہ ہاشم بھی فارسی کے شاعر تھے دیوان مرتب کیا تھا انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے جس کے متعلق ایتھے کی صراحت حسب ذیل ہے۔

> "مکمل مجموعہ خواجہ ہاشم ابن خواجہ محمد قاسم صوفی المشرب شیخ احمد سرہندی کے مرید تھے برہان پور میں سنہ ۱۰۳۱ھ میں موجود تھے اور سنہ ۱۰۵۶ھ میں بھی ہنوز زندہ تھے آخری تاریخ جو دیوان سے معلوم ہوتی ہے وہ سنہ ۱۰۴۰ھ ہے" (ایتھے ۲۸۹۸)

اسی صراحت کے باعث مولف کیٹلاگ اڈنبرا کو دھوکہ ہوا ہے وہ غلطی سے خواجہ ہاشم کو ہاشم علی تصور کر لیا ہے حالانکہ دونوں میں تقریباً ایک صدی کا فرق ہے۔

ہاشم علی امامیہ مذہب کا پیرو عالمگیر کے آخری عہد میں موجود تھا۔ غالباً دربار آصفی سے تعلق نہیں تھا ان کا پیشہ ہی مرثیہ گوئی تھا غالباً کوئی اور صنف میں اس نے طبع آزمائی نہیں کی سنہ ۱۱۴۸ھ میں وہ خاصا مشہور مرثیہ گو تھا اور اس کے اعتقاد کے مطابق اس کے مرثیے سننے کے لئے آنحضرت صلعم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اسی دیوان کے ایک اندرونی شہادت سے معلوم ہوتا ہے سنہ ۱۱۶۹ھ تک ہاشم علی بقید حیات تھا۔

ہاشم علی نے اپنا تخلص پورا نام ہی استعمال کیا ہے۔

اس کا زمانہ زبان کے لحاظ سے بارہویں صدی ہجری سے تعلق رکھتا ہے اس کے علاوہ بعض دیگر شہادت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً

(الف) مرثیہ نمبر (۱۷۵) کے آخر تاریخ تصنیف کا ذکر ہوا ہے۔

جب منجم نے کیا اس درد نامہ کا حساب
غین و قاف و سین و طا آیا رقم اندر کتاب

سن کے یو تاریخ کون سینے میں دل ہوتا کباب
ختم کر ہاشم علی قاسم کی شادی کے بین

غین = ۱۰۰۰ + قاف = ۱۰۰ + سین = ۶۰ + طا = ۹ = (۱۱۶۹)

(ب) ہاشم علی نے اپنے مرثیہ میں دکن کے ایک دوسرے شاعر قادر کا ذکر کیا ہے جو ۱۱۴۹ھ میں زندہ تھا اس سے بھی واضح ہو سکتا ہے کہ ہاشم علی کا زمانہ ۱۰۴۹ھ نہیں ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہاشم علی نے اپنے مرثیوں کے مجموعہ کو "دیوان حسینی" سے موسوم کیا ہے۔

چنانچہ اپنے دیوان کا نام بھی نظم کیا ہے۔

نون لکھا ہے کربلا کا یو بیان ہاشم علی
ہے یو دیوان حسینی نام اس دیوان کا

غزل کی طرح مرثیئے بھی ردیف وار درج کئے گئے ہیں۔ اول آنحضرت کی مدح میں ایک مختصر قصیدہ ہے اس کے بعد ایک سلام اس کے بعد حضرت علی کو مخاطب کر کے سلام کہا گیا ہے۔ اس کے بعد ردیف وار مرثیہ شروع ہوتے ہیں۔

ہاشم کے یہ مرثیے مربع، مخمس بھی ہیں اور غزل نما بھی۔ ان کے اشعار کی تعداد کم از کم سات سے لے کر زیادہ سے زیادہ (۱۰۰) بعض اس سے طویل بھی ہیں کل مرثیوں کی مجموعی تعداد تقریباً (۳۰۰) ہوتی ہے۔

جو عبارت دیوان کے درمیان آئی ہے اور مولف کیٹلاگ نے حوالہ دیا ہے وہ درج کیجاتی ہے۔

یہ عبارت مرثیہ نمبر ۲ کے عنوان کے ساتھ فارسی میں درج ہے۔

”از جملہ تفضلات امام شہید کہ بریں عاصی شدہ آن ست کہ برادر
ایمانی حافظ فضل الدین در عالم رویا بتاریخ بیستم ماہ مبارک سنہ ۱۱۴۶ھ
یک ہزار (؟) چہل ہشت مشاہدہ نمود کہ گویا پائے الاوہ آنحضرت
نشستہ و محبان جمع شدہ اند کہ یکایک از شکل ضریح منور صدائے
برآمد حاضران مجلس ہمگی بہ تعظیم آن برخاستہ دست ہائے ادب
بہ سینہ نہادہ بجہتہ استماع ندائے روح افزا علیٰ سراپا گوش
کشیدہ کہ بار دیگر آواز برآمد و نام قایل بیان غم بر زبان راندند کہ
کجاست چون این کمینہ را نیز در آن محفل حاضر دید کہ با نیاز تمام سر را
قدم ساختہ نزدیک ضریح مقدس آمدہ ایستادہ بار سیوم
حکم عالی صادر شدہ کہ آن مرثیہ ”واویلا“ را بخوان حسب الفرمان
وحی ترجمان شروع بخواندن نمود کہ ازان خواب بہ بیدار شدہ
این پایہ ملتجی است کہ در بارگاہ سلیمانی وصول شدہ“

اس صراحت کے بعد اب مرثیوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

علی اصغر کا ماتم:-

آج پر خون کفن ترا اصغر | آج سوکھا دہن ترا اصغر
لال ہے گلبدن ترا اصغر | حیف یو بالپن ترا اصغر

کیوں ہیں زلفاں کے بال تاروں تار | کیوں گلے سیں لوہو کے جاری ہار
تجہ کوں سوتے کبھو نہ لگتی بار | حیف یو بالپن ترا اصغر

اوٹھ گلے کا لوہو دہولاؤں میں | نیند آتی تجھے سولاؤں میں

چل تڑا پالنا جھولاؤں میں | حیف یو بالین تڑا اصغر

دیگر

طویل مرثیہ ہے۔

جاؤں کدھر میں کیا کروں یہ گود خالی لے پھروں
پھر اصغر اصغر میں کہوں کس کا جھولاؤں پالنا

یہ دیکہ میرا حال توں توڑی ہوں سر کے بال کوں
میں دل کی حالت کیا کہوں کس کا جھولاؤں پالنا

تجھے کھیلنے کے دن تیرے کیا عمر کیا تھی سن تیری
نہیں چین مجکوں بن تیرے کس کا جھولاؤں پالنا

نہیں بھولے مجکوں توکبھو تجھ یاد کرتے میں رہوں
رو رو کے تجھ بن دن بھروں کس کا جھولاؤں پالنا

یہ بہن تیری غمگسار بیٹھی ہے روتے زار زار
توں اوٹھ سکینہ کر پوکار کس کا جھولاؤں پالنا

پسران مسلم بن عقیل کا قتل :۔

دو دو صغیر موت اپنی دیکھی عیاں | کہتے تھے بیکسی سوں کہ اے حارث اللامانت
زلفاں کوں کاٹہہ بیچ ہمن کوں جو بندیاں | منظور ہے اگر تجھے سیم و طلا کمتین

مسلم ہوا شہید ہمارا سوتھا پدر | ہے ماں ہماری آج مدینہ میں منتظر
توں کر رحم سوں ہماری یتیمی پہ کر نظر | امید رکھہ شفاعت روز جزا کمتین

ہر چند کرتے عجز وہ طفلان خورد سال
ہیگی نجات تم کون میرے ہاتھہ سون محال
اون کون کہا لعین بد افعال بد خصال
بہیجون کا آج تم کون میں دار البقا کتیں

دہوے ہیں ہاتھہ تب وہ اسیران جان سین
روتے گئے وہ راندہ ہر دو جہان سین
قطع امید کر کے وہ سب خان مان سین
مہلت دے ہمکون سجدہ کرین تا خدا کتین

فرصت نماز کی وہ شقی نے نہیں دیا
ہر ایک یا کہیں کہ سر میں توں اول میری لگا
شمشیر از نیام نکالا وہ بیحیا
نہیں تاب دیکہنے کا مجہے سر جدا کتین

قاسم کے مرثیہ میں دولہن کا سوال اور دولہ کا جواب۔

جلوہ سیں اوٹھ کے رن کو چلا تب کہی دولہن
مت چہوڑ کر سدہارو تم اس حال میں ہمن
دامن پکڑ کے لاج سون انجہوان بہرے نین
تم بن رہے گا ہائے یہ سوتا بہون مرا

کیسی یو کد خدائی و کیسی ہے یو برات
گہر کوں نہ لے گئے ہو نہ بولے ہو ہم سون بات
آتا فراق تم سون یہ جلوہ کی آج رات
دیکہا نہیں جمال کوں بہر کے نین مرا

اس کربلا کے بن میں اکیلی میں کہون رہون
جا کے مدینہ کیونکر میں اس ٹہائے پہرون
تجہ باج میں جہان میں پہر امید کیا دہرون
تم اپنے ساتہہ لے کے دکہاؤ وطن مرا

- - - - - -

قاسم کہڑا اتہا روتے نین سن دولہن کی بات
تب آہ دردناک سون بولا دولہن کے سات
غمناک اپنا دیکہہ کے دامن دولہن کے ہات
اے بوستان راحت و سرو چمن مرا

مجھ کوں نہیں ہے تیری جدائی کا اختیار — تیرے فراق سات میں جاتا ہوں اشکبار
میں کیا کروں صلاح نہیں حکم کردگار — حق نے کیا ہے رن میں مقرر رہن مرا

ہے داغ دل میں تیری جدائی کا کیا کروں — نہیں ہے امید رن سے پھر آکر تجھے ملوں
جو کچھ ہوا ہے مقدوروں میں راستی کہوں — وعدہ ہوا ہے حشر میں تم سوں ملن مرا

ایک دوسرے مرثئے کے چند بند ملاحظہ ہوں :-

لے گئے آج کدھر تاج شہیداں کہاں — رن میں تن سوں جدا کر سر سلطاں کہاں
کاں گئے زلف معنبر کوں پریشاں کہاں — نیزہ اوپر کیا ظالم نے نمایاں کہاں

جوں شفق بیچ ہویدا دیکھو خورشید مدام — لہو بھرا نیزہ اوپر تھا سر پر نور امام
سر کہو لے جاتے یتیماں کتے زاری سوں تمام — یہ قیامت ہی سر اوپر وہ شفیعاں کہاں

شامیاں شام کوں جاتے تھے لئے اہل حرم — سر اوپر راہ میں کرتے تھے سبھی جور و ستم
ہائے کیسے تھے مسلماں نہ محمد سوں شرم — کفر کے کام کیا جو اوسے ایماں کہاں

جلتی دھوپاں میں یتیماں کوں دیئے رنج سفر — نہ خورش ہائے نہ پوشش نہ کوئی لیتا ہے خبر
راہ منزل میں نہ تھا توشہ مگر خون جگر — تشنہ کا غم اون کا رفیق ہو رہا ساماں کہاں

ایک دن شام ملک تھی نہ بستی کا نشاں — وہ یزیداں ہے حیراں کہ ہوئی رات عیاں
سب حرم روتے تھے ہائے نہیں ہم کوں مکاں — کاں رہا حیدر کا مدینہ نہ بیاباں کہاں

چوطرف دیکہے جنگل ماں کہ یلے جائے پناہ | جان رہیں اہل حرم اور سلطان و سجاد
کیتے ساعت وہ پہرے حال ہوا سب کا تباہ | پائے یک قلعہ یہودی کا مسلمان کہاں

تب کہڑے رہ کے پوکارے وہاں سردار حصار | ہے یزیدی سبہی لشکر تو کہڑا کہول کواڑ
ایک رات ہم کوں تیرے قلعہ میں لا کے اوتار | صبح میں لیکے چلیں گے تیرا احسان کہاں

دیگر

یا مصطفےٰ چلو تم صحرائے کربلا میں
فرزند حسین ملو تم صحرائے کربلا میں

دردا ہل واویلا ہی العطش کا فریاد
تدبیر کچہ کرو تم صحرائے کربلا میں

در خاک و خون ہے سرور خستہ بدن و بے سر
لے سینہ پر دہرو تم صحرائے کربلا میں

ہژدہ ہزار کافر اون میں اکیلے سرور
انا فتحنا پڑہو تم صحرائے کربلا میں

اے مرتضیٰ تم آؤ وہ ذوالفقار لاؤ
دلدل اوپر چڑہو تم صحرائے کربلا میں

خیر النسا کہڑی ہیں سرور حسین پٹے ہیں
اون کی طرف دیکہو تم صحرائے کربلا میں

کہولے ہیں سر کے بالاں حق کن ہوئے ہیں نالاں
آیا غضب سنو تم صحرائے کربلا میں

ہینگی برات قاسم اندوہ درد و ماتم
اے شاہ لے چڑہو تم صحرائے کربلا میں

ہاشم علی یہ ماتم سنکے رہا ہے دائم
یہ مرثیہ لکہو تم صحرائے کربلا میں

ہاشم علی ایک زبردست مرثیہ گو تہا اس کے استادی اور اعلیٰ درجے کے شاعر ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی واقعہ نگاری اور مرقعہ نگاری اصل سماں پیش کر دیتی ہے۔ اس کا اسلوب بیان صاف اور سادہ ہے اور وہ مرثیہ گوئی میں اپنے ہمعصر شعرا میں ممتاز حیثیت رکہتا ہے۔

مرثیہ امامی

اڈنبرا کی بیاض میں اس کے آٹھ مرثیے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امامی کا اسلوب بیان دلکش ہے اس کے مرثئے ڈرامائی اثر رکھتے ہیں اور پھر ان کی زبان نہایت صاف ہے۔

افسوس ہے کہ امامی کے متعلق کسی تذکرہ سے کچھ حالات منکشف نہیں ہوتے ہم کو نہیں معلوم اس کا نام کیا تھا؟ کہاں پیدا ہوا؟ کس کا شاگرد تھا۔

مرثیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے وہ شیعہ مذہب کا پیرو تھا اور اس کا اعتقاد تھا کہ وہ حضرت امام حسین اور آپ کے خاندان کا مداح ہے اس طفیل میں اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

مرثیوں کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

محشر میں جب محمد شاہ زمن اوٹھیں گے
سب انبیائے مرسل پر غم حزن اوٹھیں گے

حیدر علی لوہو سوں آلودہ تن اوٹھینگے
لیتے لوہو کے ہلکان ہے ہے حسن اوٹھیں گے

آلودہ خاک و خون میں دندان مصطفےٰ لے
لوہو سوں تر بہ سب دستار مرتضیٰ لے

ٹکڑے حسن کے دل کے جاما حسین کا لے
تربت سیں فاطمہ جب لوہو بھرن اوٹھین گے

. . . .

دریائے غم میں ہر گز کرنا نہیں غواصی
ہر چند توں امامی عالم منی سے عاصی

امید تو قوی ہے پائیگا توں خلاصی
کرنے کتیں شفاعت جب پنجتن اوٹھینگے

دیگر

کیا ظالماں نے ظلم بے حساب آج
مظلوم کربلا میں ہیں عالی جناب آج

اس غم سوں مومناں کو ہوا پیچ و تاب آج   گویا علی کے گھر کا کھولا غم کا باب آج

تھا آئینہ رسول کو درشن حسین کا

ہے وہ جفا کی گرد میں درپن حسین کا

رخماں کے جواہراں میں دسے تن حسین کا

دستا ہے جوں شفق میں نول آفتاب آج

کیوں عرش فرش پر نہ گرے بے قرار ہو   کیوں تاب لا سکے نہ فلک دیکھ ظلم یو

مینا سے قار کوں شہ کے شکستہ کیا دیکھو   سنگیں دلاں نے ظلم کی پی کر شراب آج

- - - - - - - - - - -

یارب بحق خواجہ کونین مصطفیٰ

یارب بحق فاطمہ ناموس مرتضیٰ

یارب بحق جملہ اماماں مجتبیٰ

برلا ہر یک مراد آنا ہی شتاب آج

(۱) اکبری۔

شہ کے ماتم کا سخن افسوس | غم سوں نیلا ہوا گگن افسوس
لہو میں دوبا ہے سب چمن افسوس | گل نے رنگین کیا کفن افسوس

اکبری جب یو مرثیہ بولے | سب سینہ کے کیواڑیاں کھولے
گوہر اشک رات دن رولے | جیب سوں جاری ہوئیں (۹) افسوس

---

(۲) اصغر۔

جب چڑے لڑنے کوں قاسم تب کہے رو رو دولہن
اے نجومی سانچ کہہ کس وقت پر لاگی لگن
تجھے کہڑے کیسی یو مجہ کوں چہوڑ گئے ابن حسن
تخت چڑتے بخت اولٹے یہ ہوا کیا سکن

ختم کر اب مرثیہ کوں بول اوٹھا رو رو شتاب
دولت دنیا و دین سوں مجہ کوں کرتا کامیاب
یا علی یا ایلیا یا ابوالحسن یا ابو تراب
اصغر عاصی نے پکڑی شاہ قاسم کے چرن

---

(۳) ابو تراب۔

غم گیں تیا جہان سین شبیر ہے دریغ | اس دن کہ سوں کا سنات میں ڈگیر ہی دریغ

زاہدی نے ملک دل کون سستے لیا زور | غم نے کیا ہو سینہ کون تسخیر سے دریغ

یون کہ پھرا ازل میں قلم اے ابو تراب | پھرتا نہیں کمان سیں چھوٹا تیر ہے دریغ

(اڈنبرا)

---

(۴) افصح۔ تذکرہ شعرائے دکن ملکاپوری میں ایک شاعر افصح کا ذکر ہے ممکن ہے یہ وہی ہو۔

رہنما ہے تو جہان کا یا امام | پیشوا سب انس و جان کا یا امام

ظاہر و باطن تو ہی ہے آشکار | کیا کہے افصح عیان کا یا امام

---

(۵) اکبر۔

ہے ہاے قاسم ہے ہائے قاسم | مارے تجھے کیوں ہو ہائے قاسم

قاسم کون یا اکبر روتا ہو آج اکبر | یہ غم ہوا جگر پر ہے ہائے قاسم

(کیمبرج)

---

(۶) احمد۔

صلواۃ بر محمد صلواۃ بر محمد | ہر دم بدم ہزاران صلواۃ بر محمد

یعقوب علی کے تخم کا موتی نبی کے من کا | زہرہ فاطمہ کے تن کا صلواۃ بر محمد

بیلان سنپان کے کہوں ان موتی مدن کے رولان | احمد سدا جو یون بولان صلواۃ بر محمد

(کیمبرج)

(۷) الفی۔

تجھ غم سوں خم ہوا ہے گگن یا حسن حسین ۔۔۔ روتا ہے روم شام وو کہن یا حسن حسین
سب جوہری ہوئے ہیں عزیزاں جہاں میں ۔۔۔ تم ہو گوہر و لعل یمن یا حسن حسین

نیزہ پر آفتاب جب آویگا حشر کوں ۔۔۔ الفی پہ سایہ کرنا تمن یا حسن حسین

(راؤ نمبر ۱)

---

(۸) تحقیق۔

قاسم اس رن میں بیاہن کے چلا جاتا ہے ۔۔۔ تار سہرے کے دیکھو سرین بکھرا جاتا ہے
بولے لو سیوہ دلہن دولا میرا جاتا ہے ۔۔۔ گھر عروسی کا دیکھو ہائے لوٹا جاتا ہے

مومنا گر ہے تمہیں دولت ایمان کی طلب ۔۔۔ نعمت فیض ہے اور بخشش یزدان کی طلب
رات دن دل پہ رکھو دیدۂ گریاں کی طلب ۔۔۔ غم پہ حسین کا تحقیق سنا جاتا ہے

(راؤ نمبر ۱)

---

(۹) لطفی۔

اے فلک ہائے یہ کیا ظلم سرا دی ہے ۔۔۔ کون کون آج تیرے ہات سیں فریادی ہے
کربلا میں شہ کونین کے گھر شادی ہے ۔۔۔ کیا او سی گھر یہ یہ خونریزی و جلادی ہے

شہ کے داتی کا ہے خنجر لطفی کون یاران ۔۔۔ نہ دم شاعری نہ دعوئے استادی ہے

(راؤ نمبر ۱)

---

(۱۰) تراب۔

العطش اے فوج اعدا العطش ۔۔۔ العطش یک شربت یا العطش

آب خون شہ بہ حیوان اسے تراب | العطش ماہست دنیا العطش

(راڈ نمبرا)

(۱۱) خلیل -

محرم چاند پہر آکر دیکہایا شام کلفت کون | سنتا غم کی گہن ہیں آمد برج رسالت کون
جو شہ کا مرثیہ خوان ہو اسے کیا ڈر گناہان کا | خلیل آوے حسین ابن علی تیری شفاعت کون

(کیمبرج)

(۱۲) حمیدی -

کیون ہوا ماتم تیرا غم یا علی | غم سون جگ ہوتا ہی برہم یا علی
اوس دک کہوں افسوس کر جگ ہیں سدا | جو انجہو جہڑتے ہیں شبنم یا علی

ہے حمیدی شاہ کا سون امیدوار
دے مرادان قبلہ عالم یا علی

(راڈ نمبرا)

(۱۳) واسل -

مارے ہیں ظالمان نے نبی کے رتن کون آج
گہائل کئے ہیں سورن ہیں مبارک بدن کون آج
لوہو منے نہلائے سو اوس گل بدن کون آج
ویران کر ظلم سے اون کے وطن کون آج

مظلوم ہو گیا ہے جہاں سوں وہ شہ سوار
شہ کے دو کہوں حسین واس کے ہیں چشم اشکبار

روتا ہے یو دریغ حسین زار زار زار
مارے ہیں ظالماں نبی کے رتن کوں آج

(راڈنبرا)

---

(۱۴) ولی

آج نبی سوں غمزدہ کہن ہا سینا | تم کو پالا ہے سوں کہے وار حسینا

. . . .

دل جو یا دل وانت کر سب تم پہ سائے
دہاراں لوہو کی تیغ سوں پہ سائے حسینا

(کیمبرج)

---

(۱۵) رانا — تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے

جلولی حسین کو یاران شہیدوں کا کوارا ہے | بچشم یوں دل سیں درد و کربتا یوت پیارا ہے

. . . .

جو راز کوثر کے پیالی بہر کر نالا کہتا نہیں درد و کے
حسین سرور چلو جگ سوں خدا تمنا کو پلایا ہے

(کیمبرج)

---

(۱۶) سید — تذکرہ شعراء دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے

اوس خاص خدا پر تو لو سلام یاران | اوس لائق ثنا پر تو لو سلام یاران
اوس ذات مصطفیٰ پر والیل اذا سجیٰ پر | والشمس والضحیٰ پر تو لو سلام یاران

. . . .

اوس فیض جاودان پر فیاض مومنا پر — سلطان دو جہان پر بولو سلام یاران
اوس ہادی ہدا پر اوس پیر مقتدا پر — اوس کامل الدعا پر بولو سلام یاران

. . . .

خالق کے طالبان پر احمد کے نائبان پر
سید کے صاحبان پر بولو سلام یاران

(راڈ نمبر ۱)

---

(۱۷) سیدن

ماہ محرم میں دیکھو چندا ہو ماسلے آگیا
تارے گگن کے توڑ کر سہرا جو شہ کون لا آگیا
کنگنا ستم کا باند کر دوکھہ کا اوڈہنا تنکون لا
حسرت کے چوکے اوپر انجہوان سین تن نہلا گیا
سیدن سفا شہ کا سدا امیدان تر کرنے بدل
نینو کے مشکا اشک سون بہر بہر کے نت چہرکا گیا

(راڈ نمبر ۵)

---

(۱۸) سرور

آیا ہے چندر گہن پر ماتم کا — دہوم اوچا چوکدہن پر ماتم کا
پانی سرور حسن کون پلایا — زہر بہرا تن میں پر ماتم کا

. . . .

سرور شہان کے غم سون اس جیو کون
فدا کیا ہے چرن پر ماتم کا

(راڈ نمبر ۱)

---

(۱۹) سری۔

ماہ محرم کہن پرت کا شور ہوا سب غم کا
کنج خفی سوں شہ کے غم سے آگ لگی ہے جگ میں
جگ میں غم پر گھٹ ہوا یا ہانک بجا ماتم کا
تن میں دل انگار ہو سلگا بادلکا یک دم کا

- - - - - - - - - -

ندا الست بربکم سن قالو بلا کہے سو
من رانی فقد رای الحق سن سرور سوں ٹکی
وہی بلا کربل میں آیا بالا شہ اکرم کا
سری اب کیا پھر پھر پوچھے معنی اسم اعظم کا

(راڈ نبرا)

---

(۲۰) سلیمیں۔

بانو کہیں اب تجھ بنا یو حال دکھاؤں کسے
جب وہ دولارا گود میں روتا تو ہیں لاتے گلے
اصغر میرا روتا نہیں میں آج سمجھاؤں کسے
وہ آج دستا نہیں میں اب گلے لاؤں کسے

- - - - - - - - - -

رکھتا سلیمن آرزو کر یو شفاعت حشر میں
تم بن وسیلا اے نبی حق سامنے لاؤں کسے

(راڈ نبرا)

---

(۲۱) سلیمی۔

وطن آپس کا سو ویران کر خدایا کیون
ہزار بار لکھی لکھہ کہ کو قیان دغا
حسین ابن علی کربلا بسایا کیون
نبی کے آل کو ہے ہے بو لو کھپایا کیون

- - - - - - - - - -

یہی مدام سلیمی کے دل میں ہے افسوس
کہ ہائے شہ کے گلے پر خنجر چلایا کیوں

(راڈ نبرا)

---

(۴۲) شرف - اسپرنگر نے اس تخلص کے ایک دکھنی شاعر کا ذکر کیا ہے -

جا جبرئیل شہ کے خبر کر یاد سون کہہ
احوال آن شاہ رسل انبیا سون کہہ
غربت بیکسی کون تون مشکل کشا سون کہہ
تنہا پڑا حسین حسن مجتبا سون کہہ

...

دنیا کے اس چمن میں شرف بول بار بار
بلبل نمن پو شور و فغان کر ہو زار زار
آل عبا کا درد جو تہا دل میں خار خار
ہر دم ہزار بار شہ اولیا سون کہہ

(راڈنبرا)

---

(۴۳) شیدا -

شہر بانو رو پوکاری ہائے اصغر کان گیا
داغ غم کا دل پہ میرے دیکے دلبر کان گیا
یک گھڑی میں تل اوپر کر میرا گھر کان گیا
پالنا سونا پڑا اسے ناز پرور کان گیا

...

ہاتف غیبی نے شیدا مجہ کیا ہی یون پوکار
دوستی آل نبی کی رکھ کہ ہونگا رستگار
دولت دنیا تکی اوپر نہیں ہے ہرگز اعتبار
دیکھ تون جمشید و دارا و سکندر کان گیا

(راڈنبرا)

دیگر

سواری آج ہے شہ کی دیکھو یاران محرم سون
چلے ہیں آہ مظلوماں بہت دکھ درد ماتم سون

......

شفیع امتان کا غم لگا ہے تیرا اے شیدا
تمیں فورا او تون شہ ہزاروں داغ جگر سون

(کیمبرج)

(٢٤) صابر

اہل حرم سب روتے پھر آویں حسینا | چاند سا مکھڑا اپنا دکھلا دیں حسینا
ہمکون اکیلا چھاڑکے کٹ جاویں حسینا | آ کے تیماں اپنے کل لاویں حسینا

بی بی سکینہ روندی سمجھانویں حسینا

چار دل طرف سون آپڑے دشمن گے گھیرے | یارو برادر سب شہید آج ہو گئے تیرے
لوٹنگے اندر کربلا حیدر سکے ڈیرے | حضرت کلثوم روئے دل جانی میرے

میرا غم دکھ درد سون سن جاویں حسینا

تیرے در پر آپڑا ہو صابر مسکین | دکھ سون غم سون درد سون ل جان غمگین
روتا ہے ہر دم درد سون اوسکوں ہوں آمین | دلکی مراداں بخش کر بخشیں ایمان اور دین

اوسکے مطالب لطف سوں برلاویں حسینا

(راڈ نمبرا)

---

(٢٥) صلاح۔

اے محبان سبب بار آگیا سلطان چرا | خاندان احمد مرسل ہوا ویران چرا
پر دل آیا و اسباب الم موجود شد | آب نہر و بن یا وجود این ہمہ سامان چرا

لطف شاہ کربلا ہے شامل حالت صلاح

روز محشر می شوی محروم از احسان چرا

(راڈ نمبرا)

دیگر

اے دریغا سبط پیغمبر گیا ہے الوداع | یادگار حیدر صفدر گیا ہے الوداع
لذت از زندگانی نیست مجکوں اے صلاح | زانکہ میرا ہادی و رہبر گیا ہے الوداع

(کمبرج ۲)

---

(۲۶) صوفی۔

اوس کربلا کے بن میں ہے گم سان جدا جدا | زخمی ہو پڑتے ہیں شہیداں جدا جدا
دھڑ کہیں پڑا سیس کہیں دست و پا کہیں | ہر یک لوہو کے تھل میں ہے غلطان جدا جدا

ہر ذات پاک حسن و حسین از کمال حیف
صوفی ہے ہر دو نام کا قران جدا جدا

(راڈنبرا)

---

(۲۷) صالح

افسوس گرا رن میں دو جان جہان آج | پیاسا گیا مارا دو جگ کا پران آج
منقول ہے حبیب لے چلے اولاد نبی کون | دکھلائن شہیدان کی شہادت کے مکان کون آج
جب حضرت زینب کی پڑی رن میں نظر جائے | یک بار گری اونٹ سوں بھائی کون پہچان آج
بیتاب ہو نعرے سوں پکارے کہ میرے بھائی | چون چاند گیا اپنی شہادت سوں قرآن آج

اے سید کونین تون صالح پہ نظر کر
روتا ہے کھڑا غم سوں ترے یاد دل و جان آج

(راڈنبرا)

---

(۲۸) صفی۔

رما ہے شہر ماتم کا رچا ہی بیاہ قاسم کا | شہ سلطان عالم کا رچا ہی بیاہ قاسم کا

صفی از سوزش قاسم جلا ہی سینہ عالم
ہے ہر ہر طرف ماتم رچا ہی بیاہ قاسم کا

(کیمبرج)

(۲۹) طاہر

یا علی رن سیں حسین اپنے بنی کوں لانے تم چلو
سر جدا تن سیں پڑا اوسکوں ملانے تم چلو
زخم ہا کاری اوپر مرہم لگانے تم چلو
خاک و خوں سینہ بھرا اوسکو دہولانے تم چلو

روز محشر کوں اوٹھہ آویں گے خلائق مل کے سب
لے ملائک نامہ اعمال کوں دیویں گے جب
شاہ دیں سرور حسین ناموں کیتیں کہو لینگے تب
لطف سیں آج طاہر کوں چھڑانے تم چلو

(داوڑ نبرا)

---

(۳۰) علیم الدین

شہ بن روتے آج کیوں سر بار سکینہ | داغ جدائی کا گلے کر ہار سکینہ
شہ نے کہا ہو کربلا گلزار سکینہ | رو کے آپ کوں یوں کہا ہر بار سکینہ

قید بلا میں دیکھہ اہل بیت کوں یارب | کرتے لعنت ظالماں پر جن و بشر سب
علیم الدین تو حیدر کا کہوں دل نہ جلے اب | شمع صفت ہو نخل آتش بار سکینہ

(داوڑ نبرا)

---

(۳۱) علی

اے دوستاں امام اکرم پہ کہو درود | محبوب سخا و کان و کرم پہ کہو درود
ناحق کیا شہید یہ زہر دوگر بہ تیغ | دو کشتگان جور و ستم پہ کہو درود

کرتا ہے صبح و شام علی مرثیہ رقم
اوس نکتہ دان لوح و قلم پہ کہو درود
(راڈ نمبرا)

(۳۲) عترت۔

اوس شاہ رہنما پہ بولو سلام یاران | اوس قبلہ دعا پہ بولو سلام یاران
محبوب مصطفیٰ پہ زہرہ کے دلربا پہ | حیدر کے مدلقا پہ بولو سلام یاران

اوس معدن صفا پہ آئینہ خدا پہ
عترت کے گدا پہ بولو سلام یاران
(راڈ نمبرا)

(۳۳) عسکری۔

اول اوس نور خدا کوں جا صبا پہونچا سلام | لائق حمد ثنا کوں جا صبا پہونچا سلام
عسکری ہیں عالم علم لدنی باکمال | عارفاں کے تاج کو جا صبا پہونچا سلام
(راڈ نمبرا)

دیگر

حیف انبیا (؟) سوں شد عالم حجاب | العطش کہتا گیا ہو بہر آب
(کیمبرج)

(۳۴) عطا۔

پھر سو کتا بھی چاند آیا در لیا | تیر شہ کے ماتم کی نیا یا در لیا

تھے شہ کے غم کی سبون کون سوتایا   فلک سوں دو عالم پہ دھایا دریغا

کہا مرثیہ شہ کا رو رو عطا نے
سونا کر جہان کوں رولایا دریغا

(راڈ نمبر ۱)

(۳۸۵) عنایت۔ تذکرۂ شعراء دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

جم ہوا غم شہ کا جم کون دل پہ خون غم جم ہوا
جم ہوا جام سکندر کون جام جم ہوا

جم ہوا خون ریز جگ سون اشک چون لعل و گوہر
جوش کہا خون دل سوں اوبلے ہیں قلزم ہوا

غم ہوا تجہ ہیں عنایت تو شہی غم ہیں ہوا
اس غم انکے کوئی غم نہیں غم مج پہ تو فا تم ہوا

(راڈ نمبر ۱)

دیگر

شہادت کی قبا پہرے حسینا یا حسن رنگی
لہولالاں سے رو یا سو ہوے بن بن چمن رنگی

عنایت دل کے ریزے کر لوہو ہیں تر کیا سالم
مگر رنگ ریزے سون غم کئے ہیں جگ کے من رنگی

(کیمبرج)

---

(۳۶) عارف چمنستان شعراء میں اس شاعر کا ذکر ہے۔

نبی کے دل پر یو دوکھ ہے بھاری خدا کے سوں اے خدا کے لوگو
علی کے نینان سوں اشک جاری خدا کے سوں اے خدا کے لوگو

حسین کے غم سوں ملک ہو گریاں فلک پہ جل بل جگر ہو بریاں
بتول رو رو کرے تھے زاری خدا کے سوں اے خدا کے لوگو

کہتا ہے عارف شہاں کا ماتم حسین کے غم سوں دو جگ ہی برہم
لگے ہیں دل پر سجن کٹاری خدا کے سوں اے خدا کے لوگو

(داڈ نبرا)

---

(۳۷) عزّ۔

واتظلما تشنہ لب گیا شاہ کربلا واتظلما
شیون از زمیں تا فلک بڑا واتظلما واتظلما

سامعے شنو قصہ ستم میکنم بیان واتظلما
کمر زن حسین شاہ دین حسن آب سم بیاد واتظلما

عزّ تا کمن پیش ازیں رقم شعر این ستم واتظلما
عافیت نماند از زبان دگر تا جگر جلا واتظلما

(داڈ نبرا)

---

(۳۸) عابد

جب دشت کربلا میں شہ پر بلا کھڑی ہے
تب تہیں دو جگ میں یاران لوکہل بل پڑی ہے

ہاتم کی ہانک اوشہ کرپاتال لگ خبر دے
ساتوں طبق گگن پر یک پل میں جا چڑی ہے

کینجن خوشی سوں نہ دن ماتم سوں شہ کی یاراں
دل ہو ش میں کلانے لو غم اکن پڑی ہے

عابد کے دو نین یوں میں غم سوں اشک ریزاں
برسات میں جوں ساون بہادوں کی نت جھڑی ہے

(زاڈ نبرا)

---

(۳۹) عزلت۔ جن کا ذکر صفحات ماقبل میں ہو چکا ہے۔ انھوں نے مرثیے بھی لکھے ہیں۔

وا مصیبت مصطفےٰ کا جان آج — خاک پر بے سر پڑا ہے جان آج

- -

ہے غلام اے شاہ عزلت نت ملول
دے اثر اوسکے سخن کوں یا رسول

روح الامین کوں حق نے کہا کربلا کوں جاؤ — میرا سلام فاطمہ کے لال کوں سناؤ

(داڈ نبرا)

---

(۴۰) غلامی۔ کسی تذکرہ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ مگر مولف اردو شہ پارے نے تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ دور آصفیہ کا یہ بڑا زبردست مرثیہ گو تھا۔

دو ہر اغم آکے گھیرے گا شاہ زمن کوں آج — جلوہ میں کیوں بٹھاتے ہیں ابن حسن کوں آج
گھونگھٹ میں سوگ آن پڑیگا دلہن کوں آج — قاسم خدا کیواسطے مت جا توں رن کوں آج

غلطاں بخوں ہوئے ہیں سب احباب اقربا — باندھے کمر بہر شہادت وہ مقتدا
قاسم نے اذن حرب طلب کرکے یوں کہا — عمو نہ جاو ان کوں رضا دو ہمن کوں آج

رحلت کے دن پدر یو وصیت کیا مجھے — تجھ پر نثار ہو نے نصیحت کیا مجھے

تاکید کر کے کام کی رخصت کیا مجھے | یہ سن انجھو حسین شہ نے کئے پر نین کون آج

بولے اگر تجھے یو وصیت کیا پدر | حق میں تیرے مجھے بہی جو کے وہ نامور
لاؤں بجا میں حکم برادر توں کہہ صبر | یو بات کر طلب کئے سرور بہن کون آج

خیمہ میں اپنے لایا وہ دولہن کون نوجوان | ہل من مبارز اہلِ ستم بولے تا گہان
دست عروس چھوڑ کے قاسم ہوئے روان | بولے خدا کون سونپ چلیا ہوں تمن کون آج

- - - - - - - - -

ہرگز نہ رکھ توں خوف غلامی زحاسدان | آل عبا حسین توں مد مانگہ ہر زمان
دکھلاویں کربلا تجھے آخر دو سروران | جو آرزو ہے کہہ توں حسین و حسن سوں آج

دیگر

آج بے سر بدن تیرا قاسم | بن میں غلطاں ہے تن تیرا قاسم
لہو بہرا پیراہن تیرا قاسم | حیف ہے یو لگن تیرا قاسم

- - - - -

کر غلامی اوپر کرم اپنا | کربلا میں اہے بولا شاہا
ہے ازل سوں غلام حیدر کا | حیف ہے یو لگن تیرا قاسم

دیگر

یاران جہان حسین آج شہ کربلا چلے | دنیا سیں یادگار رسول خدا چلے
(داؤ نہرا)

---

(۴۱) غالب - تذکرہ کریم الدین (طبقات الشعرا) میں ان کا ذکر ہے۔

یہ محرم ہے چاند ماتم کا | ماتم شاہ ہر دو عالم کا
نور چشم نبی علی زہرا | یعنی سر اسم اعظم کا
او شہ دین پناہ امام حسین | مظہر حق شفیع آدم کا

زخم کاری ہے غم کا اے غالب
لا دوا ہے چہ سود مرہم کا

(داڈ نمبر ۱)

---

(۴۲) غمگین -

آج نکلا پھر گگن پر غم سوں خم ہو یوں ہلال | کربلا کے حادثہ میں ہیں نبی کے پاک آل
تھا حسن کے باغ جاں کا شاہ قاسم نونہال | تخت جلوہ گے گگن میں چھوچہ مکھنا کہ پڑال

- - - - - - - -

آج غمگین برج بارہ دکھ سوں روتا آسمان
آج سر زا عرش کرسی و زمیں سب پیتال

(داڈ نمبر ۱)

---

(۴۳) فائز -

کئیں شاہ زین العباد کیا کرو گے | میرے بعد ہونیگا جفا کیا کرو گے
کٹے گا میرا جب گلا کیا کرو گے | مجھے دیکھ تم سر جدا کیا کرو گے

- - - - - - - -

ہے فیض ہاشم سوں فائز نے پایا | کہ سیاب دل شہ کے غم میں جلایا
فائز جس کے من بسے سرور کائنات سنگ | دین دنیا کا کہیا پرائے ...... (؟)

---

(۴۴) فتح اللہ۔

دن بیاہ کے شہ میاں نے قاسم نہی کون مارا | بستا جو گہر حسن کا کر ظلم سون اوارا
دولہن نے توڑ سہرا سر پیٹ یون پوکارا | کہون میں چہوڑ مجکون دولا کہان سدہارا

- - - - - - - -

گریاں ہو فتح اللہ کہنے سون اس بیان کے | روتے ہیں واحسین کہہ مخلوق دو جہان کے
اس دوکہ سون جہک پڑے ہیں یہ طبق آسمان کے | گویا زمین کے اوپر محشر دسے آشکارا

(راڈنبرا)

---

(۴۵) فضل۔

اب قضا آئی ہے لیکر شہ کے ماتم کی بہار | زخم کاری شہ کے تن پر کہل رہے ہے جو گل انار
خون کی کیاری بہر رہیا رہی ہی درمیان کارزار | آج کیئیں پہاپک سنکلا ہے علی کا یادگار

- - - - - - - -

شاہ کربل فضل پر دیکہو مدد ہر آن ہیں
آج مجکون خوف نہیں بکذرد از روز شمار

(راڈنبرا)

---

(۴۶) قایم۔

کربلا کا عجب کیا شہ نے خیال | سب ہوئے اہل حرم غم کس کمال
سب توڑیں رورو کے اپنے سر کے بال | تم بنا ہوئے گا ہمارا کیا حوال

- - - - - - - -

آج ہے ماتم ہیں قائم دہر تری (؟)
نوعروسی پر پڑا غربت کا حال

(راڈنبرا)

---

(۴۷) قطب۔

یا نبی شہ کون جا کربل سوں لانے تم چلو | فاطمہ اور کون سوں اسکا دکھانے تم چلو
آج بانو غم میں ہیں اونکو منانے تم چلو | دے دلاسا اپنے سینے سوں لگانے تم چلو

- - - - - - - - - -

ہو شفیع محشر میں مجکون یا محمد دستگیر | کہ قطب ابن حسن ہیگا گناہوں میں اسیر
حُبِّ اہل بیت سوں رکھتا ہوں دل اپنا سیر | ہوں شفاعت خواہ میں مجکون چھوڑانے تم چلو

(اڈنبرا)

---

(۴۸) قربان علی۔

آج رو رو کہین حرم سرور چلے سوکان چلے | الوداع ہو نور پیغمبر چلے سوکان چلے
گھر سین وہ دلبر حیدر چلے سوکان چلے | ہو کے پیاسے ساقی کوثر چلے سوکان چلے

- - - - - - - - - -

جگ میں قربان علی پایا اوسی غم سوں شرف | فقر پایا بوسیاہ ہی بانتہ تازی معترف
روضۂ جد سوں نکل کر شہوار لوکشف | سید الکونین وہ سرور چلے سوکان چلے

(اڈنبرا)

---

(۴۹) قربان چمنستان شعرا میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

پھر آیا ماہ غم افسوس افسوس | شدہ ظلم و ستم افسوس افسوس

- - - - - - - -

نہ تھا در کربلا قربان ہوتا | فدائے آن قدم افسوس افسوس

(کیمبرج)

---

(۵۰) کمتر۔ چمنستان شعرا میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے اور تذکرہ شعرار دکن میں بھی ذکر ہے۔

گل محمد کے چمن کا یا حسین سرو رۂ حیدر گگن کا یا حسین

رحم کر کہو شہ مجہ اوپر اپنا کرم ہوں تیرا بندگان کمتر یا حسین

(کیمبرج)

(۵۱) گلنزار۔

آیا محرم جگ منے بہی میکہ ڈنمبر سوار ہو
گرجے گگن پر میکہ لا کسچہ ماتمی ہو کڑ کڑا
فوجان بڑہ کے باندہ کر سب مومنا نکے دل اوپر
صف باندھ کر حوران ملک توس قزح کا کر کہل
باران رحمت کا ہتی یہ ہے سمان نرد ہار ہو
بجلی کے آنکس کہا کہڑا رو تا ہی زار ون زار ہو
انجہو سون عالم سب بہ چوندہر کیا گلنزار ہو
دو نوا نکہیان کون کہولکر رونے لگا یکبار ہو

پرنور بہاران غم ہوا عالم کون کہل ماتم ہوا
سینہ چمن کا چاک ہی گل غنچہ سب غمناک ہی
رنگین شفق کے جہول کر زنجیر دہار انکی جکڑ
گلنزار غم کا بار ہے جنگل میں سب گلنزار ہی
خورشید جلبل راکھ ہو بلبل سون جنکی جو چہتی
اس لیش بیش و کم ہوا سب ماتم سینار ہو
موزے کے موہ پر خاک ہی ہر دم ہزاران بار ہو
بادل کے ہاتہی چور کر بجلی کے چرخی دار ہو
گلنزار آتش بار ہے پر خوں لالہ زار ہو
ڈالے چندر نے گل منے تار انکی کفنی پہار ہو

(داڈبرا)

(۵۲) لطف۔

افسوس روز حشر میں روئیں گے فاطمہ | خونین کفن حسین کا لاوین گے فاطمہ

وارد امید (۹) روز جزئے لطف
کوثر کا جام بہر کے پلاونگے فاطمہ (کیمبرج)

(۵۳) موسیٰ۔

اے صبا آل نبی پر کیا توں لے آئی بلا	اے صبا کاٹینگی کل کربل منے شہنشہ کا گلا
اے صبا مظلوم ہو سلطان دین بے سر چلا	اے صبا اہل حرم کا تاج سر ستے ڈہولا

- - - - - - - - -

فاطمہ کے نور دیدون کا تصدق یا رسول	یو دعا موسیٰ کی تجہ درگہ منے رکہہ یو قبول
مہربان ہو داخل جنت کریں حضرت بتول	اے صبا امت کے کارن باب رحمت کا کہولا

(اڈہیرا)

---

(۵۴) مسیحا۔

کہتی ہیں فاطمہ اے علی تم نجف سون جاؤ	بیکس پڑا حسین میرا کربلا سون لاؤ
ٹا کے نگہ کے باندہ ہر یک زخم کون سلاؤ	بانو کون کہو کہ غم میں سکینہ کو مت رولاؤ

- - - - - - - - - - -

ہو کر شفیع کرکے محمد سون التماس
محشر میں یا حسین مسیحا کے تئیں چہڑاؤ

(اڈہیرا)

---

(۵۵) محبان۔

غم سوں دل چاک گریبان نہ ہوا تہا سو ہوا	بینا ایسا کبہی بے کربان نہ ہوا تہا سو ہوا
شاہ سرور سنو حیران نہ ہوا تہا سو ہوا	خانہ احمدی ویران نہ ہوا تہا سو ہوا

تازیہ شہ کا عزیزان رکہو دل بیچ مدام	ہوا ایسے مرثیہ تازا سنو از صدق تمام
شاہ دین اپنی شفاعت کرین گے روز قیام
مرثیا ایسا محبان نہ ہوا تہا سو ہوا

(اڈہیرا)

---

(۵۶) معتبر خان۔ اس نام کے ایک شاعر کا ذکر فتح علی گردیزی نے کیا ہے۔

مہ نو کس سبب لاغر ہوا کہو کس پہ کیا غم ہے
سجھانا درد کی صورت سو یو ماہ محرم ہے
لباس نیلہ گوں گردوں کی تن پر رنگ ماتم ہے
نپوچھو نرگس بیمار کے انکھیاں پہ شب غم ہے

(اڈنبرا)

(۵۷) ماتمی۔ ان کا تخلص ہیکل بھی تھا۔ مرثیہ میں ماتمی تخلص کرتا۔ شفیق اور گردیزی نے ان کا ذکر کیا ہے۔

کربل کے کشتگان کی خبر لو علی ولی | جنگل کے تشنگان کی خبر لو علی ولی
سردار انس و جان کی خبر لو علی ولی | کل اپنے خان دمان کی خبر لو علی ولی

روتا ہے ماتمی ہوشیار سے عزا کون دیکھ
بے نام و نشان کی خبر لو علی ولی

(اڈنبرا)

(۵۸) معجز۔ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

نبی کے نور عین پر کہو درود و سلام | علی کے سرو چمن پہ کہو درود و سلام
اسیر درد و محن پر کہو درود و سلام | شہید سرخ کفن پر کہو درود و سلام

ہمیشہ مصرع معجز رہو از بین غم ناک
شہید زمین زمن پر کہو درود و سلام

(اڈنبرا)

(۵۹) مسیح الدین۔

اے محبان شاہ سرور پر سلام | دو شہان امت کے رہبر پر سلام

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ مسیح الدین قنبر کا غلام
پھر کہیگا شاہ اکبر پر سلام

(راڈنبرا)

---

(۶۰) مبتلا چمنستان شعرا اور تذکرہ شعرا دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

غم سوں کملائے سب چمن کے گل | بلکے جل گئے چو کدھن سے گل
حیف یاران کیوں کے کملا | مصطفےٰ کے انجمن کے گل

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مبتلا اس دوکھ سیں روتا
ہر کر دستے یونیں کے گل

(راڈنبرا)

---

(۶۱) مصلح الدین۔

گل ہوئی اس درد سوں شمع سبستانے حسین
سب حرم پر ــــ؟ بدل ہے سخت حیرانی حسین
روز و شب تر حلک کوں تیری یاد کے اورا دہے
ہے دعا تجھ نام کے ہر یک کو سر یانی حسین

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کمترین کمتر مصلح الدین تمارا ہے غلام

دمبدم ہوتا ہے تم پر جو یہ سو قربانی حسین

(راڈ نمبر ۱)

---

(۶۲) کہن۔

آیا محرم کا چندر غم کے ترنگ پر سوار ہو
آسمان کے میدان پر آ کر کھڑا غم دار ہو
پڑہی لگی افسوس کے مارے جو تعری آہ کے
اوس شاہ کے درشن بدل ہنگا پہرے بیزار ہو

آ شاہ خواب میں بولے کہن رہ شادمان
صم دین و دنیان میں مدد تجہ کون ہیں نت شتار ہو

(راڈ نمبر ۱)

---

(۶۳) مسکین۔

جب سون آغاز کیا حق نے دستور سلام
وو محمد کہ ہنوز آدم و حوا بہی نہ تھے
تب سون اول ہو محمد پہ ہی منظور سلام
اوسکون اول سے بہجا تہا بانور سلام

کاشکہ چہار دہ معصوم کی سب کے طفیل
ہوئے اس عاصی مسکین کا منظور سلام

(راڈ نمبر ۱)

---

(۶۴) مدحی۔

یاران دو جگ کے شاہ پہ صلوات سب کہو
معنی لا الہ پہ صلواۃ سب کہو

بھیجے درود مدحی مداح دم بدم
اُن سارے قبلہ گاہ پہ صلواۃ سب کہو

(کیمبرج)

---

(۶۵) معصوم ـ تذکرۂ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

ارض و سما بماتم نیلی قبا ہوتا ہے | آیا دلا محرم سب جا عزا ہوتا ہے

تار ور رشتہ معصوم از قتل شاہ مظلوم | چون شمع رشتہ جان از صدق دل جلا ہے

(کیمبرج)

---

(۶۶) منعم

کربلا سمے ان بہتر لشکر شکن کا کوچ ہے
دل کا سجا یا سوگ کا بولے ہمن کا کوچ ہے

ماتم جیا ہوا کر ہا آنسوں سین تن کوں دہو رہا
منعم سدا جکدر ہار تیو ہمن کا کوچ ہے

(کیمبرج)

---

(۶۷) مستقیم

تشنہ لب رن میں کوں آل پیغمبر ہوتے | حاضر اس وقت اگر ساقی کوثر ہوتے

مستقیم اس غم جان سوز کو کر لکھا تب
نہ فلک سچ قلم اہ کے دفتر ہوتے

(کیمبرج)

---

(۶۸) مخلص۔

الوداع ہو الوداع ہو الوداع | الوداع اے دوست داران الوداع

مخلص مرن سون ناشہ اچھو ہاتھہ تے اکنون ٹھرا
صد بار سر اوپر یہ غم کا آرا الوداع

(دکھنی ج)

(۶۹) مو آلی۔

محرم ہے محرم ہے محرم | کرو برپا محبان شغل ماتم

مو آلی پر تو شاہا لطف کر لطف
پر ادوحا جتش راد ر دو عالم

(دکھنی ج)

(۷۰) نظر۔

یاران ہزار حیف رسول خدا نہیں | اور فاطمہ علی و حسن مجتبا نہیں
تنہا حسین رن میں کوئی آشنا نہیں | بازو نہیں رفیق نہیں دلربا نہیں

اڑا پچھاڑ کھا کے اوٹھی بول سب جنے
بابا تیرا شہید ہو پونچا ہے حق کنے
سوگند ہے خدا کی تیرا بابا یہ جگ منے
ورا نہیں دریغ نہیں حسرتا نہیں

کہنے لگا ہے جب سون الم کے نظم میں بیت | دنیاں کون دل سون سب کے توں بول اس الم سیتی

دو جگ میں نظر کون بجز حب اہل بیت
مقصد نہیں مراد نہیں مدعا نہیں

(راڈ نمبرا)

---

(۱۷) نادیم - بیجاپور کے مشہور شاعر ہیں۔ آگاہ نے ان کا ذکر کیا ہے۔

ہے ہے اصغر ابن حسین سونا تیرا پالنا
رو رو بانو کرتے ہیں بین سونا تیرا پالنا
تجھ بن بانو ہیں بے حال ہوئیں بکھرے سر کے بال
کہتے ہی ہو میرا لال سونا تیرا پالنا
تھا تو ستم کا سن نا چاؤ تجھ دکھیا کے من کا بھاؤ
کاری ہی تجھ دل پہ گھاؤ سونا تیرا پالنا
تھا جو تجھ پر ایسا گھات تجھ کون پی لیجا تا ساتھ
اصغر مجھ سوں کر کچھ بات سونا تیرا پالنا
تھا مجھ دل میں یہ ارمان سالگرہ کرتی سامان
تجھ کون تھا یہ برس تدان سونا تیرا پالنا

- - - - - - - - - - - - - - - -

غم سوں تیرے روؤں زار اصغر اصغر کروں پکار
جیونا تجھ کوں ہی دشوار سونا تیرا پالنا
آج ندیم اس غم کے بین کرتا انجھوان بہر رین
اصغر شہ کے نور العین سونا تیرا پالنا

(راڈ نمبرا)

(۷۲) ندا۔ اسیر نگر نے اس تخلص کے ایک دکھنی شاعر کا ذکر کیا ہے۔

اوؔلا محبوب رب العالمین اوپر سلام | اسی حبیب اللہ ختم المرسلین اوپر سلام

خشک لب خستہ جگر تشنہ دہن مغموم جان | سربریدہ کشتۂ شمشیر کیں اوپر سلام

بعد ازاں کہہ اے ندا ہر روز و شب لیسے مدام
شاہ کے قبۂ مبارک اور زمیں اوپر سلام

(دادنبرا)

(۷۳) نعیم۔

شہ کئیں صبا تو رو زجد کون سلام کہنا | بے دفن و بے کفن کا جا کر پیام کہنا
سر کاٹ ظالموں نے تن سے جدا کیا ہے | سر تو چلا سفر کوں تن کا مقام کہنا

تیرے نعیم دل پر ہے نقش بندگی کا
کہتا دو کہہ حسین رو رو شہ کا غلام کہنا

(داڈ نبرا)

(۷۴) ہوشدار۔

آج رو کہتے سب حرم سرور ہمارے کیا ہوئے | احمد مختار کے دو جیو کے پیارے کیا ہوئے

رو کے کہتا یاد کر اپنے گنا ہ ہوشدار | عاصیاں کے وہ شفاعت کرنے ہارے کیا ہوئے

(داڈ نبرا)

(٧٥) ہوشیار۔

کرو افسوس اے نازان حسین کا آج منجا ہے　　یون غم کے دل چہوٹے خاران حسین کا آج منجا ہے

صدق سون شاہ کا ماتم کیا ہوشیار ہیں ہر دم
زجان وائے ستے ہم حسین کا آج منجا ہے

(دکھیبر ج)

---

(٧٦) ہاشم۔

ظالمان شہ کون مدینہ پہر کے جانے نہیں دے
جد کے روضہ جا کے حال اپنا سنانے نہیں دے

طفل پیاسی تلملے پانی پلانے نہیں دے
دکہہ ہیں سرور کی بیٹیاں کو سولانے نہیں دے

تھا اے ہاشم مجہ کو عظمت ترک اشتار جاہ یہ
سبکے ہے دل میں درد حسین شہید

اشک طفلان ہو دامن گیر ماتم کر مزید
لوح دل سیں یو سطر غم کے مٹانے نہیں دے

(داؤ نمبرا)

---

(٧٧) یاد۔ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے ایک شاعر کا ذکر ہے۔

حضرت نبی اپنے نواسیان کی خبر لو　　ہیں چور رن میں گہائل زخمان کی خبر لو

اے یاد زار غم سون اماماں کے رات دن　　اس غم زدیان کے حال پریشان کی خبر لو

(دکھیبر ج)

خاتمہ | صفحات ماقبل میں دکھنی نظم و نثر کے مختلف دور کے نمونے پیش ہو چکے ہیں ان سے نہ صرف مخطوطات کی حالت منکشف ہو سکتی ہے بلکہ دکن میں اُردو کی تدریجی ترقی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

مجھے اس امر کا دعویٰ نہیں ہے کہ میں کوئی انشا پرداز یا مضمون نگار ہوں اور نہ مجھے زبان دانی اور سخن فہمی کا لاف ہے۔ ایک سالہ قیام یورپ میں جو کچھ مواد فراہم کیا تھا وہ ہدیۂ ناظرین کر دیا گیا ہے۔ نظم و نثر کے انتخاب میں خاص طور سے یہ امر پیش نظر رکھا گیا ہے۔ کہ اصل مخطوطہ میں وہ جس طرح درج تھا وہ بجنسہ نقل کیا جائے اس لئے اکثر مصرعوں اور شعروں میں غلطیاں ہیں جن کو عمداً رکھا گیا ہے تاکہ کا نہ مخطوطات کی حالت پیش نظر ہو جائے۔ اور پھر کلام کے انتخاب میں اُس شاعر کا بہترین کلام منتخب نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے بلا لحاظ ایک مختصر انتخاب بطور نمونہ پیش کر دیا گیا ہے۔

پیش نامہ میں جن اصحاب کے اسمائے گرامی اظہار تشکر میں درج کئے گئے ہیں ان میں ایک دو نام سہواً متروک ہو گئے تھے۔ یعنی جناب ڈاکٹر ا لما لطیفی صاحب سابق ناظم تعلیمات سرکار عالی جو میرے قیام لندن کے زمانہ میں وہاں موجود تھے۔ جنہوں نے خاص طور سے سر ڈینسن راس سے میرا تعارف کرایا تھا۔ اور دوسرے مولوی محبوب علی طاہر صاحب جن سے بھی مجھے مدد ملی۔

ناشکر گزاری اور احسان فراموشی ہو گی اگر میں دوبارہ عالیجناب نواب سر عید نواز جنگ بہادر اور جناب نواب مسعود جنگ بہادر کے اسمائے گرامی نہ لوں جن کی خاص توجہ اور مہربانی کے باعث میں اپنے اہم مقصد میں کامیاب ہوا اور آج یہ کتاب پیش کر رہا ہوں۔ اور نیز جناب مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دفتر دیوانی و مال و ملکی کا ذکر ضروری ہے جن کی عنایت اور نوازش میرے لئے باعث امداد اور رہبری ہوئی۔

آخر پر مجھے افسوس ہے کہ میرے قیام یورپ کے زمانہ کو تین ماہ کی بھی توسیع نہیں دی گئی جس کے باعث جرمنی کے کتب خانوں سے استفادہ نہیں کیا گیا۔

خدا سے دعا ہے کہ میری اس ناچیز کتاب سے ہمدردان اردو مستفید ہوں۔ وما علینا الا البلاغ ۔ فقط

ہاشمی

ضمیمہ (الف) فہرست کتب (اصل مخطوطات کے علاوہ جن سے فراہمی مواد میں مدد لی گئی)

سلسلہ نشان	نام کتاب	نام مصنف یا مولف	زبان	مطبوعہ یا غیر مطبوعہ	کہاں ہے
۱	۲	۳	۴	۵	۶
	کیٹلاگس				
۱	فہرست اردو مخطوطات انڈیا آفس	بلوم ہارٹ	انگریزی	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۲	فہرست اردو مخطوطات برٹش میوزیم	بلوم ہارٹ	انگریزی	مطبوعہ	برٹش میوزیم
۳	فہرست فارسی مخطوطات انڈیا آفس	ایتھے	"	"	انڈیا آفس
۴	فہرست فارسی مخطوطات برٹش میوزیم	ریو	"	"	برٹش میوزیم
۵	فہرست کتب خانہ ٹیپو سلطان	اسٹوارٹ	"	"	اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز لندن
۶	فہرست کتب خانہ توپخانہ اودھ	اسپرنگر	"	"	"
۷	فہرست عربی فارسی اردو مخطوطات اڈنبرا یونیورسٹی	محمد اشرف الحق، ایتھے، رابنسن	"	"	اڈنبرا یونیورسٹی
۸	فہرست مخطوطات عربی فارسی و اردو کیمبرج	براؤن	"	"	کیمبرج یونیورسٹی
۹	فہرست مشرقی مخطوطات بوڈلین لائبریری آکسفرڈ	ایتھے	"	"	بوڈلین لائبریری آکسفرڈ
۱۰	فہرست مشرقی مخطوطات ایٹن کالج	مارگولیتھ	"	"	ایٹن کالج
۱۱	فہرست مشرقی مخطوطات رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)		"	"	رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

۱۲	فہرست ہندوستانی مخطوطات (پیاریس)		فرنچ	مطبوعہ	ببلیاتک نیشنل پیاریس
۱۳	فہرست اُردو مخطوطات کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	محمد عبدالقادر صاحب سروری	اُردو	″	مملوکہ راقم
۱۴	فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن		″	″	″
۱۵	فہرست کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر	×	″	قلمی	″
	تاریخ				
۱۶	تاریخ قطب شاہی	؟	فارسی	مخطوطہ	برٹش میوزیم لندن
۱۷	حدیقۃ السلاطین	نظام الدین بن عبداللہ شیرازی	″	″	″
۱۸	بساتین السلاطین	ابراہیم زبیری	″	″	″ وانڈیا آفس
۱۹	فتوحات عادل شاہ	قزوینی استرآبادی	″	″	″
۲۰	احوال سلاطین بیجاپور	پیرزادہ غلام محی الدین	″	″	″
۲۱	تاریخ حاکمان ہند	؟	″	″	انڈیا آفس لندن
۲۲	تاریخ ہفت کرسی	؟	″	″	″
۲۳	تاریخ علی عادل شاہ	قاضی نور اللہ	″	″	″ راقم
۲۴	سوانح دکن	منعم خان اورنگ آبادی	″	″	″
۲۵	تذکرۃ البلاد و الحکام	حسن علی کرمانی	″	″	مملوکہ راقم
۲۶	تاریخ دل افروز	جوہر	″	″	برٹش میوزیم لندن

تاریخ احمدی	مولوی احمد صاحب	فارسی	مخطوطہ	مملوکہ راقم
انور نامہ	محمد اسمٰعیل ابجدی	"	"	"
تاریخ والاجاہی	×	"	"	"
نشان حیدری	حسن علی کرمانی	"	"	کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن
نورس نامہ گلشن ابراہیم (تاریخ فرشتہ)	(ابوالقاسم فرشتہ)	"	مطبوعہ	مملوکہ راقم
حدیقۃ العالم	میر عالم	"	"	"
گلزار آصفیہ	غلام حسین خاں	"	"	"
تزک آصفیہ	میر احمد علی موسوی	"	"	"
واقعات سلطنت بیجاپور	مولوی بشیر الدین احمد	اردو	"	کتب خانہ آصفیہ
تاریخ رشید الدین خانی	غلام امام خاں	"	"	مملوکہ راقم
حیدر نامہ		"	مخطوطہ	انڈیا آفس
تاریخ ارکاٹ	مولوی صفی الدین صاحب مرحوم ؟	"	"	مملوکہ مولوی محمد غوث صاحب
عہد سلف	مولوی محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم	"	مطبوعہ	مملوکہ راقم
مقالہ مرتضیٰ	"	"	"	"
سلسلہ آصفیہ تاریخ دکن	عبد الغفور خاں	"	"	"
صنادید دکن	سید علی اصغر بلگرامی	"	"	"
تزک محبوبیہ	غلام صمدانی خاں گوہر	اردو	مطبوعہ	"
بستان آصفی	وٹھل راؤ و مانک راؤ	"	"	"

۴۵	اردوئے قدیم	حکیم سید شمس اللہ قادری	اردو	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۴۶	پنجاب میں اردو	محمود شیرانی	"	"	"
۴۷	اردو شہ پارے	ڈاکٹر محی الدین قادری	"	"	"
۴۸	دکن میں اردو	راقم	"	"	"

تذکرہ جات

۴۹	تذکرہ فتح علی گردیزی	فتح علی الحسنی	فارسی	مخطوطہ	انڈیا آفس
۵۰	تذکرہ علی ابراہیم خاں	علی ابراہیم خاں	"	"	"
۵۱	نکات الشعرا	میر تقی میر	"	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۵۲	مخزن نکات	قیام الدین قائم	"	"	"
۵۳	تذکرہ شعرائے اردو	میر حسن	"	"	"
۵۴	چمنستان شعرا	لالہ لچھمی نارائن شفیق	"	"	"
۵۵	گلشن گفتار	خواجہ خاں حمید	"	"	"
۵۶	گلزار اعظم	غلام محمد غوث خاں	"	"	"
۵۷	صبح وطن	"	"	"	"
۵۸	تذکرہ شعرائے دکن	عبدالجبار ملکاپوری	اردو	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۵۹	گلشن ہند	مرزا علی لطف	"	"	"
۶۰	آب حیات	محمد حسین آزاد	"	"	"
۶۱	گل رعنا	حکیم عبدالحی	"	"	"
۶۲	طبقات الشعرا	کریم الدین	"	"	انڈیا آفس

ادبیات فارسی

۶۳	سیف الملوک و بدیع الجمال	؟	فارسی	مخطوطہ	برٹش میوزیم
۶۴	طوطی نامہ	ضیاء الدین نخشبی	"	"	"
۶۵	طوطی نامہ	ابو الفضل	"	"	"
۶۶	خاور نامہ	حسام الدین	"	"	"
۶۷	پدماوت	ملک محمد جائسی	بھاکہ	"	ببلیاتک دی نیشنل پاریس
۶۸	پدماوت	عبدالشکور بزمی	فارسی	"	برٹش میوزیم
۶۹	شمع و پروانہ	عاقل خاں رازی	"	"	"
۷۰	فرخ بخش	سبھی رام	"	"	"
۷۱	بہرام و گل اندام	؟	"	"	"
۷۲	مہر و ماہ	عاقل خاں رازی	"	"	"
۷۳	کنور منوہر و مدھومالت	؟	"	"	"
۷۴	مینکا و منوہر	مادھو داس گجراتی	"	"	انڈیا آفس
۷۵	قصہ مدھومالت	؟	"	"	"
۷۶	قصہ فیروز شاہ	؟	"	"	"
۷۷	روضۃ الشہدا	ملا حسین کاشفی	"	"	"
۷۸	منطق الطیر	شیخ فرید الدین عطار	"	"	"
۷۹	ہشت بہشت	امیر خسرو	"	"	"

۸۰	جنگ نامہ	محمد حنیف	فارسی	مخطوطہ	انڈیا آفس
۸۱	در مجالس	سیف بن ظفر نوبہاری	"	"	"
۸۲	دو مجلس	؟	"	"	"

ضمیمہ (ب) فہرست مخطوطات بلحاظ کتب خانہ (سنہ تصنیف کے لحاظ سے سلسلہ قایم کیا گیا ہے)

نمبر سلسلہ	صراحت سنہ	نام مخطوطہ	حوالہ صفحہ
		(۱) کتب خانہ انڈیا آفس (لنڈن)	
۱	سنہ ۱۰۱۸ھ	مثنوی قطب مشتری	۲۷
۲	سنہ ۱۰۳۵ھ	مثنوی سیف الملوک بدیع الجمال	۳۸
۳	سنہ ؟	مثنوی مصیبت اہل بیت	۷۵
۴	سنہ ۱۰۵۰ھ	مثنوی چندر بدن و مہیار	۲۰۹
۵	سنہ ۱۰۵۹ھ	مثنوی خاور نامہ	۸۳۲
۶	سنہ ۱۰۶۶ھ	مثنوی پھول بن	۸۰
۷	سنہ ۱۰۶۶ھ	نسخہ ثانی	۸۰
۸	سنہ ۱۰۶۸ھ	مثنوی گلشن عشق	۲۵۷
۹	〃	نسخہ ثانی	۲۵۷
۱۰	〃	نسخہ ثالث	۲۵۷
۱۱	〃	نسخہ رابع	۲۵۷
۱۲	سنہ ۱۰۷۶ھ	علی نامہ	۲۸۷
۱۳	سنہ ۱۰۷۷ھ	شریعت نامہ	۳۱۴
۱۴	سنہ ۱۰۹۰ھ	قصہ ابو شحمہ	۱۰۰
۱۵	سنہ ۱۰۹۰ھ	قصہ حسینی	۱۰۷
۱۶	سنہ ۱۰۹۱ھ	قصہ پدماوت	۱۱۸

۱۷	سنہ ۱۰۹۲ھ	جنگ نامہ	صفحہ ۱۴۱
۱۸	سنہ ۱۰۹۵ھ	ظفر نامہ	۱۵۵
۱۹	سنہ ؟	محی الدین نامہ	۱۷۵
۲۰	سنہ ۱۱۰۰ھ	قصہ ملک مصر	۳۲۵
۲۱	سنہ ۱۱۰۰ھ	قصہ بہو ساس	۳۳۱
۲۲	سنہ ۱۱۰۰ھ	مثنوی عشق صادق	۳۳۳
۲۳	سنہ ۱۱۳۰ھ	روضۃ الشہدا	۳۵۲
۲۴	سنہ ۱۱۳۰ھ	نسخۂ ثانی	۳۵۲
۲۵	سنہ ۱۱۳۱ھ	منطق الطیر	۳۶۵
۲۶	سنہ ؟	مثنوی دعائے فاطمہ	۳۷۰
۲۷	سنہ ؟	غزلہائے عشرتی	۳۷۴
۲۸	سنہ ؟	ترجمہ قصیدہ بردہ	۳۹۲
۲۹	سنہ ؟	اضافہ پھول بن	۳۹۵
۳۰	سنہ ۱۱۴۳ھ متوفی	دیوان ولی	۴۸۲
۳۱	سنہ "	"	۴۸۲
۳۲	سنہ "	"	۴۸۳
۳۳	سنہ "	"	۴۸۲
۳۴	سنہ "	"	۴۸۲
۳۵	سنہ "	"	۴۸۲
۳۶	سنہ "	"	۴۸۲
۳۷	سنہ "	"	۴۸۲

۳۸	سنہ ۱۱۶۴ھ	مثنوی عقد فاطمہ	صفحہ ۵۱۱
۳۹	سنہ ۱۱۶۴ھ	معجزات رسالت	۵۱۳
۴۰	.	دیوان سراج	۵۱۵
۴۱	.	حیدر نامہ	۴۰۳
۴۲	؟	مثنوی طالب و موہنی	۴۲۷
۴۳	؟	رازق باری	۴۳۴
۴۴	؟	قصہ بہول صادق	۵۳۹
۴۵	سنہ ۱۱۷۴ھ	جنگ بہاؤ مرہٹہ	۵۴۱
۴۶	〃	جنگ مرہٹہ و شا درانی	۵۴۴
۴۷	؟	فتح نامہ ٹیپو سلطان	۴۰۸
۴۸	؟	خلاصہ سلطانی	۴۱۴
۴۹	؟	نسخہ ثانی	۴۱۴
۵۰	؟	مثنوی راگ مالا	۵۱۷
۵۱		دیوان عزلت	۵۲۱
۵۲	سنہ ۱۱۹۰ھ	مفرح القلوب	۴۱۷
۵۳	〃	〃	۴۱۷
۵۴	〃	〃	۴۱۷
۵۵	〃	〃	۴۱۷
۵۶	〃	〃	۴۱۷
۵۷	〃	〃	۴۱۷
۵۸	〃	〃	۴۱۷

۸۰	؟	وفات نامہ پیغمبر	۵۹۳
۸۱	؟	قصہ گل و ہرمز	۵۹۵
۸۲	؟	ہشام و قمر	۵۹۸
۸۳	؟	حکایت سوداگر	۶۰۲
۸۴	؟	چوہوں کا بادشاہ	۶۰۳
۸۵	؟	احمق برہمن	۶۰۴
۸۶	؟	احمق عورت	۶۰۵
۸۷	؟	خوبی قسمت	۶۰۵
۸۸	؟	جنگی شہزادہ	۶۰۶
۸۹	؟	بہار دانش کی دیگر حکایتیں	۶۰۸
۹۰	؟	ترجمہ گلستان	۶۰۹
۹۱	؟	نسخہ دیگر	۶۰۹
۹۲	؟	قصہ انار رانی	۶۱۳
۹۳	؟	قصہ بندگان عالی	۶۱۶
۹۴	؟	ترجمہ سراجی	۶۱۸
۹۵	؟	گنج نامہ	۶۱۹
۹۶	؟	شرح دو بیت	۶۲۰
۹۷	؟	کتاب الاخلاق	۶۲۸
۹۸	؟	گیت احمد	۶۳۰

(۲) کتب خانہ برٹش میوزیم لنڈن

۱	۱۰۳۵ھ	سیف الملوک و بدیع الجمال	۳۸

۵	۱۱۴۳ھ	دیوان ولی نسخۂ ثالث	۴۸۲
۶	؟	بیاض مراثی	۶۳۲

(۵) کتب خانۂ آکسفرڈ یونیورسٹی (بوڈلین لائبریری)

۱	۱۰۶۸ھ	گلشن عشق	۲۵۷
۲	۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۳	"	نسخۂ ثانی	۴۸۲
۴	۱۲۱۱ھ	گلزار عشق	۴۵۵

(۶) کتب خانۂ اڈنبرا یونیورسٹی اڈنبرا

۱	؟	مثنوی چندر بدن و مہیار	۲۰۹
۲	۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۳	۱۱۶۹ھ	مراثی ہاشم علی موسوم دیوان حسینی	۶۴۳
۴	۱۱۹۳ھ	بیاض مراثی	۴۳۲

(۷) ببلیاتھک نیشنل (قومی کتب خانہ پیرس)

۱	۱۱۰۹ھ	یوسف زلیخا	۳۳۸
۲	۱۱۴۴ھ	خلاصۃ المعاملات	۵۰۲
۳	۱۱۴۴ھ	انواع العلوم	۵۰۴
۴	۱۱۸۴ھ	ہشت بہشت	۴۳۶
۵	۱۱۸۵ھ	تحفۃ النساء	۴۴۲

صدر جلد ۱۶۳

ضمیمہ (ج) فہرست مصنفین معہ صراحت تصنیف بلحاظ حروف تہجی

نشان سلسلہ	نام	تصنیف	نمبر صفحہ
	(الف)		
۱	احمد	مصیبت اہل بیت	۷۵
۲	ابن نشاطی	پہول بن	۸۰
۳	امین	قصہ ابوشحمہ	۱۰۰
۴	افضل	محی الدین نامہ / مرثیہ	۱۷۵ / ۱۸۲
۵	امین	بہرام و حسن بانو	۲۱۷
۶	امین	یوسف زلیخا	۳۳۸
۷	اشرف	جنگ نامہ حیدر / مرثیہ	۳۴۷ / ۳۷۹
۸	ابن جعفر	اضافہ پھول بن	۳۹۵
۹	(محمد) اسحاق	ریاض العارفین	۴۲۰
۱۰	آگاہ	ہشت بہشت	۴۳۶
۱۱	"	تحفۃ النساء	۴۴۲
۱۲	"	معراج نامہ	۴۴۵
۱۳	"	ہدایت نامہ	۴۴۵
۱۴	"	رسالہ فرقہ ہائے اسلام	۴۴۵
۱۵	"	عقائد	۴۴۸
۱۶	"	محبوب القلوب	۴۵۰

۱۰۴	مرزا	مرثیہ	۱۸۸
۱۰۵	(شاہ) ملک	شریعت نامہ	۳۱۴
۱۰۶	مرزا	مرثیہ	۳۱۸
۱۰۷	مخدوم حسینی	عقد فاطمہ	۵۱۱
		معجزات رسالت	۵۱۳
۱۰۸	نگینہ	اسلام عمر	۵۷۷
۱۰۹	مخدوم	نافرمان عورت	۵۸۴
۱۱۰	محی الدین	قصہ ابراہیم ادہم	۵۸۸
۱۱۱	میر	وفات نامہ پیغمبر	۵۹۳
۱۱۲	موسیٰ	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۳	مسیحا	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۴	محبان	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۵	معتبر خاں	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۶	ماتمی	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۷	معجز	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۸	مسیح الدین	مرثیہ	۶۷۵
۱۱۹	مبتلا	مرثیہ	۶۷۵
۱۲۰	مصلح الدین	مرثیہ	۶۷۵
۱۲۱	نکہن	مرثیہ	۶۷۶
۱۲۲	مسکین	مرثیہ	۶۷۶
۱۲۳	مدحی	مرثیہ	۶۷۶

۱۳۹	ولی	دیوان مرثیہ	۴۸۲ ۶۳۴
	ہ		
۱۴۰	ہاشمی	مرثیہ	۳۲۰
۱۴۱	ہاشم علی	دیوانِ حسینی	۶۴۳
۱۴۲	ہوشدار	مرثیہ	۶۸۰
۱۴۳	ہوشیار	مرثیہ	۶۸۱
۱۴۴	ہاشم	مرثیہ	۶۸۱
	ی		
۱۴۵	یتیم احمد	مرثیہ	۳۸۱
۱۴۶	یاد	مرثیہ	۶۸۱

حسب ذیل مخطوطات کے مصنف نامعلوم ہیں

شمار	نام مخطوطہ	صفحہ
۱	قصہ بہو ساس	۳۳۱
۲	حیدر نامہ	۴۰۴
۳	روضۃ الصالحین	۵۵۱
۴	طوطی نامہ نثر	۵۶۵
۵	حکایات لطیف	۵۶۷
۶	قصہ مینا	۵۶۸
۷	قصہ بی بی مریم	۵۷۰
۸	انوار سہیلی	۵۷۹
۹	سلسلہ خلافت	۵۹۲
۱۰	قصہ گل و ہرمز	۵۹۵
۱۱	ہشام و قمر	۵۹۸
۱۲	ترجمہ گلستاں	۶۰۹
۱۳	دوسرا ترجمہ	۶۱۰
۱۴	تیسرا ترجمہ	۶۱۱
۱۵	چوتھا ترجمہ	۶۱۲
۱۶	قصہ انار رانی	۶۱۳
۱۷	قصہ بندگان عالی	۶۱۶
۱۸	ترجمہ سراجی	۶۱۸

تمام شد

ضمیمہ (د) فہرستِ مخطوطات بلحاظ حرفِ تہجی

ختم